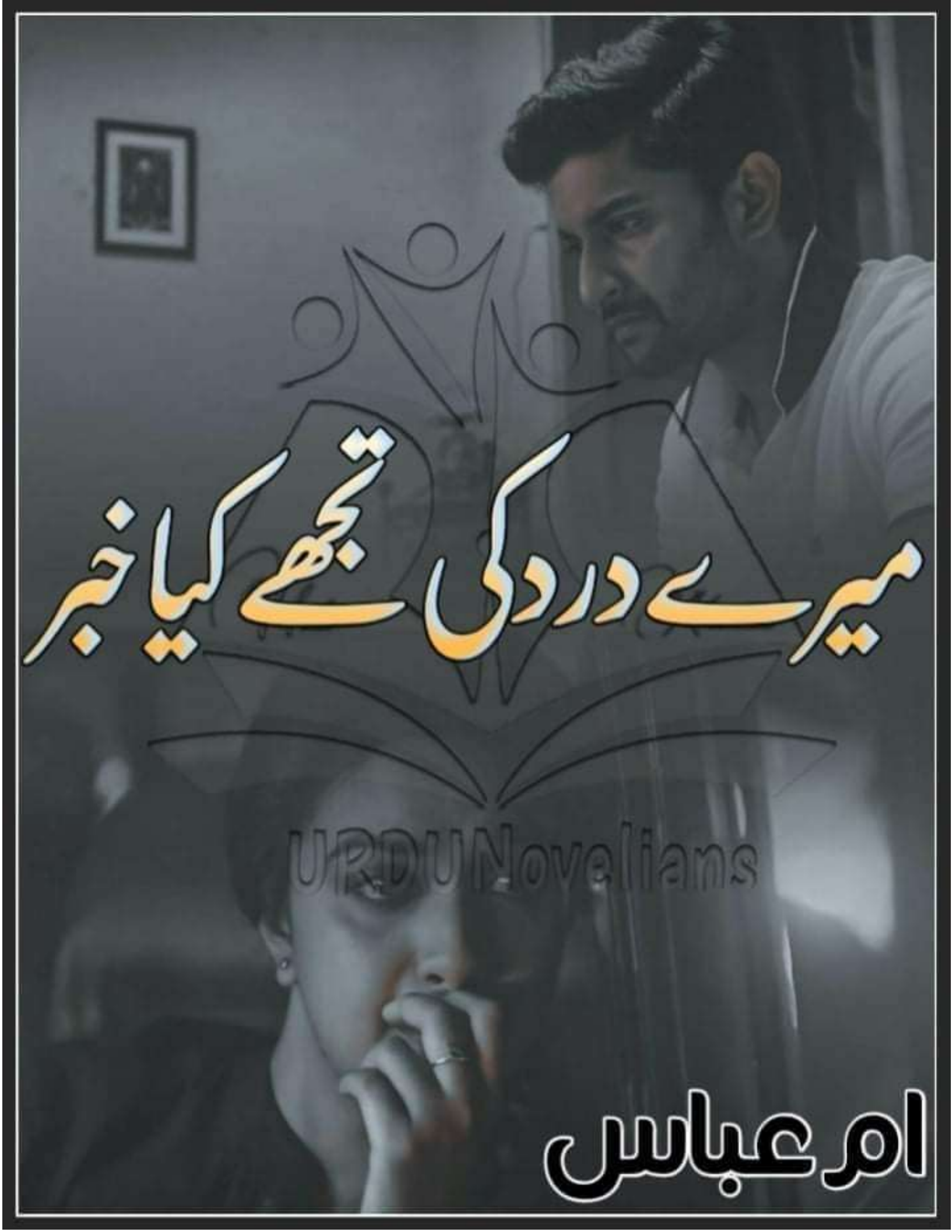
میرے درد کی تجھے کیا خبر
URDUNovelians
ام عباس

میرے درد کی تجھے کیا خبر

ام عبّاس

ڈوبتے سورج کو دیکھتی وہ خود بھی گہری سوچ میں ڈوبی اس منظر کا حصہ معلوم ہوتی تھی۔ایک اور دن اپنے اختتام کو پہنچا۔پرندے قطار در قطار اپنے آشیانوں کی جانب رواں دواں تھے مگر شاید اس کی ہی زندگی جمود کا شکار ہو کر رہ گئی تھی۔وہ جب کبھی بھی سورج غروب ہوتا دیکھتی تھی تو ایک بے نام سی اداسی اسے اپنے گرد ہالہ بناتی محسوس ہوتی تھی پورا دن شان و شوکت سے تمتماتا دنیا کو روشن کرتا ہوا یہ طلسماتی گولہ وقت رخصت کس قدر حزن و ملال میں مبتلا دکھائی دیتا تھا۔کچھ ویسا ہی کرب اسکی خوبصورت آنکھوں میں بھی آ بسا تھا۔جو شاید اب اسکی ذات کا حصہ بنتا جا رہا تھا۔

"مما جی"۔اپنے سوا چار سالہ بیٹے کی آواز سنتی وہ چونک کر پلٹی تھی تو پیچھے ٹیرس کی جانب کھلتے ڈور کے فریم میں کھڑا امزمل چہرے پر مہربان مسکراہٹ اور بڑی بڑی روشن آنکھوں میں انہونی سی چمک لئے جو

صرف اسکی ماں کو دیکھتے ہی آتی تھی اسے دیکھ رہا تھا۔اور بس یہی ایک لمحہ تھا جب اس کے گزرے ماہ وسال کا ہر غم غلط ہو جاتا تھا۔کچھ دیر پہلے تک جو چہرہ کسی مصور کی اداسی کو بیان کرتی تصویر معلوم ہوتا تھا اب زندگی سے بھرپور مسکان لئے جگمگا اٹھا تھا۔ گھٹنوں کے بل بیٹھتے دونوں بازو وا کیے وہ اسے بلا رہی تھی جو دوڑ کر ماں کی آغوش میں آ سمایا تھا۔

مما کی جان آ گئی واپس۔ بہن کدھر ہے ؟" محبت سے اسکا ماتھا چومتی وہ نرم آواز میں بولی تھی اسکی آواز " بھی اسکی شخصیت جیسی تھی نرم دھیمی سی ٹھہرے پانیوں جیسی۔

میں ایک منکی کا چھوٹا سا zoo وہ اندر ہے نا نو پاس۔آپ کو پتا ہے مما ہم نے کتنا مزہ کیا۔اور وہاں " بے بی بھی دیکھا اتنا سا "۔آنکھوں میں خوشی کی چمک لئے وہ دونوں ہاتوں کے درمیان چند انچ کا فاصلہ کیے ماں کو بتا رہا تھا اور وہ جانتی تھی کہ اب وہ اسے ایک ایک بات پورے سیاق و سباق کے ساتھ بتائے گا اس لئے مسکراتے ہوئے اسے دیکھتی اٹھ کھڑی ہوئی تھی اور اسکا ہاتھ پکڑ کر اندر کی جانب بڑھ گئی۔

مزمل کو پسند آیا بے بی منکی ؟"۔"

بہت زیادہ مما آپ بھی چلتی نا "۔ماموں نے ہمیں آئس کریم بھی کھلائی۔قدم دور ہوتے ساتھ انکی " آوازیں مدھم ہوتی جا رہی تھی اور پیچھے سورج کی روشنی اپنی آخری سانسیں لے رہی تھی زندگی کی کچھ رمق اب بھی باقی تھی .

. . . . . .

. . . . . .

رات کا کھانا کھا کر اس کے دونوں بچے نانی کے پاس لیٹے کہانی سننے میں مگن تھے نماز پڑھ کر وہ پانی پینے کچن کی جانب آئی تو طلحہ کو لاؤنج میں بیٹھے کسی ٹاک شو میں مگن دیکھ مسکرا دی کتنا پیارا لگتا تھا فوجی ہیئر کٹ اسے۔اور وہ بڑا بڑا بھی لگنے لگا تھا دل نے بے اختیار اسکی نظر اتاری تھی ساتھ ہی زیر لب ماشاءاللہ کہا تھا۔وہ اس سے ایک سال بڑا تھا اور 3 ماہ پہلے ہی کیپٹن کی پوسٹ پر تعینات ہوا تھا۔آج کل کھاریاں میں پوسٹنگ تھی۔اس پر نظر پڑی تو والیوم بند کرتا مسکراتے ہوئے اسکی جانب متوجہ ہوا۔

"آیئے دعا فارس صاحبہ۔کچھ دیر ہم غریبوں سے بھی بات کر لیجئے۔آپ کی تو ہم شکل دیکھنے سے بھی گئے ہیں۔"اس کے محبت بھرے شکوے پر وہ دھیمی سی ہنسی تھی۔

"میں تو ایک ہفتے سے آئی ہوئی ہوں تم ہی آؤٹ آف ٹاؤن تھے۔اور غریب ہونے والی بات بھی خوب کہی تم نے بھئی یہ آرمی والے کب سے غریب ہونے لگے ؟"اس کے ساتھ صوفہ پر نشست سنبھالتی رخ اسکی جانب کیے وہ بولی۔طلحہ دس دن سے اپنے کسی آفیشل ورک کے سلسلے میں آوٹ آف ٹاؤن تھا صبح ہی واپس آیا تھا۔اسکی بات پر مسکرا دیا۔

"ارے یار تمھارے شوہر نامدار کے مقابلے میں تو غریب ہی ہوا ناں۔کہاں وہ سوفٹ ویئر انجینئر اور وہ بھی فرانس کی مایا ناز کمپنی میں اور کہاں ہم جنہیں جمعہ جمعہ آٹھ دن ہوئے ہیں کیپٹین بنے"۔شرارت سے کہتے وہ ہنسا تھا اور ایک لمحے کے لئے دعا کے صبیح چہرے پر سایہ سا لہرایا تھا مگر اگلے ہی پل وہ نارمل انداز میں مسکرا دی۔

"اور سناؤ۔کیسی رہی یہ جرنی ؟"۔دعا نے غیر محسوس انداز میں بات بدلی۔

آہ۔۔۔۔ایک خواب جیسی دعا۔بلکے مجھے تو کبھی کبھی یہ سب ایک خواب ہی لگتا ہے۔" پیچھے کی جانب گردن پھینک کر وہ آنکھیں بند کیے بولا تو خوشی اسکے انگ انگ سے عیاں تھی۔

"پاک نے تمہیں خواب نہیں حقیقت ہے۔یہ سب تمہاری محنت ہے طلحہ اور امی کی دعائیں ہیں جو اللہ پاک تمہیں ہمیشہ کامیاب و کامران رکھے۔"اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھے وہ آنکھوں میں اتنا نوازا۔اللہ خوشی کے آنسو لئے کہہ رہی تھی۔

"مجھے توفیق دے کہ میں امی کو بہت سارا خوش رکھ سکوں جتنا کا شکر ہے۔اب تم دعا کرنا اللہ ہوں اللہ سب انہوں نے ہمارے لئے کیا ہے ابّو کے مرنے کے بعد وہ سب کرنا تو میرے بس میں نہیں ہے مگر میں چاہتا ہوں کہ اب آگے میں انھیں اتنا آرام و سکوں دوں کہ انکی اتنے سالوں کی تکلیفوں کا کچھ نا کچھ مداوا تو ہو سکے "۔اسکے ہاتھ پر ہاتھ رکھے وہ فرط جذبات سے کہہ رہا تھا اس کے لفظ لفظ میں ایک عزم و سچائی تھی دعا کو فخر ہوا تھا اپنے بھائی پر وہ اس سے ایک سال بڑا تھا مگر وہ اسے تم ہی کہا کرتی تھی۔

پاک تمہیں ثابت قدم رکھے۔ انشااللہ۔اللہ

"اور جناب کب آ رہے ہیں آپ کے ڈیئر ہسبنڈ؟"

کچھ کنفرم نہیں ہے کہہ تو رہے تھے دس پندرہ دنوں تک آ جاؤں گا"۔کہتے ہوئے اسکی آواز خود ہی دھیمی ہوتی گئی تھی۔

"مجھے نمبر دینا انکا میں کل خود بات کروں گا انشااللہ"۔اس کے کہنے پر اس نے سر اثبات میں ہلا دیا۔"

ویسے حیرت ہے تم نے ابھی تک موبائل کیوں نہیں لیا؟" میاں تمہارا پردیس بیٹھا ہوا ہے اور " تمہارے پاس موبائل تک نہیں ہے۔" طلحہ کے سرسری انداز میں پوچھے سوال پر وہ اپنی جگہ چور سی ہو گئی پھر ہنس دی۔

کبھی ضرورت ہی نہیں پڑی گھر میں تو فارس سکائپ پر بات کرتے ہیں تو لیپ ٹاپ موجود ہے باقی لینڈ " لائن نمبر پر امی سے بھی بات ہو جاتی تھی تو کبھی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوئی۔اور تمہیں تو پتا ہے ناں مجھے شروع سے ہی یہ سب سے دل چسپی نہیں رہی۔حالانکہ فارس سے بھی ڈانٹ پڑھتی ہے اس بات پر۔پر اب میں نے سوچا ہے کہ وہ ایک بار آ جائے خیر سے تو پکا لوں گی "۔اس سے نظریں چراتے ٹی وی کی جانب دیکھتے ہوئے جواب دیتی وہ آخر میں اسکی جانب دیکھتے یقین دہانی کرا رہی تھی۔

میرے ساتھ کل چلنا مارکیٹ میں دلا دوں گا " مسکرا کر طلحہ نے آفر کی تھی۔"

خدا کی مانو طلحہ۔کیوں میرے اور میرے شوہر کے درمیاں پھوٹ ڈالنے لگے ہو۔فارس کتنا ناراض " ہوں گے کہ ہاں میرے کہنے پر پانچ سال نا لیا اور بھائی نے ایک بار ہی کہا تو لے لیا۔انھیں برا لگے گا ناں "۔مصنوئی غصے سے اسے دیکھتی وہ بولی تو طلحہ ہنس دیا۔

واہ واہ۔شوہر کی ناراضگی کا اتنا ڈر "۔اب وہ اسکا مذاق اڑا رہا تھا"

تو کیا نہیں ہونا چاہیے ؟" دوبدو جواب آیا تھا۔"

پاک تمہیں خوش و خرم رکھے۔" اسکے سر پر ہاتھ رکھے پیار سے سہلاتے وہ فرط بلکل ہونا چاہیے۔اللہ " دل سے دعا دے رہا تھا۔

بچے سو گے ہیں ؟۔ماشاءاللہ سے بہت پیارے ہیں۔حریم تو بلکل تم پر گئی ہے اور مزمل صاحب تو بنے " بنائے فارس بھائی ہیں "۔

نہیں جاگ رہے تھے اور دیکھو تم نے مجھے باتوں میں لگا دیا پتا نہیں امی کو تنگ ہی نا کر رہے ہوں۔میں " چلتی ھوں۔شب بخیر "کہتے ہوئے وہ اٹھی تھی

شب بخیر "۔طلحہ کہہ کر دوبارہ ٹی وی کی جانب متوجہ ہوا تھا جہاں آدھا شو تو گزر چکا تھا۔"

. . . . . .

. . . .

طلحہ کو کک کی سہولت میسر تھی مگر دعا نے بھی کہہ دیا تھا کہ جب تک وہ یہاں ہے کھانا خود ہی بنالیا کرے گی تو کک کو اس نے کچھ دنوں کی چھٹی پر بھیج دیا تھا۔طلحہ کو کیا اعتراض ہونا تھا بہن کے ہاتھ کا پکا اتنے عرصے بعد ملنے والا تھا وہ تو خوش ہوا تھا البتہ امی کچھ بدمزہ ہوئی تھیں۔

یہ اچھا ہے ماں کے گھر آکر بھی تم کام کرو۔"ہر ماں کی طرح انھیں بھی تھا کہ بیٹی میکے آئی ہے تو کچھ " آرام ہی کر لے۔افففف یہ مائیں اور انکی ممتا بھری فکریں۔دعا مسکرادی۔

ہاں تو میں آپ کے پاس ہی ہوں اور تین لوگوں کا کھانا بنتے کتنا ٹائم لگے گا امی۔اچھا ہے نا وہ بیچارہ بھی " اپنی ماں اور گھر والوں کے ساتھ کچھ وقت گزار آئے گا۔"سادگی سے جواب دیتی وہ اپنی امی کو چپ کروا گئی تھی اور وہ اسے دیکھ کر رہ گئیں تھیں انکی بیٹی آج بھی ویسی ہی تھی خود سے پہلے دوسروں کا سوچنے والی۔

اب بھی وہ کچن میں موجود تھی جبکہ دونوں بچے سینڈوچ کھاتے آرام سے ٹی وی پر کارٹون دیکھ رہے تھے ۔امی انکے پاس سے اٹھتی کچن میں آئی تھیں جہاں وہ چھوٹی سی میز کے گرد رکھی ایک کرسی پر بیٹھی سبزیاں کاٹ رہی تھی انکو دیکھ کر نرم سی مسکان نے اسکے چہرے کا احاطہ کیا

کیا بنا رہی ہو "۔اس کے پاس بیٹھتے پوچھا۔"

میکرونی۔ طلحہ کو پسند ہیں ناں "۔اپنے کام میں ہنوز مصروف جواب دیا۔"

دعا بیٹا مزمل اور حریم بہت پیارے اور فرمانبردار بچے ہیں ماشاءاللہ سے۔ مجال ہے جو تنگ کرتے ہوں ۔بڑا سلوک ہے آپس میں ورنہ تو اس عمر میں تو بچوں کی لڑائیاں ہی ختم نہیں ہوتی "۔اماں مسکرا کر اب باہر لاؤنج میں بیٹھے نواسہ نواسی کو دیکھتے کہہ رہی تھیں جنکی ہلکی سی جھلک کچن میں بیٹھے بھی دکھائی دے رہی تھی۔

مزمل کی وجہ سے لڑائی نہیں ہوتی امی۔وہ بہت حساس طبیعت کا ہے۔ مجال ہے جو کبھی بہن کو روتا ہوا" دیکھ لے بلکے وہ تو اب حریم کو بھی پتا چل گئی ہے اسکی کمزوری اب تو اسے بھائی سے کچھ چاہیے ہو تو بلیک میل کرتی ہے اسکو "۔دعا ایک نگاہ انکو دیکھ مسکراتے ہوئے امی کو بتا رہی تھی جواب اسکی بات پر ہنس رہی تھیں۔

چلو اب مجھے تمہاری طرف سے بھی سکوں ہو گیا ہے۔جب تمہاری شادی کی تھی تو دل کو بہت دھڑکا " سا لگا رہتا تھا نجانے کیسے کر پاؤ گی تم۔عمر بھی تو چھوٹی تھی۔ میرا بھی دل نہیں تھا بیٹا اتنا جلدی تمہیں پرایا کرنے کا پر کیا کرتی مجبور تھی۔پر تمہاری ساس کا سخت رویہ دیکھ بہت دل دکھتا تھا۔پر فارس بیٹے کی

طرف سے پورا اطمینان تھا۔ "اماں بول رہی تھیں اور دعا کے سبزی کاٹتے ہاتھ ہلکے سے لرزے تھے پر وہ مسکرا کر ہاتھ روکتی امی کو دیکھنے لگی۔

میں جانتی ہوں امی۔آپ ایسا نا سوچا کرے میں خوش ہوں۔ چھوٹی عمر میں شادی ہوئی تو کیا ہوا دیکھیں " تعالیٰ نے کتنے پیارے تحفے دیے ہیں اور وہ بھی ایک ساتھ دو دو۔" وہ اپنی ہی بات پر ہنسی تھی۔ اللہ اور امی جی کی تو طبیعت ہی تھوڑی سخت ہے ورنہ وہ دل کی اچھی ہیں۔وہ تو میں خود رہنے نہیں آتی تھی آپ کی طرف کہ پھر پیچھے مسلہ ہو جاتا۔ شفق اور زوار بھائی پڑھ رہے تھے۔ سبین آپا اپنے گھر بار والی تھیں اور امی کو جوڑوں کا درد رہتا تھا بی پی بھی ہائی ایک دم ہو جاتا تھا۔ایسے میں میرا خود ہی دل نہیں کرتا تھا۔پھر شفق کی شادی ہو گئی اور زوار بھائی بھی اسپین چلے گے تو پیچھے امی بلکل اکیلی ہو گئیں تھیں ایسے میں آپ ہی بتائیں میں کیسے آتی بھلا؟۔اب دیکھے امی زوار بھائی کے پاس چلی گئی ہیں تو آ گئی ناں میں رہنے۔اب تب تک نہیں جاؤں گی جب تک آپ خود نہیں کہتی دعا اب چلی بھی جاؤ۔" سنجیدگی و نرمی سے بولتی آخر میں وہ شرارتی انداز میں بولی تو امی نے اسے گھورا۔

ارے میں کیوں کہوں گی خیر سے آؤ اور خیر سے جاؤ تمہارا اپنا گھر ہے یہ بھی۔بیٹیاں کوئی بوجھ تھوڑی " نصیب والوں کو دیتا ہے۔میں تو خوش ہوتی تھی کہ اتنی چھوٹی ہوتی ہیں۔اور تمہارے جیسی بیٹی تو اللہ سی عمر میں بھی میری دعا کتنی سمجھداری سے اپنے سسرال میں رچ بس گئی ہے کبھی کوئی شکایت کا موقع نا دیا"۔کہتے ہوئے اسکی ماں کے چہرے پر اطمینان و خوشی تھی جسے دعا نے نظر بھر کر دیکھا۔

آپ کو کیا پتا امی آپ کی دعا نے آپ کے اس اطمینان کے لئے کتنی بڑی قیمت چکائی ہے اور مجھے خوشی ہے اس بات کی کم از کم میری ذات آپ کے لئے تکلیف کا باعث نہیں بنی "۔دل میں ماں سے مخاطب وہ انھیں دیکھ خوش دلی سے مسکرائی تھی۔

اچھا اب میری چھوڑے اور بتائیں طلحہ کے بارے میں کیا سوچا ہے "۔وہ دوبارہ سے اپنے سامنے رکھی سبزیوں کی جانب متوجہ ہوئی تھی۔

سوچنا کیا ہے بس اب جاؤں گی بھائی جان کی طرف اور وشمہ کا ہاتھ مانگوں گی اگر تمہیں کوئی اعتراض نہ ہو تو "۔امی نے جانچتی نظروں سے بیٹی کی جانب دیکھا جو پہلے حیرت اور پھر خوشی سے انکی جانب دیکھ رہی تھی۔

مجھے کیوں اعتراض ہو گا امی بلکے میں تو بہت خوش ہوں گی اگر ایسا ہوا تو۔وشمہ اور طلحہ ایک ساتھ بہت پیارے لگے گے۔آپ نے طلحہ سے بات کی ؟"۔

طلحہ سے تم خود بات کرنا۔میں جانتی ہوں تمہاری وجہ سے وہ کبھی نہیں مانے گا۔بھائی جان اور بھابھی نے تمہاری منگنی آکاش سے توڑی تھی اس بات کو لے کر وہ کبھی ہاں نہیں کرے گا جب کہ میں جانتی ہوں وہ بھی وشمہ کو پسند کرتا ہے "۔امی دکھی ہوئی تھیں کہی نہ کہی انھیں بھی اس بات کا افسوس تھا مگر اب جب کہ دعا اپنے گھر خوش تھی تو وہ چاہتی تھیں اس سب کی سزا وشمہ اور طلحہ کو نہ ملے۔

امی میرا فارس سے جڑا تھا آکاش سے نہیں۔تقدیر سے لڑا نہیں جاتا بلکے حکم ربی جان کر انسان راضی ہو میرے لئے آسانیاں پیدا جائے یہی بہتر ہوتا ہے۔میں بھی راضی ہوں۔بس آپ دعا کیا کرے اللہ کرے۔اور رہی بات طلحہ کی تو میں خود بات کروں گی اس سے۔وشمہ جیسی پیاری اور مخلص لڑکی کو نہ

کر کے وہ کفران نعمت نہیں کرے گا انشااللہ "۔وہ مسکرائی توامی کے دل سے بے ساختہ اس کے لئے دعا نکلی تھی۔انکی بیٹی واقع ہی بہت پیارے دل کی مالک تھی جو اپنے ساتھ ہوئی زیادتی کو بھلا کر بھائی کی خوشی کے لئے سب بھلا بیٹھی تھی۔

****

****

طلحہ موبائل کان سے لگائے دوسری جانب سے کال رسیو کرنے کا انتظار کر رہا تھا اور وہ بظاہر پرسکوں نظر آتی دل میں بری طرح اضطراب کا شکار ہوتی اسے دیکھ رہی تھی۔

السلام علیکم۔کیسے ہیں فارس بھائی ؟۔میں طلحہ بات کر رہا ہوں "۔پرخلوص لہجے میں احترام لئے وہ بولا " تو دعا کو اپنی سانسیں اکھڑتی محسوس ہوئی۔طلحہ نے فون سپیکر پر ڈال دیا تھا۔

دوسری جانب تھوڑی دیر خاموشی رہی تھی پھر اسکی آواز ابھری تھی جو اپنے دل کی تیز ہوتی دھڑکن میں اسے مشکل سے سنائی دی۔

وعلیکم سلام۔کیسے ہو طلحہ ؟"اسکی آواز میں شناسائی تھی نرم ٹھہرا ہوا دل موہ لینے والا انداز۔"

میں الحمد للہ بلکل ٹھیک۔اسکی آواز میں کچھ جھجک تھی ایک عرصہ ہوا تھا بات کیے ہوئے اور وہ بھی " آمنے سامنے۔فون پر پہلی بار کر رہا تھا۔

اور بھئی مبارک ہو بہت بہت سنا ہے کیپٹین صاحب ہو گے ہیں آپ "۔دوسری جانب بھی اسکی " کیفیت کو شاید سمجھ لیا گیا تھا تبھی خوش گوار انداز میں دوستانہ لہجہ اختیار کیا گیا تھا۔

خیر مبارک۔بہت بہت شکریہ بھائی۔میں نے سوچا آپ تو کبھی کال کرے گے نہیں تو میں ہی کر لیتا ہوں "۔اب کی بار ذرا شرارت بھری آواز میں شکوہ کیا گیا تھا۔جسے سن کر دوسری جانب ہلکا سا قہقہہ گونجا تھا۔

سوری یار واقع ہی میری غلطی ہے۔اور سناؤ امی کیسی ہیں "۔خوش دلی سے اعتراف کرتے وہ امی کا " پوچھنے لگا۔

امی بھی ماشاء اللہ سے بلکل ٹھیک ہیں۔ویسے اپنے بیوی بچوں کا تو پوچھا ہی نہیں آپ نے ؟دعا کو دیکھتے " وہ شریر مسکان چہرے پر لئے وہ بولا تھا جو اتنی دیر سے دم سادھے خاموش تماشائی بنی ہوئی تھی۔

تو یار انکے بارے میں میں اپنی بیوی سے پوچھوں گا ناں تم سے کیوں پوچھوں ؟اسکی شرارت سمجھتے " اسی کے انداز میں جواب دیا تو طلحہ ہنس دیا۔

لیں پھر بات کریں اپنی مسز سے میں تب تک آپ کے بچوں کو پکڑ کر لاتا ہوں "۔فون کا سپیکر آف " کرتے اسنے دعا کی جانب بڑھایا تو اس اچانک پڑی افتاد پر وہ ہونق سی اسے دیکھنے لگی۔اس کے آنکھوں سے فون کی جانب اشارہ کیا تو ہوش میں تے مسکرا کر اس کے ہاتھ سے موبائل لیا۔طلحہ اندر کی جانب بڑھ گیا تھا۔

اسلام علیکم "۔دھیمی سی آواز میں سلام کیا۔دوسری جانب بلکل خاموشی تھی اتنے عرصے بعد وہ یہ " آواز سن رہا تھا۔

وعلیکم سلام۔بہت دیر بعد جب دعا کو شبہ گزرا کہ وہ شاید جواب ہی نہ دے تب اسکی آواز سنائی دی تھی ۔سپاٹ، سرد، بے تاثر سا لہجہ۔دعا کو اپنی ریڑھ کی ہڈی میں سنسناہٹ محسوس ہوئی۔

کیسے ہیں آپ ؟"کافی دیر بعد اس نے دوبارہ ہی ہمت کی تھی ورنہ دل تو چاہ رہا تھا وہ سب کچھ چھوڑ کہیں " بھاگ جائے جہاں دوبارہ یہ آواز اسکا تعاقب نہ کر سکے۔

" ٹھیک ہوں"

کافی دیر دونوں جانب خاموشی رہی تھی۔جیسے دونوں کے لئے ہی بات کرنا مشکل ہو۔

بچے کیسے ہیں ؟"۔بہت دیر بعد اسکی آواز سنائی دی۔"

ٹھیک ہیں ماشاءاللہ۔"اور یہ وہ واحد ٹوپک تھا جس پر وہ دونوں بات کر سکتے تھے۔"

مجھے یاد کرتے ہیں اتنے دن بات نہیں ہوئی ؟"۔اب کی بار لہجہ تھوڑا نرم تھا۔اپنی اولاد کے لئے تو وہ " کچھ بھی کر سکتا تھا۔

جی بہت "۔مختصر جواب موصول ہوا۔"

تو کال کر لیتی نمبر تھا تمہارے پاس "۔اب کی بار آواز میں تپش تھی دعا چونکی۔تو کیا اسے انتظار تھا اسکے " فون کا ؟

اس سے پہلے کہ وہ کوئی جواب دیتی اسکی بیٹی بابا کا راگ الاپتے بھاگتی ہوئی آئی تھی۔دعا نے مسکرا کر اسے دیکھا اور سپیکر پر ڈال کر موبائل اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔

اسلام علیکم بابا"۔اس کے مؤدب انداز میں کیے سلام پر وہ جی جان سے نہال ہوا تھا۔"

وعلیکم سلام بابا کی پری۔کیسی ہیں آپ۔بابا کو مس کیا آپ نے؟"اس کی آواز میں بلا کی نرمی و حلاوت در آئی تھی۔دعا نے اس کے بدلتے لب و لہجے کو شدت سے محسوس کیا تھا۔"

میں ٹھیک ہوں اور میں نے آپ کو اتنا مس کیا۔اتنا کو لمبا کھینچتی وہ باپ کو معصومیت سے بتا رہی تھی۔"

او بابا کی پیاری گڑیا بابا نے بھی آپ کو اتنا مس کیا۔اسکے معصومانہ انداز سے محظوظ ہوتے اسی کے انداز میں جواب دیا گیا تھا۔تب تک مزمل بھی آ گیا تھا اور اب وہ دونوں ایک ساتھ باپ سے بات کر رہے تھے۔اور دعا مسکرا کر دونوں کو دیکھ رہی تھی۔دیکھنے والے کو یہ ایک ہیپی فیملی کا سا منظر معلوم ہوتا تھا۔

****

****

پانچ سال ہو گئے تھے اسے جرمنی آئے ہوئے۔اتنے عرصے میں اس نے ایک بار بھی اسے نہ دیکھا اور نہ ہی آواز سنی تھی۔وہ ضدی نہیں تھا مگر تھا تو ایک مرد ہی۔انا پر پڑی ضرب سہہ نہیں پایا تھا۔یہاں تو پھر

بات اسکی عزت کی تھی۔وہ سارے جہاں میں اپنی ہمدرد اور درگذر کرنے والی طبیعت سے پہچانا جاتا تھا ۔مگر اس کے لئے تو وہ پتھر بن بیٹھا تھا۔آج ایک عرصے بعد بستر پر لیٹے وہ اپنے سود وزیاں کا اندازہ لگا رہا تھا۔اسکی آواز سنتے ہی دل میں ایک ابال سا اٹھا تھا۔ایک بات کا اسے اچھے سے اندازہ ہو گیا تھا کہ اگر وہ اس بار ضد پر اڑا تھا تو کم خود سر وہ بھی واقع نہ ہوئی تھی۔اتنا وقت گذر گیا مگر اس عورت نے اپنے کیے پر معافی مانگنا تو درکنار کبھی ندامت کا بھی اظہار نہ کیا تھا۔

اسے آج بھی جب وہ رات اپنے پورے سیاق و سباق کے ساتھ یاد آتی تو دماغ کی شریانیں پھٹتی محسوس ہوتی تھیں۔کس طرح اس عورت نے اسکی ماں بہن کے سامنے اسکی عزت دو کوڑی کی کر کے رکھ دی تھی۔وہ تو شکر تھا کہ بروقت اسکی بہن آ گئی ورنہ ساری عمر وہ دنیا سے منہ چھپاتا پھرتا۔لوگ اس پر آوازیں کستے۔

وہ دیکھو فارس احمد جا رہا ہے جس سے اپنی بیوی نہیں سنبھالی گئی اور وہ رات کے اندھیرے میں اپنے " عاشق کے ساتھ بھاگ نکلی"۔

یہ سوچ ہی اس قدر زہریلی تھی کہ اسکی روح تک نیلو نیل ہو جاتی تھی۔اب بھی اس کی ماتھے کی رگیں تن گئی تھیں۔آنکھوں کا رنگ دہکتے انگاروں کی مانند ہو گیا تھا تو جبڑے سختی سے بھنچے وہ ضبط کی آخری حدوں کو چھو رہا تھا۔وہ ایک چلتے پھرتے آتش فشاں کے جیسے تھا جو کبھی بھی پھٹ کر تباہی کا سبب بن

سکتا تھا۔ایک بار پہلے بھی دعا اسکے خاموش طوفان کی زد میں آئی تھی اور وہ خسارہ اسکا مقدر بنا تھا جس کو یاد کرتے آج بھی اسکے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔

**********_____* **********_____*

****

کمرے میں آتے ہی کب سے رکے آنسوؤں کو بہنے کا راستہ مل گیا تھا اس کے ہاتھوں کی کپکپاہٹ ہنوز برقرار تھی۔اس کی زندگی نے جو سبق اس کو سب سے زیادہ ازبر کروایا تھا وہ اپنے غموں کو سب سے چھپا کر رکھنے کا تھا۔وہ ایک عرصہ ہوا کسی کے سامنے نہ روئی تھی۔تلخ سے تلخ جملہ اور رویہ بھی اسے ٹوٹ کر بکھرنے پر مجبور نہ کر سکا تھا۔اپنے آنسو چھپا کر مسکرانا اس نے سیکھ لیا تھا۔وہ اپنے ارد گرد سے بے نیاز اپنے بچوں میں پناہ اختیار کر گئی تھی۔خود پر بے حسی کی چادر اوڑھ چکی تھی۔مگر تنہائی پاتے ہی یہ خول ٹوٹنے لگتا تھا۔اور وہ بھی اشکوں کو بہنے کی اجازت دے کر دل کا غم کچھ غلط کر لیتی تھی۔

URDUNovelians

اتنے ماہ وسال میں کبھی اس نے سوچا ہی نہیں تھا کہ اس سے بات بھی کرنی پڑے گی روبرو ہونا تو دور کی بات ہے۔وہ بھی شاید کبوتر کی طرح آنکھیں بند کیے رکھتی اگر آج اس سے بات نہ ہوئی ہوتی۔گلے میں آنسوؤں کا گولہ سا اٹک گیا تھا۔اس کے لب و لہجے میں آج بھی اس کے لئے کوئی رعایت نہیں تھی

۔یعنی اسکی سزا اب بھی باقی تھی۔اسکی آواز کا سرد پن اسے منجمند کر گیا تھا۔وہ اس شخص کی نفرت و بے اعتنائی کو تین دن نہ سہہ سکی تھی۔تو اسکی واپسی کے بعد کیا کرے گی؟؟؟؟

اس سوالیہ نشان کے آگے وہ کچھ سوچنا بھی نہیں چاہتی تھی۔وہ تو یہ دعا بھی نہیں کر سکتی تھی کہ وہ نہ واپس آئے اس کے بچے بے چینی سے باپ کے منتظر تھے۔

ہاتھ کو منہ کے آگے سختی سے رکھے اس نے اپنی چیخ کا گلہ گھونٹا۔

۔۔۔۔مجھ سے پاک ایک اور بار نہیں۔اس بار مجھے بکھرنے سے بچا لیجئے گا میرے اللہ نہیں اللہ" برداشت نہیں ہو گا۔۔۔۔میرے لئے آسانیاں پیدا کر دیں میرے رب۔میں کوئی گلہ نہیں کر رہی وہ تو میں نے تب بھی نہیں کیا تھا۔آپ جانتے ہیں میں نے ہر حال میں صبر کیا ہے کبھی کوئی شکایت نہیں کی پاک پلیز ۔ہمیشہ آپ کا شکر ادا کیا ہے۔مگر اب لگتا ہے شاید میرا صبر جواب دے جائے اللہ ۔۔۔۔۔۔۔مجھے میری ہمت سے زیادہ نہ آزمایئے گا۔" ہچکیوں سے روتی وہ دل میں اپنے رب سے راز و نیاز کرتی اس وقت کس قدر ٹوٹی بکھری کیفیت کا شکار تھی کوئی اسے دیکھتا تو اسکا غم اپنے سینے میں بھی محسوس کرتا۔

URDUNovelians

**********----------** **********----------* **********--------

---------* ********"*

وہ ایک عام سی لڑکی تھی۔ جس نے اپنی خوبصورت آنکھوں میں کبھی کوئی بڑا خواب بھی نہ سجایا تھا۔ اسکی ماں جوانی میں ہی بیوگی کی چادر اوڑھے دو کم سن بچوں کو لئے باپ کی دہلیز پر آ گئی تھیں۔ اسکے نانا ایک دور اندیش انسان تھے جانتے تھے انکے سر سے گزر جانے کے بعد بیٹی در در کی ٹھوکریں کھانے پر مجبور ہو جائے گی اسی لئے اپنی زندگی میں ہی بیٹے اور بیٹی کو وارثت سے حصہ بانٹ دیا تھا۔ جس کے بعد دو کمروں کے پر مشتمل ایک چھوٹا سا گھر اور دو دوکانیں جنہیں کرائے پر دے رکھا تھا اپنی بیٹی کو دے کر اسے اللہ سوا کسی اور کا محتاج نہ رہنے دیا۔

نانا کی خواہش پر ہی اسکا رشتہ بچپن میں ہی ماموزاد آکاش سے طے کر دیا گیا تھا۔ جب تک نانا حیات رہے ماموممانی کا رویہ بھی اچھا رہا۔ وہ میٹرک کے پہلے جب کہ طلحہ دوسرے سال میں تھا جب نانا کی موت واقع ہوئی اور پھر دیکھتے دیکھتے ماموممانی کے انداز بدل گئے۔ آکاش تو پہلے بھی لاپرواسا رہتا تھا ایک وشمہ ہی تھی جو اب بھی پہلے جیسی ہی مخلص اور خیال کرنے والی تھی۔ پھر کچھ ماہ بعد ممانی نے رشتہ ختم کر دیا اسکی امی کو بہت دکھ ہوا مگر وہ کچھ بولی نہیں۔ پھر ایک دن پتا چلا کہ آکاش کا رشتہ ان لوگوں نے اپنی نسبت معاشی طور زیادہ مستحکم لوگوں میں طے کر دیا ہے وشمہ بہت روئی تھی۔ مگر دعا کو کوئی دکھ نہیں ہوا تھا کہ آکاش کے ساتھ کوئی جذباتی وابستگی نہیں رہی تھی۔ ہاں اپنی امی کو دکھی دیکھ اس کا بھی دل خراب ہوا تھا۔ اور ایک سال بعد آکاش کی شادی ہوئی تو وہ انٹر کی سٹوڈنٹ تھی۔ اسکی امی کو بھی فکر لاحق ہوئی از جلد اسکی بھی شادی کر دی جائے۔ منگنی ٹوٹ جانے پر لوگوں کی چہ میگوئیاں انکے بھی a تھی کہ جلد کانوں تک پڑی تھیں۔ ایک جاننے والی رشتے والی عورت سے کہا اور یوں جو پہلا رشتہ ہی آیا وہی اسکا مقدر ٹھہرا۔ فارس احمد کسی طور بھی نظر انداز کرنے لائق نہیں تھا۔ خوبصورت، پڑھا لکھا، اچھی نوکری

،خوش حال گھرانہ اور اچھا خاندانی ہسب و نسب۔کچھ چھان بین کے بعد ہاں کر دی گئی اور یوں انٹر کے پیپرز کے بعد اسکی شادی فقط اٹھارہ سال کی عمر میں کر دی گئی۔

اور یہاں سے دعا کی زندگی بدل گئی گو کہ شادی کے بعد ہر لڑکی کی ہی بدل جاتی ہے مگر دعا کے ساتھ جو ہوا وہ اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔

**********"""**********"""""""""""""""""""**********"""

"""""""""""**********

ماما جی ؟۔اسکی سوا چار سالہ بیٹی جو اپنی ڈرائنگ بک پر جھکی کلرنگ کر رہی تھی ہاتھ روکے اسے دیکھ کر پکاری تو وہ جو پاس بیٹھی اپنی ہی سوچوں میں غلطاں تھی چونک کر سیدھی ہوئی۔

"جی میرا بچہ۔"

مسکرا کر کہتے اس کے ماتھے پر آئے بال پیچھے کیے۔

بابا کب آئے گے ؟"معصومیت سے اپنا پسندیدہ سوال پوچھا گیا تھا۔"

بہت جلد آ جائے گے "۔اسے اپنی آواز کھائی سے آتی محسوس ہوئی تھی۔"

سچی ماما۔پھر کتنا مزہ آئے گا۔آپ کو پتا ہے بابا میرے لئے اتنی بڑی ڈول لے کے آئیں گے "۔وہ پر جوش سی بازو پھیلا کر روشن آنکھیں لئے ماں کو بتا رہی تھی۔

اور اس بار میں اپنی ڈول کسی کو نہیں دوں گی پچھلی بار بھی آپ نے ماہم آپی کو دے دی تھی "۔"

سر نفی میں ہلاتی وہ اپنے خدشات بتا رہی تھی۔دعا اسے دیکھ کر رہ گئی۔پھر اسے اپنے سینے سے لگا لیا

میری جان کی ڈول اس بار ہم کسی کو نہیں دے گے "۔اسکا ماتھا چومتے یقین دہانی کرائی۔"

اور مزمل کی گاڑی بھی نہیں دے گے "۔اب اسے بھائی کی فکر ہوئی۔"

وہ بھی نہیں دیں گے۔اب خوش میرا بے بی؟"اسکا من موہنا چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں لئے پیار سے " کہا تو وہ کھلکھلا اٹھی۔

میں بابا سے بولوں گی وہ ماہم آپی اسد بھائی اور ہادی بھائی کے لئے بھی ڈول اور گاڑیاں لے کے آئیں " پھر تو وہ ہماری چیزیں نہیں لیں گے۔پر ماما بابا تو ہر بار انکے لئے بھی بھیجتے ہیں پھر بھی وہ ہمارے ٹوائز لے جاتے ہیں۔میں اور مزمل تو ان کے نہیں لیتے؟"۔اداس آنکھوں سے ماں کو دیکھتی وہ بولی تو دعا کو اپنا دل ڈوبتا محسوس ہوا تھا۔اس کے بچے سوا چار سال کے تھے مگر بہت شارپ مائنڈڈ تھے۔اور حساس

بھی۔مزمل حریم سے بھی زیادہ حساس تھا مگر وہ کہتا نہیں تھا۔جب کہ حریم ہر بات بول دینے والی بچی تھی۔اب بھی وہ معصومیت سے کہتی ماں کو ذہنی اذیت سے دوچار کر گئی تھی۔اسکے بچے بھی رویوں کی مار سہہ رہے تھے حالانکہ وہ پوری کوشش کرتی تھی انکو اس آگ سے بچانے کی جس میں وہ خود جل رہی تھی۔لیکن بڑھتی عمر کے ساتھ وہ بھی محسوس کرنے لگے تھے۔

تو کیا ہوا میری جان کے پاس تو اتنے کھلونے ہیں۔ماموں نے کتنے زیادہ دلائے ہیں۔اور اب بابا بھی" تعالیٰ کو وہ بچے بہت اچھے لگتے ہیں جو شئیر کرتے ہیں پھر بہت سارے لا کر دیں گے۔اور ویسے بھی اللہ تعالیٰ انھیں اور کھلونے دیتے ہیں"۔پیار سے اسے پچکار کر سمجھایا تو وہ سر ہلا گئی۔ اللہ

"اب مجھے دکھاؤ میری بیٹی نے کیا بنایا ہے؟"

اسکا دھیان بٹانے کو وہ اسکی ڈرائنگ بک پر جھکی تھی۔

ارے واہ میرے بے بی نے تو بہت پیارے کلرز کیے ہیں"۔ستائش بھری نظروں سے دیکھتے وہ بول" رہی تھی اور حریم کھلکھلا کر ہنستی اب اسے اپنی ڈرائنگ کے بارے میں بتا رہی تھی۔جبکہ مزمل نانی کے ساتھ ساتھ والے گھر گیا ہوا تھا۔

**********%%%

نہ کرے کبھی میری بہن کو رونا پڑے۔تم ہمیشہ خوش رہو۔"سیدھا ہو کر بیٹھتا اسکا ہاتھ اپنے اللہ" ہاتھ میں لیتے وہ صدق دل سے کہہ رہا تھا۔دعا کا دل چاہا تھا صرف ایک بار۔۔۔ایک بار وہ سبھی مصلحتیں پس پشت ڈال اسکے سینے سے لگ دھاڑے مار مار روئے۔مگر ایسا وہ صرف سوچ سکی۔

اگر کبھی میں یہاں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آ جاؤں تو تم تنگ تو نہیں آ جاؤ گے ناں طلحہ ؟"۔نجانے وہ کس" رو میں بہہ کر کہہ گئی تھی طلحہ اسکی بات سن کر ٹھٹکا۔

ایسا کیوں کہہ رہی ہو دعا کوئی مسلہ ہے کیا؟۔فارس بھائی نے کچھ کہا ہے ؟۔تم مجھے بتا سکتی ہو۔"ماتھے" پر تفکر کی لکیریں لئے وہ پریشان سا کچھ دیر پہلے والا ہنستا مسکراتا بے فکر سا طلحہ تو نہیں تھا۔دعا چونک کر ہوش میں آئی تھی اور پھر ہنستی چلی گئی۔اسے ہنستا دیکھ طلحہ کی سانس بھی بحال ہوئی تھی۔

پاگل ڈرا کر رکھ دیا تھا"۔چہرے کے خدوخال واپس نارمل ہو گئے تھے۔"

ابھی تو بہت ڈھینگیں مار رہے تھے اب اتنی جلدی ڈر گئے "۔آنکھوں میں آیا پانی صاف کرتے وہ بولی تو" طلحہ نے اسے گھورا تھا۔

بس میں نے سوچا تمہیں اپنی بیوقوف اور معصوم سی بہن کی پرانی ایک جھلک دکھادوں جو اپنے رونے " تمہارے سامنے رویا کرتی تھی "۔اس نے بات مذاق میں اڑادی دل پے جو بیتی سو بیتی پر وہ اپنے پیاروں کو یہ دکھ نہیں دے سکتی تھی۔

جان نکال تھی بدتمیز۔خبردار جو آئندہ ایسا کوئی مذاق کیا تو "۔انگلی اٹھا کر تنبیہ کی تو وہ مسکرادی۔"

اچھا یہ بتاؤ اپنے بارے میں کیا سوچا ہے۔کب تک ایسے ہی گھومنے کا ارادہ ہے۔امی کا ہی احساس کرلو وہ " بیچاری پورا دن اکیلی ہوتی ہیں۔" وہ بات بدل کر اصل مدح پر آئی۔

کیا مطلب ایسے ہی گھوم رہا ہوں۔ڈیوٹی کے بعد سیدھا گھر آتا ہوں۔اور تمہاری شادی ہو گئی ہے " میری جاب ہے تو ظاہری بات ہے امی کو اکیلا تو رہنا پڑے گا "۔کندھے اچکا کر وہ جان بوجھ کر انجان بن رہا تھا یا اسکی بات سمجھ نہیں پایا تھا دعا اندازہ نہ لگا سکی۔

تو تم شادی کرلو سمپل۔امی کی بھی تنہائی دور ہو جائے گی۔"اسی کے انداز میں کندھے اچکا کر کہا تو طلحہ " کا چہرہ لمحے میں تاریک ہوا تھا۔

میری شادی کہاں سے بیچ میں آ گئی۔اتنی جلدی بھی کیا ہے ؟"۔بے زاری سے کرسی کی پشت سے ٹیک لگاتے جواب دیا۔"

جلدی نہیں صحیح وقت ہے یہی۔خیر سے جاب بھی ہو گئی ہے۔اور کیا چاھتے ہو ؟۔امی بھی یہی چاہتی ہیں اب تمہاری شادی ہو جائے۔"اب کی بار اسکا انداز سمجھانے والا ہے۔وہ خاموش رہا تھا۔کچھ توقف کے بعد اسنے ڈرتے ہوئے اسے دیکھا۔"

امی چاہتی ہیں وہ تمہارے لئے وشمہ کا ہاتھ مانگیں۔"ٹھر ٹھر کر کہتی وہ اسے جھٹکا لگا گئی تھی وہ بیٹھے سے اٹھ کھڑا ہوا۔"

واٹ ؟ ہوش میں ہو تم ؟۔جانتی بھی ہو کیا کہہ رہی ہو ؟۔مامو لوگوں نے جو کیا وہ سب بھول گئے ہو تم اور امی جو ایسی حسرتیں پالنا شروع کر دی ہیں۔اسکی آواز بلند ہو گئی تھی۔لہجے میں خفگی جھلک رہی تھی۔"

طلحہ بیٹھ جاؤ پلیز۔ایک بار بات تو پوری سن لو۔"اسکا ہاتھ پکڑے نرمی سے التجا کی۔وہ اسکے ایسے ری ایکشن کے لئے پہلے سے تیار تھی۔وہ بیٹھنے کے بجائے ویسے ہی کھڑا اسکی جانب دیکھنے لگا۔"

پلیز بھائی"۔وہ بہت کم اسے بھائی کہا کرتی تھی جب کبھی بہت لاڈ میں ہو یا اپنی بات منوانی ہو اسکے " بچپن کی عادت تھی۔اب بھی وہ گہری سانس بھرتا بیٹھ گیا تھا۔

جو ہوا قسمت کا لکھا تھا۔جوڑے آسمانوں پر بنتے ہیں میرا جوڑ فارس کے ساتھ لکھا تھا آکاش کے ساتھ " کے کاموں میں پوشیدہ مصلحت انسانی عقل سمجھنے سے نہیں۔اور پھر میں اپنے گھر خوش ہوں۔اللہ قاصر ہے۔جو ہوا اچھا ہوا پھر تم کیوں لکیر پیٹ رہے ہو؟۔اس سب میں نہ تمہاری غلطی ہے نہ ہی وشمہ کی۔میں جانتی ہوں تم اسے پسند کرتے ہو"۔آخر میں ترچھی نظروں سے اسے دیکھتے کہا تو وہ نگاہ چرا گیا۔

تو پھر میں تمہاری طرف سے ہاں سمجھوں؟"۔بہت دیر بعد بھی وہ کچھ نہ بولا تو وہ چہک کر گویا ہوئی۔

طلحہ نے نظر بھر کر اس کے بے ریا چہرے کو دیکھا۔پھر اداسی سے مسکرا دیا۔

تم کیسے اتنی جلدی سب بھول سکتی ہو۔اب ماموں کو یاد آئی ہے ہماری جب آکاش کی بیوی اسے لے اڑی " ہے۔اب انھیں اپنوں کی قدر ہوئی ہے۔یہ دنیا بہت مطلب پرست ہے دعا۔کبھی کبھی تمہاری معصومیت سے ڈر لگتا ہے مجھے۔تم اس دنیا میں مس فٹ لگتی ہو۔"وہ ہار مانتے ہوئے بے بسی سے کہہ رہا تھا لہجے میں بہن کے لئے محبت کا جہاں آباد تھا۔

جتنا نقصان اٹھانا تھا اٹھالیا طلحہ تم سہی کہتے ہو میری نا سمجھی نے میرے نصیب میں بہت سے خسارے لکھ دیے ہیں"۔دل ہی دل اس سے مخاطب وہ چہرے پر مسکراہٹ لئے اسے دیکھ رہی تھی۔

"شکر ہے یہ محاذ تو سر ہوا۔اب میں امی کو جا کر خوش خبری سناتی ہوں"۔چہک کر اسکے کندھے سے لگی کہتی وہ جلدی سے پلٹی تھی جب طلحہ نے اسکا ہاتھ پکڑا۔وہ مڑ کر دیکھنے لگی۔

"دعا زندگی میں کبھی بھی کوئی بھی مشکل آئے۔ساری دنیا بھی تمہارے خلاف ہو جائے تب بھی میرے پاس آنے میں جھجکنا مت۔میں ہمیشہ تمہارے ساتھ کھڑا رہوں گا۔تم کبھی بھی میرے لئے بوجھ نہ تھی نہ ہی ہو گی"۔اٹھ کر اسکے سر پر ہاتھ رکھتے یقین دہانی کرائی گئی تھی۔یقیناً وہ اسکی کچھ دیر پہلے کہی بات کے زیر اثر کہہ رہا تھا۔وہ مسکراتی سر ہلا گئی اس بھائی کی محبت پر وہ شک بھی کیسے کر سکتی تھی جو صرف اس کے لئے اپنی بچپن کی محبت تک سے دستبردار ہونے کو تیار تھا۔اندرونی دروازے سے داخل ہوتے گردن موڑ کر اسے دیکھا تھا جو اب کرسی پر بیٹھا تھا بلب کی روشنی میں اسکے چہرے پر کھلی مسکان بھلی لگ رہی تھی۔اس نے دل میں اس کے صدا یوں ہی خوش رہنے کی دعا کی تھی۔

%%%

طلحہ کے ہاں کرنے پہ امی کی خوشی دیدنی تھی۔ مگر وہ چاہتی تھیں کہ فارس کے واپس آنے پر ہی بات آگے بڑھائی جائے۔آخر انکا اکلوتا داماد تھا۔لیکن فارس نے فون پر بات کرتے انھیں کہہ دیا تھا کہ نیک کام میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔یوں انہوں نے بھائی سے بات کی اور پھر اگلے دن ہی رشتے کے لئے وہاں پہنچ گئی تھیں۔دعا ایک مدت کے بعد ان گلی کوچوں میں دوبارہ لوٹ کر آئی تھی۔ماموممانی کچھ شرمسار سے دکھائی دیے تھے مگر وہ بہت خوش دلی سے سب باتیں بھلا کر ان سے ملی تھی۔

وشمہ کتنی دیر اس سے لپٹ کر روتی رہی تھی۔اور یوں طے پایا تھا کہ فارس کے آتے ہی سادگی سے شادی کر دی جائے گی۔یہ شرط بھی طلحہ نے رکھی تھی وہ کسی دھوم دھڑکے کے حق میں نہیں تھا۔ماموممانی نے انکی آؤبھگت میں کوئی قصر نہ چھوڑی تھی۔دونوں طرف شادی کی تیاریاں زور و شور سے جاری تھیں۔اور ایسے میں دن گزرنے کا پتہ بھی نہ چلا تھا۔

فارس روز نہیں تو ایک دن چھوڑ کر کال لازمی کرتا تھا اس نے صرف ایک بار ویڈیو کال کی تھی جس میں دعا غلطی سے بھی اس کے سامنے نہیں آئی تھی۔وہ بہت کم بچوں سے ویڈیو کال پر بات کرتا تھا۔انھیں یوں روبرو دیکھنے کے بعد دل میں انھیں گلے لگانے کی خواہش اور شدت اختیار کر جاتی تھی۔اس لئے وہ انکو آڈیو کال ہی کیا کرتا تھا۔اس دوران دو تین مرتبہ وہ امی سے بھی بات کر چکا تھا۔جو کہ اب اٹھتے بیٹھتے اسکی شائستگی اور مہذب پن کے گن گاتی رہتی تھیں۔

اور اس بات کی تو دعا بھی گواہ تھی۔اس نے ہمیشہ اسکی امی کو وہی عزت و مقام دیا تھا جیسا اپنی امی کے لئے تھا۔طلحہ سے بھی اسکی ٹھیک ٹھاک بے تکلفی ہو گئی تھی۔انکے باہم جو ایک خلا سی تھی رابطہ نہ ہونے کی وجہ سے وہ بھر گئی تھی۔

اسکی امی کا ماننا تھا کہ داماد کی عزت میں کوئی کمی نہیں رکھنی چاہئے مگر اسکے سر پر بہت زیادہ مسلط بھی نہیں ہونا چاہیے۔شادی کے بعد صرف دو بار ہی وہ انکے گھر آیا تھا اور ایک دو بار وہ انکے گھر گئیں تھیں تو ملاقات ہوئی تھی ہر بار وہ بہت عزت و احترام سے ملا تھا۔ ٹھہرے ہوئے لہجے میں نرمی سے بات کرتا ان کے سامنے نظریں جھکا کر بیٹھتا تو وہ صدقے واری جاتی تھیں بھلا آج کل کے دور میں ایسے لڑکے ملنا کہاں آسان تھا؟۔

پھر جرمنی جانے سے ایک دن پہلے وہ اکیلا ان سے ملنے آیا تھا اس دن وہ کافی دیر وہاں بیٹھا ان سے اور طلحہ سے باتیں کرتا رہا تھا۔اس کے چلے جانے کے بعد کبھی اس سے بات نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی کبھی ضرورت محسوس ہوئی۔دعا سے ہی اسکی خیر خیریت معلوم کر لیتی تھیں۔

%%%

وہ جاتی گرمیوں کی اک سہہ پہر تھی۔ طلحہ دو ہفتے کے تربیتی کیمپ پر گیا ہوا تھا اور آج صبح ہی واپس آیا تھا ۔اس وقت وہ لمبی تان کر سو رہا تھا جبکہ مزمل بھی اسی کے پاس ہی اسکے موبائل پر کارٹون دیکھتے دیکھتے سو گیا تھا۔ دوپہر کے کھانے کے بعد وہ بھی امی کے ہی کمرے میں حریم کو لے کر لیٹی تھی مگر حریم کا سونے کا کوئی پروگرام دکھائی نہ دیتے اسے لٹا کر خود نماز پڑھی تھی اور پھر کچھ ہی دیر بعد جب بادلوں نے آسمان پر ڈیرے جمائے تو ٹھنڈی ہوائیں موسم کی خبس کو زائل کرتیں اسے خوش گوار بنا گئیں تھیں۔

ایسے میں وہ بھی امی اور حریم کو ساتھ لئے باہر لان میں آ گئی تھی۔ چائے سے لطف اٹھاتے وہ اور امی باتوں میں مگن تھیں جب حریم بار بار ماں کی گھوری کو نظر انداز کرتے نانی کے کپ سے چائے کے چھوٹے چھوٹے سپ لیتی اور پھر ماں کو دیکھ کر کھلکھلا کر ہنستی۔ نانی کے ہوتے ہوئے اتنی عیاشی تو بنتی تھی جب کہ ماں بھی کچھ نہیں بول پا رہی تھی۔

پچھلے پندرہ دن سے فارس سے کوئی رابطہ نہیں ہوا تھا۔ وہ طلحہ کے موبائل پر ہی رابطہ کال کیا کرتا تھا یا پھر طلحہ خود سے کال کر لیتا۔ مگر اس کے تربیتی کیمپ پر جانے کے بعد دعا نے بھی اس سے لینڈ لائن نمبر سے بات کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ مزمل باپ سے کچھ جھینپ کر ہی رہتا تھا جب کہ حریم کی خوب بنتی تھی وہی اکثر ضد کرتی تو وہ اسکی مصروفیت کا بہانہ بنا کر اسے اور کسی طرف دھیان بھٹکا کر بہلا لیا کرتی تھی۔

اسکی مثال ایسی تھی کہ جیسے کوئی خطرہ سر پر منڈلاتا دیکھ کر بھی جان کر اس سے نظریں چراتا پھرے کہ جب سر پر پڑے گی تو دیکھی جائے گی جو دو چار دن سکون سے گذر جائے وہی غنیمت ہیں۔وہ راہ فرار کی تلاش میں تھی جو کہ شاید اب ممکن نہ تھا۔

وہ حریم کو گود میں لئے بیٹھی تھی جب ڈور بیل بجی تھی۔حریم کو امی کی گود میں بیٹھاتی وہ سر پر پہلے سے لیا دوپٹہ ٹھیک کرتی مین ڈور کی جانب بڑھی تھی۔دروازہ کھلنے پر جو چہرہ اس کو سامنے دیکھنے کو ملا تھا۔اس سے روبرو ہونے کا اس نے دور دور تک نہ سوچا تھا۔بے ساختہ دروازے کے کواڑ پر اپنی گرفت مضبوط کرتے اس نے اپنے قدم زمیں پر سختی سے جمائے تھے۔چہرے کا رنگ لمحوں میں فق ہوا تھا۔آنکھوں میں بے یقینی کے ساتھ خوف و سراسیمگی کے ہلکورے در آئے تھے۔

دوسری جانب بلیک کرتا شلوار میں ملبوس ہوا کے باعث ماتھے پر بکھرے بالوں کے ساتھ اپنی سحر طاری کرتی شخصیت اور وجیہہ چہرے پر سنجیدگی لئے وہ منتظر کھڑا تھا۔اسے دیکھ رنگ اس کے چہرے کا بھی متغیر ہوا تھا۔چہرے کے تاثرات مزید پتھریلے ہوئے تھے۔نجانے کتنے ہی لمحے گزرے تھے۔

"کون ہے دعا؟"

امی کی آواز پر وہ چونک کر ہوش کی دنیا میں واپس آئی تھی۔

فارس "۔بہت کوشش کے باوجود وہ اپنے لہجے کی نمی پر قابو نہ رکھ پائی تھی۔اسے اپنی کانپتی آواز کسی " گہری کھائی سے آتی ہوئی پرائی سی معلوم ہوئی تھی جو امی کے کانوں تک بمشکل سنائی دی۔وہ نہال ہوتی حریم کو گود سے اتارتی اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔دعا نے غیر محسوس انداز میں دو قدم پیچھے لئے تھے۔اب وہ اندر داخل ہوا تھا۔حریم " بابا" کی چیخ کے ساتھ اسکی جانب ڈوری تھی۔بیٹی کو دیکھتے اس کے چہرے کے خدوخال میں محبت وحلاوت گھل گئی تھی۔دونوں بازو وا کرے وہ تھوڑا سا جھکا تھا اور اسے اوپر کی جانب اچھالتے اسے اپنے گلے سے لگایا تھا اور پھر اس کے گالوں اور ماتھے کو شدت سے چوما تھا۔

تب تک امی بھی اس کے پاس پہنچ آئیں تھیں۔شائستگی سے انھیں سلام کرتا وہ قدرے انکے آگے جھکا تھا جس پر انہوں نے اسکی پیشانی چومتے محبت سے اسکے کندھے کو تھپتھپایا۔اب وہ انکا حال چال پوچھ رہا تھا۔پیچھے کھڑے وجود کی جانب کسی کی توجہ نہیں تھی جو ہونق سی ساری صورتحال سمجھنے سے قاصر تھی۔

آؤبیٹا اندر چلتے ہیں۔دعا بیٹا دروازہ تو بند کر دو"۔فارس سے کہتے امی کی نگاہ اس پر پڑی تو انہوں نے " اسکی غیر معمولی خاموشی اور گم سم انداز پر کہا۔وہ بھی گردن ذرا ترچھی کرتے اسے دیکھنے لگا تو وہ گڑبڑا کر ڈور بند کرنے لگی۔

اماں جی میں نے سرپرائز دینے کا سوچا تھا۔مگر دعا مجھے یوں دیکھ کر کچھ زیادہ ہی شاکڈ ہو گئی ہے شاید " "۔ہلکا سا ہنستا ہوا وہ سادگی سے کہہ رہا تھا۔امی بھی مسکرا دی تھیں مگر اسکے اس سادہ سے جملے میں چھپی معنی خیزی نے اس کے دل کو سہلا دیا تھا۔

آ جاؤ بیٹا کتنی دیر سے کھڑے ہو"۔فکر مندانہ انداز میں کہتیں وہ اندر کی جانب بڑھی تو وہ بھی انکے " ساتھ ہو لیا۔حریم باپ کے چہرے پر ہاتھ رکھے مسکراتے ہوئے اسے دیکھ رہی تھی جیسے اس کے آنے کا یقین کر رہی ہو۔فارس نے اک بار پھر اسکی آنکھوں کو چوما تھا۔

انکے پیچھے چند پل رک کر وہ چہرے پر دونوں ہاتھ پھیرتی اپنے تاثرات کو چھپانے کی کوشش کرتی بہت سے وسوسوں کے جھرمٹ میں گھرے دھڑکتے دل پر قابو پاتی مرے ہوئے قدموں سے اندر کی جانب بڑھی۔لاؤنج میں داخل ہوئی تو وہ سامنے ہی تھری سیٹر صوفے پر براجمان تھا حریم اسکی گود میں موجود تھی اور وہ دائیں سائیڈ رکھے سنگل صوفے پر بیٹھی امی کی کسی بات کا جواب دے رہا تھا۔

اس کے آنے پر اس نے اک اچٹتی سی نگاہ اس پر کی تھی اور پھر بیٹی کی جانب متوجہ ہو گیا تھا۔امی کو اپنی جانب دیکھتے پا کر وہ زبردستی ہونٹوں پر مسکان لائی تھی۔

دعا بیٹا فارس کے لئے کچھ ٹھنڈا وغیرہ لاؤ"۔امی نے اسکی توجہ دلائی جواب وہیں جم کر کھڑی ہو گئی تھی " ۔وہ یہی سمجھ رہی تھیں کہ فارس کے بنا بتائے آنے اور اتنے عرصے بعد روبرو ہونے پر انکی بیٹی فطری حیرت وانسباط کا شکار ہے۔

سر ہلاتی وہ جوں ہی قدم بڑھانے لگی تو اسکی آواز نے اسکے قدموں کے ساتھ ساتھ دل کو بھی جکڑ لیا۔

کچھ بھی کرنے کی ضرورت نہیں ہے بس اک گلاس سادہ ٹھنڈا پانی لانا "۔نارمل سے انداز میں اسکی " جانب دیکھتے ہوئے کہا گیا تو وہ سر اثبات میں ہلاتی آگے بڑھ گئی۔

لیکن بیٹا ایسے کیسے اتنی دور سے آئے ہو "۔امی نے مان بھرے لہجے میں ٹوکا۔"

راستے میں اک جگہ چائے پی تھی اب کچھ بھی اور کھانے پینے کا فلحال دل نہیں کر رہا۔میں تھوڑی دیر " بعد کچھ لے لوں گا آپ پلیز تکلف نہ کریں "۔مسکرا کر عزر پیش کرتے وہ ساتھ ہی انکا مان رکھ رہا تھا

۔دعا کا رواں رواں اس وقت سماعت کا حصہ بنا ہوا تھا۔کچن میں آ کر سب سے پہلے اس نے فریج کھول کر ٹھنڈا پانی نکالا اور کاؤنٹر سے گلاس لے کر بھرتے وہاں رکھی کرسی پر بیٹھ کر خود پانی پیا تھا۔

اس وقت سب سے زیادہ ضروری اس کا خود کا پر سکون رہنا تھا۔اسکا غیر معمولی رویہ فلحال توامی کی نظر میں نہیں آیا تھا مگر زیادہ دیر چھپ بھی نہیں سکتا تھا۔اور وہ اب جا کر اپنے اتنے سالوں کے بہرم کو توڑ نہیں سکتی تھی۔جب وہ نارمل طریقے سے پیش آ رہا تھا تو اسے بھی خود کو کمپوز کرنا تھا۔

پانی پی کر ذہن سے سبھی خدشات جھٹکتی وہ جب اٹھی تو پہلے سے بہت بہتر لگ رہی تھی۔کاؤنٹر سے دوسرا گلاس لئے پانی ڈالا اور پھر چھوٹی سی ٹرے میں رکھتی وہ متوازن چال چلتی باہر آتی اسکی جانب آئی جو بیٹی کی جانب تھوڑا سا جھک کر بہت انہماک سے اسکی بات سن رہا تھا اور وہ باپ کے کان میں نجانے کیا سرگوشیاں کر رہی تھی۔امی بھی پاس بیٹھے باپ بیٹی کی محبت کو مسکراتی نگاہوں سے دیکھ رہی تھیں۔

اسکے آگے ٹرے بڑھائی تو گلاس اس نے تھاما تھا۔ٹرے میز پر رکھا اور حریم کو دیکھا جو اب اتنے عرصے میں پہلی بار ماں کی جانب دیکھ رہی تھی ورنہ جب سے باپ آیا تھا وہ اسے مکمل فراموش کیے ہوئے تھی ۔اسکے چہرے پر خوشی دیدنی تھی۔دعا کے لب بے ساختہ مسکرا دیے۔

تم لوگ بیٹھو میں طلحہ کو جگالاتی ہوں "۔امی کہتے اٹھنے لگیں تو دعا نے انھیں روک دیا۔"

رہنے دیں امی آپ۔میں خود جاتی ہوں۔مزمل کو بھی تو اٹھانا ہے "۔اسکے ہاتھ سے گلاس لیتے ٹرے میں رکھا تھا اور پھر طلحہ کے روم کی جانب چل دی۔

کچھ ہی دیر بعد طلحہ اسی روم سے نکلا تھا جہاں دعا گئی تھی۔گیلا چہرہ اور گچی نیند سے بیدار آنکھیں، چہرے پر خیر سگالی مسکراہٹ لئے وہ اسکی جانب بڑھا تھا۔فارس اسے دیکھ کر حریم کو گود سے اٹھاتے صوفے پر بٹھاتا اٹھ کھڑا ہوا۔

پانچ سالوں میں وہ کافی بدل گیا تھا۔جب وہ گیا تھا تو وہ انیس سال کا دبلا پتلا لمبا سا لڑکا تھا اب سامنے سے آتا چوبیس سالہ خوبرو بھرے ہوئے جسم والا نوجوان تھا فوجی ہیئر کٹ اسے مزید پر وقار بنا گئی تھی۔

اسلام علیکم "۔پاس آتے اس نے پر جوش سلام کیا تھا سو کر اٹھنے کے باعث آواز معمول سے زیادہ بھاری تھی جو اس کے لب و لہجے کو مزید خوبصورت بنا رہی تھی۔وہ دونوں بغل گیر ہوئے تھے۔

وعلیکم سلام۔کیسے ہو یار؟"۔خوش دلی سے کہتے وہ اسے دیکھ کر مسکرایا تھا۔اسے دیکھ اسکی آنکھوں میں زوار کا عکس لہرایا تھا۔

میں الحمد للہ بلکل ٹھیک۔آپ سنائیں نہ کوئی اتہ پتہ نہ کوئی خبر دی آنے کی "۔اسکے پاس ہی بیٹھتا وہ " بولا۔

میں نے سوچا سرپرائز دیا جائے "۔اس کے کہنے پر وہ سر ہلا گیا۔"

اور سنائیں ؟۔لگتا ہے دیار غیر کی ہوا پانی خوب راس آئی ہے آپ کو۔پہلے سے زیادہ ہینڈسم اور " ڈیشنگ ہو کر آئے ہیں "۔شرارت سے اسے دیکھتے وہ مسکراتے لہجے میں کہہ رہا تھا۔امی کے سامنے اس تبصرے پر وہ جھینپ سا گیا تھا اور خفیف سا ہنس دیا۔

وہ کچھ غلط بھی نہیں کہہ رہا تھا گزرے سالوں نے اسکی وجاہت میں اور اضافہ ہی کیا تھا۔دراز قامت اور مضبوط جسمامت کے ساتھ صاف شفاف گندمی رنگت ،بڑی بڑی روشن چمکتی سیاہ شفاف پانیوں سی مقناطیسی آنکھیں،ستواں مغرور ناک اور اسموکنگ نہ کرنے کی وجہ سے قدرے گلابی ہونٹ۔بیشک وہ اک وجیہہ مرد تھا اس پر اسکا پروقار سا رکھ رکھاؤ والا انداز اسے اور پرکشش بنا دیتا تھا۔

اونہوں طلحہ بری بات۔ماشاء اللہ کہتے ہیں ساتھ بیٹا "۔امی نے اسے ٹوکا تو فارس انکی اس اپنائیت پر " مسکرایا تھا۔

ماشاءاللہ۔ماشاءاللہ۔اللہ پاک نظر سے بچائے۔اسکا انداز ہنوز شریر سا تھا وہ اور امی ہنسے تھے۔"

تب تک دعا بھی اسی کمرے سے برآمد ہوئی تھی اور اس کے ساتھ ہی دھلا ہوا چہرہ لئے ماں کے پیچھے چھپتا مزمل تھا۔فارس اسے دیکھ کر مسکرایا تھا۔جو ماں کی اوٹ سے شرماتے ہوئے اک نظر اسکو دیکھ نظریں چرا گیا تھا۔

"بابا کا شیر بچہ۔یہاں آؤ"۔اس کے بازو پھیلانے پر وہ ایک نظر ماں کو دیکھتا اس کے سر ہلانے پر شرمگیں سی مسکان اپنے معصوم چہرے پر لئے اسکی آغوش میں آسمایا۔

فارس کو سینے میں ٹھنڈک سی اترتی محسوس ہوئی۔اولاد بھی کیا چیز ہے انسان کو سب کچھ فراموش کروا دیتی ہے۔حتی کہ اپنا آپ بھی۔

کچھ دیر بعد اسے خود سے الگ کیا اور اسکا ماتھا چومتے اسے اپنے دوسرے پہلو میں بٹھایا۔

طلحہ یار گاڑی باہر روڈ پر ہی کھڑی ہے"۔اسے یاد آئی تھی۔"

اچھا چلیں آئیں اندر لے آتے ہیں "۔کہتے ہوئے وہ اٹھا تو فارس بھی ساتھ اٹھا۔ساتھ میں حریم بھی " اٹھ کھڑی ہوئی اور مزمل کا ہاتھ پکڑے اسے بھی ساتھ لے لیا۔اس کے اس انداز پر طلحہ اور فارس دونوں ہنسے تھے پھر انھیں ساتھ لئے باہر کی جانب بڑھ گئے۔

دعا بیٹا کھانے میں خاص اہتمام ہونا چاہیے۔میں بھی چلتی ہوں کچن میں۔میں خود کھانا بناؤں گی " فارس کے لئے "۔اسے ٹرے اٹھا کر کچن کی جانب بڑھتے دیکھ وہ بول رہی تھیں۔دعا نے بغور انکا چہرہ دیکھا۔کتنی خوش معلوم ہو رہی تھیں وہ۔بیٹی کا شوہر عرصے بعد گھر آیا تھا آؤ بھگت میں کوئی کمی نہیں تو انکی اس قدر پھرتی پر دعا بھی t رہنے دینا چاہتی تھیں۔دعا سے پہلے ہی وہ کچن کی جانب بڑھ گئیں مسکرا کر ان کے پیچھے چل دی۔

%%%

تھا۔اور یوں اسکی عزت رہ گئی تھی۔اب بھی وہ بہت رغبت سے پلاؤ کھا رہا تھا۔ساتھ ہی اس نے دل کھول کر تعریف بھی کی تھی۔

کھانے کے بعد طلحہ اور فارس نے لاؤنج میں نشست سنبھالی تھی اور امی کو اس نے زبردستی اپنے کمرے میں بھیجا تھا جو کافی دیر سے داماد کی آؤ بھگت میں گن چکر بنی ہوئی تھیں۔وہ کچن میں آ گئی تھی.برتن دھوتے ساتھ ہی گرین ٹی بنا کر فارس اور طلحہ کو دی تھی حریم نیند آنے کے باوجود باپ کی گود میں بیٹھی ٹی وی پر کارٹون دیکھ رہی تھی جب کہ وہ دونوں کھیل سے لے کر موسم اور ملکی سیاست سے معیشت تک ہر موضوع کھنگال چکے تھے۔

امی کو چائے دینے انکے روم میں آئی تو وہ نماز پڑھ کر تسبیح پڑھ رہیں تھیں اور پاس ہی مزمل مزے سے سو رہا تھا۔اسکے دونوں بچے جلدی سونے کے عادی تھے۔اب بھی ماں کو مصروف دیکھ مزمل اسے تنگ کرنے کے بجائے نانی پاس آ کر سو گیا تھا۔

URDUNovelians

یہ سو گیا ہے امی۔اس نے تو دودھ بھی نہیں پیا"۔فکر سے کہتی وہ جھک کر اسکے ماتھے سے بال ہٹانے لگی۔

کھیر کھائی تھی تو پیٹ بھرا ہوا ہے۔ میں نے پوچھا بھی مگر کہنے لگا نانی بھوک نہیں ہے "۔امی نے اسکی تسلی کرائی۔ تو وہ سر ہلا گئی۔

دعا بیٹا اب یہ سو گیا ہے تو اسے رات کو میرے پاس ہی رہنے دینا "۔"

نہیں امی یہ تنگ کرے گا "۔اس نے کمزور سی دلیل دی۔"

ارے نہیں کرتا تنگ۔ اتنے دنوں سے ساتھ سو رہا ہے۔ دونوں ہی ماشاءاللہ رات کے سوئے صبح " جاگتے ہیں "۔امی نے اسکی بات ہوا میں اڑا دی تو وہ بھی بنا کچھ کہے باہر آ گئی۔ وہ جب سے آئی تھی امی کے کمرے میں ہی ڈیرہ لگائے ہوئے تھی۔

کچن سمیٹ کر فارغ ہوئی تو تب تک فارس اور طلحہ بھی اٹھ چکے تھے۔ شاید طلحہ اسے گیسٹ روم میں چھوڑ آیا تھا۔ وہ خود کچن کی لائٹس آف کرتی امی کے کمرے میں آئی تھی جو خود بھی سونے لیٹ چکی تھیں کمرے میں زیرو بلب کی مدہم سی روشنی پھیلی ہوئی تھی آہستہ سے واش روم جا کر وضو کیا تھا اور پھر دبے پاؤں آ کر مزمل کو ایک نظر دیکھا اسکی پیشانی چومی اور بنا آواز کیے کمرے سے نکل آئی۔ ڈرائنگ روم میں جا کر نماز پڑھی۔ اور پھر نجانے کتنی دیر یوں ہی بیٹھی رہی۔ آج دل کا بوجھل پن حد سے سوا تھا

۔ پچھلے کہیں گھنٹوں سے وہ خود کو مضبوط کیے اپنے اندر کی کیفیت سب سے چھپا کر سب کے سامنے مسکرا رہی تھی۔اب آنکھیں بھل بھل بہنے کو تیار تھیں۔دعا کے لئے ہاتھ اٹھے تو سبھی بندھ ٹوٹ گئے ۔

میں آج آپ سے کچھ نہیں مانگوں گی اللہ تعالیٰ۔آج کوئی فریاد بھی لے کر نہیں آئی ہوں۔بس آپ کو " بتانا تھا۔حالا کہ آپ بہتر جانتے ہیں پھر بھی۔۔۔پھر بھی میں چاہتی ہوں کہ آپ سنے میری بات ۔ایک آپ ہی تو ہیں جن سے سب کہہ سکتی ہوں۔جو جانتے ہیں کہ سچ کیا ہے۔جن سے کوئی بات چھپی ہوئی نہیں ہے۔آپ سے بھی نہیں کہوں گی تو دل پھٹ جائے گا۔میرا وجود۔۔۔میری روح ریزہ ریزہ ہو جائے گی "۔

وہ رو رہی تھی ہچکیوں کے ساتھ ۔مگر اس وقت اسے کوئی فکر نہیں تھی۔جس ذات کے سامنے وہ آنسو بہا رہی تھی اس سے تو کچھ بھی پردہ راز میں نا تھا۔وہ پانچ سالوں سے اسی کے آگے تو ٹوٹ کر ہار رہی تھی۔

اللہ تعالیٰ میں۔۔۔میں بہت تکلیف میں ہوں۔آپ دیکھ رہے ہیں نا؟۔یہ شخص پانچ سال پہلے اذیت " کی جس بھٹی میں مجھے جھونک کر گیا تھا آپ جانتے تو ہیں۔میری ذات بے نشان ہو گئی۔۔۔۔میری روح تک گھائل ہو گئی مگر اسے مجھ پر رحم نہیں آیا۔میں گڑگڑاتی رہی مگر اس نے مجھے اپنے قدموں کی

دھول بنا کر ہوا میں اڑا دیا۔وہ تکلیف آج بھی یاد آنے پر میرے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔اب وہ پھر لوٹ آیا ہے۔کیا ایک بار پھر میں ذلیل و رسوا کی جاؤں گی ؟۔ پچھلی بار تو سہہ گئی تھی اس بار تو مر ہی جاؤں گی اللّٰہ "۔

کتنی دیر گذر گئی تھی اسکی آنکھیں خشک ہو گئی تھی۔ مگر وہ وہیں گھٹنوں کے گرد دونوں بازو باندھے ان پر پیشانی ٹکائے بیٹھی رہی تھی۔اتنا رو لینے اور کہہ دینے کے بعد دل کا بوجھ ہلکا ہو گیا تھا۔وہ اٹھی اور جائے نماز تہہ کر کے رکھی تھی۔ گھر کی سبھی لائٹس آف کرتی وہ بوجھل قدموں سے کمرے کی جانب بڑھ رہی تھی۔

%%%

دروازہ بند کرتی مڑی تو اب کی بار کھٹکے کی آواز پر اس نے بھی آنکھیں کھولی تھیں۔دعا کی نظر بھی اسکی جانب اٹھی تو اسکی نیند کے باعث ہلکے سرخ ڈورے لئے خمار آلود آنکھیں خود پر مرکوز دیکھ اسکا دل سکڑا ۔ذہن کے پردے پر دو سرخ لہو رنگ قہر برساتی نظریں نمودار ہوتی اسکی رہی سہی جان بھی نکال گئیں تھیں۔

اسکے چہرے سے نگاہ نے وال کلاک تک کا سفر کیا تھا جو پونے بارہ کا ہندسہ عبور کر رہی تھی۔اسکی نگاہوں کا مفہوم سمجھتے اس نے نظریں چرائی۔فارس کے لبوں پر بڑی استہزائیہ سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔وہ حریم کو ایک نظر دیکھتے آرام سے اسکا بازو ہٹاتے ہوئے اٹھا تھا اور مضبوط چال چلتے اسکے سامنے آرکا تھا جو کہ پتھر کی مورت بنی کھڑی تھی۔اس کی جانچتی نظریں اسکے چہرے کو چھو رہی تھیں جنکی تپش میں دعا کو اپنا آپ جھلستا ہوا محسوس ہوا۔

تو ثابت ہوا دعا فارس کہ تم آج بھی مجھ سے فرار چاہتی ہو۔کمال ہے شوہر اتنے عرصے بعد واپس آئیں تو بیویاں خوشی سے نہال جی اٹھتی ہیں مگر تمہارے چہرے پر تو موت کی سی سیاہی پھیل گئی ہے "۔اس کی سلگتی تمسخر اڑاتی آواز میں ٹوٹی کرچیوں سی چبھن تھی۔جو دعا کا وجود زخمی کرتی چلی گئیں۔وہ جو بہت غور سے اسکے چہرے کے بدلتے رنگ دیکھ رہا تھا۔ہاتھ بڑھا کر اسے بازو سے پکڑ کر ذرا سا کھینچا تو وہ جھٹکا کھا کر ٹوٹی شاخ کی مانند اس کی جانب کھچی چلی آئی کہ دونوں کے درمیاں چند انچ کا فاصلہ رہا تھا

۔آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر گرا تھا۔فارس کی گرم سانسیں اسکی صبیح پیشانی کو عرق آلود کر گئیں تھیں ۔اس نے سختی سے اپنی آنکھیں بند کی تو فارس کے اندر ایک ابال سا اٹھا۔

"میری قربت اتنی ہی ناگوار گزرتی ہے تمہیں کہ سانس لینا بھی دشوار لگتا ہے ناں ؟۔چلو تمہارے لئے کچھ آسانی کیے دیتا ہوں۔تم آج رات سکون سے سوچ لو کہ تمہیں زندگی میں آگے میرے ساتھ رہنا ہے یا نہیں ؟۔تمہارے پاس کل صبح تک کا وقت ہے۔اگر تمہارا جواب ناں ہوا تو میں وعدہ کرتا ہوں میں تمہارے بھائی اور امی کو تمہاری سچائی بتائے بنا خاموشی سے اپنے بچے لئے یہاں سے چلا جاؤں گا۔تم جب چاہو گی بچوں سے مل سکو گی بلکہ میں خود انھیں تم سے ملوانے لایا کروں گا۔انکی نظروں میں تمہارا امیج ہمیشہ ایک اچھی ماں کا ہی رہے گا میں انھیں کبھی تم سے بد ظن نہیں کروں گا"۔اسکی بات پر اس نے تڑپ کر زخمی نگاہوں سے اسکی جانب دیکھا تھا۔دونوں کی نظریں ملی تھیں۔دونوں ہی کے چہروں پر تکلیف کے آثار نمایاں تھے۔آنکھوں میں گزرے ماہ و سال کی اذیت و ملال کی کہانی رقم تھی۔

"اور اگر تمہارا جواب ہاں میں ہوا تو۔۔۔۔۔۔۔۔"وہ کچھ توقف کے لئے رکا تھا نگاہیں اب بھی اسکے چہرے کا طواف کر رہیں تھیں جو خوف کے مارے پھیلی آنکھوں میں خالی پن لئے اسے ہی دیکھ رہی تھی ۔

تو میں تمہیں اپنے بچوں کے لئے ایک موقع دینے کو تیار ہوں۔ میں سب کچھ۔۔۔۔جو بھی تم نے کیا" پس پشت ڈال کر ایک نیا آغاز لینے کو تیار ہوں۔ گزرے سالوں میں بہت کوشش کے باوجود میں اپنے دل کو آمادہ نہیں کر پایا تمہیں معاف کرنے کے لئے۔۔۔۔۔ہو سکتا ہے زندگی میں کسی مقام پر میرا دل یہ گنجائش نکال لے۔۔۔۔ مگر میں اتنا ضرور کہوں گا کہ میں تمہیں اپنے بچوں کی ماں ہونے کے باعث پوری عزت دوں گا۔ تمہیں اپنی بیوی کا درجہ بھی دوں گا۔اور اس رات جو ہوا اس کا ذکر بھی کبھی نہیں کروں گا۔ مگر وہ محبت ،مان اور اعتبار کبھی نہیں دے پاؤں گا جس کی ایک بیوی حقدار ہوتی ہے۔ تم تسلی سے سوچو اور پھر فیصلہ کرو"۔اس کی جانب دیکھتے سپاٹ لہجے میں اپنی بات مکمل کرتے اسکا بازو چھوڑ کر وہ واپس اپنی جگہ آ یا تھا۔ تکیہ ٹھیک کرتے وہ کروٹ کے بل لیٹ چکا تھا۔جب کہ دعا کا وجود وہ زلزلوں کی زد میں چھوڑ گیا تھا۔

%%%

فجر کی نماز پڑھ کر وہ امی کے کمرے میں گئی تھی۔واشروم سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی یقیناً امی وضو کر رہی تھیں اور یہ بھی غنیمت تھی اس وقت وہ کسی کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔مزمل ابھی بھی پر سکون سو رہا تھا پیار کرتے اس کے اوپر چادر ٹھیک کی اور باہر نکل کر اوپر ٹیرس کی جانب بڑھی۔

آسمان پر اب اندھیرے میں وہ پہلی سی سیاہی نہیں رہی تھی بلکہ ملگجی سی روشنی آنکھوں کو بھلی محسوس ہو رہی تھی۔کہیں کہیں اکا دکا تارے ٹمٹمارہے تھے۔اسکے چہرے کا رخ مشرق کی جانب تھا۔جہاں سے کچھ ہی دیر میں سورج ایک نئی صبح کی نوید لئے طلوع ہو گا۔ایک نئی امید لئے روشنیوں سے جگمگاتا ہوا وہ مسکرا کر اس جہاں کی تاریکی اپنی آغوش میں سمیٹتا چلا جائے گا۔ریلنگ پر ہاتھ جمائے وہ دور افق پر گلابی ڈورے لئے شب بیداری کی خمار آنکھوں سے شاید اپنے نصیب کا بھی کوئی روشن ستارہ ڈھونڈھ رہی تھی۔

رات بھر وہ سو نا سکی تھی۔ایک ہی بیڈ کے دونوں کناروں پر موجود وہ دونوں نفوس شاید صدیوں کے فاصلے پر تھے۔جسے طہ کرنا دونوں کے لئے کھٹن مرحلہ تھا۔اس کی پوری رات مختلف سوچوں اور خدشات کی نذر ہو گئی تھی۔فارس نے اس کے سامنے دو راستے رکھے تھے۔مگر حقیقت تو یہ تھی کہ وہ اسے کٹے پروں کے ساتھ اڑنے کا ازن دے رہا تھا،اس کے پاؤں میں فولادی زنجیریں ڈالے اسکو آزادی کا پروانہ دینا چاہتا تھا۔

وہ چاہ کر بھی اب اس قید سے رہائی اختیار نہیں کر سکتی تھی۔ایک طرف اس کی اولاد تھی جن کی دوری کی سوچ ہی سوہان روح تھی انکی محبت نے دل کو اپنی بیڑیوں میں جکڑ رکھا تھا تو دوسری طرف ماں تھی جس نے ایک طویل عرصے کے بعد سکھ کا سانس لیا تھا۔اب وہ ان سانسوں کو اپنے دکھ سے بوجھل نہیں کر سکتی تھی۔

اور پھر اسکی گھٹن زدہ تاریک زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ نے ایک روزن کھولا تھا۔فارس اسے محبت نا صحیح اپنی زندگی میں جگہ دینے کو تیار تھا۔اور اس کے لئے اتنا ہی کافی تھا۔کم از کم اسکی ذات اس کے بھائی اور ماں کے لئے باعث تکلیف نہیں بنے گی وہ اسکی طرف سے مطمئین رہیں گے۔معاشرے کی نظر میں وہ سرخرو ہو گی۔اور سب سے بڑھ کر اس کے بچے اسکی ممتا بھری ٹھنڈی چھاؤں میں زمانے کی گرم و سرد ہواؤں سے محفوظ رہیں گے۔

رہی اسکی اپنی ذات تو وہ بہت عرصہ ہوا کہیں بہت پیچھے رہ گئی تھی۔اس نے ہمیشہ خود سے پہلے اوروں کا سوچا تھا۔اور بعض اوقات انسان کی یہی خوبی اسکی سب سے بڑی خامی بن کر اسکی زندگی کو گرہن لگا دیتی ہے۔سورج کی پہلی کرن نے اپنا عکس دکھایا تھا۔اسے اپنے اندر بھی روشنی بھرتی محسوس ہوئی تھی ۔اس فیصلے پر پہنچ کر وہ پر سکون ہو گئی تھی دل کے کسی کونے میں اپنی کم مائیگی کا احساس جاگا تھا تو درد کی سی کیفیت ابھری تھی جسے وہ نظر انداز کرتی اندر کی جانب بڑھی تھی۔اسکے پیچھے نکلتی طلسماتی گولے کی روشنی نے جیسے اسے مسکرا کر الوداع کیا تھا۔

کچن میں جا کر چائے بنائی اور امی کو دینے آ گئی۔دروازہ کھلنے پر وہ مڑیں تو اسے دیکھ کر مسکرا دیں۔

السلام علیکم "۔سلام کرتی وہ چائے سائیڈ ٹیبل پر رکھتی انکے پاس ہی بیڈ پر بیٹھ گئی جو نیم دراز سے اب " اٹھ کر بیٹھ رہیں تھیں۔

وعلیکم سلام۔جیتی رہو سدا سہاگن رہو "۔اس کا ماتھا چوم کر صدق دل سے دعا گو ہوئیں۔"

مزمل نے تنگ تو نہیں کیا رات "۔ان سے نظریں چراتی بیٹے کی جانب دیکھ کر پوچھا۔"

ارے نہیں بھئی بہت پیارا بچہ ہے۔اتنے آرام سے تو سوتا ہے بلکہ یوں گمان ہوتا ہے کہ ساری رات " کروٹ بھی نہیں بدلتا "۔امی ہنستے ہوئے نواسے کو محبت پاش نظروں سے دیکھتی کہہ رہیں تھی وہ بھی مسکرا کر سر ہلا گئی۔اصل سے سود ہمیشہ زیادہ پیارا لگتا ہے۔

آپ چائے پیے میں حریم کو دیکھ لوں پھر فارس اور طلحہ جاگتے ہیں تو ناشتہ بنالوں گی "۔انکو کہتی وہ " اٹھی تو وہ بھی سر ہلا کر چائے کی جانب متوجہ ہو گئیں۔ صبح صبح وہ صرف چائے لیا کرتی تھیں۔

اپنے کمرے میں داخل ہو کر اسے خوشگواریت کے احساس نے اپنے حصار میں لیا تھا۔سامنے بیڈ پر وہ دونوں باپ بیٹی ایک دوسرے کی جانب کروٹ لئے چین کی نیند سو رہے تھے۔حریم کے ننھی بازو نے باپ کے گلے کے گرد ہار بنا رکھا تھا جبکہ اسکی ایک ٹانگ بھی اس پر دھری تھی۔ فارس نے بھی ایک بازو اس کے گرد لپیٹ رکھا تھا حریم کے پیچھے تھوڑے فاصلے پر دوسری جانب سرہانہ رکھا ہوا تھا جس پر اس کا ہاتھ اس طرح رکھا تھا کہ اسکے بازو کا سارا وزن اس سرہانے کے اوپر تھا سوتے ہوئے بھی اسکا انداز اپنی بیٹی کو لے کر بہت محتاط اور حساس سا تھا۔

دعا کے ہونٹوں پر اک تشکر آمیز مسکان نے اپنی چھاپ دکھائی تھی۔وہ شکر گزار تھی اپنے رب کی جس نے سامنے سوئے ہوئے اس شخص کے دل میں اپنی اولاد کے لئے محبت رکھی تھی۔اس کے بچوں کے حصّے میں اسکی طرح، اسکی بیگانگی نہیں آئی تھی۔بیشک اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہے کہ ہر مشکل کے ساتھ آسانی ہے مگر انسان اپنے غموں اور تکلیفوں میں ہی اس قدر کھویا رہتا ہے کہ وہ ان چھوٹی چھوٹی آسانیوں کو نظر انداز کر دیتا ہے۔

حریم ذرا سا کسمسائی تھی۔دعا نے قدم آگے بڑھائے اور اسکی جانب سے آکر ایک ہاتھ بیڈ پر ٹکاتے اسکے بالوں کو محبت سے سہلایا۔

حریم "۔فارس کی وجہ سے سرگوشی نما آواز میں اسے پکارا تو وہ مندی مندی آنکھیں کھولتی چہرہ موڑ کر " اسے دیکھنے لگی۔ماں کو دیکھ کر مسکراتی اسکی جانب دونوں بازو وا کر کے ہوا میں اٹھائے تھے۔دعا اسے دیکھ کر مسکرادی پھر فارس کے بازو کی جانب نظر گئی تو تند تنزب کا شکار ہوئی۔مگر دوسرے ہی لمحے وہ واپس حریم کے چہرے کو دیکھتی احتیاط سے اسکا بازو ہٹا کر اسکے پہلو میں رکھتی حریم کو اٹھا چکی تھی۔اسکو سینے میں بھینچے اس وقت اسکے خوبصورت چہرے پر پھیلا ممتا کا نور اسے اور بھی زیادہ دلکش بنا رہا تھا۔اسے سامنے کرتے اسکا ماتھا چوما تو بدلے میں حریم نے بھی اسکے گال پر پیار کیا تھا۔وہ اسے اٹھا کر واشروم کی جانب بڑھی۔

دروازہ بند ہونے کی آواز پر فارس نے اپنی آنکھیں کھولی تھیں۔سرخ آنکھیں اسکی رات بھر کی بے سکونی کی چغلی کھا رہیں تھیں۔نئی جگہ اور بیڈ کے دوسرے جانب لیٹا وجود، دونوں ہی اسکے لئے بے چینی کا سبب رہے تھے۔بہت مشکل سے نیند آئی بھی تو ہر تھوڑی دیر بعد آنکھ کھل جاتی تھی۔دعا اسکی طرف پشت کیے بلکل ساکت پڑی رہی تھی وہ اندازہ نہیں لگا پایا تھا کہ وہ سو رہی تھی یا کہ جاگ رہی تھی ۔صبح جب اس نے بستر چھوڑا تب بھی وہ جاگ رہا تھا مگر اس نے ظاہر نہیں کیا تھا۔اس کے کمرے سے نکلنے کے بعد اسکی آنکھ لگی تھی اور اب اسکی ذرا سی سرگوشی پر ہی حواس دوبارہ بیدار ہو گئے تھے۔

اس نے رات دعا کے سامنے دو آپشن رکھے تھے۔وہ اسے اپنی مرضی کا فیصلہ کرنے کا اختیار دے رہا تھا ۔مگر دل کو کہیں دھڑکا بھی لگا ہوا تھا۔اگر اس نے اس سے راہیں جدا کر لیں تو کیا ہو گا؟۔وہ اپنے بچوں کو ایک خوش باش فیملی میں پروان چڑھتا دیکھنا چاہتا تھا۔جہاں انھیں بیک وقت ماں اور باپ دونوں کا پیار ملے۔انکے اندر کوئی خلا نا پیدا ہو۔مگر یہ تبھی ممکن تھا جب اس کے اور دعا کے مابین تناؤ کی فضا کم ہوتی ۔اسکے بچے بڑے ہو رہے تھے آج نہیں تو کل وہ ماں باپ کے درمیاں موجود کشیدگی محسوس کریں گے مگر وہ انھیں کسی بروکن فیملی کا حصّہ بھی نہیں بنانا چاہتا تھا۔جو خلش اسکے اندر تھی وہی اسکے بچوں میں بھی ہو اسے کسی صورت منظور نہیں تھا۔اس سے بہتر کون جان سکتا تھا ماں باپ کی باہمی تلخی و چپقلش اولاد کے کچے ذہن پر کس قدر برے اثرات مرتب کرتی ہے۔

اس لئے ضروری تھا کہ وہ دونوں ہی سمجھوتہ کر لیں۔اور دعا کو بھی سب باور کروانا ضروری تھا۔اب اگر وہ اس کے ساتھ رہنے پر آمادہ ہو گی بھی تو ان کے لئے آگے کا سفر بہت خوش آئند نہ صحیح مگر اس قدر کھٹن بھی نہیں ہو گا۔وہ اپنی اولاد کے لئے سب کچھ فراموش کر رہا تھا۔اس عورت کو بھی اپنا رہا تھا جس نے اس کے چہرے پر کالک ملنے میں کوئی کسر نا چھوڑی تھی۔۔

توبہ ہے دیدہ دلیری تو دیکھو اس چھٹانک بھر کی لڑکی کی۔اپنے نامراد عاشق کو گھر تک بلا لیا اور اب " کیسے نین ٹپکا کے ستی ساوتری بننے کا ڈھونک رچا رہی ہے؟"۔۔۔۔۔ماضی کے کواڑوں سے چنگاڑتی

ہوئی آواز اسکے کانوں میں گونجی تھی۔چہرے کے نقوش تن گئے تھے۔واشروم کا دروازہ کھلا تھا۔حریم کو گود میں لئے وہ باہر نکلی تو بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے وہ نیم دراز کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھ رہا تھا۔چہرے کی سختی اسے اندر ہی اندر سہما گئی تھی۔

حریم اسے جاگتا دیکھ خوشی سے ماں کی گود سے اتری تھی اور ڈور کر اسکی جانب آئی تھی اسے دیکھ وہ بھی سوچوں کی یلغار سے نکلا تھا اور چہرے پر ملائمت لئے مسکراتا ہوا اس سے ملا تھا۔وہ بہت مضبوط اعصاب کا حامل تھا۔لمحوں میں اپنے تاثرات کو چھپا لینے کا فن جانتا تھا۔

دعا کو مکمل طور نظر انداز کیے وہ بیٹی میں مگن تھا اسے اپنا آپ اس منظر میں مس فٹ سا لگا تھا۔گلے میں نمی سی گھلنے لگی جسے وہ پی گئی تھی۔

کتنے بجے تک نکلنا ہے"۔اسکی بات پر اس نے گردن موڑ کر اسے دیکھا تھا جو بظاہر الماری سے حریم اور مزمل کے کپڑے نکالتی مصروف سے انداز میں آہستگی سے پوچھ رہی تھی۔فارس کے دل کو یک گونہ سکون کا احساس ہوا۔"

دس بجے تک"۔مختصر سا جواب،نپا تلا سا انداز۔وہ سر ہلا گئی۔"

آپ فریش ہو لیں۔واشروم میں میں نے طلحہ کا ایک نیا جوڑا ٹانک دیا ہے۔امی بہت اصرار کر رہیں تھیں "۔کہتے ہوئے اس نے عزر بھی پیش کیا مبادا وہ طلحہ کے کپڑوں پر کہیں برا نا منا جائے۔سر ہلا کر وہ حریم کی جانب مڑا۔

بابا تھوڑی دیر میں فریش ہو کر آتے ہیں "۔پیار سے اسکے نرم روئی جیسے گال کو چھوتا اسے گود سے اٹھا" کر نیچے اتارتا وہ بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

آجاؤ حریم ہم بھائی کو جا کر اٹھاتے ہیں "۔فارس کے واشروم جانے کے بعد اسکی جانب ہاتھ بڑھاتی" وہ نرم لہجے میں بولی تو حریم ڈور کر اسکی جانب آئی اور اسکا ہاتھ تھام کر باہر کی جانب بڑھ گئی۔

امی اور طلحہ پورچ میں کھڑے انھیں الوداع کہہ رہے تھے۔امی کا تو کہنا تھا وہ ایک دو دن اور رہتا مگر وہ پھر کبھی سہی کہہ کر ٹال گیا تھا۔انھیں بھی پھر زیادہ اصرار کرنا مناسب نہیں لگا۔وہ اتنے سالوں بعد آیا تھا اس کے بھی دوست رشتے دار تھے۔پھر بیٹی کو اپنے گھر خوش و خرم بستا دیکھنا کس ماں کی چاہت نہیں ہوتی۔وہ تو کل سے خوشی سے پھولے نہیں سما رہیں تھیں۔فارس نے اس کے لئے فرنٹ ڈور کھولا تھا وہ جو امی سے گلے مل کر پلٹی تو بھائی اور ماں کی موجودگی کا احساس کرتے خاموشی سے بیٹھ گئی۔پیچھے مزمل اور حریم بھی بیٹھ چکے تھے فارس طلحہ اور امی سے ملتا ڈرائیونگ سیٹ سنبھال چکا تھا۔یوں یہ چھوٹا سا کارواں کھاریاں سے اسلام آباد کے لئے روانہ ہوا تھا۔راستے میں حریم خوب جم کر باپ سے باتوں میں مشغول رہی تھی بیچ بیچ میں کبھی کبار مزمل کی آواز بھی سننے کو مل رہی تھی۔مگر وہ کم بول رہا تھا۔وہ تھوڑی خاموش طبع کا حامل تھا اتنا جلدی گھل مل جانا اس کے لئے مشکل ہوتا تھا۔دعا نے نوٹ کیا تھا وہ فارس سے شرما رہا تھا۔مگر ہر تھوڑی دیر بعد وہ اسکی جانب دیکھ کر مسکرا بھی رہا تھا۔بیٹے کے اس معصوم انداز پر اسکے لبوں پر مسکراہٹ رینگ گئی۔

گھر پہنچ کر طبیعت پر سب سے پہلے جو اچھا تاثر پڑا تھا اسکی وجہ گھر کی بدلی ہوئی شکل وہیئت تھی۔تازہ تازہ پینٹ اور بدلی ہوئی کلر اسکیم آنکھوں کو بہت بھلی لگ رہی تھی۔اسے یاد آیا تھا جب وہ کل آیا تھا تو امی کے پوچھنے پر بتایا تھا اسے آئے ہوئے دس بارہ دن ہو گئے ہیں۔جس پر امی خفا بھی ہوئی تھیں۔تب اس نے کہا تھا۔

گھر کی رینوویشن کروائے بہت ٹائم ہو گیا تھا تو سوچا پہلے اس کام کو نپٹا لوں۔ یہاں پہلے آ جاتا تو پھر " بچوں کو چھوڑ کر جانا مشکل ہو جاتا اور ساتھ لے جاتا تو گھر میں ہو رہے کام سے بچے ڈسٹرب ہوتے آپ " کو تو پتہ ہی ہے ہر طرف تو پینٹ کی خوشبو پھیلی ہوئی ہوتی ہے۔ تو بس اسی لئے نہیں آیا۔

گھر کے اندر بھی اسے کسی قسم کی دھول مٹی کا نشان تک نا ملا تھا ورنہ وہ تو سوچ رہی تھی ایک مہینے سے بند پڑے گھر کو صاف صفائی کے لئے بھی دو تین دن لگ جانے تھے۔

کچن میں آ کر پانی کی بوتل نکالی تھی فریج سے اور پانی پیا تب تک فارس اور بچے بھی اندر آ چکے تھے ۔انکے لئے پانی ڈال کر وہ بھی باہر آ گئی تھی۔ پانی پیتے ہی فارس اٹھا۔

آ جاؤ اب میں آپ لوگوں کو آپ کا روم دکھاؤں "۔ حریم کا ہاتھ پکڑے وہ ان دونوں کو دیکھتے ہوئے " کہہ رہا تھا۔

مزمل چلو نا یار "۔ اسے یوں ہی ماں کے پاس اپنی جگہ جمے دیکھ کر اس نے نرمی سے اسے بلایا تھا۔"

مما جی۔آپ بھی چلیں ساتھ "۔وہ ماں کا ہاتھ تھام کر منمنایا تو فارس اس کے معصوم سے انداز تخا" طب پر مسکرایا۔

آ جاؤ دعا تم بھی "۔اور یہ اسکا صبح سے اب تک بولا گیا پہلا براہ راست جملہ تھا۔"

چلتے ہوئے وہ اس روم کی جانب آئے تھے جو کہ پہلے شفق کا کمرہ ہوا کرتا تھا۔دروازہ کھلنے پر اسے حیرت و انسباط کا شدید جھٹکا لگا تھا۔حریم نے خوشی سے چیخ ماری تھی۔مزمل بس خاموشی سے سب دیکھ رہا تھا مگر اس کی آنکھوں سے بھی پسندیدگی کے رنگ جھلکے تھے۔

کمرے کو بچوں کے لئے خاص تھیم سے ڈیزائن کروایا گیا تھا۔دو سنگل آف وائٹ کلر کے خاص بچوں کے لئے تیار کردہ بیڈ جو کے ساتھ ساتھ رکھے ہوئے تھے انکے دونوں اطراف جالی نما لکڑی کی ہی باڑ اور "H" بنی ہوئی تھی تاکہ بچے گر نا سکے۔جب کہ پیر ھانے کی جانب ایک بیڈ کی باہر کی جانب بڑا سا کندھا ہوا تھا۔پیچھے دیوار پر آسمان کا منظر پینٹ کیا گیا تھا جس پر چھوٹے چھوٹے روئی "M" دوسرے پر کے گالوں جیسے بادل تھے اور کچھ پرندے بھی اڑ رہے تھے۔۔۔نیچے بلیو کلر کا کارپٹ بچھا تھا۔دائیں جانب والی دیوار کے ساتھ کھڑکی کے ساتھ قدرے لمبائی میں زیادہ ایک رائٹنگ ٹیبل رکھا ہوا تھا جس کے آگے دو چھوٹی کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔

جبکہ بائیں دیوار میں ایک بڑی سی قد آور شیلف کا اضافہ ہو چکا تھا جو اس وقت ڈھیر سارے کھلونوں سے لدی ہوئی ہوئی تھی۔ہر چیز بہت طریقے سے رکھی ہوئی تھی۔فارس نے جیسے پانچ سالوں کی کسر نکالی تھی۔بیڈ جس دیوار کے ساتھ رکھے ہوئے تھے اس کے ایک کونے میں ایک دروازے کا بھی اضافہ ہو چکا تھا جس کی دوسری جانب فارس اور دعا کا کمرہ تھا۔دعا سمجھ گئی تھی کہ اس نے بچوں کے لئے یہی کمرہ کیوں منتخب کیا تھا۔

بابا یہ میرا اور بھائی کا کمرہ ہے؟"حریم کی آواز سے خوشی جھلک رہی تھی۔فارس نے مسکرا کر سر ہاں " میں ہلایا۔وہ کمرے کے بیچو بیچ کھڑے تھے۔

اور یہ سارے ٹوائز بھی ہمارے ہیں؟"وہ گھوم گھوم کر ہر چیز دیکھتی ہوئی کہہ رہی تھی۔"

فارس نے پھر سے گردن ہلائی تو وہ خوش ہوتی ہنسی تھی پھر اگلے ہی پل اس نے ماں کی جانب دیکھا تھا۔

مما جی۔اس بار اپنا ایک بھی ٹوائے کسی کو نہیں دوں گی اور نا ہی بھائی کا دینے دوں گی "۔وہ پھولے " ہوئے گالوں سے ناراض سی ماں کو یاد دہانی کروا رہی تھی اور ایسا کہتے ہوئے اسکی آنکھوں میں اداسی تھی ۔فارس کے چہرے کا رنگ بدلہ۔حریم اب بھائی کا ہاتھ پکڑے کھلونوں کی جانب بڑھ گئی تھی۔

ارے بیٹا کیا بتاؤں ؟۔کتنا سمجھایا میں نے اور سبین نے اسے کہ باپ ہے اتنے پیار سے بچوں کے لئے " چیزیں بھیجتا ہے رکھ لو۔ مگر اسکی ناں ، ہاں میں نہیں بدلی۔کہنے لگی اگر سبین آپا اپنے بچوں کے لئے نہیں لے کر جاتی تو میں یہ سب اٹھا کر باہر گلی میں پھینک دوں گی "۔امی کی رقت آمیز آواز کانوں میں کہیں پاس ہی گونجی تھی۔

تم نے بہت غلط کیا دعا۔یہ میری اور تمہاری لڑائی تھی تمہیں کوئی حق نہیں تھا اس سب میں میرے " بچوں کو لانے کا۔ تمہاری وجہ سے وہ باپ کے ہوتے ہوئے بھی چھوٹی چھوٹی خوشیوں کو ترستے رہے "۔مدھم آواز اور کاٹ دار لہجہ ، وہ دعا پر ایک شعلہ بار نگاہ ڈالتا باہر نکل گیا۔سپاٹ چہرہ اور خالی آنکھیں لئے وہ وہیں کھڑی رہ گئی۔

URDUNovelians

رات کچن سمیٹ کر وہ واپس کمرے میں آئی تو وہ دونوں باپ کے پہلو میں لیٹے ہوئے تھے۔اسے دیکھ کر مزمل مسکرایا تھا اور حریم جلدی سے اٹھی تھی۔

ماما چلیں ناں ہمیں ہمارے روم میں سلائے اب۔ بابا نے کہااب میں اور مزمل بڑے بچے ہو گئے ہیں " اور اب سے ہم اپنے روم میں سویا کریں گے۔ ہیں ناں بابا؟"۔پر جوش سی سمجھداری سے کہتی وہ گردن موڑ کر باپ سے تصدیق چاہ رہی تھی۔ فارس مسکراتا ہوا سر ہلا گیا۔

اور ہمیں ڈر بھی نہیں لگے گا۔ یہ والا ڈور اوپن ہو گا اور بابا اب ہمیشہ ہمارے ساتھ رہیں گے "۔اتنی " دیر میں وہ بچوں کی برین واشنگ اچھے سے کر چکا تھا۔ دعا اس کے انداز پر پھیکی سی مسکرائی۔اب وہ باپ سے گلے مل رہی تھی فارس نے اسکا ماتھا چوما اور پھر مزمل کا۔وہ دونوں بیڈ سے اترتے ماں کے ہاتھ تھامے دوسرے کمرے میں کھلتے دروازے کی جانب بڑھے تھے۔

انکو اپنے اپنے بستر پر لٹاتے وہ مزمل کے ساتھ لیٹی تھی اس طرح کہ وہ درمیاں میں تھی ایک ہاتھ مزمل جبکہ دوسرا ہاتھ حریم کے بالوں میں گردش کر رہا تھا۔

کچھ ہی دیر میں وہ دونوں سو چکے تھے۔وہ آرام سے دونوں کے درمیاں سے اٹھتی انکے اوپر لحاف ٹھیک کرتی حریم کے بیڈ کے ساتھ ٹیک لگا کر کھڑی ہو گئی تھی۔کافی دیر گذر گئی تھی۔اسے اپنے کمرے تک جانے کے لئے چند قدموں کا سفر مشکل ترین لگ رہا تھا۔دل کی حالت کسی معصوم سہمے ہوئے بچے کی سی تھی۔

کتنی ہی دیر گذر گئی جب اسے اپنے بلکل پاس کسی اور وجود کا احساس ہوا وہ چونک کر سیدھی ہوئی۔ فارس اس کے پاس کھڑا اسے سلگتی ہوئی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

اور کتنی دیر یہاں کھڑے رہ کر چلہ کاٹنے کا ارادہ ہے ؟۔" دھیمی آواز میں طنز کرتا وہ اسکی پیشانی عرق آلود کر گیا۔

"وہ بچے۔۔۔ کبھی میرے بغیر سوئے نہیں۔۔۔یوں اکیلے "۔رات کا پہر اور اسکی قربت وہ منمنا کر بے ربط سا جملہ بولی۔

"میں تمہیں ناسا کے کسی نئے مشن کے لئے دوسرے سیارے پر روانہ کر رہا ہوں ناں جو بچے یہاں اکیلے رہ جائے گے ؟۔اس کے طنزیہ انداز پر وہ شرمندگی سے چہرہ جھکا گئی۔

"دعا مجھے سختی پر مجبور مت کرو۔اگر میں جھک رہا ہوں تو اسے میری کمزوری مت سمجھنا۔میں نے کل رات تمہیں واضح الفاظ میں سمجھایا تھا۔اب تمہاری طرف سے کسی ایسی حرکت کو برداشت نہیں کروں گا۔اتنی بچی نہیں ہو تم کہ سمجھ نہیں پا رہی۔اور نا ہی ہم ٹین ایجرز ہیں جو تم ایسے شرماؤ گھبراؤ گی اور میں تمہاری ان اداؤں سے محظوظ ہوں گا۔اور شاید تم بھول رہی ہو یہ میرے ہی بچے ہیں۔"آہستہ سی آواز میں معنی خیزی سے کہتا وہ اسے بہت کچھ باور کروا گیا تھا۔دعا کی پلکیں شرم سے بوجھل ہوتی اٹھنے سے انکاری ہوئی تھیں۔دل کی دھڑکن معمول سے یک دم ہزار گنا زیادہ سپیڈ پکڑ چکی تھی۔

پانچ منٹ کے اندر اندر تم مجھے اپنے روم میں ملو"۔ تنبیہی انداز اور تحکم بھرا لہجہ لئے کہہ کر وہ رکا نہیں " تھا جیسے دبے پاؤں آیا تھا۔ ویسے ہی واپس ہو لیا تھا۔ اسکے جانے کے بعد دعا کی کب سے رکی سانس بحال ہوئی تھی۔ وہ اتنا پر اثر تو تھا کہ اسکے حواسوں کے ساتھ ساتھ سانسوں پر بھی قابض ہو جاتا تھا۔

ایک نظر بچوں کو دیکھ آیت الکرسی کا ورد کرتی انھیں اللّٰہ کے سپرد کرتی فینسی لائٹ آن کر کے باقی کی لائٹس بند کرتی ملحقہ دروازے سے اپنے کمرے میں آئی۔ کن اکھیوں سے بستر پر دراز آنکھوں پر بازو رکھے وجود کو دیکھا اور واشروم گئی تھی۔ کچھ دیر بعد وضو کر کے نکلی تو وہ ہنوز پرانی حالت میں لیٹا ہوا تھا ۔الماری سے جائے نماز نکال کر وہ نماز کے لئے کھڑی ہوئی تھی۔ تسلی سے نماز پڑھ کر دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔

اللّٰہ تعالیٰ پلیز مدد کیجئے گا۔ میری آنے والی زندگی میں میرے لئے آسانیاں پیدا کر دیجئے۔ آپ کے قبضہ " قدرت سے تو کچھ بھی باہر نہیں۔ اس شخص کے دل میں میرے لئے تھوڑی سی گنجائیش پیدا کر دیں ۔اسے میرے معاملے میں رحم دل کر دیں۔ اسکے دل میں میرے لئے جو سختی ہے اسے نرمی میں بدل دیں اللّٰہ تعالیٰ۔ اور مجھے اس آزمائش میں سرخرو کر دیں۔ میں تھک گئی ہوں مجھے صبر عطا فرمائیں۔ مجھے شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائیں۔ آمین۔

نم چہرے پر ہاتھ پھیر کر آنکھیں کھولتی وہ اٹھی تھی۔جائے نماز تہہ کر کے رکھتی فینسی لائٹ آن کرتے کمرے کی لائٹس آف کیں۔اسکے ساکت و جامد وجود سے وہ اندازہ نہیں لگا پائی تھی کہ وہ جاگ رہا ہے یا سو چکا ہے۔

وہ من من بھاری ہوتے قدموں سے بستر کی جانب بڑھی تھی دوپٹہ اتار کر سرہانے کے پاس رکھتے وہ آہستگی سے لحاف لیتی سانس تک روک کر بلکل بیڈ کے کنارے پر لیٹی تھی۔ابھی آنکھیں بند ہی کی تھیں جب اس نے آنکھوں سے بازو ہٹا کر اسکی جانب کروٹ لیتے ہاتھ بڑھاتے اسے بازو سے پکڑ کر اپنی جانب کھینچا تو وہ کٹی پتنگ کی طرح اس کے سینے سے آ لگی تھی۔دعا کی سانسیں اتھل پتھل ہوئی تھیں تو دل کی دھڑکن کانوں میں سنائی دے رہی تھی۔اسکے نرم و نازک ہوشربا وجود کا لمس فارس کے جذبات میں تلاطم پیدا کر گیا تھا۔اس پر جھکتے ہوئے اس کی گرفت مضبوط سے مضبوط تر ہوتی جا رہی تھی جس سے سہم کر اپنی آنکھیں سختی سے بند کرتی وہ بنا کسی مزاحمت کے اپنا آپ اسکے سپرد کر گئی تھی۔کھڑکی سے جھانکتے چاندنی میں نہائے چاند نے اداسی سے اسکی خوشیوں کی دعا کی تھی۔

صبح اسکی آنکھ کھلی تو وہ کہیں موجود نہیں تھی۔ گزری رات کا خمار ابھی بھی اسکی آنکھوں سے عیاں تھا ۔چہرے پر آسودگی واضح دکھائی دے رہی تھی۔وہ ہمیشہ سے اپنے ارد گرد موجود رشتوں سے ایماندار رہا تھا۔دعا سے رنجش و بے رخی اپنی جگہ مگر یہ بھی سچ تھا کہ اس نے کبھی کسی اور کے بارے میں سوچا تک نہ تھا۔جرمنی جیسے آزاد ماحول میں پانچ سال گزار کر بھی وہ اپنا دامن ہر طرح کی غلاظت سے بچائے ہوئے تھا۔پاکستان آنے کے بعد اس نے جتنے دن اپنے گھر میں اکیلے گزارے تھے اسکی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ وہ ہر پہلو کو مد نظر رکھ کر فیصلہ کرنا چاہتا تھا۔اور بہت سوچ و بچار کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچا تھا کہ بچوں کے لئے وہ اسے ایک موقع ضرور دے گا۔

وہ اسے چھوڑنا نہیں چاہتا تھا پانچ سال پہلے اسے نہ چھوڑنے کے پیچھے ضد وانا تھی۔ مگر آج اسے اپنانے کا فیصلہ اس کے بچوں کی مرہون منت تھا۔جب طہ ہو ہی گیا تھا کہ وہ ساتھ رہیں گے تو وہ کوئی غیر فطری زندگی نہیں جینا چاہتا تھا۔انسانی فطرت کے بھی کچھ تقاضے ہیں جو مرد و عورت دونوں پر ہی لاگو ہوتے ہیں۔ایسا نہیں تھا کہ وہ صرف اپنے جذبات سے ملغوب ہو کر اسکی جانب بڑھا تھا۔بلکہ وہ چاہتا تھا کہ اسے بھی اسکا ہر جائز حق ملے۔اتنا تو وہ جان گیا تھا۔پانچ سال پہلے جو غلطی اسنے کی تھی اسے دوبارہ دہرانے کی متمنی وہ بھی نہیں تھی ورنہ اتنے سالوں میں اسے بہت سے موقعے یقیناً میسر آئے ہوں گے جب کہ وہ یہاں موجود بھی نہیں تھا مگر اس نے ایسا کچھ نہیں کیا۔

وہ چاہتی تو اپنی امی کی طرف بھی جاسکتی تھی اور اس سے علیحدگی اختیار کر لیتی پر ایسا بھی نہیں ہوا اب بحالت مجبوری و مصلحت جو بھی تھا وہ اسکے گھر میں موجود تھی۔اپنے بچوں کے لئے ایک بہترین ماں تھی جسکا اندازہ انکی آپسی اٹیچمنٹ سے بخوبی ہو رہا تھا۔اور اسکی اچھی تربیت کی جھلک بھی اسکے بچوں کے انداز و اطوار سے دکھائی دے رہی تھی۔اس طرف سے اسے پورا اطمینان تھا۔

اس کے دل میں فقط ایک ہی کسک تھی اسکا معافی نہ مانگنا۔اتنا عرصہ گذر جانے کے بعد بھی اس نے معافی کا ایک لفظ منہ سے نہ نکالا تھا۔وہ اپنا ظرف بڑا کرتے اس کی حرکت کو کم عمری و نا سمجھی میں اٹھایا ہوا قدم جان کر فراموش کرنے کو بھی تیار تھا۔مگر وہ کچھ کہے تو صحیح ؟۔اسے انتظار رہا تھا کہ شاید کبھی وہ اس سے بات کرے گی کچھ تو کہے گی مگر اس کے ہونٹوں کا قفل نا ٹوٹا۔اور اسکی یہی چپ اسکے غیض و غضب کو ہوا دیتی تھی۔جسکا سب سے بڑا نشانہ وہ خود بنی تھی۔

کتنی دیر یوں ہی بستر میں پڑے رہنے کے بعد وہ اٹھا تھا۔شاور لے کر نکھرا نکھرا سا وہ گرے کلر کی شلوار قمیض میں بالوں کو اچھے سے سیٹ کیے باہر آیا تو کچن سے آتی آوازوں پر ادھر کا ہی رخ کیا۔سامنے ہی حریم اور مزمل کچن میں ہی رکھی چھوٹی میز اور اسکے گرد رکھی کرسیوں پر بیٹھے ہوئے تھے جب کہ خود وہ نماز کے سٹائل میں دوپٹہ لئے کوکنگ رینج کے سامنے کھڑی ناشتہ بنا رہی تھی پراٹھوں کی بھینی بھینی خوشبو پورے کچن میں پھیلی ہوئی تھی۔نم دراز بال اسکی کمر پر بکھرے دوپٹے کی اوٹ سے صاف دکھائی دے رہے تھے۔اسکی آمد پر دونوں بچوں نے بیک وقت اسے دیکھتے سلام کیا تھا۔

اسلام علیکم بابا"۔وہ سرشار سا آگے بڑھا تھا۔"

وعلیکم سلام۔بابا کی جان"۔باری باری دونوں کے ماتھے چومتا وہ بھی پاس رکھی ایک اور کرسی پر" نشست سنبھال چکا تھا۔دعا نے بس ایک سرسری سی نگاہ اس پر ڈالی تھی اور پھر رخ موڑ لیا تھا۔

رات کو ڈر تو نہیں لگا؟"۔اس کے پوچھنے پر دونوں نے نفی میں گردن ہلائی۔"

گڈ۔اور اب سے آپ لوگ اسکول بھی جایا کرو گے۔بابا کسی اچھے سے اسکول میں آپکا ایڈمشن" کروائیں گے اوکے؟"۔اس کے لب و لہجے میں اپنے بچوں سے بات کرتے ایک خاص سی متانت ہوتی تھی۔

بابا پھر میں باربی والا بیگ بھی لوں گی۔اور بہت سارے کلرز بھی۔ٹھیک ہے بابا"۔حریم کی فرمائش" بھی آگئی تھی۔

اوکے جناب بابا اپنی پری کو ساری اسکی مرضی کی چیزیں دلائیں گے۔اور مزمل صاحب کیا لیں گے" ؟۔حریم کے بال ٹھیک کرتا کہہ کر وہ مزمل کی جانب دیکھ رہا تھا جو بلکل خاموش بیٹھا انھیں دیکھ رہا تھا

۔فارس نے اسکی جھجک محسوس کرتے اسے زائل کرنے کی کوشش کی۔اسکی جانب ہاتھ بڑھا کر اسے اٹھا کر اپنی گود میں بٹھایا جواب ماں کی جانب دیکھ رہا تھا۔

"میں ماما کی چوائس کا لوں گا"۔آہستہ سے بتایا گیا۔

"بابا کا شیر بچہ۔"فارس نے اسکا گال چوما۔وہ صرف شکل و شباہت میں ہی اس جیسا نہیں تھا بلکہ عادات میں بھی اس کا پرتو تھا۔خاموش طبع،گہرا،خود سے منسلک رشتوں کو لے کر بے حد حساس۔

"ناشتہ باہر ڈائینگ ٹیبل پر لگاؤں یا یہیں کریں گے؟"۔وہ برنر بند کرتی ہوئی مصروف سی بولی انکی جانب پشت تھی۔

"یہیں لگا دو"۔نارمل سا انداز لئے وہ بولا۔

دعا ناشتے کا سامان ٹیبل پر سیٹ کرنے لگی تھی۔پھر خود بھی ایک حریم کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھ گئی ۔خستہ پراٹھے ساتھ میں آلو کی بھجیا۔دیکھ کر ہی بھوک چمک اٹھی تھی۔

"میں بابا کے ہاتھ سے کھاؤں گی"۔وہ ماں کو دیکھ کر جیسے بتا رہی تھی۔اس نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا۔

مزمل آپ ماما پاس آ جاؤبیٹا"۔وہ شرافت سے اٹھ کر ماں کے ساتھ بیٹھ گیا تھا۔"

اب وہ مزمل کو جبکہ فارس حریم کو نوالے بنا کر کھلاتے ہوئے خود بھی کہا رہے تھے۔ساتھ میں حریم کی چونچ بھی چل رہی تھی۔

بری بات حریم۔کھانا خاموشی سے کھاتے ہیں۔"دعا نے اسکو دیکھتے ہوئے نرم لہجے میں کہا تھا مگر" نظروں سے سختی عیاں تھی۔حریم بھی جھٹ سے "سوری ماما" کہتی چپ ہو کر کھانے لگی تھی۔اسکی اس تابعداری پر فارس نے بمشکل اپنی ہنسی لبوں میں دبائی۔

کچھ دیر کے لئے بلکل خموشی چھا گئی تھی جسے مزمل کی آواز نے توڑا تھا۔

یہ کیا ہوا ہے ماما؟"۔نوالہ اسکے منہ کی جانب لے جاتے ہوئے اسکی آستین تھوڑی پیچھے ہوئی تھی اور" مزمل کی نگاہ اسکی کلائی پر پڑی جہاں پر سرخ سرخ نشان تھے اسکی دودھیا رنگت کے باعث وہ بہت واضح نظر آ رہے تھے۔مزمل اسکا ہاتھ اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں میں تھام چکا تھا۔فارس کی نگاہ بھی اٹھی تھی اور پھر وہ نظریں چرا گیا۔اسکی کلائی پر رات اسی کی وحشتوں کی تحریر رقم تھی۔دعا کا خفت کے مارے چہرہ سرخ ہوا تھا۔فارس کی جانب نظر اٹھی تھی جو جبڑے بھینچے ہوئے اپنی پلیٹ پر جھکا ہوا تھا اس کے سامنے اسکے لئے یہ سچوئیشن بہت آکورڈ تھی۔حریم بھی اب اٹھ کر اس کے بلکل پاس کھڑی جھک کر دیکھ رہی تھی۔

آپ کو چوٹ لگی ہے مما جی؟"حریم کے لہجے میں ماں کے لئے فکر مندی تھی۔"

نہیں چوٹ نہیں لگی۔یہ۔۔۔۔۔یہ الرجی ہو گئی ہے جیسے ایک بار آپ کو ہو گئی تھی اور آپ کی سکن " ریڈ ہو گئی تھی ویسے ہی۔"ہونٹوں پر زبان پھیرتے، نظریں چراتی وہ گڑبڑا کر بولی تھی۔بعض اوقات بچوں کے سوال بڑوں کو مشکل سے دوچار کر دیتے ہیں۔

توآپ اس پر وہی والی دوائی لگائیں ناں جو حریم کو ڈاکٹر انکل سے لا کر دی تھی "۔مزمل اسکے چہرے کو " تکتے ہوئے بول رہا تھا۔

لگالوں گی ابھی آپ ناشتہ کر لو۔اور یہ صرف نشان ہیں درد نہیں ہو رہا اب "۔اسکے ننھے ہاتھوں سے " آرام سے اپنا ہاتھ نکالتی وہ بولی تو فارس کو لگا تھا اس کے منہ پر کسی نے کھینچ کر طمانچہ مارا ہو۔منہ میں رکھا نوالہ گلے سے اترنے سے انکاری ہو گیا تھا۔

URDUNovelians

میرا ہو گیا ہے "۔مزمل کہہ رہا تھا۔"

میرا بھی "۔حریم بھی ساتھ ہی بولی۔"

مما جی ہم تھوڑی دیر باہر جا کر گاڑی چلائیں ؟"۔حریم اس سے پوچھ رہی تھی فارس ان دونوں کے لئے " آٹو میٹک ڈرائیونگ کاریں بھی لایا تھا جنکی سواری کا کل سے اسے شوق چڑھا ہوا تھا۔کل شام کو بھی اس نے بہت مشکل سے اسے اتارا تھا۔

ہاں چلے جاؤ مگر گیٹ بلکل نہیں کھولنا ہے اور نا ہی باہر جانا ہے۔مزمل بیٹا بہن کا خیال رکھنا "۔تاکید " کرتے ہوئے اجازت دی تو وہ دونوں ہی باہر کی جانب نکل گئے تھے۔

انکے جانے کے بعد اسکا بھی وہاں بیٹھنا محال ہو گیا تھا۔وہ بھی اٹھی تھی مگر قدم آگے بڑھا نا سکی تھی ۔وجہ فارس کی اسکی کلائی پر گرفت تھی۔

وہ۔۔۔۔۔۔میں نے جان بوجھ کر نہیں کیا۔پتہ نہیں کیسے مزمل کی نظر۔۔۔۔۔۔۔کہتے ہوئے وہ " نظریں جھکا گئی تھی۔اسکی آواز کی لرزش اسکے خوف کی غماز تھی۔فارس نے بغور اس کا زرد پڑتا چہرہ دیکھا۔وہ یہ سمجھ رہی تھی کہ وہ یہ غلطی بھی اسکے کھاتے میں ڈال کر برہم ہو گا۔مگر اس کے اگلے عمل نے اسے حیراں کیا تھا۔وہ نظر اٹھا کر اسکا چہرہ تکنے لگی تھی جواب اسکی دوسری کلائی بھی اپنے دوسرے ہاتھ میں لئے انگلیوں سے اسکی آستینیں پیچھے کرتے اب اسکے نشانوں کا معائنہ کر رہا تھا۔اس کی انگلیوں کے نشان اسکی کلائیوں پر بہت واضح نظر آ رہے تھے۔

سوری۔میرا مقصد تمہیں ہرٹ کرنا نہیں تھا۔پتہ نہیں یہ سب کیسے ہو گیا۔میں کوشش کروں گا کہ " آئندہ تمہیں میری وجہ سے کوئی تکلیف نا ہو "۔وہ اسکی کلائیوں کو اپنے ہاتھ کے انگوٹھے سے نرمی سے

سہلا رہا تھا۔اب اس کا ہاتھ اس کے ڈوپٹے کی جانب بڑھا تھا۔وہ ساکت کھڑی اسے دیکھ رہی تھی جو چہرے پر ندامت لئے اس سے نظریں چرا رہا تھا۔اسکا ڈوپٹہ وہ سر سے اتار چکا تھا جو اب اسکے دائیں کندھے پر لاپرواہی سے دھرا اسکی متناسب جسامت کے سبھی نشیب وفراز عیاں کر گیا تھا۔فارس کی نظریں اب اس کی صراحی دار گردن پر پھسل رہیں تھی جہاں پر بھی اسکی سفاکیت کے کچھ نشان موجود تھے۔وہ اپنا نچلا ہونٹ دانتوں سے کچلتا ایک ہاتھ سے اسکی کمر کے گرد حصار کرتا ہوا جھکا تھا اور اسکی شہ رگ کے اوپر موجود نشان پر اپنے دہکتے ہوئے لب رکھتے اسکا سانس تک لینا محال کر گیا تھا۔کچھ دیر بعد وہ سیدھا ہوتے اسے یوں ہی بت بنے چھوڑ کر بنا اسکے چہرے کی جانب نگاہ کیے باہر نکل گیا تھا۔

دعا کی آنکھ سے ایک موتی گرا تھا۔اسکی کب سے رکی سانس بحال ہوئی تھی۔اس کی ستم گری اگر نا قابل برداشت تھی تو مسیحائی جان لیوا تھی۔دعا کے لبوں پر اک زخمی سی مسکان نے اپنی چھپ دکھائی تھی

ان چھوٹے چھوٹے زخموں کو دیکھ کر آپ اس قدر نادم ہیں فارس تو۔۔۔۔اگر کبھی آپ کو پتہ چلا کہ)
(انجانے میں آپ تو میری روح تک گھائل کر چکے ہیں تب کیا ہو گا؟

تصور میں اس سے مخاطب وہ کرب سے آنکھیں میچ گئی تھی۔

ڈور بیل پر وہ باہر آئی تو دروازے پر سبین آپا کو بچوں سمیت کھڑا پایا۔

اسلام علیکم "۔سلام کرتی وہ راستہ چھوڑتی انکو راستہ دینے لگی۔"

وعلیکم سلام۔ہاں بھئی آ گئی واپس "۔طنزیہ سا لہجہ لئے وہ اسے جانچتی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔"

جی۔آپ کیسی ہیں ؟"۔مسکرا کر بچوں سے ملتے ہوئے اس نے پوچھا۔"

ٹھیک ہوں میں بھی۔کدھر ہیں فارس اور بچے ؟"۔اسکا پوسٹ مارٹم کرتی نگاہوں سے جائزہ لیتے ہوئے وہ بولی تھی۔

فارس اور حریم کچھ دیر پہلے ہی مارکیٹ گئے ہیں۔مزمل سو رہا ہے "۔اندر کی جانب بڑھاتے ہوئے وہ " ساتھ اسے بتا رہی تھی جواب گھر کا بھرپور جائزہ لے رہی تھی۔

واہ ماننا پڑے گا فارس نے تو آتے ہی گھر کی شکل ہی بدل ڈالی ہے "۔اسکی تعریف میں بھی اک چھبن " سی تھی دعا کچھ نہ بولی تھی ویسے بھی اسے عادت ہو گئی تھی اس لب و لہجے کی۔

آپ بیٹھیں میں ٹھنڈا لے کر آتی ہوں "۔ کہتی وہ کچن کی جانب رخ کر گئی۔"

ساتھ کچھ کھانے کو بھی لانا صبح سے مشین لگا رکھی تھی کپڑے دھو دھو کر ادھ موئی ہو گئی ہوں " "۔پیچھے سے ہانک لگاتے ہوئے وہ کہتی ساتھ اپنا دکھڑا بھی رونے لگی۔دعا نے کولڈ ڈرنکس کے ساتھ فریج میں رکھے کیک کو نکالا تھا اور ٹرے سجاتی باہر آ گئی۔

URDUNovelians

ارے سچ کہا ہے کسی نے بیٹیوں کا میکہ تو ماں سے ہی آباد ہوتا ہے۔اماں کے جانے سے گھر کیسا ویران " سا لگ رہا ہے۔ابھی اگر اماں ہوتی تو کیسے خوش ہوتیں بیٹی اور نواسے نواسی کو دیکھ کر۔تمہارے منہ پر تو بارہ ہی بج گئے ہیں "۔اداس لہجہ اپناتی وہ کہتے ہوئے اینڈ میں اسے رگیدنے سے باز نہ آئی تھی۔

نہیں آپا بخدا ایسی کوئی بات نہیں ہے۔آپ کا اپنا گھر ہے سو بار آئیں۔" کیک کاٹ کر پلیٹس میں رکھتی وہ اسے دیتی اب اسکے بچوں کو سرو کرتے آرام سے بولی تھی جو اپنی اپنی پلیٹ اور کولڈ ڈرنک لئے ٹی وی کے سامنے جا بیٹھے تھے۔ سبین نے چونک کر اسے دیکھا۔اس کے انداز واطوار میں محسوس کن تبدیلی آئی تھی۔کہاں تو اسے بولنا ہی نہ آتا تھا کہ اسکے منہ میں زبان ہی نہ ہونے گمان ہوتا تھا اور کہاں پر اعتماد سی اطمینان سے انکی ہر بات کا جواب دیتی یہ دعا تو کوئی اور ہی تھی۔

کیک کا پیس منہ میں رکھتے اس نے دعا کو کینہ توز نظروں سے دیکھا۔

شوہر کو آئے ابھی دو دن ہوئے ہیں اور تمہارے تو رنگ ڈھنگ ہی بدلے ہوئے ہیں"۔انکے لہجے کی کاٹ پر دعا نے انھیں دیکھا تھا۔

ایسا کچھ نہیں ہے آپا۔بس میں نے سوچ لیا ہے کہ بہت جھیل لی نا کردہ گناہوں کی سزا۔اب میں کسی کو بھی یہ حق نہیں دوں گی کہ وہ میرے گھر کے معملات میں دخل دے۔اور اگر ایسا ہوا تو اس بار چپ میں بھی نہیں رہوں گی۔" بے خوف وخطر انکی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے وہ دھیمے مگر قطعی انداز میں بولتی اسکی بولتی بند کر گئی تھی۔کچھ پل کے لئے وہ سکتے میں آ گئی۔مگر جلد ہی وہ واپس اپنی جون میں آ گئی تھی۔

بولی تو تم تب بھی تھی دعا بیگم۔ کیا تب اس نے تمہارا یقین کیا تھا جو اب یوں ہواؤں میں اڑ رہی ہو " ؟"۔ خالی گلاس ٹیبل پر رکھتی تمسخر اڑاتی آواز میں کہتے وہ اسکا چہرہ دھواں دھواں کر گئی تھی اور اب اسکی حالت سے حظ اٹھاتی اسکو مسکرا کر دیکھ رہی تھی۔

وقت ہمیشہ ایک سا بھی تو نہیں رہتا ناں سبین آپا۔ تب میں کم عمر تھی، نا سمجھ تھی اسی لئے دھوکہ کھا " گئی چہروں پر پڑے نقاب پہچان نہیں پائی تھی۔ مگر اب ایسا نہیں ہے اب آپ کے سامنے ایک ماں ہے جو اپنے بچوں کے لئے کسی بھی حد تک جا سکتی ہے۔ پھر اگر خسارے میرے حصے میں آئیں گے تو منہ کی دوسرے بھی کھائیں گے "۔ سبین اس کے اس قطعیت بھرے انداز پر پیچ و تاب کھا کر رہ گئی۔ اتنے میں مزمل بھی آنکھیں ملتا ہوا کمرے سے نکلا تھا۔ دعا اسے دیکھ کر مسکرائی۔

آ جاؤ بیٹا دیکھو پھپھو اور بہن بھائی آئے ہوئے ہیں۔ ملیں آ کر "۔ نرم سے لہجے میں اسے کہا تو وہ " تابعداری سے سبین کی جانب بڑھتا پاس پہنچ کر سلام کرنے لگا۔ سبین بھی بے دلی سے ملی تھی۔ دعا نے اپنے بچوں کو گھریلو سیاست سے ہمیشہ دور رکھا ہوا تھا وہ نہیں چاہتی تھی کہ اسکی اولاد کے دل میں اپنے باپ سے منسلک رشتوں کو لے کر کوئی بھی کدورت آئے۔ مگر اب وہ بڑے ہو رہے تھے تو لہجوں کا فرق سمجھنے لگے تھے۔ اور کچھ اپنے اور اپنی ماں کے ساتھ انکے رویوں نے انکے اندر احساس محرومی بھی پیدا کر دی تھی جو دعا کے لئے نا قابل قبول تھی۔ بات جب تک اسکی ذات تک تھی اس نے سب برداشت کیا تھا مگر اپنے بچوں کو لے کر وہ کوئی سمجھوتہ نہیں کرے گی یہ بات اب طہ شدہ تھی۔

مزمل اب ماہم، اسد اور ہادی سے مل رہا تھا۔ جب اسد کی آواز آئی۔

ماما ہم مزمل اور حریم کے نئے کھلونے دیکھنے جائیں جو ماموں لے کر آئے ہیں؟"۔"

ہاں ہاں جاؤ بیٹا اس میں پوچھنے والی کون سی بات ہے۔یہ تمہارے ماموں کا گھر ہے۔ماموں بھی وہ جو تم " لوگوں پر جان چھڑکتا ہے"۔ سبین بظاہر تو اسے کہہ رہی تھی مگر اسکی آگ برساتی نظریں دعا پر تھیں وہ اسے دبے لفظوں میں بہت کچھ جتا گئی تھی۔دعا کچھ نا بولی برتن اٹھا کر کچن کی طرف چل دی۔

سبین بھی تجسّس کے ہاتھوں مجبور بچوں کے پیچھے اسی کمرے میں گئی تو اندر داخل ہوتے حیرت سے اسکا منہ کھل گیا تھا۔دعا بھی برتن رکھ کر وہیں آ گئی تھی۔ سبین کے بچوں نے کمرے میں اودھم مچا رکھا تھا وہ تو جیسے ہر ایک چیز کا پوسٹ مارٹم کرنے کے درپے تھے۔مزمل خموشی سے رائٹنگ ٹیبل کے آگے رکھی کرسی پر بیٹھا ہوا انھیں دیکھ رہا تھا۔

ارے واہ۔ تمھارے تو مقدر ہی جاگ اٹھے ہیں"۔اسکی موجودگی کا احساس ہوا تو سبین بنا مڑے کمرے " پر اک گہری نگاہ ڈالتی طنز سے باز نا آئی تھی۔اسکے لب و لہجے میں حسد در آئی۔

الحمدللہ۔اللہ تعالیٰ کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں۔وہ ظالموں میں سے نہیں ہے آپا"۔اسکے چہرے پر جو سکون تھا۔آسودگی تھی۔ سبین کو وہ ایک آنکھ نا بھائی۔ڈور بیل کی آواز آئی۔"

فارس اور حریم ہوں گے"۔ کہتی وہ باہر کی طرف گئی تھی۔کچھ دیر بعد وہ واپس آئی تو ساتھ وہ دونوں باپ بیٹی بھی تھے۔فارس کے ہاتھوں میں کچھ شاپرز تھے۔ سبین بھی باہر آ گئی تو اسے دیکھ وہ سب دعا کی تھماتا اسکی جانب بڑھا تھا۔وہ اس سے تین سال چھوٹا تھا مگر ہمیشہ بڑے بھائی کی طرح ساتھ لگا کر اسکا سر چومتا تھا۔"

میں آج آپ کی طرف آنے کا ہی سوچ رہا تھا"۔سلام دعا کے بعد بیٹھتے ہوئے وہ بولا۔ سبین بہت محبت سے حریم سے ملتے اسے گود میں بٹھا چکی تھی۔دعا بس اسے دیکھ کر رہ گئی۔یہ کھیل بھی اسکے لئے نیا نہیں تھا وہ سر جھٹکتی کچن میں آ گئی۔"

رہنے دو اب دیکھ لیا ہے کہ بہن آ گئی ہے تو بات بنا رہے ہو"۔بڑے چاہ بھرے انداز میں شکوہ کیا گیا تھا"۔فارس ہنس دیا۔

بچے کدھر ہیں؟"۔متلاشی نظریں ادھر ادھر دوڑاتا وہ پوچھنے لگا۔"

اندر ہیں مزمل کے پاس۔ میری تو ناک میں دم کر رکھا تھا پوچھ پوچھ کر کہ حریم اور مزمل کب واپس آئے گے۔بہت پیار کرتے ہیں میرے بچے ان دونوں سے "۔اسکا لہجہ خوشامدی سا ہو گیا تھا۔اور اسکی بات سن کر گود میں بیٹھی حریم کے کان کھڑے ہوئے تھے۔وہ جھٹ سے اسکی گود سے اتری۔

" بابا میں بھی جاؤں ان کے پاس روم میں ؟۔باپ سے اجازت طلب کرتی وہ اس کے سر ہلانے پر بھاگی تھی۔فارس سمجھا اسے اپنے کزنز سے ملنے کی جلدی ہے تو وہ مسکرایا مگر در حقیقت اسے اپنے کھلونے خطرے کی زد میں دکھائی دے رہے تھے۔

" فارس تم نے بہت اچھا کیا جو اسے لے آئے۔بہت بڑا دل ہے تمہارا۔ورنہ اس جیسی عورتوں کو تو مرد ۔۔۔۔۔۔ہمدردانہ انداز اپناتے اسے دیکھ کر وہ بولی تو اس کے چہرے پر سختی چھا گئی تھی۔

" آپا پلیز آج تو آپ نے کہہ دیا ہے آئندہ مت کہیئے گا۔میں نے تب بھی کہا تھا کہ میں یہ بات آج کے بعد کسی کے منہ سے نہ سنوں۔آج بھی کہہ رہا ہوں آئندہ اس ٹاپک پر مجھے کچھ نہ تو سننا ہے اور نہ ہی کہنا ہے۔میرے بچے بڑے ہو رہے ہیں میں نہیں چاہتا کہ ان کے ذہنوں پر کوئی بھی منفی اثر پڑے ۔رسانیت سے مگر حتمی لہجہ اپناتے وہ انھیں ٹوک گیا تھا۔سبین بات کی سنگینی کو سمجھتی پینترا بدلتی پھیکا

سا ہنسی۔دعا نے ٹھیک کہا تھا وقت واقعہ ہی بدل گیا تھا۔اب وہ صرف اسکی بیوی ہی نہیں بلکہ اسکے بچوں کی ماں بھی تھی۔اسکی پوزیشن اب پہلے سے مستحکم ہو گئی تھی۔

ہوں۔میری تو یہی دعا ہے کہ تم خوش رہو "۔اپنا غصہ دبا کر وہ آواز میں مٹھاس بھرے فکر مندانہ سی " بولی۔وہ سر ہلا گیا۔

میں بچوں سے مل لوں "۔کہتا ہوا وہ اٹھنے لگا تو اسے ہاتھ کے اشارے سے روکا۔"

تم رکو میں انھیں ادھر ہی بلا لیتی ہوں "۔اس نے آواز دی تو تھوڑی دیر بعد سب باہر ہی آ گئے تھے " ۔فارس ان سے شفقت سے ملا۔

آپا آج رات رک جائیں ادھر ہی "۔وہ اصرار کرنے لگا تو سبین نے نفی میں گردن ہلائی۔"

یاسر کا پیچھے مسلہ ہو جائے گا "۔"

اچھارات کا کھانا کھا کر جایئے گا۔پھر میں خود چھوڑ آؤں گا آپ کو "۔اب کی بار اس نے بھی حامی " بھری تھی۔ویسے بھی بہت دنوں بعد دعا کے ہاتھوں کا لذیز کھانا کھانے کا موقع وہ بھی نہیں چھوڑنا چا ھتی تھی۔

دعا مامی میں بریانی کھاؤں گی "۔اسے کچن سے نکلتا دیکھ ماہم بولی تو اس نے سر ہلا دیا۔"

اور پھر دعا نے اچھا خاصا اہتمام کر لیا تھا۔ہر ڈش بہت لذیز تھی اسکے ہر کام سے نفاست جھلک رہی تھی ۔ٹیبل پر کہیں کوئی بد نظمی نہیں تھی۔فارس کا ذہن الجھنے لگا اسے بہت سی باتیں یاد آ رہیں تھی مگر حریم کی آواز پر وہ ہر سوچ جھٹکتا اس کی جانب متوجہ ہو گیا تھا۔دعا نے یاسر کے لئے بھی کھانا پیک کر دیا تھا۔

مما مجھے یہ والی ڈول چاہیے یہ میں لوں گی۔"وہی ہوا تھا جو ہمیشہ سے ہوتا آیا تھا واپسی پر آٹھ سالہ ماہم " حریم کی گڑیا اٹھا لائی تھی۔حریم کی شکایتی نظریں ماں کی جانب اٹھی تھیں جو لب بھینچ کر کھڑی تھی ۔سبین مسکرا کر فارس کو دیکھنے لگی۔جو حریم کے اداس ہوئے چہرے کو دیکھ رہا تھا پھر وہ چل کر ماہم کے پاس آیا تھا۔

ماہم بچے۔ماموآپ کو ایسی ہی نئی ڈول دلا دیں گے۔یہ تو حریم کی ہے ناں اور کسی کی چیز ایسے لینا بری " بات ہوتی ہے۔آپ یہ حریم کو واپس کر دیں میں آپ کو جلد ہی ایسی ہی ڈول لا کر دوں گا۔تب تک آپ اس ڈول سے کھیل لیں جو ماموآپ کے لئے لائے ہیں۔"اس کے آگے ایک گھٹنہ زمیں پر ٹیک کے بیٹھا وہ اسے پچکار کے سمجھاتا دعا کے دل کو یک گونہ سکون دلا گیا تھا۔حریم کا چہرہ بھی کھل اٹھا تھا ۔ماہم کا منہ اتر گیا تھا۔دعا کو اسکے لئے برا لگا تھا۔بچے معصوم ہوتے ہیں انھیں صحیح غلط کی پہچان کروانا ماں باپ کا فرض ہوتا ہے۔اگر بچپن میں ہی وہ دوسروں کی چیزوں پر اجارہ دار بن کر بیٹھ جائیں گے تو

بڑے ہو کر یہ عادت پختہ ہوتی انکی فطرت کا حصہ بن جائے گی۔اس لئے ضروری تھا وہ ابھی سے جان جاتی کہ دوسروں کو انکے حق سے دستبردار کر کے اس پر قابض ہو جانا غلط ہے۔ سبین دھواں دھواں سا چہرہ لئے وہاں سے نکلی تھی اسے قوی احساس ہوا تھا کہ ہوائیں اب اپنا رخ بدل رہی ہیں۔۔۔

طلحہ کی شادی میں صرف دو دن باقی تھے۔امی اور طلحہ کی بار بار کالز آ رہیں تھیں۔فارس نے آج آنے کا کہا تھا۔اسی لئے وہ صبح سویرے ہی اٹھ کر تمام کام نمٹا چکی تھی۔پیکنگ کے بعد اس نے فارس اور بچوں کے بھی کپڑے نکالے تھے اور اس طرف سے مطمئین ہوتی کچن کی راہ لی ناشتہ بنا کر فارغ ہوئی ہی تھی کہ فارس بھی وہیں چلا آیا۔اسے کبھی بھی اسے جگانے کی نوبت نہیں آئی تھی اپنے وقت پر وہ خود ہی اٹھ جاتا تھا۔اسے ناشتہ سرو کر کے ابھی وہ باہر جانے کے لئے پر تول ہی رہی تھی کہ اس کی آواز نے اس کے قدم جکڑ لئے۔بارعب، متوازن سی آواز بھاری گھمبیر لہجہ۔

کدھر جا رہی ہو؟۔ناشتہ کرو پہلے "۔اس کی آواز میں اسکے لیے نرمی مقفود تھی تو سختی بھی نہیں تھی " ۔وہ بہت دنوں سے دیکھ رہا تھا وہ ناشتہ کرنے میں دنڈی مار جایا کرتی تھی جو اسکی زیرک نگاہوں سے

چھپ نہیں سکا تھا۔دعا چپ چاپ آکر بیٹھ گئی تھی۔وہ اسے یہ نہیں کہہ سکی تھی کہ صبح سب کی پسند کا ناشتہ بنانے کی بھاگ ڈور میں اسکو خود ناشتہ کرنے کی عادت نہیں رہی تھی۔

بچوں کو جگا کر ناشتہ کروایا اور پھر وہ گھر سے نکل گئے تھے۔وہاں پہنچ کر انکا پرتپاک استقبال کیا گیا تھا ۔دعا کے وہاں رہنے کے دوران سب خریداری تو پہلے ہی ہو چکی تھی بس تیاری اپنے آخری مراحل میں تھی جس کے لئے یہ دو دن کافی تھے۔فارس نے بھی آکر کافی ذمہ داریاں اپنے ذمہ لے لیں تھی یوں طلحہ کو بھی ذرا ریلیف مل گیا تھا۔دو دن پلک جھپکتے گذر گئے تھے۔طلحہ نے مھندی کا چھوٹا موٹا فنکشن بھی نہ کرنے دیا تھا۔آج اسکی بارات تھی۔فارس اور دعا صبح سے لگے ہوئے تھے جب کہ وہ راجہ اندر بنا شاہانہ انداز میں صوفے پر بیٹھا ہوا مسکرا کر انھیں بھاگ دوڑ کرتے دیکھ رہا تھا اسکا کہنا تھا کہ آج اس کا دن ہے تو اتنا پروٹوکول تو بنتا ہے۔فارس کو اکیلا ہی لگا دیکھ امی نے اسے دبے لفظوں میں شرم دلائی تھی مگر فارس نے انھیں منع کر دیا تھا طلحہ ڈھیٹ بنا ہنستا رہا تھا۔۔پاس ہی امی تسلی کے لئے ایک نظر اسکے سسرال والوں کو دینے کے لیے لئے گے سامان کو دیکھ رہیں تھیں۔

URDUNovelians

طلحہ اب اٹھ جاؤ۔تیار خود ہو لو گے یا یہ بھی ہمیں ہی کرنا پڑے گا"۔دعا بچوں کو تیار کر کے باہر آئی تو" اسے موبائل پر بزی دیکھ تپ کر بولی۔حریم نیوی بلیو کلر کی بھاری شلوار پر گھٹنے سے ذرا اوپر تک آتی ہم رنگ ایمبرائیڈیری قمیض جس پر سلور نگوں سے خوب صورت و دیدہ زیب کام ہوا ہوا تھا، گلے کے گرد لپٹا چھوٹا سا دوپٹہ ،، ہمرنگ چوڑیاں اور پاؤں میں کھسہ پہنے ہوئے تھی دعا نے اس کے بالوں کا آگے

سے رنگ بنائے پیچھے سے کھلے چھوڑ رکھے تھے۔صاف ستھرا چہرہ لئے وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔جب کہ مزمل نے وائٹ شلوار قمیض پر نیوی بلیو واسکٹ پہن رکھی تھی جس میں وہ چھوٹا سا شہزادہ معلوم ہوتا تھا۔فارس اور مزمل کے جبکہ دعا اور حریم کے کپڑے ایک جیسے تھے جبکہ کلر تھیم بھی سیم تھا یہ بھی طلحہ کی ہی کارستانی تھی۔شاپنگ کے دوران اس نے دعا کو ایک ایک چیز ڈیکٹیٹ کروائی تھی۔

"ماموں کے سوہنے بچے۔کیا لگ رہے ہو یار؟"

موبائل کی جان چھوڑتا بچوں پر صدقے واری ہوتا وہ ان کا منہ چومتا اب دعا کی طرف متوجہ ہوا۔بچے نانی کے کمرے کی طرف بھاگے تھے۔

میرا کیا ہے میں تو قدرتی طور پر ہی بہت ہینڈسم ہوں دو منٹ میں تیار ہو جاؤں گا۔مگر پلیز دعا میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں تم ماسی بن کر ساتھ مت چلنا پارلر تو تم جاؤ گی نہیں۔اس لئے میں نے اسامہ (کولیگ) کی بہن کو جو میک اپ آرٹسٹ ہے اسے بلایا ہے وہ تمہیں تیار کر دے گی۔اسکی طرف دیکھتا وہ باقاعدہ ہاتھ جوڑے بے چارگی سے کہہ رہا تھا۔دعا نے خود کو دیکھا تھا وہ کل سے پہنے ہوئے کپڑوں میں گھوم رہی تھی جواب ملگجے سے سلوٹ زدہ ہو رہے تھے۔

کسی کو بلانے کی کیا ضرورت تھی میں خود تیار ہو جاتی"۔وہ منمنائی۔"

پتہ ہے مجھے میک اپ کا سمیٹیکس کے نام تک تو آتے نہیں اور بات کر رہی ہو تیار ہونے کی "
"۔شرارت سے اسکا ریکارڈ لگایا تھا جب وہ وشمہ کے لئے سامان لے رہے تھے تو سیلز مین کے مختلف کاسمیٹیکس دکھانے پر وہ ہونق سی اسے دیکھ رہی تھی۔پھر اس سے کہا تھا کہ وہ میک اپ کی پوری کٹ کسی اچھے سے برانڈ کی دے دے۔اسکی بات پر وہ خفیف سی ہنسی تھی اسے بھی شاید وہ سین یاد آیا تھا۔

اچھا ہو جاؤں گی تیار تم تو اٹھو ناں اب "۔اب اسکی متلاشی نگاہیں کسی اور کو ڈھونڈھ رہیں تھیں۔"

میاں جی تمہارے باہر ہیں "۔جاتے ہوئے بھی اس نے پیچھے سے ہانک لگائی۔سر پر دوپٹہ ٹھیک کرتی " وہ باہر آئی تھی جہاں فارس اور عمر (طلحہ کا کک۔مگر وہ صرف باہر کا ہی کام دیکھ رہا تھا) گاڑی میں سامان رکھ رہے تھے۔فارس کی اس پر نظر پڑی تو وہ عمر کو کچھ کہتا خود اسکی جانب بڑھ آیا تھا۔
آپ کے کپڑے رکھ دیے ہیں "۔نظریں ہنوز جھکی ہوئی تھی وہ سر ہلاتا ہوا اندر کی طرف بڑھ گیا تھا۔"

عمر بھائی آپ بھی تیار ہو جائیں اب "۔اسے وہیں سے آواز دی اور اسکے "جی باجی "کہنے پر مڑنے ہی " والی تھی کہ ڈور بیل پر رک گئی تھی۔عمر نے دروازہ کھولا تو سامنے سے ایک ماڈرن پیاری سی لڑکی آئی تھی جو لگ بھگ اسی کی عمر کی تھی۔اسکے ہاتھ میں بیوٹی باکس دیکھ کر وہ سمجھ گئی تھی یہ طلحہ کے دوست کی وہی بہن ہے۔

اسلام علیکم۔مجھے طلحہ بھائی نے بلایا ہے آپ غالباً انکی سسٹر ہیں ؟۔"اس نے شائستگی سے کہا تو دعا" اسکے سلام کا جواب دیتی مسکرا کر سر ہلاتی اسے لیے اندر کی جانب بڑھی۔اپنے روم میں تو فارس گیا تھا کچھ سوچ کر اس نے اسے امی کے روم میں لایا تھا اب وہ اور امی باتیں کر رہیں تھیں جبکہ وہ اسکے لئے کولڈ ڈرنک لاتی اسے دے کر خود کمرے میں آئی تھی فارس کہیں نہیں تھا باتھ روم کا ڈور بند تھا وہ اپنے کپڑے اور دیگر سامان لیتی واپس امی کے روم میں آ گئی تھی۔حریم اور مزمل اشتیاق سے ماں کو تیار ہوتے دیکھ رہے تھے انکے لئے یہ سب نیا تھا۔

آدھے گھنٹے میں ہی وہ بہت مہارت سے اسے تیار کر چکی تھی نیوی بلیو ایمبرائیڈری جدید سٹائیلش سے حریم کے جیسے ہی جوڑے میں درمیاں سے مانگ نکال کر بالوں کو آگے سے رول بناتے انھیں کان کے پیچھے پن اپ کیا گیا تھا جیولری کے نام پر اس نے سلور کلر کا نازک سا ہار پہنا تھا اور اسکے ساتھ درمیانے سائز کے جھمکے تھے۔سر پر دوپٹہ اچھے سے سیٹ کیا تھا۔اور یوں ذرا سی محنت سے ہی اسکے حسن کو چار چاند لگ گئے تھے۔

آئی لائینر سے سجی مسکارے سے بوجھل ہوئی لمبی گھنی پلکیں اس کی گول شیپ میں موٹی موٹی بھوری آنکھیں مزید دوآتشہ ہو گئی تھیں۔چھوٹی سی ناک میں سجی سلور نوز پن اور پنک لپ سٹک سے رنگے اس کے یاقوتی لب اس کے گول صاف شفاف گلابی مائل دودھیا چہرے پر بہت جچ رہے تھے۔

ماشاءاللہ آپ بہت پیاری لگ رہی ہیں۔آپ کو دیکھ کر بلکل نہیں لگتا کہ یہ بچے آپ کے ہیں"۔ارم" نے اسکے من موہنے چہرے کو توصیفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا تھا۔وہ تئیس سال کی تھی مگر دکھنے میں بیس سے زیادہ کی نہیں لگتی تھی اوپر سے اسکی متناسب جسمامت کو دیکھ اکثر اسے ایسے کلمات سننے کو ملتے تھے۔وہ جھنپی سی مسکائی۔حریم اور مزمل اب اس کے پاس آ چکے تھے اسکی چوڑیوں سے سجے ہاتھ میں بلیو نگینے والی وہ انگوٹھی بہت سج رہی تھی۔امی کمرے میں آئی تو بے اختیار بیٹی کی بلائیں لی تھیں۔ارم کو رخصت کیے وہ طلحہ کی طرف آئی تھی جو وائٹ شلوار قمیض پر ایش گرے واسکٹ پہنے پاؤں میں پشاوری چپل پہنے وہ آئینے کے سامنے کھڑا بال بنا رہا تھا۔وہ وجیہہ تھا مگر اس وقت اسے وجیہہ تر لگا تھا۔اسے آتے دیکھ حیرت سے اسکا عکس دیکھا تھا۔اور پھر اسکی جانب پورا گھوما۔

ایکسیوزمی میم؟۔آپ کون ہیں اور کہاں گھسی چلی آ رہی ہیں؟"۔چہرے پر غیر شناسائی اور آنکھوں" میں شریر سی چمک لئے وہ بولا تو دعا نے خفا ہو کر اسکے کندھے پر ایک ہاتھ جڑا تھا۔وہ قہقہہ لگا کر ہنستے اسے اپنے بازو کے حصار میں لیتے ہوئے اسکا سر چومتا سیدھا ہوا تھا۔

URDUNovelians

میری بہن بہت پیاری لگ رہی ہے ماشاءاللہ"۔اسکے لب و لہجہ میں بہن کے لئے مان تھا۔"

اور میرا بھائی کسی ریاست کا شہزادہ لگ رہا ہے۔اللہ پاک ہر بری نظر سے اپنی امان میں رکھے۔"اپنی نم" ہوتی آنکھ سے کاجل نکال کر اسکے کان کے پیچھے ٹیکا لگایا تھا۔طلحہ اسکے اس انداز پر مسکرایا۔

اوہ۔تو مطلب کے میں بہت زیادہ ہی کوئی وجاہت کا شاہکار لگ رہا ہوں ابھی امی بھی نظر اتار کر گئی " ہیں "۔اسکی شوخی اپنے عروج پر تھی۔

جلدی کرو تمہارے دوست آ چکے ہیں نکلنا ہے اب۔"اسے کہتی وہ عجلت میں مڑی تھی وہ بھی خود کو " ایک آخری نظر خود کو دیکھتا مطمئین سا اسکے پیچھے چل دیا۔

لاؤنج میں ہی فارس سفید کرتا شلوار پر نیوی بلیو واسکٹ اور پاؤں میں چپل پہنے نک سک سے تیار حریم کو اٹھائے ہوئے کھڑا تھا۔جو باپ کے چہرے کو اپنے ننھے ہاتھوں کے پیالے میں لئے اسکو کچھ بتا رہی تھی اور وہ بھی پورے انہماک سے اسکی جانب تکتا ہوا سن رہا تھا۔اس کو دیکھ کر جھجک سی ہوئی تھی ہاتھوں کی ہتھیلوں میں پسینہ آیا تھا۔فارس کی نگاہ بھی اٹھی تھی اور پھر پلٹنا بھول گئی تھی۔اسکی نظروں میں پہلے حیرت اور پھر ستائش کا تاثر ابھرا تھا۔لمحوں کا کھیل تھا وہ سب بھلا گیا تھا۔دعا کی پلکیں اٹھی تھیں اور لمحوں کا فسوں چھٹک گیا۔فارس کی آنکھوں میں سرد پن در آیا تھا اس نے نظروں کا زاویہ بدلہ تھا۔دعا کی پیشانی عرق آلود ہوئی تھی۔

بابا دیکھیں مما کتنی پیاری لگ رہی ہیں جیسے ڈول ہوتی ہے "۔حریم خود تو مسکرا کر ماں کو پسندیدگی کی " نظروں سے دیکھ رہی تھی ساتھ ہی باپ کی توجہ بھی دلائی۔

ہوں "۔فارس مسکرا کر اسے دیکھتا سر ہلا گیا۔"

تو آپ ماما کو بھی بولیں ناں وہ پری لگ رہی ہیں جیسے ابھی آپ مجھے بول رہے تھے "۔اسکی اگلی فرمائش " نے جہاں دعا کا چہرہ خفت و شرم سے گلنار کیا تھا وہیں فارس کو بھی سٹپٹانے پر مجبور کر دیا تھا۔پیچھے سے طلحہ کا قہقہہ گونجا تھا۔دعا نے سختی سے اپنی آنکھیں میچ کر وہاں سے غائب ہونے کی تمنا کی تھی۔

سوری۔میں نے ڈسٹرب کر دیا۔یہاں تو فل آن فیملی سین چل رہا تھا"۔پاس آ کر حریم کے گال پر " چٹکی بھری۔

ویسے فارس بھائی آپ میرے سامنے بھی میری بہن کو پری کہہ سکتے ہیں میں بلکل برا نہیں مناؤں گا " "۔اب وہ اسے چھیڑ رہا تھا۔فارس کے ہونٹوں پر بھی دبا دبا تبسم بکھرا تھا۔

میں امی اور مزمل کو بلا لاتی ہوں "۔گڑبڑا کر نظریں چراتی وہ وہاں سے تیزی سے نکلی تھی۔"

کچھ دیر بعد وہ چار گاڑیوں پر مشتمل چھوٹا سا قافلہ روانہ ہوا تھا۔جن میں ان کے علاوہ طلحہ کے قریبی تین چار اسٹاف کے لوگ تھے۔باقی سب کو ولیمہ کا انویٹیشن دیا گیا تھا جو کل وہیں میس میں منعقد تھا۔

شادی کا انتظام ہوٹل میں کیا گیا تھا۔ مرد و خواتین کے لئے الگ الگ ارینجمنٹ تھا۔ان کا پر تپاک استقبال کیا گیا۔ایجاب و قبول کے بعد جب دعا اور وشمہ کی بھابھی وشمہ کو تھام کر اسٹیج کی جانب آئیں تو طلحہ نے کھڑے ہو کر اپنی جانب آتی اس پری وش کو نظر بھر کر دیکھا تھا۔دولہنا پہ کا روپ لئے شرمگیں سی مسکان کے ساتھ وہ اس تک آئی تھی اسٹیج پر چڑھنے کے لئے طلحہ نے اپنا ہاتھ پورے استحقاق کے ساتھ آگے بڑھایا تھا تو ہال میں لڑکیوں نے بھرپور ہوٹنگ کی تھی۔ایک ساتھ بیٹھے وہ ایک پرفیکٹ مچلنا کی تصویر پیش کر رہے تھے وہاں موجود ہر زی روح کی نظر میں ان کے لئے ستائش تھی۔

دعا کچھ دیر بعد اسٹیج سے اتری تو فارس اسی طرف آ رہا تھا اس نے حریم کو اٹھا رکھا تھا اور یقیناً اب وہ اسے چھوڑنے آیا تھا جو باپ کے ساتھ مردوں والی سائیڈ گئی ہوئی تھی۔دعا حریم کو اس سے لے رہی تھی جب ایک فوٹو گرافر انکی جانب آیا وہ میوزک کی وجہ سے فارس کے کان کے قریب کچھ کہہ رہا تھا جس پر اس نے سر ہلایا تھا۔اب وہ دعا کی طرف مڑا تھا اور اسکے قریب کھڑے ہوتے حریم کو اس سے واپس لیا تھا تب تک امی بھی مزمل کا ہاتھ تھام کر اسے لے آئی تھیں۔فوٹو گرافر تھوڑا پیچھے ہو کر پوزیشن لے رہا تھا

۔امی نے مزمل کو بھی دعا کے آگے کھڑا کیا تھا اور یوں انکی ہنستی مسکراتی تصویر کیمرے کی آنکھ میں محفوظ ہو گئی تھی کچھ اور تصویریں لے کر بچے طلحہ کے بلانے پر اسٹیج پر چلے گئے تو فارس بھی مڑنے لگا۔

سر ایک فوٹو میم کے ساتھ اکیلے میں "۔فوٹو گرافر نے اسے روکا تھا تو وہ واپس مڑا تھا ذرا ترچھا ہو کر دعا" کے تھوڑا پیچھے کھڑا ہوتے اس نے اپنے بازو سے اسکے کندھے کے گرد حصار لیا تھا تو دعا کی پشت اسکے سینے سے لگی تھی۔یہ سب اس قدر اچانک ہوا تھا کہ دعا سمجھ ہی نا پائی۔اسکا دل دھڑکنا بھول گیا تھا ۔بھلا وہ کب ان عنایتوں کی عادی تھی۔اس نے چہرہ ذرا گھما کر اسکی جانب دیکھا تھا جو بھرپور مسکراہٹ لبوں پر لئے سامنے دیکھ رہا تھا اور یہی فوٹو گرافر نے اس لمحے کو ہمیشہ کیلئے کیپچر کر لیا تھا۔اسکے ہونق پن کو بھانپ کر فارس نے اسکی جانب تنبیہی آنکھوں سے دیکھا تو اسنے بھی اپنے تاثرات پر قابو پاتے سب کے سامنے اسکی اسکی اس قدر نزدیکی پر بلش ہوئے چہرے پر مسکان لئے بمشکل دو تین تصویریں اور بنوائی تھیں۔

وہاں موجود بہت سے لوگوں نے انھیں توصیفی نظروں سے دیکھا تھا۔تو وہیں دو آنکھوں نے حسرت سے یہ منظر دیکھا تھا وہ آکاش تھا۔جسکی آئے دن عروج سے بدمزگی ہوتی تھی۔ابھی تک وہ اولاد جیسی نعمت سے بھی محروم تھا۔مگر اس کے سسرال کے اونچے سٹیٹس کے باعث عروج اسکے گلے میں پھنسی وہ ہڈی ثابت ہوئی تھی جسے نا تو وہ اب نگل پا رہا تھا اور نا ہی باہر اگل پا رہا تھا۔سر جھٹکتے وہ احساس زیاں سے بوجھل دل لئے وہاں سے ہٹ گیا تھا۔

امی اب انھیں اسٹیج پر بلا رہیں تھیں۔وہ دونوں بھی ادھر ہی آ گئے۔ مووی اور فوٹو سیشن کے بعد طلحہ نے فارس کو پکارا تھا۔

فارس بھائی اب آپ اپنا یہ پانچ سال پرانا ماڈل اور یہ دو سپیئر پارٹس لے کر منظر عام سے تھوڑی دیر " کے لئے غائب ہو جایئے۔ مطلب کہ ہمیں تو کوئی لفٹ ہی نہیں کروا رہا جسے دیکھو آپ لوگوں کو ہی گھورے جا رہا ہے۔اب میری تو چلے پھر بھی خیر ہے مگر میری بیوی جو اتنا تیار ہو کر بیٹھی ہے اس کے ساتھ تو زیادتی ہے ناں۔اسے بھی تو کوئی دیکھے "۔

۔کچھ سچ اور کچھ مبالغہ آمیزی سے کہتے طلحہ کی رگ ظرافت پھڑکی تھی۔فارس ہلکا سا ہنسا تھا جب کہ دعا نے اسے گھورا تھا جس کی زبان ابھی بھی فراٹے بھر رہی تھی۔وشمہ نے بھی خود کے رگیدے جانے پر ذرا گردن گھما کر اسے تعجب سے دیکھا تھا جواب اسی کی طرف دیکھ کر ہنس رہا تھا جیسے اسکی دلی مراد پوری ہوئی ہو۔کتنی دیر سے وہ اسے سر جھکا کر بیٹھا ہوا دیکھ رہا تھا مجال تھی جو اک نگاہ اٹھا کر بھی اسے دیکھا ہو۔گویا اسکی ٹرک کام کر گئی تھی۔

سبین اور بچوں کو انٹرنس سے داخل ہوتے دیکھ دعا اور فارس دونوں اسکی جانب بڑھ گئے۔امی بھی خصوصی طور پر بیٹی کی نند سے ملنے وہاں آئی تھیں۔سب کچھ بخیر و عافیت اپنے انجام کو پہنچا۔رخصتی کے

وقت وشمہ اپنے ماں باپ کے گلے لگ کر خوب روئی تھی۔ بیٹیوں کے اپنے پیا گھر سدھارنے کے خواب ماں باپ انکی جوانی کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی دیکھنے لگتے ہیں مگر یہ بھی سچ ہے کہ بیٹی پرائی ہونے کا دکھ بھی دل میں کہیں ویرانی پیدا کرتا چلا جاتا ہے۔

وہ لوگ رات ساڑھے دس کے قریب گھر پہنچے تھے۔ وشمہ کی تھکن کا احساس کرتے اسے بنا توقف کے طلحہ کے روم میں پہنچا دیا گیا تھا۔ فارس اور طلحہ وہیں لاؤنج میں ڈیرہ ڈال چکے تھے۔ امی نے آکر وشمہ کو منہ دکھائی میں بہت خوبصورت سی پرانے وقتوں کی اپنی شادی میں والدین کی طرف سے دی گئی جالی دار انگوٹھی دی تھی اسے ڈھیروں دعائیں دیتی اسکا ماتھا چومتی وہ چلی گئیں تو دعا اسکی جانب متوجہ ہوئی۔

"وشمہ تمہیں کچھ چاہیے ؟۔ کچھ کھانے کو لاؤں تمہارے لئے ؟۔ اسکے ڈریس کو بیڈ پر ٹھیک سے پھیلاتی ہوئی وہ بولی تو اس نے نفی میں سر ہلایا تھا۔

"اچھا تمہارے کپڑے میں نے واشروم میں لٹکا دیے ہیں۔ ابھی میں دودھ لاتی ہوں تم وہ پی لینا۔" اسے تاکید کرتی وہ اٹھنے لگی تو وشمہ نے سرعت سے اسکا ہاتھ تھاما۔ دعا ٹھٹکی۔ اسکے یخ بستہ ہاتھ اور چہرے پر تھکن کے ساتھ ساتھ اک انجانا سا خوف اپنا عکس دکھا رہا تھا۔

"کیا بات ہے۔ کوئی پریشانی ہے ؟۔ اسکے ہاتھ پر اپنا دوسرا ہاتھ رکھتے وہ فکر مندی سے اسے دیکھ رہی تھی۔ آواز میں بہت سے خدشات تھے۔

دعا آپی مجھے ڈر لگ رہا ہے"۔وہ روہانسی ہوئی کہہ رہی تھی۔"

کیسا ڈر وشمہ ؟"۔اسے اپنی آواز کہیں دور سے آتی محسوس ہوئی۔"

اگر طلحہ نے مجھ سے بدلہ لیا تو؟"۔وہ اپنے خدشات کو زبان کی نوک پر لے آئی۔"

نہیں وشمہ وہ ایسا کچھ نہیں کرے گا۔جو ہوا اس میں تمہارا کیا قصور تھا۔تم یہ وہم اپنے دل و دماغ سے " نکال دو۔"اسکا ہاتھ تھپکتے وہ اسے نرمی سے سمجھا رہی تھی۔

ہائے دعا آپی میں اس والے بدلے کی بات نہیں کر رہی"۔وشمہ سمجھ گئی تھی کہ دعا آکاش والی بات کا " حوالہ دے رہی ہے۔

تو پھر ؟"دعا نا سمجھی سے اسے دیکھنے لگی جواب چہرے پر تفکر لئے اسکی طرف بے چارگی سے دیکھ رہی " تھی۔

آپ جانتی تو ہیں بچپن میں میں نے کتنے پھڈے کیے ہیں انکے ساتھ۔اور وہ جو۔۔۔۔۔میں نے انھیں " ٹانگ اڑا کر سب کے سامنے گرایا تھا جب انکا میٹرک کا رزلٹ آیا تھا تب کیسے خونخوار نظروں سے دیکھا تھا مجھے۔میں آج تک نہیں بھولی۔تو انھیں بھی تو میری ساری کارستانیاں یاد ہوں گی ناں۔پھر اگر انہوں نے ان سب کا مجھ سے گن گن کر بدلہ لیا تو میں کیا کروں گی؟"۔اسکے بات مکمل ہوتے ہی اسکی بچگانہ فکروں پر دعا منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنستی چلی گئی تھی۔اسکی آنکھوں سے پانی نکل آیا تھا ایک عرصے بعد وہ یوں بے فکری سے ہنسی تھی۔اسے دیکھ وشمہ نے منہ ناراضگی سے پھلایا۔

یہ تو واقع ہی بہت بڑی پریشانی ہے اور تمہیں پتہ ہے ابھی پرسوں مجھے وہ اپنے ماتھے پر وہ نشان بھی دکھا " رہا تھا جو تم نے اسے پتھر مارا تھا۔"دعا سنجیدہ ہوتی بولی تھی دبنگ، نٹ کھٹ سی وشمہ کا یہ ڈرا ڈرا سا روپ اسے شرارت پر اکسا رہا تھا۔

اف اللہ۔قسم سے دعا آپی وہ میں نے جان بوجھ کر نہیں مارا تھا میں تو آم توڑ رہی تھی وہ خود ہی سامنے آ " گئے تھے"۔روتی بسورتی صورت لئے وہ وضاحت دیتی دعا کو بہت معصوم اور پیاری لگی تھی۔

اوکے۔میں تو چلی اب۔یہ سب اب تم طلحہ کو ہی بتانا"۔ہنسی چھپاتے وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔"

دعا آپی دشمن کے نرغے میں آپ مجھے اکیلا چھوڑ کر جا رہیں ہیں "۔وہ بے یقین سی صدمے کی زد میں " تھی۔

سوری مائے ڈیئر وشمہ۔مگر یہ محاذ تو تمہیں اکیلے ہی سر کرنا ہے۔میں دودھ لے کر آتی ہوں۔تم آرام " سے پیچھے ٹیک لگا کر بیٹھو "۔ہلکا پھلکا انداز اپناتی کہہ رہی تھی۔

تو پھر آپ بھی سن لیں اگر آپ کے بھائی نے مجھ سے کوئی بھی بدلہ لینے کی کوشش کی تو۔۔۔۔۔میں " نے انکے نئے نویلے دولہا ہونے کا بھی لحاظ نہیں کرنا۔میں انکا سر پھوڑ دوں گی کسی شک میں نا رہے آپ کا بھائی۔میں ابھی بھی وہی وشمہ ہوں جس سے محلے کے لڑکے کتنی بار پٹ چکے ہیں "۔انگلی اٹھا کر تنبیہ کرتی وہ خود کو مضبوط ظاہر کر رہی تھی وہ الگ بات کہ دل سوکھے پتے کی مانند لرز رہا تھا۔دعا انگوٹھے اور انگشت شہادت باہم ملا کر اسے داد دیتی وہاں سے نکل گئی تھی پیچھے وشمہ اپنی ہی سوچوں میں گھری رہ گئی تھی۔

وہ طلحہ سے چار سال چھوٹی تھی اور پورے خاندان میں اپنی شرارتوں سے جانی جاتی تھی۔جب پھپھو ہمیشہ کے لئے واپس آ گئی تو اسکی دعا کے ساتھ تو اچھی دوستی ہو گئی تھی مگر طلحہ سے اس نے خدا واسطے کا بیر ڈال لیا تھا وجہ طلحہ کا اس سے لیا دیا رویہ تھا وہ سب سے تو بہت خوش اسلوبی سے پیش آتا تھا مگر اسے دیکھ کر پتہ نہیں کیوں ٹھس ہو جاتا تھا۔اور یہی بات اسے بری لگتی تھی شروع شروع میں تو وہ اسے صرف تپانے کے لئے تنگ کرتی تھی۔اور پھر اسے مزہ آنے لگا تھا جب بدلے میں وہ اسے کچھ نا بولتا تو اسے اور

شہ ملی تھی۔ مگر پھر دعا اور آکاش کی منگنی ٹوٹنے سے دونوں گھرانوں کے دلوں میں کافی فاصلہ در آیا تھا ۔انکا آنا جانا بھی کم ہو گیا تھا۔ طلحہ کا کیڈٹ کالج میں داخلہ ہوا تو وہ ہوسٹل منتقل ہو گیا۔اتنا عرصہ تو وہ اسے دیکھ بھی نہیں پائی تھی۔ پھپھو کے رشتہ لانے پر وہ ہکا بکا رہ گئی تھی۔دل اچھوتی سی لہہ پر دھڑکا تھا ۔ پچھلے ڈیڈھ ،دو ماہ میں وہ اسے اتنا سوچ چکی تھی کہ وہ اسے اچھا لگنے لگا تھا۔حالانکہ بات طہ ہونے کے بعد اس نے کبھی اس سے کسی قسم کا رابطہ نہیں کیا تھا۔دعا اور پھپھو سے اکثر بات ہوتی رہتی تھی۔اور یہی بات اسے تشویش میں مبتلا کر رہی تھی۔

تکیے سے ٹیک لگا کر اکڑی ہوئی کمر کو تھوڑا آرام پہنچاتی وہ سوچوں کے تانے بانے بنتی کہیں دور نکل گئی تھی۔

امی کے کمرے میں آ کر دیکھا تو حریم اور مزمل دونوں ہی کپڑے بدل کر سو گئے تھے پاس ہی امی بھی دراز تھیں آہٹ پر آنکھیں کھول کر اسے دیکھا۔

دعا بیٹا بچوں کے کپڑے بدلوا دیے ہیں۔دودھ بھی پی لیا ہے دونوں نے۔بیچارے نیند میں جھول رہے تھے جلدی ہی سو گئے ہیں۔ایسا کرو انہیں ادھر ہی رہنے دو۔اب تم بھی جا کر آرام کرو۔خیر سے کل کا دن بھی تھکا دینے والا ہو گا۔"۔تفصیلی جواب دیتے اسے بھی تاکید کی تو وہ دونوں کو پیار کرتی امی کو اللّٰہ حافظ کہتی سائیڈ ٹیبل پر دھرے خالی دودھ کے گلاس اٹھاتی باہر آ گئی تھی۔کچن کی طرف بڑھی تو. طلحہ اپنے کمرے کی جانب بڑھتا دکھائی دیا۔بہن کو دیکھ کر رکا۔

"طلحہ خیال سے جانا۔محترمہ نے بڑی پیاری پیاری غلط فہمیاں پال رکھیں ہیں"۔مسکرا کر شرارت سے اسے کہہ کر چل دی جو الجھ کر اسے دیکھتا پھر کندھے اچکا کر اپنے کمرے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

وہ اپنے کمرے میں آئی تو فارس لباس تبدیل کیے بیڈ پر چت ٹانگوں کی قینچی بنائے سیدھا دراز تھا ۔آنکھیں موندر کھی تھیں مگر اوپر رکھے پاؤں کی حرکت اسکی بیداری کا پتہ دیتی تھی۔کھٹکے کی آواز پر آنکھیں کھولی تھیں نیند سے بوجھل سرخ ڈورے لئے قاتل سیاہ گھور آنکھیں۔دعا کو اپنا دل ڈوبتا محسوس ہوا تو تیزی سے نظریں چرائی۔

"بچے؟"۔یک لفظی سوالیہ انداز۔"

امی کے پاس ہی سو گئے ہیں "۔آگے بڑھتے دھیمی آواز میں جواب دیا۔وہ پھر سے پلکیں موند گیا "
۔الماری سے سادہ سا جوڑا نکالا اور ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آکر جیولری اتارنے لگی۔آئینے میں نظر آتے فارس کے عکس کو دیکھ کر دل نے خواہش کی تھی کاش وہ کوئی میٹھی سی سرگوشی کرتا۔آج سب نے اسکی تعریف کی تھی ایک وہ ہی تھا جو بے نیاز بنا رہا۔اسے آنکھ بھر کر بھی نا دیکھا۔دعا کا دل یکلخت اس تیاری سے بے زار ہوا تھا۔

کیا فائدہ تھا ایسے حسن کا جب محرم کی آنکھ میں ہی ستائش نا ابھرے۔پھر اسے اپنے دل کی اس اداسی پر ہنسی بھی آئی۔

اپنے دل کو سمجھاؤ دعا۔فارس نے تمہیں زندگی میں جگہ دی ہے۔دل میں نہیں جو یوں خوش فہمیاں "
پال رہا ہے۔"خود اذیتی سے وہ اپنا مذاق خود اڑا رہی تھی۔

دعا کیوں کیا تم نے ایسا؟۔تمہیں ایک بار بھی احساس نہیں ہوا کہ تم کیا کرنے جا رہی تھی۔مجھے نہیں "
پتہ تھا اس خوبصورت اور معصوم چہرے کے پیچھے اس قدر مکروہ اور بدصورت حقیقت چھپی ہو گی
"۔اپنے ہاتھوں کی انگلیاں اسکے شانوں میں کھبوئے اسے جھنجوڑتا وہ غضب بھری سرخ آنکھوں سے اس دیکھتا دھیمی آواز میں چنگھاڑ رہا تھا۔

وہ پوری جان سے کانپ اٹھی تھی ماضی کے کواڑ سے اک کرب بھری یاد نے جھانکا تھا۔آنکھوں کی نمی صاف کرتی وہ واشروم گئی تھی پورا جسم تھکن سے چور تھا شاور لے کر وضو کیا اور سادہ سے ہلکا گلابی سوٹ پہنے باہر آئی۔

نماز پڑھ کر ساری لائٹس آف کی تھیں صرف فارس کی سائیڈ کا لیمپ جل رہا تھا۔اسکا دل شدت سے چاہا تھا کہ فارس سو رہا ہو۔اسوقت وہ اسکی جانب سے کسی پیش قدمی کی متحمل نہیں تھی۔لیکن ایسا صرف وہ چاہ سکی تھی فارس کے ہاتھ بڑھا کر اسے اپنے قریب کرنے پر وہ بنا مزاحمت کیے اسکی طرف کھچی چلی گئی تھی۔اسکے نم دراز بالوں میں چہرہ چھپا کر وہ اس پر حاوی ہوتا چلا گیا تھا۔

دعا کا جی چاہا تھا وہ اسکا اپنے وجود کے گرد بنا مضبوط حصار توڑ کر کہیں بہت دور بھاگ جائے جہاں وہ اس تک رسائی حاصل نا کر سکے۔مگر ستم ظریفی کا یہ عالَم تھا کہ وہ اسی کی باہوں میں مقید فقط سوچ سکی تھی۔ایسا کرنے کی ہمت اس میں نہیں تھی۔اسکی بڑھتی جسارتوں میں اگر سختی کا عنصر نا تھا تو نرمی بھی مفقود تھی۔دعا کی آنکھ سے اک بے بس آنسو نکل کر اسکی کنپٹی میں کہیں گم ہو گیا تھا۔کمرے کی فضا بوجھل اور اداس سی ہوتی گئی جس میں نا تو کوئی میٹھی سی دل کو گدگدا دینے والی سرگوشی گونجی تھی اور نا ہی کسی کی شرمگیں سی ہنسی کی جلترنگ۔اور جہاں قربتوں میں محبتوں کا ولولہ نا ہو وہاں دل میں کوئی میٹھی سی چبھن نہیں، سانسوں کو بوجھل کرتی گھٹن فضاؤں میں رقص کرتی ہے۔

قدموں کی چاپ پر وہ سیدھی ہو کر بیٹھتی نظریں جھکا گئی۔وہ متوازن چال چلتا اس تک آیا تھا اور اس کے سامنے براجمان ہوتے اسکے دلکش چہرے کو نظروں کے حصار میں لیا تھا۔بے ساختہ دل سے تشکر کے کلمات نکلے تھے۔

اسلام علیکم مسز طلحہ مراد"۔آواز سے شوخی و سرشاری جھلک رہی تھی وشمہ نے بمشکل جواب میں سر" ہلایا تھا۔اور اسکا یہ شرمایا، گھبرایا روپ طلحہ کی ہارٹ بیٹ مس کر گیا تھا۔کتنی دیر وہ آنکھوں میں شوق کا جہاں آباد کیے محبت سے اسے تکتا رہا تھا۔یہاں تک کہ وشمہ نے اسکی خموشی سے خائف ہو کر پلکیں اٹھائی تھیں۔نگاہیں ملی تھیں اور اسکی اسکی کانچی براؤن آنکھوں کی تاب نالاتے اسکی کالی ہرنی جیسی آنکھیں جھک گئیں تھیں۔طلحہ نے یہ منظر بہت محظوظ ہوتی آنکھوں سے دیکھا تھا۔پھر تھوڑا سا آگے کی جانب جھک کر سائیڈ ڈراسے سرخ رنگ کی ایک مخملی باکس نکالا تھا۔جسے اب وہ کھول رہا تھا اس میں سے نازک سی خوبصورت چین برآمد کی اور پھر اجازت طلب نظروں سے اسے دیکھا۔وشمہ ہلکا سا تبسم لبوں پر لئے سر جھکا گئی۔تھوڑا سا اسکی جانب جھک کر اب وہ اسے وہ چین پہنا رہا تھا۔اسکے پر حدت ہاتھوں کے لمس نے اسکے جسم میں سنسنی خیز لہر دوڑا دی تھی۔وہ پوری جان سے کانپی تو اسکی غیر ہوتی حالت کو محسوس کرتے طلحہ نے اسکا سرد پڑتا ہاتھ اپنے ہاتھوں کی گرفت میں لیا تھا۔

دعا کچھ کہہ رہی تھی۔ کوئی غلط فہمی کی بات کر رہی تھی شاید۔ کیا بات ہے ؟نرم لہجہ اور مٹھاس بھری آواز میں کہا تو وہ گڑبڑائی۔"

(کہیں دعا آپی نے سب بتا تو نہیں دیا ؟۔اللہ جی بچا لیجئے گا میں نے تو بڑی بڑی ڈینگیں ماری تھیں) دل ہی دل وہ سوچ رہی تھی اسے یوں ہی خاموش دیکھ کر طلحہ کی دوبارہ آواز سنائی دی۔

وشمہ زبان ساتھ ہی لائی ہو ناں ؟۔ بچپن میں تو بہت چلتی تھی آج کیوں سٹی گم ہے ؟۔وہ حیران سا" اسے دیکھ رہا تھا۔

(لو جی !آتے ساتھ ہی پہنچ گئے بچپن پر۔اب اور پتہ نہیں کیا کیا یاد آئے گا ؟) سختی سے آنکھیں بند کر لی تھیں۔

طلحہ اس کے چہرے کے تاثرات بغور دیکھ رہا تھا۔

دیکھیں طلحہ میں بتائے دیتی ہوں۔میں کوئی فلموں ڈراموں کی روتی دھوتی ہیروئین نہیں ہوں جو" آپ کے ظلم چپ چاپ سہہ لوں گی بلکہ میں اینٹ کا جواب پتھر سے دینے والوں میں سے ہوں ۔اگر آپ

ایسا کوئی بھی ارادہ رکھتے ہیں تو بہتر ہو گا اسے ابھی کہ ابھی ترک کر دیں۔"اپنی تمام ہمتیں جمع کرتی وہ اسکی جانب دیکھتے تیز تیز بولتی طلحہ کو ورطہ حیرت میں ڈال گئی تھی۔

"میں کیوں ظلم کروں گا تم پہ ؟۔اور یہ اینٹ، پتھر یہ سب کیا بولے جا رہی ہو ؟۔وہ الجھی نگاہیں اس پر جمائے ہوئے تھا۔وشمہ نے پہلو بدلہ۔(اچھا ہی ہے وشمہ۔آر یا پھر پار)۔خود کو حوصلہ دیتی وہ اسے اپنی قاتل آنکھوں سے دیکھنے لگی۔

"مجھے پتہ ہے ایسا ہی ہوتا ہے۔میں نے پڑھا ہے ناولز میں۔ہیروئین چلبلی سی ہوتی ہے بچپن میں شرارتوں سے ہیرو کو تنگ کرتی ہے اور۔۔۔۔۔پھر شادی کے بعد ہیرو اس کو بیوقوف سمجھتا ہے،اس کو زچ کرتا ہے۔اور اس سے بدلہ لیتا ہے اس سے سیدھے منہ بات تک نہیں کرتا"۔وہ جو اپنی ہی دھن میں بولے جا رہی تھی طلحہ اب اسے پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا۔پھر اس نے دونوں ہاتھ اوپر کی طرف اٹھائے تھے۔

"اللہ تعالیٰ آپ نے میرے نصیب میں یہ اینٹیک پیس رکھا ہے۔مجھے صبر جمیل عطا فرمایئے گا"۔طلحہ نے بے چارگی سے کہتے منہ پر ہاتھ پھیر کر اسے دیکھا جو اب بھولپن سے اسے دیکھ رہی تھی۔چہرے پر سنجیدگی اور انداز میں متانت لئے اسکے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں قید کیے وہ بول رہا تھا

"میں ایسا کچھ نہیں کروں گا وشمہ۔شادی کوئی کھیل نہیں ہے۔میں نے اللہ اور اسکے نبی صّلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر و ناظر جان کر تمہیں اپنے نکاح میں لیا ہے۔تم اب سے میری ذمہ داری ہو،روز محشر مجھ

سے تمہارے بارے میں پوچھ گچھ کی جائے گی۔میں تم سے اچھے برتاؤ اور تمہارے نان و نفقہ کے لئے پابند کیا گیا ہوں۔یہ رشتہ باہمی اعتبار، عزت اور محبت کا متقاضی ہوتا ہے۔ایک دوسرے کو خوبیوں و خامیوں سمیت اپنانا پڑتا ہے۔ہم دونوں مل کر کوشش کریں گے کہ اسے اچھے سے نبھائے اور ایک دوسرے کے لیے اچھے اور ہمدرد لائف پارٹنر ثابت ہوں۔بولو دو گی ناں میرا ساتھ ؟۔چہرے پر مسکان لیے وہ آنکھوں میں محبت بھری جوت لئے آخر میں اس سے پوچھ رہا تھا۔وہ جو اک ٹرانس میں گھری اسے دیکھتی سن رہی تھی ہلکی پھلکی ہو کر دل سے مسکراتی اثبات میں سر ہلا گئی۔وہ قدرے پرسکوں ہوتی اب اپنی پرانی جون میں لوٹ رہی تھی۔

چلیں اب میری تعریف کریں وہ تو کی ہی نہیں آپ نے۔"اپنا دوپٹہ چوڑیوں سے سجے حنائی ہاتھوں سے سیٹ کرتی وہ مسکرا کر کہہ رہی تھی۔طلحہ نے اسے گھورا۔ایش گرے کلر کی میکسی جس پر خوبصورت سلور کام ہوا ہوا تھا پر لائٹ میک اپ میں وہ بہت معصوم اور حسین لگ رہی تھی۔طلحہ نے سب سے چھپ کر دعا سے فرمائش کی تھی کہ میک اپ آرٹسٹ کو کہے لائٹ ہی میک اپ کرے۔اس کے ہونٹوں پر بڑی خوبصورت سی مسکان آن ٹھہری تھی جسے وہ کمال مہارت سے چھپا گیا۔

تعریف ؟کس بات کی تعریف کروں ؟"۔وہ اسے دیکھ کر سنجیدگی سے بولتے اسے زچ کر رہا تھا۔وشمہ " جو نظریں جھکا کر اسکی جانب سے کچھ اچھا سننے کی منتظر تھی۔ہونٹوں کو حیرت کی زیادتی سے نیم وا کھولے اسے دیکھنے لگی۔اور ایسا کرتے وہ طلحہ کو اتنی کیوٹ لگی کہ اسے اپنا دل ڈولتا محسوس ہوا۔

اچھا اچھا یوں تو مت دیکھو۔ کرتا ہوں۔ مسکراہٹ دبا کر اسے تسلی دیتے اسکی ٹھوڑی کو اپنی انگلی انگشت سے ذرا اوپر اٹھاتا وہ بغور اس کا من موہنا چہرہ دیکھ رہا تھا۔ وشمہ کی نگاہیں شرم سے جھکی جا رہی تھیں ۔چہرے پر قوس وقزح کے رنگ بکھر گئے تھے۔

شاندار، لاجواب "۔ وہ مبہوت سے انداز میں گھمبیر لہجہ لئے اپنی خوبصورت آواز کا جادو چلا رہا تھا۔"

سمجھ نہیں آ رہا کیسے بیان کروں۔ کیا ٹیلنٹ ہے۔ بریلیئنٹ۔ ایم امپریسڈ۔ جی چاہتا ہے اس کمال مہارت پر ہاتھ چوم لوں مگر شریعت اجازت نہیں دیتی ناں "۔ اس کے اس عجیب سے انداز تعریف پر وشمہ نے نظریں تعجب سے سوالیہ انداز میں اٹھائی تھیں۔

میک اپ آرٹسٹ کے۔ سیریسلی تمہیں تو بدل کر رکھ دیا ہے۔ بہت ٹیلینٹ ہے یار ماننا پڑے گا۔ وہ سر دھنتا ہوا کہہ رہا تھا اور وشمہ کا جی چاہا وہ کسی دیوار سے اپنا سر دے مارے۔

ایسے تعریف کرتا ہے کوئی اپنی نئی نویلی دلہن کی "۔ خونخوار نظروں سے اسے گھورتے وہ دانت کچکچا کر بولی۔

ہاں تو تم کیا چاہتی ہو شادی کی پہلی رات ہی گناہ گار ہو جاؤں جھوٹ بول کر۔ تم نے تعریف کا کہا تھا " مجھے جو قابل تعریف لگا بتا تو دیا ہے "۔ کندھے اچکا کر وہ معصومیت کے اگلے پچھلے ریکارڈ توڑتا اسے سو واٹ کا جھٹکا لگا چکا تھا۔

اب مجھے یقین آ گیا ہے آپ مجھ سے بدلہ لے رہے ہیں "۔ وہ روہانسی ہوئی۔"

بدلے تو میں تم سے سارے لوں گا وشمہ طلحہ اور وہ بھی سود سمیت۔ مگر انداز ایسا ہو گا کہ تم خود پر ناز " کرو گی۔ ہاتھ بڑھا کر اسکے کان سے جھمکا نکالتے اسکی سرخ پڑتی کان کی لو کو اپنی انگلی شہادت اور انگوٹھے سے سہلاتے وہ معنی خیز لہجے میں بولا تو وشمہ اپنے آپ میں سمٹنے پر مجبور ہو گئی تھی۔ اسکے اپنے چہرے پر جھکنے پر وہ گلنار چہرہ لئے اسی کے سینے میں خود کو چھپا گئی تھی۔ کمرے کی فضا میں محبت گیت گاتی ہنستی مسکراتی انکے ملن پر انکی خوشیوں کے لئے دعا گو تھی۔

URDUNovelians

اگلے دن ولیمے کی تقریب بھی بخیر و عافیت اپنے انجام کو پہنچی تو سب نے سکھ کا سانس لیا تھا۔ فارس اور دعا بچوں کو لیے اگلی صبح نکل آئے تھے۔

دن سست روی سے نکل رہے تھے فارس کی دھوپ چھاؤں سی رفاقت میں وہ خوش نا سہی مگر پر سکوں ضرور تھی۔ وہ اپنے بچوں کے حق میں ایک بہترین باپ ثابت ہو رہا تھا۔ جس پر دعا اپنے رب کا شکر ادا کرتے نا تھکتی تھی۔

موسم بدل رہا تھا۔ گرمی اپنا سامان باندھ کر رخت سفر کا عندیہ دے رہی تھی۔ فضا میں ہلکی ہلکی خنکی محسوس ہونے لگی تھی۔ دعا نے کپڑے دھوئے تھے۔ اسے صبح سے ہی اپنی طبیعت خراب لگ رہی تھی مگر اس نے پرواہ نہیں کی۔ ویسے بھی کتنے موسم گذر گئے تھے وہ سرد و گرم سے بے بہرہ ہو چکی تھی ۔شام تک وہ بخار میں تپ رہی تھی۔ طبیعت کی نقاہت کے باوجود وہ کچن میں کھانا بنا رہی تھی جب فارس اور بچے گھر واپس آئے تھے۔ فارس کچن میں پانی پینے آیا تھا جب اک غیر ارادی نظر اسکی جانب اٹھی تھی وہ ٹھٹکا کچھ غیر معمولی ہونے کا احساس ہوا تو بغور اسکا جائزہ لیا تھا۔ دعا کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا آنکھیں بھی متورم سی ہو رہی تھیں۔

URDUNovelians

"دعا تم ٹھیک ہو؟۔ طبیعت ٹھیک ہے ناں؟"۔ کہتے ہوئے پاس آ کر اسکے ماتھے کو ہاتھ سے چھوا تو وہ آگ کی مانند جل رہی تھی۔ فارس کو سخت غصّہ آیا۔

"پاگل ہو گئی ہو؟۔ بخار میں تپ رہی ہو اور تمہیں یہاں کام کی پڑی ہوئی ہے۔ بتا نہیں سکتی تھی طبیعت خراب تھی تو؟"۔ طیش میں آ کر اسکا بازو جھنجھوڑ ڈالا۔ آواز معمول سے ذرا بلند ہو گئی تھی۔ دعا جو پہلے

ہی بخار کی وجہ سے ادھ موئی ہوئی جا رہی تھی اسکی ڈانٹ پر مزید دل بھر آیا تھا۔آنکھوں سے سیل رواں ہوتا چلا گیا۔

اسے بے آواز روتا دیکھ فارس نے تاسف سے آنکھیں بند کی تھیں۔پھر خود کو ملامت کرتا نرمی سے اسے اپنے ساتھ لگایا تھا۔اور وہ اس عنایت پر مزید پھوٹ پھوٹ کر رو دی تھی۔کیا کچھ یاد نا آیا تھا۔دل اسکی ذرا سی ہمدردی پا کر ہی مچل اٹھا تھا۔ بھل بھل روتی جیسے وہ اپنے سبھی سود و زیاں پر ماتم زدہ تھی۔

زیادہ تکلیف ہو رہی ہے ؟۔ کہیں درد ہو رہا ہے دعا ؟۔اسکے رونے سے خود ہی اندازہ لگاتے ہوئے اسکے " سر کو سہلاتے وہ آواز میں نرمی و فکر لئے کہہ رہا تھا۔

بہت تکلیف ہو رہی ہے فارس۔یوں لگ رہا ہے جیسے۔۔۔۔۔یہ درد میری جان لے لے گا۔ مگر میں " بھی بہت سخت جان ہوں۔۔۔اس بار بھی بچ جاؤں گی "۔ نجانے کس رو میں بہہ کر وہ کہہ گئی تھی بخار نے اسکے اعصاب کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔اس کی لرزتی کمزور سی آواز میں کہی بات نے فارس کو متوحش کیا تھا۔

ایسے کیوں کہہ رہی ہو معمولی سا تو بخار ہے ابھی ہم ہوسپٹل جائے گے دیکھنا تم صبح تک بلکل ٹھیک " ہو گی انشااللہ "۔اسے سامنے کرتے اسکا آنسوؤں سے تر چہرہ صاف کرتے اسے تسلی دے رہا تھا جب مزمل اور حریم بھی ادھر ہی آ گے تھے۔ماں کو یوں روتا دیکھ وہ سہمی ہوئی نظروں سے اسکے پاس آئے تھے۔

مما جی کیا ہوا ہے آپ کو۔بابا نے ڈانٹا ہے آپ کو؟"۔حریم جسکا باپ فیورٹ تھا اس وقت اسے " ناراضگی بھری نظروں سے دیکھتی ماں سے پوچھ رہی تھی۔مزمل ماں کا ہاتھ پکڑ چکا تھا۔

نہیں بیٹا مما کی طبیعت خراب ہے۔ابھی ہم ہوسپٹل جا رہے ہیں۔" فارس نے نرمی سے اسکے خدشات " دور کیے اور دعا کو شانوں سے تھام کر باہر کی جانب قدم بڑھا رہا تھا۔۔

ہسپتال آ کر دعا کا چیک اپ کرنے کے بعد ڈاکٹر نے اسے ڈرپ لگائی تھی۔کمرے میں اس وقت چار نفوس موجود ہوتے ہوئے بھی گھری خاموشی کا راج تھا۔وہ آنکھیں موندے بستر پر پڑی تھی جب کہ سامنے رکھی چیئرز پر حریم اور مزمل باپ کے دونوں اطراف اداس سے بیٹھے ہوئے تھے۔فارس کے چہرے پر فکر کے آثار بہت نمایاں تھے۔

URDUNovelians

وہ ابھی ابھی ڈیوٹی سے واپس آیا تھا یونیفارم میں اسکی شاندار پرسنلٹی اور بھی جچتی تھی۔اسے ڈیوٹی جوائن کیے تیسرا دن تھا۔لاؤنج میں قدم رکھے تو سامنے امی صوفہ پر جب کہ وشمہ انکے آگے نیچے زمین پر کشن رکھے بیٹھی ہوئی تھی۔اسکے تیل سے تر بالوں سے وہ جان چکا تھا کہ یوم چمپی منایا گیا تھا۔سلام دیتے ہوئے وہ امی کے آگے جھکا تھا جنھوں نے اسکی پیشانی چومی تھی اس دوران وہ ان سے نظر بچا کر بلکل اپنے پاس قدموں میں بیٹھی وشمہ کی چھوٹی سی ناک بھی انگلیوں میں بھر کر کھینچ چکا تھا جو اسکی پھرتی میں اپنا بچاؤ بھی نہیں کر پائی تھی۔امی کے سر پر بوسہ دیتا وہ وہیں انکے پاس ہی بیٹھ گیا تھا۔

میں پانی لے کر آتی ہوں"۔وہ اپنی ناک سہلاتی کہہ کر اٹھنے لگی تو طلحہ نے ٹوک دیا۔"

نہیں تم پہلے بال باندھوالو۔"۔امی اسکی چوٹی کرنے لگی تھیں۔"

ویسے ساس بہو میں بڑی محبت پروان چڑھ رہی ہے ماشاءاللہ۔"چہرے پر تھکن کے باوجود وہ بہت فریش سا بول رہا تھا۔

میری اکلوتی بہو ہے۔ محبت تو ہو گی۔اور پھر یہ تو پہلے سے میری بیٹی ہے اب بہو بن کر اور پیاری ہو گئی " ہے "۔امی کے انداز میں اسکے لئے پیار جھلک رہا تھا۔وشمہ نے فخریہ انداز میں اسکی جانب گردن ترچھی کر کے دیکھا۔

اکلوتی کی تو آپ فکر ہی نہ کریں امی۔اگر یہی آپ کی مجبوری ہے تو حکم کریں تین اور کی اجازت تو " شریعت ابھی بھی دیتی ہے۔ بہوؤں کی لائن لگا دوں گا "۔اسکے لبوں پر شریر سی ہنسی مچلی تھی اسکی شرارت پر ہنسی چھپا کر امی نے اسے شانے پر چپت لگائی تھی۔وشمہ پوری اسکی طرف گھومی تھی۔منہ کے زاویے بگڑے تھے۔

کیوں پھپھو نے بہوؤں کا اچار ڈالنا ہے جو آپ لائن لگا دیں گے۔اور بات سنیں ایسے ہی کوئی " حسن " پرے " ہیں ناں آپ جو لڑکیاں پلکیں بچھائے آپکی ہی راہ تک رہی ہوں گی ؟ "۔چہرے پر مصنوئی مسکراہٹ لیے وہ بہت میٹھے ٹھنڈے ٹھار لہجے میں بول رہی تھی۔امی کی ہنسی گونجی تھی۔طلحہ نے اسکی حسن پرے کی نادر تشبیہ پر منہ بناتے شکایتی نظروں سے امی کو دیکھا تھا۔

URDUNovelians

بلکل ٹھیک کہہ رہی ہے میری بیٹی۔خبر دار جو اسے تنگ کیا تو۔میں بھی ذرا نماز پڑھ کر آؤں۔تم بھی " چینج کر لو پھر تمہارے سر میں بھی تیل ڈال دوں کتنے دن ہو گئے ہیں دیکھو بال کیسے روکھے سے لگ رہے ہیں "۔اسکے اچھے خاصے بال انھیں روکھے نظر آ رہے تھے۔اف ماؤں کی یہ لاڈیاں۔وہ اٹھ گئیں۔

وشمہ بھی کچن میں پانی لینے آئی تھی۔

"بڑے آئے لائن لگادوں گا۔اللہ جی یہ کیسا بندا دیا ہے آپ نے مجھے ؟۔شادی کو جمعہ جمعہ آٹھ دن نہیں ہوئے اور محترم کی حسرتیں چیک کریں ذرا۔ مجال ہے جو کبھی میری تعریف بھی کی ہو، یا کبھی دو میٹھے بول ہی بولے ہوں۔ناں جی انہیں تو صرف جی جلانا آتا ہے"۔پانی ڈالتے ہوئے اسکی بڑبڑاہٹیں بھی اپنے عروج پر تھیں۔دروازے کے فریم میں کھڑے طلحہ نے ہنسی ضبط کرتے اسکے دکھڑے سنے تھے ۔وقت نے کروٹ بدلی تھی۔وہ وشمہ جو سارا بچپن اسے تپاتی آئی تھی۔اب طلحہ اسے زچ کرنے اور چڑانے کا کوئی موقع ہاتھ سے نہیں جانے دیتا تھا۔

"ہوں۔۔۔ہوں۔۔۔۔۔مجھ سے کچھ کہہ رہی ہیں مسز طلحہ مراد ؟۔گلہ کھنگار کر وہ انجان بنتا اونچی آواز میں بولا تو وشمہ اچھلی تھی گلاس میں پانی ڈالتے بوتل سے کچھ پانی بھی چھلکا تھا۔وہ اب اس کے قریب آ چکا تھا۔

"نہیں تو۔وہ میں سوچ رہی تھی آپ کے لیے چائے بنالوں۔ تھکے ہوئے آئے ہیں آپ۔"اسکو پانی دیتے ہوئے وہ ہونٹوں کو مسکراہٹ کے انداز میں کھینچتی ہوئی بولی۔وہیں کاؤنٹر پر بیٹھتے وہ گلاس لبوں سے لگاتا اسے نظر بھر کر دیکھ رہا تھا۔خفا چہرہ لئے وہ اسکی آنکھوں کو ٹھنڈک بخش رہی تھی۔گلاس رکھ

کر اسکا ہاتھ تھام کر اسے اپنے آگے کھڑا کیا تھا۔اب وہ خود کاؤنٹر پر بیٹھا ہوا جب کہ وشمہ اس کے دونوں گھٹنوں کے درمیاں کھڑی تھی۔

پتہ ہے تم میرے لیے کیا ہو ؟۔جیسے زندگی کے لیے سانسوں کی روانی اہمیت رکھتی ہے ایسے ہی مجھے " لگتا ہے تم میرے لیے ضروری ہوتی جارہی ہو۔تم جس بھی حال میں ہو مجھے یہ چہرہ دنیا کا سب سے پر کشش مکھڑا لگتا ہے۔اب بھی دیکھ لو تیل میں چپڑے بالوں کے باوجود تم مجھے آسمان سے اتری کوئی حور لگ رہی ہو۔" تھوڑا سا اسکی طرف جھک کر اسکی صبیح پیشانی سے اپنی پیشانی ٹکراتے ،فرط جذبات سے کہتا اپنی گھمبیر آواز سے وہ اسکی دھڑکنیں منتشر کرتا چلا گیا تھا۔اسکی پلکیں لرزی تھی، ہونٹوں کے کونوں میں شرمگیں سی مسکان نے آکر اٹکھیلی کی تھی اور یہ کھیل طلحہ نے بہت مبہوت ہو کر دیکھا تھا۔اسکی پیشانی پر اپنا لمس چھوڑتا وہ اسے شانوں سے پکڑ کر نرمی سے تھوڑا پیچھے کرتا ہوا خود نیچے اترا تھا اور اسکے پاس سے گزرتا چلا گیا۔کبھی کبھی بیوی کی تعریف کرنے میں بھی کوئی مضاحقہ نہیں۔کبھی کبھار کا اظہار محبت اس رشتے کی تازگی کے لیے ضروری بھی ہو جاتا ہے۔

URDUNovelians

اب یہیں کھڑے کھڑے بیہوش نا ہو جانا۔چائے بناؤ میں چینج کر کے آتا ہوں "۔جاتے جاتے اسے " چھیڑتے ہوئے پیچھے سے ہانک لگائی تھی۔وشمہ نے آنکھیں میچ کر رونی شکل بنائی تھی۔

اللہ پوچھے آپ سے طلحہ۔ ٹھیک سے خوش بھی نہیں ہونے دیتے ہیں۔سارے رومانٹک موڈ کا ناس مار " کر رکھ دیا ہے۔" تصور میں اسکو کہتی وہ خود بدمزہ ہوئی تھی۔

مگر چائے کا پانی رکھتے اسکے چہرے پر آسودگی و سرشاری لیے مسکراہٹ رقص کرتی نظر آ رہی تھی۔

اسکا بخار اب قدرے بہتر تھا۔ گھر واپسی تک انھیں رات ہو گئی تھی۔ دعا کی بیڈ روم میں لٹا کر خود اس نے کچن کا رخ کیا تھا۔ سالن وہ بنا چکی تھی اور روٹیاں وہ راستے سے لے آیا تھا۔ دعا کے لیے چکن سوپ بنانے کے لئے چولھے پر چڑھایا ایک لمبا عرصہ اکیلے رہنے کے باعث وہ بہت اچھی نا صحیح گزارے لائق کوکنگ کر ہی لیتا تھا۔

۔ بچوں کے لئے سالن گرم کر کے انکو کھانا کھلایا۔ حریم ماں کے پاس ہی سو چکی تھی جب کہ مزمل اسکے پاس بیٹھا ہوا اسے دیکھ رہا تھا جو ابھی بھی دواؤں کے زیر اثر غنودگی میں تھی۔ گرم گرم بھاپ اڑاتا سوپ باؤل میں لیے وہ اندر داخل ہوا تھا۔

دعا اٹھ کر یہ سوپ پی لو پھر میڈیسن بھی لینی ہیں "۔ اسکا ماتھا ہاتھ لگا کر چیک کرتے وہ بول رہا تھا۔ اس " نے مندی مندی آنکھیں کھولی تھیں۔ سوجی ہوئی آنکھیں، ستا ہوا چہرہ چند گھنٹوں میں ہی اسکو بخار نے نچوڑ کر رکھ دیا تھا۔

وہ کہنی کے بل اٹھ کر نیم دراز حالت میں بیٹھی تھی۔فارس نے اسکے پیچھے تکیہ درست کیا تھا۔دعا نے پاس بیٹھے مزمل کو دیکھا جو پریشان سا اسے ہی دیکھ رہا تھا۔اس نے کبھی ماں کو یوں نڈھال بستر سے لگے نا دیکھا تھا اسکی حیرت بجا تھی۔

دعا نے ہاتھ بڑھا کر اسے اپنے سینے سے لگایا تھا پھر اسکی پیشانی چومی۔

فارس اسکے سامنے ایک گھٹنہ اوپر بستر پر رکھ کر موڑے بیٹھا تھا اور اب سوپ چمچ میں بھر کر اسکی جانب بڑھا رہا تھا۔دعا سٹپٹائی۔

میں خود پی لوں گی "۔اس نے کمزور سا احتجاج کیا۔"

نہیں میں پلا رہا ہوں تم بس منہ کھولو "۔اسکی نہ سنتے وہ ختمی لہجے میں بولا تو دعا کو ماننا ہی پڑی۔"

بمشکل اسے تھوڑا سا سوپ پلایا تھا۔مزمل بہت غور سے یہ ساری کاروائی دیکھ رہا تھا۔اسکے چہرے پر خوشی تھی۔اور نگاہوں میں باپ کے لیے پسندیدگی۔جسے فارس نے اس وقت تو نوٹ نہیں کیا تھا مگر آنے والے وقت میں اسے صحیح معنوں میں اسکا اندازہ ہونے والا تھا۔وہ چپ کے سے وہاں سے باہر چلا گیا تھا ۔فارس دعا کو میڈیسن دے کر اسے لٹا رہا تھا۔

مزمل باہر گیا ہے اسے دیکھ لیجئے گا پلیز "۔اسے آس پاس نہ پا کر اس نے بولا تھا فارس سر ہلا گیا۔"

تم آرام کرو۔میں دیکھتا ہوں اسے "۔کہتے ہوئے اس پر کمبل درست کرتا برتن اٹھا کر وہ باہر نکل گیا۔"

لاؤنج میں نظر دوڑائی وہ کہیں نہیں تھا۔کچن میں آیا تو وہ سامنے کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اسکے قدموں کی آہٹ پر اپنے ننھے ننھے ہاتھوں سے تیزی سے نم چہرہ رگڑا اور گردن نیچے کرتے اپنی ٹھوڑی سینے سے لگائی۔

فارس برتن شیلف پر رکھتا آکر اس کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھا۔بغور اسکا جھکا سر دیکھا جو اپنی چوری پکڑے جانے پر شاید شرمندہ تھا۔

مزمل یار !ایسے روتے تھوڑی ہیں۔آپ تو اپنی ماما کے بہت سٹرونگ بیٹے ہو۔ایسے روگے تو ماما کو برا لگے گا ناں ؟۔اور دیکھنا صبح ماما بلکل پہلے جیسے ٹھیک ہوں گی انشااللہ "۔اس کے سر کے بالوں میں ہاتھ چلاتے محبت سے سمجھایا۔

مجھے اچھا نہیں لگتا ماما جب روتی ہیں تو "۔کمزور سی آواز میں بولا گیا تھا نظریں ہنوز جھکی ہوئی تھیں "۔فارس نے اسے اٹھا کر اپنی گود میں بٹھایا تھا اور نرمی سے اسکے ماتھے کا بوسہ لیتے اپنے سینے سے لگایا۔

ماما کی طبیعت خراب ہے۔اس لیے وہ رو رہیں تھیں "۔اسے پیار سے بہلایا۔مگر اسکی اگلی بات نے اسے ششدر کر دیا تھا۔

وہ ویسے بھی روتی ہیں بابا۔جب۔۔۔۔۔جب رات کو میں اور حریم سو جاتے ہیں وہ بہت روتی ہیں۔پر " میں نے کبھی انکو نہیں بتایا میں جاگ رہا ہوں۔" وہ بہت سمجھداری سے اسے بتا رہا تھا اور فارس کو چھت اپنے سر پر گرتی محسوس ہوئی۔اسے لگا اس کے سامنے اسکا اپنا عکس آ کھڑا ہو گیا ہو۔تو کیا تاریخ خود کو دوہرا رہی تھی؟

مجھے برا لگتا تھا جب دادو ماما کو ڈانٹتی ہیں۔انکو زور زور سے چلاتی ہیں۔ماما تو کبھی لاؤڈ نہیں بولتی۔" وہ " اب بھی آہستگی سے کہہ رہا تھا۔فارس کے لیے آج انکشافات کا دن تھا شاید۔اس کا سوا چار سالہ بیٹا اسے حقیقت کے ان پہلوؤں سے روبرو کروا رہا تھا جن سے اب تک وہ ناواقف تھا۔کہیں نا کہیں اسے برا بھی لگا تھا مزمل کا اپنی دادی کے بارے میں ایسا کہنا۔اسے یہ بھی دعا کی غلطی لگی تھی وہ اس کے معصوم بچوں کو اس سے جڑے رشتوں سے بد ظن کر رہی تھی۔

ایسے نہیں بولتے بیٹا وہ بڑی ہیں آپ کی دادی ہیں۔" وہ اسے آرام سے سمجھا رہا تھا"

ماما بھی ایسا بولتی ہیں۔میں کبھی دادو کو کچھ نی بولا۔"۔اسکی آواز مدھم سی تھی وہ باپ کو صفائی پیش کر " رہا تھا۔

گڈ بوائے۔اب اٹھو اور جا کر سو جاؤ"۔اسے پیار کرتے گود سے اتارا۔"

بابا! میں آج ماما پاس سو جاؤں؟"۔اسکے پوچھنے پر وہ سر ہلا گیا تو مزمل مسکرا کر باہر جانے لگا دروازے" تک پہنچ کر وہ رکا تھا اور پھر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا اس تک واپس آیا تھا۔وہ جو کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھتے اپنی سوچوں میں گم تھا اسے پلٹ کر آتا دیکھ اسکی طرف متوجہ ہوا تھا۔جو سر جھکائے کھڑا تھا۔

وہ۔۔۔۔بابا آپ ماما کو مت بتانا۔میں نے آپ سے جو دادو والی بات کی ماما نے منع کیا ہے میں اور حریم" یہ کسی کو نی بتائیں گے بری بات ہوتی ہے۔نی تو وہ مجھ سے ناراض ہوں گی۔اور رونے والی بات وہ بھی نی بتانا ماما کو برا لگے گا۔وہ چھپ کر روتی ہیں ناں۔میں بھی جب ماما سے چھپ کر روتا ہوں اور انکو پتہ چل جاتا ہے تو مجھے بھی بہت برا لگتا ہے"۔

فارس کو شدت سے اندازہ ہوا تھا اسکا بیٹا اپنی عمر سے کہیں زیادہ سمجھدار اور حساس واقع ہوا تھا۔وہ الجھن بھری نظروں سے اسے دیکھ بمشکل مسکرایا تھا۔مزمل اب چہرے پر اطمینان لیے باہر کی جانب چلا گیا تھا مگر جاتے جاتے فارس کا سکوں غارت کر گیا تھا۔اسکا اندازہ غلط ثابت ہوا تھا مزمل کی باتوں سے اتنا تو معلوم ہو گیا تھا کہ دعا نے اسکے بچوں کے ذہن میں انکے ددھیال کے بارے میں کوئی بری بات نہیں بٹھائی تھی۔اور مزمل نے جو بھی کچھ کہا تھا وہ بھی حرف حرف سچ لگ رہا تھا۔اتنا چھوٹا بچہ خود سے من گھڑت کہانی نہیں بنا سکتا تھا۔

اسے کوئی بات بری طرح دماغ میں کھٹک رہی تھی۔ جسے وہ خود فلحال سمجھنے سے قاصر تھا۔

وہ رات اس نے کرسی پر بیٹھ کر گزاری تھی۔ سامنے بیڈ پر مزمل حریم اور وہ سوئے ہوئے تھے۔ مزمل کے ساتھ اس نے احتیاطاً تکیہ رکھ دیا تھا کہیں رات کو وہ گر نا جائے۔ خود دعا والی طرف آکر بیڈ سے تھورے فاصلے پر کرسی رکھی تھی اس پر بیٹھ کر اس نے ٹانگیں بیڈ پر ذرا ترچھی سی دراز کی تھیں۔ اپنے وجود کو ڈھیلے چھوڑتے وہ نیم دراز سا کرسی کی پشت سے ٹیک لگا گیا۔

اتنے دنوں میں وہ پہلی بار غور سے سامنے لیٹے وجود کا جائزہ لے رہا تھا۔ وہ چونک کر سیدھا ہوا۔ اسکے قریب تھوڑا جھک کر وہ آنکھیں چھوٹی کیے اس کے کانوں کو دیکھ رہا تھا۔ مگر نہیں اسکی توجہ کا مرکز اسکے کان نہیں تھے بلکہ ان میں پہنے وہ قدرے چھوٹے سائز کے ٹاپس تھے۔ اور فارس انکو کیسے بھول سکتا تھا ۔شادی کی رات یہ ٹاپس اسی نے تو اسے منہ دکھائی میں دیے تھے۔ اب اسکی نظر اسکے چہرے سے ہو کر اسکے سینے سے ذرا نیچے دھرے بائیں ہاتھ پر پڑی تھی وہاں تیسری انگلی میں چمکتی وہ نیلے رنگ کی انگھوٹھی اسے ورطہ حیرت میں ڈال گئی تھی اسکی چمک آج بھی ویسی ہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ذہن کے پردے پر اک بھولی بیسری یاد نمودار ہوئی تھی۔

شفق کے کالج میں کوئی پارٹی تھی وہ لاہور سے آیا ہوا تھا تو وہ بضد ہوئی اسے نیا سوٹ دلایا جائے۔ گھر پر کوئی بھی نہیں تھا تو وہ شفق کے ساتھ دعا کو بھی مارکیٹ لے گیا تھا۔ شفق نے اپنی پسند کا فینسی ریڈی میڈ جوڑا لیا تھا۔ فارس نے دعا سے بھی کہا تھا مگر وہ رسانیت سے انکار کر گئی۔ بہن کے سامنے فارس کو بھی زیادہ اصرار کرنا اچھا نہیں لگا تھا۔ وہاں سے نکلے ہی تھے کہ شفق کو اسکی دوست مل گئی تھی اتفاق سے وہ بھی اپنی امی کے ساتھ شوپنگ کے لئے ہی آئی تھی اس نے ابھی جوڑا لینا تھا وہ اسے سوٹ سلیکٹ کرنے میں مدد کا کہہ رہی تھی۔ شفق نے فارس سے پوچھا اسکے حامی بھرنے پر وہ اسکے اسی شاپ میں گھس گئی جہاں سے وہ نکلی تھی۔ فارس نے دعا کو ایک سائیڈ پر لے جا کر کھڑا کیا اور وہیں پاس کھڑا ہو کر شفق کا انتظار کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد اسکی نگاہ دعا پر پڑی تھی جو ارد گرد سے بلکل بے نیاز کھڑی تھی

۔

اسکی نظروں کے تعاقب میں اس نے دیکھا تھا۔ وہاں آرٹیفیشل جیولری کا ایک سٹال تھا جس پر مختلف اقسام کی خالص زنانہ آرائش وزیبائش کے زیورات سجے ہوئے تھے۔ دعا بہت اشتیاق سے اپنی نظریں ایک انگوٹھی پر جمائے ہوئے تھی۔ وہ ایک نیلے سمندر کے پانیوں سی چمک لئے چھوٹے سے نگینے سے سجی نازک سی انگوٹھی تھی جس کے دونوں اطراف ننھے ننھے سفید نگ جڑے ہوئے تھے وہ دیکھنے والے کو اپنی جانب متوجہ کرتی تھی۔ فارس کے لبوں پر بڑی دلفریب سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ وہ اس کے پاس سے چلتا ہوا چند قدم اٹھاتا اس سٹال تک آیا تھا اور وہ انگوٹھی اٹھاتا اب اس کی قیمت معلوم کر رہا تھا۔ والٹ سے پیسے نکال کے اس سٹال والے کو تھمائے وہ واپس مڑا تھا۔ بازار میں اس وقت معمول

کی نسبت کم رش تھا۔دعا آنکھوں میں حیرت لئے اسے اپنی جانب آتا دیکھ رہی تھی جواب بلکل اس کے سامنے آن رکا تھا۔

جب انسان کے دل کو کوئی چیز بھا جائے تو بتا دینے میں کوئی مضحکہ نہیں "۔روشن چمکتی قندیلوں میں " ایک الگ سی جوت لئے وہ مسکرا کر معنی خیز لہجے میں بول رہا تھا اور وہ اسے نا سمجھی سے حیران ہوتی دیکھ رہی تھی۔کچھ پل کے لئے وہ اپنے ارد گرد سے بے نیاز ہو چکا تھا۔آس پاس سے لوگ گذر رہے تھے مگر وہ سب فراموش کیے سامنے کھڑی ہستی میں کہیں کھو گیا تھا۔

نہیں میں تو بس ایسے ہی دیکھ رہی تھی "۔اسکی بات کا مطلب سمجھتے وہ آہستگی سے بولی تھی۔اسکی اتنی " سی توجہ پر ہی اسکے اوسان خطا ہو گئے تھے۔اب وہ اسکی جانب ہاتھ بڑھا کر کھڑا مسکرا رہا تھا۔دعا گڑبڑا کر ادھر ادھر دیکھنے لگی تھی۔شرم کے مارے عارض سرخ ہو گئے تھے جیسے ان کے نیچے مومی شمعیں روشن ہو گئی ہوں۔(یہ انہیں کون سا دورہ پڑھ گیا ہے اللّٰہ جی؟) مگر پھر اسے یوں ہی منتظر کھڑا دیکھ اس نے جھجک کر اپنا بایاں ہاتھ اس کے ہاتھ میں دیا تھا۔جس میں اس نے وہ انگوٹھی پہنائی تھی۔اور فارس کو لگا تھا جیسے وہ تین سو کی انگوٹھی اسکے نرم و نازک ددھیا ہاتھ کی مومی انگلی میں سج کر خود پر نازاں ہوئی ہو

۔

اس کا چہرہ نظروں کے حصار میں لیتے واپس پہلے والی پوزیشن میں جاتے ،اسکی آنکھوں میں گہری سوچ کی پرچھائیاں تھیں۔اس کی دی ہوئی نشانیوں کو اس نے اب تک خود سے الگ نہیں کیا تھا۔اگر اسکی زندگی میں کوئی اور تھا تو اس سے وابستہ چیزوں کو اتنی اہمیت کیوں دی گئی تھی ؟۔الجھن تھی جو سلجھنے کے بجائے بڑھتی چلی جارہی تھی۔

صبح فجر کے قریب اسکی آنکھ کھلی تھی۔کچھ وقت لگا تھا ذہن کو بیدار ہونے میں۔وہ اسی کی جانب کروٹ کیے ہوئے تھی اسے دیکھ کر حیرت کا شدید جھٹکا لگا تھا جو کرسی پر ہی بے آرام سی حالت میں گردن پیچھے کی جانب کرسی کی پشت پر ٹکائے سو رہا تھا۔

تو کیا وہ رات اسکے لیے یوں بیٹھا رہا تھا؟اس سوچ نے دل کو گدگدایا تھا۔

زیادہ خوش کی ضرورت نہیں ہے دعا۔اگر گلی میں بلی کا بچہ بھی بیمار پڑا ملتا تو یہ اس کے لیے بھی یہی " سب کرتا۔اس شخص کی نرم دلی سے واقف تو ہو تم۔بس تمہارے معاملے میں ہی پتھر واقع ہوا ہے "۔دماغ نے اسے جلد ہی آئینہ دکھایا تھا۔اک نظر دوسری طرف سوئے بچوں پر ڈالتی وہ اٹھ بیٹھی تھی ۔وہ ٹانگیں بستر سے نیچے کرتے اسے دیکھنے لگی تھی جس کے پیر بستر پر دھرے تھے اسے جانے کے لیے انکے اوپر سے لپکنا پڑتا۔

فارس "۔ذرا توقف کے لیے انتظار کیا۔"

فارس اٹھ کر یہاں بیڈ پر لیٹ جائیں "۔اب کی بار ذرا ہمت کر کے اسکا بازو ہلایا اسے آنکھیں کھولتے " دیکھ کر کہا تھا۔

تم ٹھیک ہو؟"۔نیند کے باعث معمول سے زیادہ بھاری ہوتی آواز میں پوچھا۔"

دعا نے گردن ہاں میں ہلائی۔

اٹھ کیوں گئی ہو؟"سیدھا ہوتا گردن کو پیچھے کی جانب سے دونوں ہاتھوں سے دباتا ایک اور سوال داغا "

۔

"مجھے نماز پڑھنی ہے۔"

ہوں۔نماز پڑھ کر سو جانا ناشتہ میں خود بنالوں گا۔"کہتا وہ اٹھ کر جانے لگا۔"

آپ کہاں جا رہے ہیں "۔بے اختیار زبان سے پھسلا۔"

اب اٹھ گیا ہوں تو میں بھی نماز پڑھ لیتا ہوں "۔مڑ کر اسے دیکھا اور پھر واشروم کی راہ لی۔وہ نماز پڑھتا تھا مگر باقاعدگی سے نہیں۔ تھوڑی دیر بعد وہ باہر آیا تھا کہنیوں تک بازو فولڈ کیے دونوں بازوؤں کے نم بالوں کے ساتھ ۔اب وہ وہیں کمرے میں جائے نماز بچھا رہا تھا۔دعا اٹھ کر گئی تھی تھوڑی دیر بعد نماز کے سٹائل میں دوپٹہ لپیٹے گیلے چہرے کے ساتھ وہ اس سے چند قدم پیچھے جائے نماز بچھا رہی تھی نماز پڑھتے ہوئے کسی احساس کے تحت اسکی آنکھیں بار بار نم ہو رہیں تھیں وہ پلکیں جھپک کر نمی کو پیچھے دھکیل رہی تھی۔فارس نماز پڑھ چکا تھا اب وہ دعا مانگ رہا تھا پھر وہ کچھ دیر ایسے ہی بیٹھے اس کے سلام پھیرنے کا انتظار کرنے لگا۔اسے سلام پھیرتا دیکھ وہ اٹھ کر جائے نماز فولڈ کرتا بستر کی جانب بڑھ گیا تھا ۔دعا نے ہاتھ اٹھائے تھے۔

اللہ تعالیٰ آپ بہت مہربان ہیں انسان کو وہاں سے عطا کرتے ہیں جہاں اسکی سوچ پہنچ ہی نہیں پاتی " ۔کل تک جو شخص میرا چہرہ دیکھنے کا روادار نہ تھا آج اسی کی امامت میں میں نے نماز ادا کی ہے یہ آپ کی کرم نوازی نہیں تو اور کیا ہے ؟"۔کچھ دیر وہ یوں ہی بیٹھی رہی۔۔۔

مجھے لگتا ہے میرا دل دو حصّوں میں بٹ کر رہ گیا ہے۔اور میں ان دو انتہاؤں کے بیچ کہیں جھول رہی " ہوں جیسے ۔ایک حصّہ وہ ہے جو چاہتا ہے میں کہیں دور بھاگ جاؤں جہاں یہ شخص میرے قدموں کی

دھول تک نا پا سکے اللہ تعالی۔یہ وہ شخص ہے جس نے میری ذات تک کو بے یقین کر دیا تھا۔آپ نے اسے میرا محافظ میرا کفیل بنایا تھا مگر اس نے کیا کیا اللہ۔۔۔میری ذات کی دھجیاں اڑا کر رکھ دیں۔جب وہ سب یاد آتا ہے تو جی چاہتا ہے دوبارہ کبھی اسکی شکل تک نا دیکھوں۔مگر دوسرا حصّہ۔۔۔۔۔۔اب اس کے ساتھ کی تمنا کرنے لگا ہے۔جو چاہتا ہے ان آنکھوں میں اپنے لیے محبت دیکھنا۔اسکی زبان سے دو میٹھے بول سننے کی یہ کان خواہش کرنے لگے ہیں۔زندگی اس کے سنگ یوں بھی گزرے تو بری نہیں مگر ۔۔۔۔۔اگر اس میں اسکی چاہت بھی نصیب بن جائے تو گلزار ہو جائے گی۔انسان بھی کتنی عجیب شے ہے ناں میرے مولا۔اسکی زیادہ کی طلب کبھی کہیں اختتام پذیر ہی نہیں ہوتی۔کل تک میں بہت سے خدشات میں گھری یہ تک سوچنا نہیں چاہتی تھی کہ اس کے آنے کے بعد کیا ہو گا؟۔اور آج جب آپ نے اتنی کرم نوازی کی ہے کہ اس آدمی کے دل میں میرے لیے تھوڑی سی وسعت رکھ دی ہے اس نے مجھے اپنی زندگی میں جگہ دے دی ہے تو اب اسکے ساتھ کے ساتھ ساتھ دل اسکی محبت کا بھی طلبگار بن بیٹھا ہے"۔

وہ کرب سے آنکھیں بند کیے ہوئے تھی۔جیسے یہ سب اس کے لیے بہت مشکل ہو۔سانسوں کی روانی میں خلل پیدا ہونے لگا تھا۔وہ چہرے پر ہاتھ پھیرتی ہوئی اٹھی تھی۔فارس رات بھر بے آرامی کے باعث جلد ہی سو گیا تھا۔حریم کی طرف کروٹ لیے اسے اپنے بازو کے حصار میں لے رکھا تھا۔دعا بھی دوسری سائیڈ آ کر مزمل کے ساتھ سے تکیہ اٹھاتی دراز ہو گئی تھی جگہ کم تھی مگر اس کے لیے کافی تھی ۔کچھ دیر جاگ کر یہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا۔فارس حریم اور مزمل تینوں ایک ساتھ ۔اسکے دل کو تقویت کا احساس ہوا۔اور وہ پلکیں موند کر ہر سوچ کو جھٹکتی چلی گئی۔

فارس احمد اپنے باپ کی نا صحیح مگر اپنی ماں کی اکلوتی اولاد تھا۔اسکے باپ کا تعلق ایک لوئر مڈل کلاس فیملی سے تھا۔احسان الحق کا تعلق ایک دیہاڑی دار خاندان سے تھا جو تلاش معاش کے لئے شمالی وزیرستان سے ہجرت کر کے پنڈی آئے اور یہیں کے ہو کر رہ گئے۔ایسے لوگ جو تمام عمر محنت کرنے کے باوجود اپنے لیے ذاتی مکان نہیں بنا سکتے۔احسان الحق اپنے خاندان کا واحد فرد تھا جو پڑھ لکھ کر بینکنگ میں آتا ہے اور پھر اسکی شادی اپنی چچازاد سعدیہ سے ہو جاتی ہے۔سعدیہ تنک مزاج، شکی اور زبان کی تلخ خاتون ہوتی ہیں۔جنکی وجہ سے آئے دن گھر کا ماحول خراب رہتا ہے۔انکی ایک بیٹی بھی تھی مگر دلوں میں دوری ہر گزرتے دن کے ساتھ بڑھتی چلی جارہی تھی۔ایسا نہیں تھا کہ وہ اپنے شوہر سے محبت نہیں کرتی تھیں بلکہ انکا تعلق عورتوں کے اس قبیلے سے تھا جو سمجھنے سے قاصر ہوتی ہیں کہ مرد ایک ایسا اڑیل گھوڑا ہے جسے محبت سے زیادہ زبان کی مٹھاس اور حسن اخلاق سے رام کیا جاتا ہے۔

شاید یہی گھریلو ناچاقی ہی تھی کہ وہ اپنی ایک کولیگ کی طرف راغب ہو گئے۔سارا جو کہ ایک مڈل کلاس فیملی سے تھی دھیمے مزاج کی، سلجھی ہوئی طبیعت کی پر کشش لڑکی تھی اور اپنے والدین کی اکلوتی اولاد ۔احسان الحق کی وجاہت پر دل ہار بیٹھی تھی۔وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انکا تعلق بھی گہرا ہوتا چلا گیا۔اور سارا کو لگا تھا جیسا کہ محبت میں اکثر ہوتا ہے کہ اگر اسے احسان الحق نا ملا تو ملامت و پچھتاوا اسکا

مقدر بن جائے گا۔وہ سب کچھ بھول گئی یہاں تک کہ اسکا شادی شدہ ہونا بھی۔باپ کو اعتراض ہوا تھا مگر منتیں ترلے کر کے جیسے تیسے اس نے انھیں منا کر ہی دم لیا۔

شادی خفیہ طور پر کی گئی تھی وہ دونوں خوش تھے سارا کی کوئی ڈیمانڈ نہیں تھی وہ رہتی بھی اپنے ابو کے ساتھ ہی تھی جن کا بیوی کے انتقال کے بعد وہی ایک قریبی رشتہ تھی۔وقت گزرتا گیا احسان الحق کبھی کبھار ہی آیا کرتے تھے اس کی طرف مگر وہ پھر بھی خوش تھی اسکی گود میں جلد ہی اللہ نے ایک پیارا سا بیٹا ڈال دیا تھا جس کا نام اسکے نانا نے فارس احمد رکھا تھا۔ایک لمبے عرصے تک انکی شادی صیغہ راز رہی تھی ۔سارا نے کبھی لوگوں کی پرواہ نا کی تھی جو شادی کے بعد بھی اسکے باپ کے گھر رہنے پر چہ میگوئیاں کرتے تھے۔وہ فارس میں مگن تھی اور اس بہرم میں خوش کہ احسان الحق اس سے محبت کرتے ہیں۔

پھر ایک دن نجانے کیسے سعدیہ کو پتہ لگ گیا۔وہ اپنی نو سالہ بیٹی کو لے کر انکے گھر آ گئی تھی۔اور وہاں رو پیٹ کر وہ تماشہ کیا تھا کہ ارد گرد لوگوں کا جمگھٹا بن گیا تھا۔فارس چھ سال کا تھا اور ایسا پہلی بار ہوا تھا کہ اسے اسکول سے لینے اسکے نانا اور ماں میں سے کوئی نہیں آیا تھا۔وہ ساتھ والے گھر کے بچے کو لینے آئے اسکے ابو کے ساتھ واپس آیا تو اپنے گھر کے صحن میں اس قدر بھیڑ دیکھ کر ہراساں ہوئی نظروں سے ماں کو دیکھا تھا۔اسکے نانا بھی ایک طرف کھڑے تھے انکے کندھے جھکے ہوئے تھے اور چہرے پر رنج و ملال کی سیاہی تھی۔

ایک عورت چیخ چیخ کر اسکی ماں کو برا بھلا کہہ رہی تھی اسکو کوس رہی تھی اور اس کی ماں زرد چہرے پر دہشت اور خالی آنکھوں میں وحشت لیے بس نظریں جھکا کر سن رہی تھی۔وہ سہم کر ایک کونے میں جا رکا تھا۔اسکا ننھا دماغ کچھ سمجھنے سے قاصر تھا وہ حساس طبیعت کا روشن ذہانت سے چمکتی آنکھوں والا بچہ اس عورت کے الفاظ سمجھنے اور انکا مفہوم جاننے کی کوشش میں لگا تھا۔جب وہ اس نے اسکی ماں کا چہرہ نوچنے کی سعی کرتے ہوئے اس کی جانب جھپٹنے کے انداز میں بڑھی تو محلے کی کچھ عورتوں نے اسے پکڑ لیا تھا۔

ارے اس جیسی ڈائنیں ہی ہوتی ہیں جو دوسری عورتوں کے شوہروں پر ڈاکا ڈالتی ہیں۔جنکا نا تو کوئی " کردار ہوتا ہے اور نا ہی کوئی عزت۔جہاں خوبصورت مرد دیکھیں وہیں رال ٹپکنے لگتی ہے۔نجانے کتنے ہوں گے جنہیں اپنی ادائیں دکھا کر پاگل بنایا ہو گا "۔

اسکے معصوم ذہن نے صرف ایک لفظ کو سمجھا تھا "ڈاکہ "یعنی کہ چوری مگر اسکی ٹیچر نے تو کہا تھا کہ چوری کرنا بری بات ہوتی ہے پھر ماما نے چوری کیوں کی ؟۔وہ اپنی سمجھ کے مطابق سب دیکھ اور سن رہا تھا۔

جب اسکا باپ وہاں ہانپتا ہوا پہنچا تھا۔ہوائیاں اسکے چہرے پر بھی اڑی ہوئی تھیں۔اب وہ اس عورت کی منتیں کر رہا تھا اسے وہاں سے چلنے کا کہہ رہا تھا۔اسکی آواز میں کسی قسم کا رعب و دبدبہ نہیں تھا بلکہ ایک عجیب سی بے بسی و شرمساری تھی۔پھر وہ اسے اور اس نو سالہ بچی کو لیے وہاں سے چلا گیا تھا ایک بھی

نظر سارا پر ڈالے بغیر۔اس بچے کو اپنے باپ کا یوں اسکی ماں کو نظر انداز کر کے جانا برا لگا تھا۔آہستہ آہستہ لوگ بھی سرگوشیاں کرتے وہاں سے جاتے گئے

۔تب اسکی ماں کی نظر اس پر پڑی تھی جو آنکھوں میں سراسیمگی لیے اسے دیکھ رہا تھا وہ شکستہ قدموں سے اس تک آئی تھی کسی لٹے ہوئے مسافر کی طرح گھٹنوں کے بل اس کے آگے بیٹھی تھی اور اسے گلے لگا کر ڈھاڑیں مار مار کر روئی تھی نانا نے یہ منظر بہت ازیت بھری آنکھوں سے دیکھا تھا اور پھر وہ اندر کی طرف بڑھ گئے۔اور وہ جسے لگا تھا محبت نا پا کر وہ تہی داماں رہ جائے گی آج جان پائی تھی کہ محبت کے بغیر پھر زندہ رہا جا سکتا ہے۔مگر عزت کے بغیر زندگی یوں تنگ ہوتی ہے کہ ہر آنے جانے والی سانس اک عذاب کا روپ دھار لیتی ہے۔سات سال بعد اسے پتہ چلا تھا کہ عزت سے بیاہ کر لائی گئی خاندانی بیوی چاہے کتنی ہی ان چاہی کیوں نا ہو اس کا معاشرے میں اک وقار ہوتا ہے اور چھپ کر کی ہوئی شادی میں عورت کے حصے میں محبت تو آتی ہے مگر اسکی قیمت وہ اپنا مان،اپنا کردار اور عزت گروی رکھ کر چکاتی ہے۔اس کے پچھتاوں کا یہاں سے آغاز ہوا تھا۔

URDUNovelians

اسکے بعد ایک لمبے عرصے تک اس کے باپ نے ادھر کا رخ نہیں کیا تھا۔اسکی ماں اکثر رویا کرتی تھی ۔وہ جب کبھی بھی اسکے باپ کو کال کرتی وہ حالات بہتر ہونے پر آنے کا پروانہ اس کے ہاتھ تھما کر اپنی

خاندانی مجبوریوں کا رونا رویا کرتا تھا۔اسکی ماں کو اسکی محبت نے کہیں کا نہیں چھوڑا تھا۔وہ اپنے سود و زیاں میں کبھی کبھی اسے بھی فراموش کر بیٹھتی تھی ایسے میں نانا کا وجود اس کے لیے بڑی ڈھارس ثابت ہوا تھا۔مگر جلد ہی انہوں نے بھی ہمت ہار دی تھی بیٹی کا غم سینے میں لیے وہ اس دنیا سے چلے گئے۔

اسکا باپ بھی سن کر آیا تھا۔وہ چار دن وہاں رہا تھا۔جب جانے لگا تو اسکی ماں اسکے سامنے آ کھڑی ہوئی تھی وہ چاہتی تھی کہ وہ اسے چھوڑ کر نہ جائے اور اگر جانا ضروری تھا تو ان دونوں کو بھی ساتھ لے کر جائے۔مگر اسکے باپ کو دونوں باتیں منظور نہ تھیں وہ اسے اپنی مجبوری بتا رہا تھا اور ساتھ ہی اپنے خاندان کے کسی فرد کو اپنے پاس روک لینے کا مشورہ دے رہا تھا۔اس پر انکا جھگڑا ہوا تھا اور اس کا باپ تن فن کرتا وہاں سے چلا گیا تھا۔پہلی بار اپنے باپ کے لیے اس کے دل میں ناپسندیدگی کے جذبات پیدا ہوئے تھے۔۔پیچھے اسکی ماں روتی بلکتی رہی تھی۔یہ جانے بغیر کہ انکے معصوم بچے پر اسکا کیا اثر پڑ رہا تھا۔جو پہلے سے کم گو، گم صم اور سہما سا رہنے لگا تھا۔اس نے اپنا سب سے پیارا دوست اپنے نانا بھی کھو دیے تھے جنکی آغوش میں وہ کچھ دیر کے لیے سستا لیا کرتا تھا۔۔۔

URDUNovelians

وقت گزرتا چلا گیا۔احسان الحق کبھی مہینے میں ایک دو چکر لگا لیا کرتے تھے۔پھر ایک دن وہ آئے تو بہت خوش تھے پتہ چلا ان کے ہاں اتنے عرصے بعد بیٹے کی پیدائش ہوئی ہے۔فارس پہلے بھی باپ کے زیادہ قریب نہ تھا اب تو انھیں دیکھتے ہی وہاں سے کھسک جایا کرتا تھا۔پھر انکی آمد مزید تاخیر کا شکار ہوتی گئی ۔اس نے اپنی ماں کو آدھی آدھی رات کو روتے دیکھا تھا مگر کبھی اپنے جاگنے کا تاثر نہیں دیا۔اس نے کبھی ماں سے اس سب کے بارے میں سوال نہیں کیا تھا پھر وہ بہت اداس ہو جایا کرتی تھی۔مگر اس رات بہت عجیب بات ہوئی۔اسکی ماں نے اسے اپنے سامنے بٹھایا تھا

فارس میری جان ماما کو معاف کر دینا۔اس سب میں تمہاری کوئی غلطی نہیں تھی بیٹا۔تم یہ سب ڈیزرو نہیں کرتے تھے۔تم کیا کوئی بچہ بھی یہ سب ڈیزرو نہیں کرتا"۔اس کے بالوں میں انگلیاں چلاتے وہ نم زکام زدہ سی آواز میں کہہ رہی تھی۔"

"ماما بابا اب کیوں نہیں آتے؟"

وہ اب نہیں آئے گے بیٹا۔آپ کی ماما سے ایک غلطی ہو گئی ہے۔"وہ اپنے سامنے بیٹھے آٹھ سالہ بچے" کے آگے اعتراف جرم کر رہی تھی اتنا سب کچھ جو وہ اپنے دل میں دبائے بیٹھی تھی اب آتش فشاں کی صورت اختیار کر گیا تھا۔جسے باہر نہ آنے دیا جاتا تو وہ اندر ہی اندر جل کر بھسم ہو جاتی۔

آپ مجھے بتائیں میں آپ کی غلطی فکس کر دوں گا"۔اس کے آنسو اپنے ہاتھوں سے صاف کرتے اسکی آواز میں اک عزم تھا۔سارا نے اسے اپنی آغوش میں لیتے سختی سے خود میں بھینچ لیا تھا۔۔

ماما کی غلطی اتنی بڑی ہے کہ اب کبھی فکس نہیں ہو پائے گی"۔گلوگیر آواز میں اپنے خسارے کا ماتم کیا گیا۔

ماما وہ آنٹی کون تھیں؟"۔دو سال بعد وہ پوچھ رہا تھا۔اس واقعہ کے بعد اس نے کبھی ماں سے سوال نہیں کیا تھا۔

وہ آپ کے بابا کی پہلی بیوی ہیں فارس آپ کی بڑی ماما۔اور وہ جو انکے ساتھ تھی وہ آپ کی بہن تھی"۔اور اب اللہ تعالیٰ نے ایک بھائی بھی بھیجا ہے چھوٹا سا"۔وہ کبھی بھی سعدیہ سے روایتی حسد کا شکار نہیں رہی تھی اسنے ہمیشہ تسلیم کیا تھا پہلی بیوی ہونے کے ناطے وہ احسان الحق پر زیادہ حق رکھتی ہے۔

تو پھر ہم ساتھ کیوں نہیں رہتے ماما۔اور۔۔۔۔۔۔۔سب کی ایک ماما ہوتی ہیں میری دو کیوں ہیں؟"۔اس کے معصوم سوالوں کا جواب دینا سارا کے لیے پل صراط پر چلنے کے مترادف تھا۔

کیوں کہ آپ کی ماما نے ایک غلطی کر دی تھی۔مجھے آپ کے بابا سے شادی نہیں کرنی چاہئے تھی " ۔" شکستہ لہجہ اسکے درد کی عکاسی کرتا ہوا۔

مجھے بابا بلکل بھی اچھے نہیں لگتے۔آپ انکی وجہ سے اتنا روتی ہیں مجھے برا لگتا ہے "۔وہ اداس تھا نظریں " جھکا کر آج اپنے دل کی بات زبان پر لے آیا۔ایک مدت کے بعد اسکی ماں نے ایسے کھل کر اس سے بات کی تھی ورنہ تو اسے چپ ہی لگ گئی تھی اور اسکی یہ خاموشی فارس کو بھی کم گو بنا گئی تھی۔

نہیں میری جان ایسا نہیں بولتے۔آپ کے بابا آپ سے بہت پیار کرتے ہیں۔وہ آپ کو اپنے ساتھ " لے جائیں گے۔میرا بیٹا بہت اچھا ہے۔وہ بہت اچھے سے رہے گا کسی کو پریشان نہیں کرے گا۔اپنی بڑی ماما اور بہن بھائی کا خیال رکھے گا۔آپ کی ماما کی وجہ سے انجانے میں انھیں بہت تکلیف پہنچی ہے ۔ماما نے کبھی ایسا نہیں چاہا تھا فارس۔"وہ ایک بار پھر سے رو رہی تھی فارس اسکی باتوں پر الجھ رہا تھا۔

میں کہیں نہیں جاؤں گا ماما۔میں ہمیشہ آپ کے پاس رہوں گا۔میں بابا کی طرح کبھی آپکو چھوڑ کر نہیں " جاؤں گا "۔اسکے گرد اپنے ننھے بازوؤں کا گھیرا بناتا وہ نفی میں سر ہلاتا بول رہا تھا اور سارا بس روئے جا رہی تھی۔باہر صحن میں تاریکی چھائی ہوئی تھی نیم روشن برآمدے میں بیٹھے ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے وہ دو نفوس اس اندھیرے کا حصہ معلوم ہوتے تھے۔

فارس سمجھ نہیں سکا تھا اسکی ماں نے یہ سب کیوں کہا تھا اور پھر وقت نے بتایا تھا۔جب ایک روز اسکی ماں اچانک سے بے ہوش ہو گئی تھی۔وہ اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے اسکو ہلا رہا تھا اسکا چہرہ تھپتھپا رہا تھا مگر اسکی ایک پکار پر جواب دینے والی اسکی ماما خاموش ہو گئی تھیں۔روتے ہوئے وہ سر پٹ بھاگا تھا ۔ساتھ والے گھر سے آنٹی کو بلایا تھا۔اسے ہسپتال لے جایا گیا تھا مگر تب تک سانسوں کی ڈوری ٹوٹ چکی تھی۔ڈاکٹر نے بتایا تھا وہ دل کے عارضے میں مبتلا تھی اسکے دل کی شریانیں بند ہو گئیں تھی اور اسے ہوسپٹل لے کر آنے میں دیر کر دی گئی تھی۔

پھر آسمان نے رنجیدہ ہو کر دیکھا تھا ایک ایسی میت جسکا سرپرست ایک آٹھ سالہ بچہ تھا۔اسکے باپ کو بہت دیر سے خبر ہوئی تھی۔وہ گھر کے صحن میں لوگوں کے ہجوم میں ننگے پاؤں بیٹھا پتھرائی ہوئی آنکھوں سے اپنی ماں کا سرد نیلا پڑا چہرہ دیکھ رہا تھا۔اسے بس اتنا سمجھ آیا تھا جیسے نانا ہمیشہ کے لیے اسے چھوڑ گے تھے ایسے ہی اسکی ماں بھی اب کبھی واپس نہیں آئے گی۔اسکا باپ کسی لٹے ہوئے جواری کی طرح آیا تھا اور اسے خود سے لپٹا کر کسی دیوانے کی مانند دھاڑیں مار مار کر رویا تھا۔اسکی محبت نے ایک زندہ دل،زندگی سے بھرپور وجود کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا تھا۔زندگی اس پر اس قدر تنگ ہوئی کہ اسکا دل جو کبھی اسکے لیے دھڑکتا تھا اسکی بے وفائی،نارسائی نے وہ دھڑکنیں تک چھین لی تھیں۔اسے اسکی موت سے زیادہ اپنے پچھتاوے پر رونا آ رہا تھا۔مگر افسوس وقت ریت کی مانند اسکی مٹھی سے سرک گیا تھا۔مگر اس کی آنکھوں میں جو گرد اڑ کر پڑی تھی اسکی چبھن ساری عمر اسے بے چین رکھنے والی تھی۔

احسان الحق اسے ساتھ لے آئے تھے۔سعدیہ نے اسے کھلے دل سے اپنایا تھا۔سبین پہلے پہل اس سے کھچی کھچی رہتی تھی پھر وقت کے ساتھ ساتھ اسکا رویہ بھی بہتر ہوتا گیا۔اس کے کچے ذہن پر اسکی ماں کی باتوں نے بہت پکے نقوش چھوڑے تھے۔اس نے سعدیہ کے وجود میں پناہ حاصل کر لی تھی۔سبین کے آگے پیچھے پھرتا رہتااور چھوٹے سے زوار کے پاس گھنٹوں بیٹھا رہتا۔احسان الحق سعدیہ کے مشکور دکھائی دیتے وہ اسکے اس احسان کے نیچے دب کر رہ گئے تھے جو وہ فارس کو اپنے بچوں کی ہی طرح پیار سے پیش آ رہی تھی۔زوار دو سال کا تھا جب شفق پیدا ہوئی۔فارس کو وہ سب سے زیادہ پیاری تھی ۔اسکی گڑیا۔

فارس کو ففتھ کلاس کے بعد بوڈنگ میں بھیج دیا گیا تھا۔اسکی ماں نے اسے لے کر بڑے بڑے خواب دیکھے تھے جنہیں احسان الحق پورا کرنا چاہتے تھے۔اس عورت کی قدر انھیں تب ہوئی تھی جب وہ اسے ہمیشہ کے لیے کھو چکے تھے۔چھٹیوں میں جب بھی وہ آتا بہت خوش ہوتا تھا۔وقت کے ساتھ ساتھ وہ سنبھل گیا تھا۔اس کے سب کے ساتھ تعلقات بہت خوش گوار تھے سوائے اپنے باپ کے۔انکے درمیاں اک خلیج سی در آئی تھی جسے پاٹنا اب شاید ممکن نہ تھا۔وہ انکی عزت کرتا تھا انکا فرمانبردار بیٹا تھا ۔انکا خیال بھی رکھتا تھا۔مگر وہ ان سے خود سے بات نہیں کرتا تھا وہ بات کرتے تو جواب دے دیتا ۔اپنے پرابلمز شئیر نہیں کرتا تھا۔کہیں نا کہیں وہ انھیں ناپسند بھی کرتا تھا۔

اسکی نظر میں اسکا باپ ایک ایسا کمزور مرد ثابت ہوا تھا جو خود سے منسلک دو عورتوں کی زندگی داؤ پر لگا بیٹھا تھا اور اس کھیل میں اسکی ماں اپنی جان سے گئی تھی تو پہلی بیوی (سعدیہ) بھی خوش نہیں تھی انکی بے وفائی کا داغ اسکے سینے میں بھی چراغ شب کی مانند جل رہا تھا۔ سعدیہ اکثر اس کے سامنے رو دیا کرتی تھی اور انھیں روتا دیکھ اسے بھی ایک گلٹ ہونے لگتا تھا۔ اسکی ماں بھی تو کہیں نا کہیں اس عورت کے آنسوؤں کی ذمہ دار تھی جس نے جانتے ہوئے کہ اسکا باپ ایک شادی شدہ مرد ہے ایک بچی کا باپ ہے۔ پھر بھی محبت میں اندھی ہو بیٹھی اور پھر وہی اندھی محبت اسے کسی خون آشام بلا کی مانند نگل گئی ۔ شعور کی دہلیز پر پہلا قدم رکھتے جو سوچ اس کے دل و دماغ کو جکڑ چکی تھی وہ اسے سعدیہ کا قرض دار کر گئی تھی اسے لگتا تھا اسکے ماں باپ کی وجہ سے اس عورت نے جو تکلیف جھیلی ہے اس کا مداوا اب اسے کرنا تھا۔ ایک اچھا، محبت کرنے والا فرمانبردار بیٹا بن کر جس نے شوہر کی بے وفائی بھلا کر اسکی دوسری عورت سے ہوئی اولاد کو فراغ دلی سے اپنا لیا تھا۔۔

وہ انجئینرنگ کے آخری سال میں تھا جب احسان الحق کی وفات ہوئی وہ اک عرصے سے جگر کے عارضے میں مبتلا تھے۔

URDUNovelians

انکے مرنے کے بعد وہ ماں اور بہن بھائی کے لیے ایک مضبوط سہارا بن گیا تھا۔ وہ لوگ کرائے کے گھر میں رہتے تھے۔ فارس نے ایک دو بار سعدیہ سے کہا تھا اگر وہ چاہے تو وہ سب اسکے نانا کے گھر شفٹ ہو سکتے ہیں جو اب اسکی ملکیت تھا۔ مگر انہیں وہاں جانا گوارا نا تھا۔ وہ انکے احساسات سمجھ سکتا تھا۔ تبھی وہ

گھر اسنے سیل کر دیا اور ایک اچھی جگہ گھر لے لیا۔اسکا باپ تمام عمر اپنا گھر نا بنا سکا تھا۔ مگر اس نے ماں اور بہن بھائی کو اپنے گھر کا تحفظ فراہم کیا تھا۔ سعدیہ کی آنکھیں اسے دیکھ بار بار چھلک رہی تھیں۔ وہ حقیقتاً انکی تکلیفوں کا مداوا کر رہا تھا۔ مگر انجان تھا کہ اس کوشش میں وہ خود کسی معصوم کے لیے اذیت کا باعث بن کے احساس جرم کی اس کھائی میں جا گرے گا جہاں سے نکلنا اس کے لیے مشکل ترین ہونے والا تھا۔

اسکی لاہور میں جاب ہوئی تھی۔اس لیے وہ مہینے میں ایک ھی چکر لگا پاتا تھا پنڈی کا۔ سمائرا اسکی کولیگ تھی۔اچھی عادات کی، خوبصورت، سلجھی ہوئی طبیعت کی۔ دونوں کے مزاج بھی ملتے تھے۔ وہ اسے اپنے لائف پارٹنر کے طور پر ہر لحاظ سے مناسب لگی تھی۔اس بار وہ پنڈی آیا تو امی کو اسکے بارے میں بتایا تھا جواب سنجیدگی سے اسکی شادی کا سوچ رہی تھیں۔اسکے بتانے پر خوش ہوئی تھیں اور جلد از جلد وہاں جانا چاہتی تھیں۔اس نے سمائر سے بات کی تھی اور اسکی طرف سے کوئی اعتراض نہ ہونے پر وہ امی اور سبین کو لے کر لاہور آیا تھا۔

وہ خود ساتھ نہیں گیا تھا انکے۔ وہ دونوں گئی تھیں اور جب واپس آئیں تو انکے چہرے اداس اور اترے ہوئے تھے۔اس نے پوچھا تو سبین نے جو بتایا وہ اسکے لیے بہت حیراں کن تھا۔

آخر سمائر ایسا کیسے کر سکتی تھی جبکہ اس نے اس سے بات کر کے ھی انکو بھیجا تھا۔

تمہیں نہیں پتہ فارس کتنی بے عزتی کی ان لوگوں نے ہماری۔ سمائر نے توامی کو سوتیلی تک کا طعنہ " دے دیا۔امی کتنی چاہ سے گئی تھیں۔بس اک سرسری سی بات کیا کر دی وہ توآگ بگولہ ھی ہو گئی باہر تک کا راستہ دکھا دیا ہمیں۔اتنے دور ہم یہ عزت افزائی کے لیے آئے تھے کیا"۔

سبین غمزدہ سی بول رہی تھی سعدیہ بلکل خاموش بیٹھی ہوئی تھیں جیسے بہت گہرے صدمے کے زیر اثر ہو۔

اچھا اچھا بس بھی کرو سبین کوئی بات نہیں۔میرے بیٹے کی خوشی ہے وہ بچی۔میں تو سو بار سر کے بل " چل کر جانے کو تیار ہوں۔فارس میرا بیٹا کال کرو سمائر بیٹی کو۔اس سے کہو میری کوئی بات بری لگی ہے تو میں معافی مانگنے کو تیار ہوں۔ہم پھر چلے جائے گے "۔آنکھوں میں نمی تھی دکھ تھا، سسکی کا احساس تھا مگر چہرے پر مسکراہٹ لیے وہ بہت محبت سے کہہ رہی تھیں۔

فارس انکے پاس گھٹنوں کے زور پر بیٹھا تھا انکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر اسکی پشت پر عقیدت سے بوسہ دیا تھا۔

نہیں امی۔آپ کیوں معافی مانگیں گی۔بلکہ جواب تواب سمائر کو دینا ہو گا۔اسے کس نے حق دیا آپ " کی انسلٹ کرنے کا "۔

اسکی آواز میں ناراضگی و غصہ تھا۔

چھوڑو میری جان ایسے تو بات بڑھ جائے گی "۔آرام سے سمجھایا گیا۔"

بات تواب بڑھ چکی ہے امی۔بلکہ اختتام پزیر بھی ہو گئی ہے۔" ختمی انداز ،دوٹوک الفاظ تھے۔"

لیکن بیٹا وہ تمہاری پسند۔۔۔۔"۔"

آپ پر ایسی ہزاروں پسند قربان امی۔جو لڑکی آپ کی عزت نہیں کر سکتی وہ میری بیوی بھی نہیں بن " سکتی۔مجھے معاف کر دیں میری وجہ سے آپ کو ذلت اٹھانی پڑی۔اگر مجھے ذرا بھی اندازہ ہوتا ناں امی کہ وہ لوگ ایسا کریں گے تو کبھی نا کہتا آپکو وہاں جانے کے لیے "۔مدھم آواز میں وہ پشیماں سا بول رہا تھا ۔سعدیہ نے فخر سے اسکا ماتھا چوم کر اسے سینے سے لگایا۔

"ایک بار پھر سوچ لو فارس۔ کہیں بعد میں پچھتاوا نا ہو ؟۔"

بعد کے پچھتاوے سے بچنے کے لیے ھی کہہ رہا ہوں امی۔ مجھے اپنی ماں اور بیوی میں رسہ کشی والا ماحول نہیں چاہیے "۔اسکا لہجہ اٹل تھا۔

دیکھنا میں اپنے بیٹے کے لیے چاند سی دلہن لاؤں گی سب دیکھتے رہ جائے گے "۔اسکے سر پر ہاتھ پھیرتے کہا تو وہ بس بے دلی سے مسکرا دیا۔

اگلے دن آفس میں وہ اسکے ٹیبل پر ہاتھ رکھے تھوڑا جھک کر سامنے بیٹھی سائر کو آنکھوں میں سرد تاثر لیے دیکھتا بول رہا تھا۔

کیا میں پوچھ سکتا ہوں مس سائر وقار کہ آپ نے کل میری امی اور بہن کے ساتھ اتنا انسلٹنگ سلوک کیوں کیا ؟۔اسکی آواز میں خفگی و ناراضگی تھی۔ سائر کو اپنے فیصلے پر مزید اطمینان ہوا۔

آفس ٹائمنگ کے بعد کیفے میں ملتے ہیں وہیں بات ہو گی "۔آرام سے جواب دے کر وہ فائل کی طرف متوجہ ہوئی تھی وہ بھی خود کو کنٹرول کرتا مڑ گیا تھا۔

اب پوچھیں فارس جو پوچھنا ہے۔میں ہر سوال کا جواب دینے کو تیار ہوں بشرطیکہ آپ سننے کی ہمت رکھتے ہوں "۔وہ مستحکم لب و لہجے کے ساتھ گویا ہوئی۔

مجھے صرف یہ جاننا ہے کہ آپکو کس نے حق دیا انکو گھر بلا کر بے عزت کرنے کا "۔وہ دبا دبا چیخا۔

توانکو کس نے حق دیا میرے ھی گھر میں کھڑے ہو کر میرے ھی والدین کے سامنے میرے کریکٹر کو جج کرنے کا "۔دوبدو جواب آیا

وہ جج نہیں کر رہیں تھیں وہ سرسری سی ایک عمومی بات کر رہی تھیں جسے آپ نے پرسنل رنگ دے دیا "۔وہ اب بھی برہم ہو کر اسکی ھی نفی کر رہا تھا۔

اچھا فارس وہ کون سی مائیں ہوتی ہیں جو بیٹوں کا رشتہ لے جا کر وہاں ایسے عمومی موضوع پر باتیں" کرتی ہیں۔جو ڈھکے چھپے لفظوں میں بہت واضح پیغام دیتی ہیں کہ آپ کی بیٹی کیسی بے شرم ہے جو گھر سے باہر جاب کا کہہ کر نکلتی ہے مگر وہاں غیر مردوں کو اپنی اداؤں کے جھانسے میں پھنسا لیتی ہیں اور ماں باپ بھی خوش ہو رہے ہوتے ہیں"۔اسکا لہجہ بھی اب کے ذرا تلخی لیے ہوئے تھا۔

سمائر میری امی زیادہ پڑھی لکھی نہیں ہیں ہو سکتا ہے انکی کسی بات سے آپکو غلط فہمی ہوئی ہو"۔اسکی" بات پر وہ جز بز ہوا تھا مگر وہ اب بھی اپنی بات پر قائم تھا۔

آپکو پتہ ہے فارس صبح تک مجھے کہیں نا کہیں تھوڑا افسوس تھا۔آپ جیسا لائف پارٹنر ملنا خوش قسمتی" ہو گی کسی بھی لڑکی کے لیے۔مگر اب مجھے اپنے فیصلے پر بہت اطمینان محسوس ہو رہا ہے۔آپ بہت اچھے ہیں، مخلص اور ہمدرد طبیعت کے۔مگر مسلہ پتہ ہے کیا ہے؟آپ جیسا کھرا انسان منافقوں کی بستی میں رہتا ہے اور اس پر ستم یہ ہے کہ وہ انھیں اپنا دوست خیال کرتا ہے۔۔جو نا تو اسکے اپنے لیے اچھا ہے اور نا ہی اس سے جڑے رشتوں کے لیے۔اللہ بھی فرماتا ہے منافق کی نہ تو دوستی اچھی اور نا ہی دشمنی اچھی ۔ایسے لوگوں سے دور رہنے میں ہی بھلائی ہوتی ہے۔"وہ اسے معنی خیزی سے بہت کچھ سمجھانا چاہ رہی تھی۔

سمائر وہ میرے اپنے ہیں"۔وہ لفظ "اپنے" پر زور دے کر بولا تھا۔"

بلکل ایسا ہی ہے۔آپ کی نظر میں وہ آپ کے اپنے ہیں۔مگر۔۔۔۔۔ان کے لیے آپ انکے اپنے نہیں " ہیں اور یہی فرق ہے جو آپکو دکھائی نہیں دے رہا۔میں پھر بھی کہوں گی فارس اپنی آنکھوں پر بندھی اندھے اعتماد کی یہ پٹی اتار کر دیکھئے۔کہیں ایسا نا ہو ایسی ٹھوکر کھا بیٹھیں کہ سنبھلنا دشوار ہو جائے اور آپ کے حصّے میں خسارے اور ندامت کے سوا کچھ نا آئے۔میں دعا کروں گی فارس آپ کی زندگی میں جو لڑکی بھی آئے آپ اس کے صرف شوہر نہیں اس کے محافظ بنیں۔اسے اپنے آگے پیچھے گھومتے چہروں پر اپنائیت کا ماسک چڑھائے لوگوں کی سفاکیت کو نذر ہونے سے بچا پائیں۔اسکے ہمدرد بن کر اسے سمجھ سکیں۔آپکا اور میرا ساتھ تقدیر میں لکھا ہی نہیں تھا اور لکھا بھی ہوتا تو ایسی صورت حال میں میں دعا کرتی کہ اللہ پاک میری تقدیر کا یہ فیصلہ بدل دے۔گڈ بائے مسٹر فارس احمد "۔وہ اسے آئینہ دکھا کر جا چکی تھی جس میں وہ اپنی تصویر دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔اپنے اندر کے غصے کو دباتا وہ کتنی دیر وہاں اکیلا بیٹھا رہا تھا۔

اس واقعہ کے ایک ماہ بعد ہی اسکی ٹیبل پر سائر کا میرج کارڈ رکھا تھا۔فارس اس بار گھر آیا تو امی اسکا رشتہ طے کرنے کی بات کر رہیں تھیں۔اسے ایک تصویر بھی دکھائی گئی تھی۔معصومیت اور حسن کا امتزاج لیے دلکش سا چہرہ۔دیکھنے والا نظر بھر کر دیکھنے پر مجبور ہو جاتا۔امی کو یہ رشتہ ہر لحاظ سے پسند آیا تھا ۔فارس کو بھی کوئی اعتراض نہیں تھا سوائے اسکے وہ عمر میں اس سے کافی چھوٹی تھی۔وہ خود ستائیس کا تھا جبکہ وہ بمشکل اٹھارہ کی لگتی تھی۔مگر امی نے اسکی اس بات کو ہوا میں اڑا دیا تھا یہ کہہ کر کہ اتنا فرق تو نارمل ہے۔اور یوں دو مہینے میں ہی سب معاملات طے پاتے اسکی شادی کی تاریخ رکھ دی گئی تھی۔

فارس نے آفس جوائن کر لیا تھا۔جرمنی میں ہی اس نے اسلام آباد کی ایک دو کمپنیز میں آن لائن اپلائی کیا تھا جس کا پازیٹو رسپانس آیا تھا۔حالانکہ اسے آفر ہوئی تھی وہ چاہتا تو کنٹریکٹ کا دورانیہ بڑھایا جا سکتا تھا مگر اس نے انکار کر دیا تھا۔اسکے بچے بڑے ہو رہے تھے اور اسے انکے ساتھ رہنا تھا۔باپ کے ہوتے ہوئے بھی اسکے وجود کی کمی کیا ہوتی ہے وہ خود تو جانتا تھا مگر اس تکلیف دہ احساس سے اپنے بچوں کو بچانا چاہتا تھا۔

وہ گھر واپس آیا تو اسکی گاڑی کے ہارن کی آواز پر حریم نے ہی ڈور کھولا تھا۔وہ شام ہوتے ہی اسکا انتظار کرنے لگتی تھی۔جب تک وہ گاڑی اندر لایا تھا وہ ڈور بند کر چکی تھی اب دوڑ کر باپ کے پاس آئی تھی اور اسکی ٹانگوں سے لپٹ گئی۔تب تک اس کی گڑیا سنبھالتا مزمل بھی ان تک آ چکا تھا۔

URDUNovelians

بابا! میں آپ کے لیے پانی لاؤں؟"۔مزمل اس سے ملنے کے بعد پوچھ رہا تھا۔"

نہیں بیٹا !آپ کھیلو"۔ تھوڑی دیر وہیں باہر وہ اپنے دن بھر کی تھکن بھلائے انکے ساتھ مگن ہو گیا تھا" جو بال کے ساتھ کھیل رہے تھے۔وہ کبھی حریم کو سپورٹ کرتا تو کبھی مزمل کو۔اتنے دنوں میں ایک خوش آئند تبدیلی واقعہ ہوئی تھی وہ تھا مزمل کا اس کی طرف جھکاؤ۔اس رات کے بعد سے وہ اس سے بات کرنے لگا تھا۔رات کو سونے سے پہلے وہ اس سے اپنے دن بھر کی اہم اہم باتیں جو اسکی نظر میں اہم تھیں بتایا کرتا تھا۔اس سے سوال پوچھتا تھا اور اس سب سے فارس کو بہت اطمینان ہوا تھا۔حریم تو تھی ہی اسکی چڑیا۔

کچھ دیر بعد وہ انھیں کھیلتا چھوڑ کر خود اندر آیا تھا۔کچن کا رخ کیا تھا۔اسے یوں سامنے دیکھ وہ جو اپنے ہی خیالوں میں مگن سبزی کاٹ رہی تھی چونکی اور بس چھری نے اپنا کام کر دکھایا تھا۔اسکے انگوٹھے کے پور میں کٹ لگا تھا اور اب اس میں سے تیز دھار کی صورت خون نکل رہا تھا۔اسکے ہربڑانے پر چھری اسکے ہاتھ سے گری تھی فارس نے اسے دیکھا تو سرعت سے اسکی جانب آیا۔

کیا بیوقوفی ہے دعا۔دھیان کہاں ہوتا ہے تمہارا؟"۔اسکے انگوٹھے کو اپنے انگوٹھے سے زور سے دباتے" ہوئے وہ جھنجھلایا۔دعا نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر درد کی شدت کو ضبط کیا۔

تم خود کے بارے میں اتنی لاپرواہ کیوں ہو؟"۔اسکے زخم پر ساری توجہ مرکوز کیے وہ اسے ملامت کر رہا" تھا۔آواز میں سرزنش تھی۔

جب کوئی پرواہ کرنے والا نا ہو تو انسان یوں ہی خود سے بے پرواہ ہو جاتا ہے "۔اسکی زبان سے " بے اختیار نکلا تھا۔فارس نے نظریں اٹھائی تھیں اور دعا کو اندازہ ہوا تھا وہ کیا بول گئی ہے۔بے ساختہ اسنے نظریں چرائی تھیں۔لمحوں کے طلسم نے فارس کو جکڑا تھا۔اسکے چہرے پر بڑی مبہم سی مسکراہٹ نے اپنی چھپ دکھائی تھی۔

تو تم چاہتی ہو کہ میں تمہاری پرواہ کروں؟ "۔اسکی جانب ذرا جھک کر وہ اسکی آنکھوں میں جھانکنے کی " کوشش کرتا ہوا اسکے لفظوں پر گرفت کر گیا۔اس کا لب و لہجہ سرسری سا تھا مگر اسے اپنا تمسخر اڑاتا ہوا محسوس ہوا اسے اپنی بے اختیاری پر ندامت ہوئی تھی مگر تیر کمان سے نکل چکا تھا۔

بولو۔جواب دو؟ "۔اسکی دوسری کلائی پر گرفت کرتا اسے ہلکا سا جھٹکا۔"

تو کیا یہ چاہ غلط ہے؟ "وہ اس کی جانب دیکھ کر ہمت کر گئی۔فارس بے یقینی سے اسے دیکھنے لگا جیسے اس " جواب کی توقع نا ہو۔پھر اسکی آنکھوں نے رنگ بدلہ تھا سپاٹ، سرد سی بے تاثر آنکھیں۔

کاش دعا وہ سب نا ہوا ہوتا تو ہمارے درمیاں یہ خلیج بھی نہ ہوتی۔میں خود کو خوش قسمت تصور کرتا " ۔مگر تمہاری ایک لغزش نے سارا منظر بدل دیا "۔اسکی آواز میں اک چھبن تھی۔

سب نارمل ہو کر بھی بہت کچھ ابنارمل ہے ہمارے رشتے میں۔مگر میں پھر بھی کوشش کروں گا تمہیں " کوئی شکایت نا ہو۔تم میرے بچوں کی ماں ہو اس ناطے تمہاری فکر ہے مجھے۔"اسکے ماتھے کو بلاارادہ اپنے لبوں سے چھوا تھا اسکی بات سے دل میں کہیں ہوک سی اٹھی تھی۔تو کیا وہ ساری عمر بس اسکے بچوں کی ماں ہی بن کر رہے گی ؟۔اسکی زندگی میں اسکا بس یہی اک حوالہ ہو گا ؟

ساتھ رہیں گے تو ایک دوسرے کی عادت ہو جائے گی اور عادتیں عموماً محبتوں سے زیادہ جان لیوا " ثابت ہوتی ہیں۔کچھ لگا لیناکٹ پر جلدی ٹھیک ہو جائے گا "۔نرمی سے انگوٹھا اٹھاتا وہ اس کے زخم کا جائزہ لیتا وہاں سے اٹھ گیا تھا۔پیچھے وہ اسکی پشت کو دیکھتی رہ گئی۔کیا اسے سب بتا دینا چاہئے ؟ذہن نے سوال اٹھایا۔

URDUNovelians

بتانے کی کوشش پہلے بھی تو کی تھی کیا ہوا ؟۔آپ نے نا کل میرا اعتبار کیا فارس نا آج کریں گے " ۔میں بار بار خود کو بے وقعت نہیں کر سکتی۔میرے وجود پر لگی چھوٹی سی چوٹ بھی آپکو دکھائی دیتی ہے مگر روح جو زخموں سے چور ہے اسکا کیا فارس ؟۔وہ کیوں نہیں دیکھ پائے آپ کبھی ؟"۔دل کہیں اندر ہی اندر کرلایا تھا۔

اس شام اچانک سے طلحہ اور وشمہ کی آمد نے سب کو خوش گوار حیرت میں مبتلا کیا تھا۔ڈرائنگ روم میں اچھی خاصی محفل جمی ہوئی تھی۔فارس کچھ دیر پہلے ہی آفس سے واپس آیا تھا گرے ڈریس پینٹ و ویسٹ کوٹ ،وائٹ شرٹ اور گرے ٹائی جواب ڈھیلی سی گلے میں جھول رہی تھی اسکی دراز قامد و مضبوط جسامت پر خوب جچ رہی تھی۔وشمہ نے اسے سراہتی نظروں سے دیکھا تھا بے اختیار اس نے اسکا موازنہ آکاش سے کیا تھا بیشک وہ بھی خوش شکل تھا مگر اس کا دل اس حقیقت کا معترف ہوا تھا کہ فارس ہر لحاظ سے اس سے کہیں گنا بہتر تھا۔

تبھی دعاری فریشمنٹ کے لوازمات لیے آئی تھی وائٹ شلوار ،ہلکے آسمانی رنگ کی پلین قمیض پر سر پر اوڑھے وائٹ دوپٹے میں وہ صاف ستھرے چہرے کے ساتھ سادگی میں بھی بہت پیاری لگ رہی تھی ۔انکی جوڑی کو توصیفی نظروں سے دیکھتے دل میں ماشاءاللہ کہا تھا۔وہ خوش تھی دعا کے لیے اگر اسکی شادی اسکے بھائی سے ہوتی تو شاید وہ اتنی خوش و خرم نہ ہوتی۔وشمہ پہلی بار اس کے گھر آئی تھی اور اس نے دعا کے نصیب پر رشک کیا تھا۔اکثر ظاہری زندگی کی چکا چوند دیکھ کر سمجھا جاتا ہے سامنے والا بڑا ہی کوئی خوش حال ،آسودگی سے جی رہا ہے مگر حقیقت کبھی کبھی الٹ بھی ہوتی ہے۔حریم وشمہ کے پاس بیٹھی بڑے شوق سے اسکی کلائی میں سجی چوڑیوں سے چھیڑ چھاڑ کر رہی تھی۔

امی نہیں آئیں ساتھ ؟"۔دعا طلحہ کو جوس دیتے ہوئے استفار کر رہی تھی۔"

آئیں ہیں مگر سفر کی وجہ سے انکی کمر میں درد ہو رہا تھا تو ساتھ یہاں نہیں آئیں۔ماموں کی طرف ہی ہیں " ۔اور ہم تو آپ لوگوں کو لینے آئے ہیں ڈنر ساتھ کریں گے "۔طلحہ مزمل کو پیار کرتے بولا۔

تو یار ہمیں کہہ دیتے ہم آ جاتے تم دونوں نے خواہ مخواہ اتنی زحمت کی۔"فارس کی جانب سے جواب " آیا تھا۔

کیوں فارس بھائی آپ کو اچھا نہیں لگا ہمارا یہاں آنا؟۔وشمہ شرارتی انداز میں بولی تو فارس مسکرایا۔"

نہیں بیٹا آپ سو بار آئیں۔میں تو اس لیے کہہ رہا تھا کہ سفر سے آئے ہو کچھ آرام کر لیتے ہم خود آ " جاتے ملنے۔اور ساتھ ہی کل کے ڈنر کا انویٹیشن بھی دے آتے۔"وہ رسانیت سے کہہ رہا تھا۔وشمہ ہنسی ۔

جانتی ہوں فارس بھائی۔میں تو مذاق کر رہی تھی۔اور طلحہ تو انفارم کرنے والے تھے آنے کا میں نے " ہی منع کر دیا کہ سرپرائز دیں گے۔" فارس نے مسکرا کر سر ہلایا۔

بابا مجھے بھی ایسی چوڑیاں لینی ہیں "۔حریم اپنی جگہ سے اٹھ کر باپ کے پاس آئی تھی اور اب اسکے " کان میں سرگوشی کے سے انداز میں بول رہی تھی۔فارس ہلکا سا ہنسا۔

بابا اپنی پرنسس کو بہت پیاری سی چوڑیاں دلائیں گے "۔اسکے ناک سے اپنی ناک رگڑی۔"

اور ہم ماما کے لیے بھی لائیں گے۔"اگلی فرمائیش بھی جاری ہوئی۔وشمہ اور طلحہ نے مسکرا کر اسے " دیکھا تھا۔دعا جز بز ہوئی۔

بلکل۔حریم ان سب میں صرف آپ ہی جینئس ہیں۔ورنہ دعا آپی نے تو خود کو بلکل ہی فراموش کیا " ہوا ہے اور فارس بھائی آپ بھی کچھ نہیں کہتے انہیں ؟۔کبھی کبھی تھوڑا تیار شیار ہونے میں کیا حرج ہے ۔"وشمہ نے ایک ساتھ دونوں کا محاصرہ کیا تھا۔

وشمہ دو بچوں کی ماں ہونے کے بعد بھی کیا ہار سنگھار کئے بیٹھی رہا کروں ؟"۔دعا نے خفگی سے اسے " گھورا۔

اب اگر آپ وقت سے پہلے دو بچوں کی ماشاءاللہ سے اماں بن گئی ہیں تو کیا بوڑھی بھی ہو گئی ہیں " ؟۔اور ویسے بھی میرا ماننا ہے کہ عورت کسی بھی عمر کی کیوں نہ ہو شوہر کے لیے تیار ہونے کا اسلام بھی حکم دیتا ہے "۔اس نے بڑی بوڑھیوں کی طرح نصیحت جاڑی۔طلحہ نے اسکی سمجھداری سے کہنے پر بڑے مشکل سے قہقہہ ضبط کیا۔

صحیح کہا نا میں نے فارس بھائی "۔اس نے اسے بھی رگیدا تھا ساتھ ۔"

ہوں۔بلکل ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ وشمہ۔مگر مسئلہ یہ ہے کہ دعا جس بھی حال میں ہوں مجھے تو " پیاری ھی لگتی ہے۔میں چینج کر کے آتا ہوں "۔حریم کو پیار دیتا وہ اٹھ گیا تھا دعا یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ صرف اپنی اور اسکی پوزیشن کلئیر کرنے کے لیے بول گیا ہے جھینپ گئی تھی۔

دیکھا طلحہ آپ نے فارس بھائی کتنے لوونگ ہیں۔آپ نے تو کبھی میری ایسے تعریف نہیں کی ؟۔اب " وہ اسے خشمگیں نظروں سے گھور رہی تھی۔

وشمہ خدا کی مانو یار۔ابھی صبح تو کی تھی "طلحہ نے اسے گھورا تھا دعا ہنسی۔"

ہاں تو وہ تو میں تیار ہوئی ہوئی تھی تب کی تھی۔"اسے اعتراض ہوا۔"

"

اچھا اب جب منہ دھولو گی تو پھر دوبارہ کر دوں گا۔ چلیں بھئی جلدی کریں امی انتظار کر رہی ہوں گی "۔"۔طلحہ نے مسکراہٹ دبا کر کہتے ساتھ ھی جلدی مچائی۔

دعا اور وشمہ نے جلدی سے بچوں کو تیار کیا تھا۔اور آخر میں دعا نے ڈریس چینج کیا۔آدھے گھنٹے بعد وہ گھر سے نکل چکے تھے۔وشمہ اور طلحہ اپنی گاڑی میں تھے جبکہ وہ اپنی گاڑی میں۔راستے میں طلحہ نے امی کو آنے کا بتا دیا تھا وہ بھی اپنے گھر واپس آ گئیں تھیں۔وہ لوگ ماموں کے بجائے اپنے گھر ہی آئے تھے۔امی انھیں دیکھ جی اٹھیں تھیں۔کھانا ہوٹل سے آرڈر کیا گیا تھا۔طلحہ اور وشمہ کی نوک جھونک سے سبھی محظوظ ہو رہے تھے۔کامدار جوڑے میں سجی سنوری سی وشمہ خوب چہک رہی تھی۔اس کے چہرے پر حقیقی خوشی کا عکس دکھائی دیتا تھا۔فارس نے بلا ارادہ اس کا اور دعا کا موازنہ کیا تھا۔جو امی کی کسی بات کا جواب دے رہی تھی اسے لگا جیسے وہ زبردستی مسکرانے کی کوشش کر رہی ہو۔ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق تھا۔طلحہ کی کسی بات پر وشمہ ہنسی تھی دعا نے اسے یوں کھلکھلاتے دیکھ دل سے اسکی خوشیوں کی دعا کی تھی۔ تبھی فارس نے جانچتی نظروں سے اسے دیکھا تھا۔

وہ رات کافی دیر سے واپس آئے تھے دعا بچوں کو سلا رہی تھی جب کہ وہ بستر پے نیم دراز اپنی سوچوں میں غرق تھا۔

وہ کافی دنوں سے دعا پر گہری نگاہ رکھے ہوئے تھا۔وہ اسے الجھا رہی تھی۔وہ ویسی تو بلکل نہیں تھی جیسا اسے بتایا گیا تھا۔پہلے کبھی وہ اتنا وقت اسکے قریب نہیں رہا تھا جو اسے جان پاتا مگر اب جب وہ ڈیڑھ دو ماہ سے اس کے پاس تھا تو بہت کچھ جاننے اور سمجھنے لگا تھا۔وہ ضدی تھی، گھر کے کاموں میں دلچسپی نہیں لیتی تھی، سب سے الجھتی تھی جس کی وجہ سے سب نے اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا تھا تو پھر یہ دعا کون تھی ؟۔جو بہت نفاست و عمدگی سے گھر اور بچوں کا خیال رکھتی تھی، اسے اپنے کسی کام کے لیے بھی اسے کہنے کی ضرورت نہیں پڑی تھی اسے بنا کہے ہی ہر کام وقت پر ہوا ہوا ملتا تھا۔پر اتنی بڑی تبدیلی نا قابل فہم تھی۔اور اگر وہ اداکاری کر رہی تھی تو پھر وہ بہت بڑی فنکار تھی۔مگر اسکے چہرے پر جو معصومیت تھی وہ یہ سب ماننے سے بھی انکاری تھا۔آج اس کا وشمہ سے تقابل کرتے اسے اسکی اداسی و ملال پہلی بار محسوس ہوا تھا۔چلو مان لیا کہ اس سے غلطی ہوئی تھی۔وہ اس کی کچی عمر کی نادانی تھی وہ یہ بھی مانتا تھا۔تو اب جب وہ سب بھلا کر آگے بڑھ رہا تھا تو زمینی خدا کیوں بن بیٹھا تھا؟۔اسکی ایک خطا کو اسکی تمام عمر کا گناہ کیوں گردان رہا تھا؟۔اسکی آنکھوں کی بجھی جوت، وشمہ کے مقابلے اسکا گم صم انداز اسے بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر رہا تھا۔اسکا بھی حق تھا زندگی کی خوشیوں پر جہاں کوئی ہوتا جو اسے چاہتا اسے سراہتا۔

جب وہ سونے کے لیے آئی تو فارس نے پہلی بار اپنا بازو دراز کرتے اسکا سر اپنے شانے پر رکھا تھا۔دعا کی حیرت بجا تھی۔وہ کب اسکی ایسی ناز برداریوں کی عادی تھی ؟۔فارس نے بھی اسکے انداز کو بھانپ لیا تھا ۔

سو جاؤ دعا۔کیوں اپنی جان مشکل میں ڈالنا چاہتی ہو ؟"۔اسکی حیرت سے پھیلی آنکھوں کو چومتے وہ" معنی خیز لہجے میں بولا تو وہ جلدی سے آنکھیں موند گئی تھی۔

اسکے ہاتھ اس کے پہلو میں رکھے تھے۔فارس نے اسکے گریز کو محسوس کیا تھا۔وہ اپنی ہی سوچوں میں غلطاں لاشعوری طور پر اسکا نرم وملائم گال سہلا رہا تھا۔دعا نے طمانیت سی اپنے اندر سرایت کرتی محسوس کی۔جلد ہی وہ نیند کی وادی میں کھو گئی تھی مگر وہ بہت دیر تک جاگتا رہا تھا۔وہ اپنی کہی بات سے پلٹ رہا تھا۔اس نے دعوی کیا تھا وہ اسے کبھی محبت نہیں کرے گا مگر انجان تھا اسکی محبت آہستہ آہستہ اس کے گرد حصار بناتی جا رہی تھی۔

فارس آفس اور بچے اسکول جا چکے تھے۔ایسے میں گھر اور بھی سائیں سائیں کرنے لگتا تھا۔اس کے اندر باہر ایک سی ویرانی چھانے لگتی تھی۔معمول کا کام نمٹا کر وہ ابھی فارغ ہوئی ھی تھی کہ فارس واپس آ گیا ۔وہ پریشان حال سا تھا۔شفق ہسپتال ایڈمٹ تھی اسکا مس کیرج ہوا تھا شادی کے دو سالوں میں یہ اسکا

تیسرا مس کیرج تھا۔وہ اسے لیے ہسپتال کے لیے نکلا تھا۔راستے میں وہ امی سے فون پر بات کرتا رہا تھا جس میں وہ بار بار انھیں تسلی دیتا چپ کروا رہا تھا کہ کہیں انکی اپنی طبیعت خراب نا ہو جائے۔وہاں پہنچے تو روم میں شفق کے علاوہ اسکی ساس اور شوہر بھی موجود تھے۔بازو میں لگی ڈرپ کے ساتھ وہ نڈھال سی غمزدہ دکھائی دیتی تھی۔فارس نے اسکا سر چوما تو وہ بے اختیار رو دی۔

کیسی طبیعت ہے میری گڑیا کی اب ؟"۔اس کے انداز میں بہن کے لیے محبت اور فکر تھی۔"

ٹھیک ہوں بھائی "۔کمزور، نحیف سی آواز میں بولتی وہ آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے لیے بے رونق سے " چہرے کے ساتھ وہ پہلے والی شفق تو نا تھی جس کے چہرے پر ہمہ وقت شادابی ہوا کرتی تھی۔دعا بلکل خاموش سی اسے دیکھ رہی تھی خالی آنکھیں لیے بلکل اسکے دل کے جیسے۔

اب وہ حسن (شفق کے شوہر) سے بات کرتے ہوئے کمرے سے باہر نکل گیا تھا۔شفق کی ساس اس سے بات کرنے لگی تھیں تو وہ بھی انکی جانب متوجہ ہوئی۔

بس بیٹا پتہ نہیں میرے نصیب میں پوتا پوتی کی خوشی دیکھنا لکھی بھی ہے کہ نہیں۔کتنا سمجھاتی ہوں " احتیاط کرو مگر آج کل کی لڑکیاں سنتی کہاں ہیں بڑے بزرگوں کی۔"وہ رنجیدہ سی بول رہیں تھیں انکے لب و لہجے میں شفق کے لیے واضح خفگی تھی۔

انشااللہ آنٹی اللہ پاک جلد آپکو وہ دن دکھائے "۔وہ سادہ سے لب و لہجے میں بولی تھی۔آنٹی ایک دو اور " باتیں کرتیں وہاں سے باہر چلی گئی تھیں۔اب کمرے میں صرف وہ اور شفق موجود تھیں۔وہ سامنے صوفے پر بیٹھی تھی۔کچھ دیر کے لیے کمرے میں سناٹا سا چھا گیا۔اور اسی خاموشی سے شفق گھبرا اٹھی تھی۔

بھابھی "۔اسکی آواز کہیں دور سے آتی محسوس ہوئی تھی۔دعا بولی نہیں تھی بس اسکی جانب دیکھا تھا" اسکی نظروں نے شفق کا دل لرزا کر رکھ دیا تھا۔وہ آنکھیں کیسی سپاٹ تھیں بلکل بے تاثر، کسی بھی جذبے سے نابلد۔اسکی آنکھوں سے بھل بھل آنسو بہہ نکلے تھے۔دعا اٹھی اور اس کے پاس آکر رکی ۔اسکے کندھے پر تسلی آمیز انداز میں ہاتھ رکھا۔

سب ٹھیک ہو جائے گا شفق "۔عجیب میکانکی سا انداز۔"

اب کچھ ٹھیک نہیں ہو گا۔ڈاکٹر نے کہا ہے میرے ماں بننے کے چانسز بہت کم ہیں "۔اسکی نظریں جھکی ہوئی تھیں۔

اللّٰہ سے نا امید نہیں ہوتے "۔اس نے ڈھارس بڑھانا چاہی۔"

مجھے لگتا ہے آپ کی آہ لگی ہے مجھے "۔اسکی آواز میں ندامتوں کا بسیرا تھا۔"

میں نے کبھی تمہارا برا نہیں چاہا شفق "۔وہ اسے دیکھنے لگی تھی دل میں اسکے لیے ترس نے جگہ بنائی تھی " ۔وہ ان سب جتنی کٹھور چاہ کر بھی نہیں بن سکتی تھی۔بھلا فطرت کے خلاف بھی انسان جا سکتا ہے۔

یہی تو دکھ ہے بھابھی۔آپ کی خاموش آہوں نے عرش تک رسائی حاصل کر لی ہے۔کاش " ۔۔۔۔کاش آپ مجھ سے لڑ لیتیں، جھگڑ لیتیں، مجھے برا بھلا کہہ لیتیں۔"وہ سسک رہی تھی۔

اب اس سب کا کوئی فائدہ نہیں ہے شفق۔میرے حصّے کی اذیتیں جھیل چکی میں۔میں منافق نہیں ہوں " جو دل میں تمہارے لیے بغض و عناد رکھ کر تمہیں چہرے پر فکر لیے ملوں گی۔میرے دل میں تمہارے خلاف کچھ نہیں ہے۔مگر میں اتنا بھی بڑا دل نہیں کر پا رہی کہ وہ سب بھلا دوں۔تم کچھ مت سوچو ۔آرام کرو اللّٰہ پاک تمہارے لیے آسانیاں پیدا فرمائے۔"اس کے انداز پر کسی احساس سے عاری بولتے

مجسمے کا گمان ہوتا تھا۔وہ واپس اپنی جگہ جا کر بیٹھ چکی تھی۔ شفق کا جی چاہا تھا وہ اس کے پاؤں پڑ کر اس سے معافی مانگ لے مگر اتنی اخلاقی جرات کہاں سے لاتی اپنے اندر۔وہ فقط آنسو بہا سکتی تھی جو وہ کر رہی تھی۔

انسان جب کسی کے ساتھ برا کرتا ہے تو بھول جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مکافات عمل کا چکر بھی رکھ چھوڑا ہے جو ایک نا ایک دن اسے اپنے لپیٹ میں لے ھی لیتا ہے۔وہ اب اسکے گرداب میں پھنستی جا رہی تھی۔

فارس کے بہت زیادہ اصرار پر بھی شفق ہسپتال سے انکے ساتھ آنے پر آمادہ نہ ہوئی تھی۔وہ اپنے گھر ہی جانا چاہتی تھی تو مجبوراً فارس کو ہار ماننا پڑی۔وہ اسے لے کر پریشان تھا۔اسکی ساس کا رویہ اسے بہت کچھ باور کروا گیا تھا۔اس کا متوحش ہونا لازم تھا۔ایسے میں امی بھی بار بار اسے کال کر رہیں تھیں۔اس وقت رات کے نو بج رہے تھے دعا بچوں کو سلا کر آئی تو وہ کہیں نہیں تھا۔وہ اسے تلاشتی باہر آئی تھی ۔سامنے صحن میں وہ ٹہل رہا تھا ایک ہاتھ میں فون لیے وہ بات کر رہا تھا جب کہ دوسرا ہاتھ ٹراؤزر کی جیب میں تھا۔دعا کو یکلخت ٹھنڈ کا احساس ہوا۔رات کے وقت فضا میں خنکی کا زور بڑھ رہا تھا۔مگر وہ

ہاف سلیوٹی شرٹ میں بے نیاز سا لگ رہا تھا۔وہ اپنوں کو لے کر ایسا ہی خبطی تھا۔خود کو فراموش کر دینے والا۔

امی کیا ہوا جو سبین آپا نہیں ہیں تو۔میں کل پھر جاؤں گا اس کے گھر۔آپ تو یوں پریشان نا ہوں۔اللّٰہ " بہتر کرے گا انشااللہ "۔اس کی فکر مندانہ آواز اسکے کانوں میں پڑی تھی۔

سبین اپنی نند کی بیٹی کی منگنی میں شرکت کے لیے دوسرے شہر گئی ہوئی تھی۔وہ الٹے قدموں واپس ہو لی۔کمرے میں آکر اس نے اسکی گرم شال نکالی تھی اور پھر باہر آتے اسکی جانب بڑھائی۔وہ بات کرتے کرتے رک کر اسے دیکھنے لگا تھا۔پھر اسکے ہاتھ سے شال لی تو وہ بنا رکے واپس مڑ گئی۔

کمرے میں آکر اپنی سائیڈ لیٹ کر کمبل اوڑھا اور کروٹ لی۔کچھ ہی دیر بعد کمرے میں کھٹکے کی آواز گونجی ۔وہ فارس تھا مگر اس نے آنکھیں نہیں کھولی تھیں یوں ہی بے حس و حرکت پڑی رہی۔اسکے بستر پر آنے پر بھی اسکے وجود نے کوئی جنبش نہ کی تھی۔تھوڑی دیر بعد اس نے آنکھیں کھولی تھیں وہ جانتی تھی وہ شفق کو لے کر متفکر تھا مگر وہ چاہ کر بھی کوئی تسلی آمیز جملہ ادا کر سکی تھی۔دل ہر چیز سے بے زار سا ہو گیا تھا۔پرانے زخم پھر سے جیسے رسنے لگے تھے۔اسکی آنکھوں میں کرب کی تحریر بڑی واضح دکھائی دیتی تھی۔نیند اسکی جاگتی آنکھوں سے کوسوں دور کھڑی اسکے حال زار پر غمزدہ سی اسے تک رہی تھی جو آج پھر سے اپنی بیتی زندگی کے ماہ و سال کی بھول بھلیوں میں کھو بیٹھی تھی۔

پانچ سال پہلے۔۔۔۔۔۔۔۔

ارے امی کیا ضرورت ہے اتنی خوبصورت لڑکی بیاہ کر لانے کی اوپر سے کم عمر بھی ہے۔میں تو کہتی ہوں "ایک اور بار سوچ لیں؟ کہیں سمائر سے بچا کر کسی اور بلا کے ہاتھ نہ فارس کی ڈوری دے دیجئے گا۔

سبین ماں کے پاس بیٹھی تصویر ہاتھ میں لیے دیکھتے ہوئے رعونت سے بولی۔

تم نہیں سمجھوں گی سبین۔بہت سوچ سمجھ کر یہ فیصلہ کیا ہے میں نے۔لڑکی کی ماں طلاق یافتہ ہے " صرف ایک بھائی ہے وہ بھی ہولی سی عمر کا۔نہ کوئی آگے نہ پیچھے۔سیدھے سادے سے شریف لوگ ہیں۔اور رہی بات لڑکی کی تو کم عمر ہو گی تو نادان ہو گی۔اسکو قابو میں رکھنا آسان ہو گا یہ بلکل ویسا ہی رشتہ ہے جیسا مجھے چاہیے تھا۔ہاں خوبصورتی ایک اضافی بات ہو گئی ہے۔مگر ایک طرح سے اچھا ہی ہے فارس بھی تو کتنا خوبرو ہے ناس مارا۔اب اسکے لیے کوئی عام شکل و شبیہ کی لڑکی بیاہ کر لاؤں گی تو وہ تو کچھ نہ بولے گا مگر لوگ سو سو باتیں نہ بنائیں گے۔جٹ سے کہہ دیں گے کون سا سگی اولاد تھی جو

چاند سی بہو لاتی۔"سیب کی قاش کاٹ کر منہ میں رکھتے وہ مفصل انداز میں بیٹی کو اپنا مطمع نظر واضح کر رہی تھیں۔

ہوں کہتی تو امی آپ بھی ٹھیک ہیں۔بس خیال رکھیے گا فارس اس کی خوب صوری و نوخیزی کے جال " میں نہ پھنس جائے "۔تصویر رکھتے وہ اب سامنے دھری فروٹ کی بڑی سی پلیٹ کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

تم فکر مت کرو۔ساری زندگی سوکن کی اولاد کو سینے سے لگا کر رکھا ہے اس لیے نہیں کہ وقت آنے پر " کسی اور کے حوالے یہ سونے کا انڈا دینے والی مرغی کر دوں گی۔سعدیہ نے کبھی کچی گولیاں نہیں کھیلیں "۔چہرے پر شاطرانہ سی مسکراہٹ لیے وہ کہہ رہیں تھیں سبین بھی مسکرا دی۔

اچھا امی فارس سے بات کریں ناں کچھ رقم کا انتظام کر دے۔یاسر نیا کاروبار کرنے کا سوچ رہے ہیں " ۔"وہ خوشامدی انداز میں ماں کا بازو دباتے بولی تھی۔سعدیہ نے سر کو اثبات میں جنبش دی۔

ہوں۔سوچتی ہوں کچھ اس بارے میں۔ابھی تو پچھلے مہینے زوار کی فیس جمع کروائی ہے اس نے۔کوئی " دو چار مہینے صبر کر لے پھر کروالوں گی یہ کام بھی "۔گہری سوچ میں ڈوبی وہ بولیں تو منہ بناتی سبین

چپ کر گئی تھی۔انکی بات بھی صحیح تھی۔وہ جتنا کماتا تھا سعدیہ کی طرف ہی بھیجتا تھا جس میں سے گھر کا خرچ،زوار اور شفق کی پڑھائی کے اخراجات نکلتے تھے۔جاب کے علاوہ وہ آن لائن فری لاؤنسنگ کا کام بھی کرتا تھا تاکہ اس سے جڑے لوگوں کو کوئی تنگی نہ برداشت کرنی پڑے۔

سعدیہ نے اسکی ماں کے مرنے کے بعد بہت کھلے دل سے اسے اپنایا تھا مگر صرف شوہر کو اپنے احسان کے بوجھ تلے دابنے کے لیے۔اس طرح وہ ہمیشہ کے لیے انکے زیر ہو گئے تھے۔وہ بھلے اوپر سے اس سے محبت و لگاوٹ کا اظہار کرتیں تھیں مگر دل بغض و عناد سے جیسے بھرا ہوا تھا۔جو اندر ہی اندر پنپتے اب اک تناور زہریلہ درخت بن گیا تھا۔مگر اسکا کبھی بھولے سے بھی اظہار نہ کیا تھا۔اسکی ایک وجہ تو شوہر کو اپنی مٹھی میں کرنا تھا جب کہ دوسری بڑی وجہ فارس کا اسکی ماں کی پراپرٹی کا وارث ہونا تھا۔

وقت نے انکی اس چال کو انکے حق میں درست ثابت کیا تھا وہ عورت جس کے لیے انہوں نے زندہ رہنا دشوار کر دیا تھا آج اسی کی پراپرٹی اور جب بیٹے کے سر پر وہ اور انکی اولاد راج کر رہی تھی۔فارس نے انھیں فرش سے اٹھا کر عرش پر بٹھا دیا تھا۔وہ اسکی حساس طبیعت کو جانتے اس کے سامنے ایسے اپنے غموں کا پرچار کرتیں آئی تھیں کہ وہ انھیں مظلوم تصور کرنے لگا تھا۔انکی ہر بات کو سچ اور مقدم جانتا تھا۔جس کا وہ خوب فائدہ اٹھاتی تھیں۔

سمائر سے شادی کی خواہش پر وہ دل ہی دل تلملا اٹھیں تھیں مگر اظہار نہ کیا تھا وہ اسے خود سے منع نہیں کرنا چاہتی تھیں۔اسی لیے انہوں نے ایک چال چلی۔سمائر کے گھر جا کر اپنی زبان کے ڈھکے چھپے انداز میں وہ جو ھَرد کھائے کہ انکار لازمی تھا۔مگر اب وہ جلد از جلد کسی ایسی لڑکی کی فارس سے شادی کر دینا چاہتی تھیں جو بے ضرر سی ہو اور جس کے آنے کے بعد بھی انکی راجدھانی کو کوئی خطرہ لاحق نہ ہو ۔بہت سوچ بچار کے بعد قرعہ میں دعا کے نام کی فال نکلی تھی۔

اسکی ماں نے رخصت کرتے وقت اسے ایک بات سمجھائی تھی جسے اس نے اپنے کچے ذہن میں بہت پکے سے ازبر کر لیا تھا۔

"دعا میری پیاری بیٹی۔جن بیٹیوں کے سروں پر باپ کے ہوتے ہوئے بھی اسکا ہاتھ نہیں ہوتا دنیا انکی چھوٹی چھوٹی خطاؤں کو بھی گناہ بنا دیتی ہے۔اپنی ماں کے ماتھے پر لگے طلاق کے دھبہ کو کبھی اپنی راہ کا پتھر مت بننے دینا ماؤں کا حوالہ بیٹیوں کے ساتھ تمام عمر رہتا ہے۔میری تربیت کی لاج رکھنا بیٹا۔ایک چپ میں سو سکھ چھپے ہوتے ہیں۔چھوٹی موٹی باتوں کو نظر انداز کرنے میں ہی بھلائی ہوتی ہے۔اس گھر کو اپنا گھر اور وہاں کے لوگوں کو اپنا سب کچھ خیال کرو گی تو زندگی آسان گزرے گی۔"

اپنی ماں کے چہرے پر موجود خزن اور لہجے میں بولتے خدشات نے اسکے دل ودماغ کو اپنی لپیٹ میں لیا تھا ۔جس سے وہ پھر کبھی نکل نہ سکی۔اس نے جو سبق پڑھا تھااس پر عمل درآمد بھی کیا تھا۔مگر شاید اسکی ماں اسے ایک اور سبق بھی پڑھا دیتی کہ اپنی چپ کو کبھی اپنی کمزوری بھی مت خیال کرنا۔اپنے حق کے لیے بھی آواز اٹھانا۔ظلم کے سامنے گردن جھکاؤ گی تو دنیا تمہیں قدموں تلے روند دے گی۔تو شاید وہ ان آندھیوں کی زد میں آنے سے بچ جاتی۔

میری عادت ہے میں بار بار اپنی تحریر کو پڑھتی ہوں۔پچھلی اقساط پڑھی تو معلوم ہوا ٹائپنگ میں ایک غلطی ہو گئی تھی۔دعا کی امی طلاق یافتہ تھیں بیوہ نہیں۔یہ اس لیے کلئیر کر رہی ہوں کہ اس کا دعا کی زندگی پر گہرا اثر پڑا تھا۔

ڈل گولڈن کامدار فراک میں وہ کوئی چھوٹی سی موم کی گڑیا لگ رہی تھی۔ہمیشہ سادگی سے رہنے والی دعا پر دولہناپے کا خوب روپ آیا تھا۔گھر آکر کافی دیر اسے باہر لاؤنج میں بٹھا کر رکھا گیا تھا محلے کی عورتیں دلہن دیکھنے آئی ہوئیں تھیں۔انکے جھرمٹ میں جھکے سر کے ساتھ وہ شرمائی گھبرائی سی دل موہ لینے والی معصومیت کے ساتھ سب کی توجہ کا مرکز بنی ہوئی تھی۔

سعدیہ بیگم بہت خوشی خوشی مبارک بادیاں وصول کر رہیں تھیں۔بہت دیر بعد اسے کمرے میں سبین چھوڑ کر گئی تھی۔اس کے جانے کے بعد اس نے ذرا سیدھے ہو کر اپنی درد ہوتی کمر کو ہاتھ لگایا تھا

۔تھکن سے برا حال تھا۔کچھ دیر بعد دروازہ کھلا تو وہ واپس سے سر جھکا گئی۔وہ چلتا ہوا اسکے سامنے آ بیٹھا تھا۔

اسلام و علیکم "۔ ٹھہری ہوئی نرمی کا سا تاثر لیے متوازن آواز نے اسکی دھڑکنوں کو تیز کیا تھا۔"

و علیکم سلام "۔اسکی منمنائی سی آواز بہت مشکل سے اسکے کانوں تک پہنچی تھی۔اسکے چہرے پر " گھونگھٹ نہیں تھا۔فارس نے مکمل استحقاق سے اسکا بھرپور جائزہ لیا تھا۔کم عمری و معصومیت کا خمار لیے اسکا خوبصورت نقوش سے سجا چہرہ اسے مبہوت کر گیا تھا۔وہ تصویر سے زیادہ پیاری تھی۔اس پر اسکا نروس ہونا اسے اور بھی دلنشین بنا رہا تھا۔

کتنے پل اس بولتی خاموشی کی نذر ہوئے تھے۔اس کے لبوں پر بڑی دلربا سی مسکراہٹ نے پڑاؤ ڈالا تھا ۔وہ خود سفید کرتا شلوار میں اپنی وجاہت سے بھرپور پر سنیلٹی لیے ماحول پر چھایا ہوا الگ رہا تھا۔اپنی جیب سے اس نے ایک چھوٹی سی سرخ مخملی ڈبی نکالی تھی۔جسے اب وہ کھول رہا تھا۔اندر سے بہت ہی خوبصورت قدرے پیچیدہ ڈیزائن کے ٹاپس برآمد ہوئے تھے۔جو وہ اب اسکی جانب بڑھا رہا تھا۔

یہ تمہاری منہ دکھائی "۔اسکی آواز پر دعا نے ذرا کہ ذرا پلکیں اٹھائی تھیں اور پھر چند پلوں لے لیے " جھپکنا تک بھول گئی تھی۔اس نے اسے دیکھا نہیں تھا۔سب نے کہا تھا وہ بہت وجیہہ ہے مگر اتنا ہو گا اس کے وہم و گمان میں بھی نہ تھا۔وہ سامنے والے کو اپنے سحر میں جکڑنے کی صلاحیت رکھتا تھا۔دعا کی دھڑکنوں نے سینے میں اودھم مچایا تھا ہاتھوں کی ہتھیلیاں نم ہوئی تھیں۔اسے گم صم خود کو دیکھتا پا کر اس نے آنکھوں کے اشارے سے اسکی توجہ اپنے بڑھے ہاتھ کی جانب دلائی تو وہ نظریں چراتی تھوڑا ہچکچا کر ہاتھ آگے کرتی ڈبی کو تھام گئی۔اسکے ہاتھوں کی کپکپاہٹ اسکی اندرونی حالت زار کی چغلی کھا رہی تھی ۔

دعا میں جانتا ہوں ہم ایک دوسرے کے لیے بلکل اجنبی ہیں۔ویسے کتنی عجیب بات ہے ناں۔دو لوگ " جو یکسر ایک دوسرے سے انجان ہوں نکاح کے بعد کتنے قریب تر ہو جاتے ہیں ایک دوسرے کا لباس بن کر ایک دوسرے کے عیبوں تک کو ڈھانپ لیتے ہیں۔دیکھا جائے تو کتنا خوبصورت تعلق ہے جس میں خونی رشتہ نہ ہوتے ہوئے بھی دل یوں مل جاتے ہیں کہ پھر دکھ درد خوشی غمی یہاں تک کہ زندگی بھی سانجھی ہو جاتی ہے "۔

وہ صرف شکل و صورت کا ہی ساحر نا تھا،اسے لفظوں کا جادو چلانا بھی خوب آتا تھا۔دعا کا رواں رواں اسکی سماعت بن چکا تھا۔اس نے آہستگی سے اسکی گود میں دھرے حنائی ہاتھ کو اپنے مضبوط پر حدت

ہاتھوں میں لیا تھا اسکے ہاتھوں کی اوک میں اسکا چھوٹا سا ہاتھ کہیں چھپ سا گیا تھا۔سانسوں کی روانی اسکی اس جسارت سے جیسے متاثر سی ہوئی تھی۔

شادی صرف دو لوگوں کے ساتھ کا نام نہیں ہے۔دو خاندانوں پر اثر انداز ہونے والا رشتہ ہے " ۔میرے لئے تمہاری فیملی ہمیشہ محترم رہے گی بدلے میں تم میرے سے وابستہ رشتوں کا مان رکھنا۔اور جہاں تک ہماری بات ہے تو میرے خیال میں شادی کے بعد میاں بیوی میں محبت کا ہو جانا اک فطری سی بات ہے۔ساتھ رہیں گے تو انشااللہ وہ بھی ہو جائے گی۔مگر میں اتنا ضرور کہوں گا دعا میں ہمیشہ تم سے " مخلص رہوں گا بدلے میں صرف اتنا چاہوں گا کہ تم میری وفادار بن کے رہنا۔

اس کے ہاتھ کو نرمی سے سہلاتے وہ اسکا چہرہ تک رہا تھا جس پر پھیلے قوس وقزح کے رنگ اسکی آنکھوں کو تقویت بخش رہے تھے۔ تبھی دروازے پر دستک ہوئی تھی فارس سیدھا ہوا تھا پھر اٹھ کر دروازہ کھولا ۔سامنے حواس باختہ سی شفق کھڑی تھی۔

URDUNovelians

بھائی وہ امی کی طبیعت خراب ہو گئی ہے "۔اسے دیکھتے وہ جھٹ سے بولی تھی۔"

کیا ہوا انھیں ؟۔بی پی چیک کیا تم نے ؟"۔کہتے ہوئے وہ اس کے ساتھ ہی چل دیا تھا۔انکے قدموں " کی دور ہوتی چاپ پر دعا نے سر اٹھایا تھا۔اسے شفق کی آواز صاف سنائی دی تھی اور اب وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ ایسی صورت حال میں اسے کیا کرنا چاہیے۔کیا وہ اٹھ کر باہر جائے ؟مگر جانا کہاں ہے یہ بھی تو معلوم نہیں تھا۔انگلیاں چٹختے وہ پریشان سی بیٹھی رہ گئی۔

سعدیہ کے کمرے میں وہ عجلت سے داخل ہوا تھا پیچھے شفق بھی تھی۔بیڈ پر وہ دوپٹے سے سر باندھے ہوئے وہ نڈھال سی نظر آ رہیں تھیں۔فارس انکے سرہانے کے پاس بیٹھا تھا۔

کیا ہوا ہے ؟طبیعت زیادہ خراب ہے ؟"۔انکے ماتھے پر ہاتھ رکھتے وہ مؤدب انداز میں فکر سموئے پوچھ " رہا تھا۔سعدیہ نے اپنا سر دائیں بائیں ہٹایا۔

ہائے شفق۔بھائی کو کیوں بلا لائی ہو ؟یہ تو ہے ہی کم عقل۔فارس بیٹا تم کیوں ایسے چلے آئے ؟۔بہو کیا " سوچ رہی ہو گی ؟"۔وہ لہجے میں فکر اور احساس لیے تاسف سے گویا ہوئیں۔

کوئی کچھ نہیں سوچے گا امی۔یہاں آپ کی طبیعت خراب ہے اور آپ یہ کیسی باتیں لے کر بیٹھ گئی " ہیں۔شفق بی پی چیک کیا تم نے لاؤ میں خود چیک کرتا ہوں۔"وہ اٹھنے لگا تھا شفق تیزی سے بولی۔

چیک کیا ہے بھائی۔بہت ہائی ہے میں نے ٹیبلٹ بھی دی ہے "۔وہ دوبارہ بیٹھ گیا تھا اب ماں کی طرف دیکھ رہا تھا جو بہت تکلیف میں لگ رہیں تھیں۔

امی ڈاکٹر کے پاس لے چلوں ؟"۔وہ تشویش زدہ سا انکے سر سے انکا ہاتھ ہٹاتا خود سر دبانے لگا تھا۔"

ارے نہیں بیٹا بس سر درد سے پھٹا جارہا ہے۔ابھی آرام آ جائے گا۔تم جاؤ اپنے کمرے میں شفق ہے " میرے پاس۔"اسکا بازو تھامتے وہ بے چین سی تھیں۔

نہیں میں ادھر ہی ہوں۔شفق بھی تو سارے دن کی تھکی ہوئی ہے۔بیٹا تم سو جاؤ۔"اسے شفقت سے " کہتا وہ ساتھ ہلکے ہاتھ سے انکا سر بھی متواتر دبا رہا تھا۔اسکے قطعیت بھرے انداز کو دیکھ سعدیہ بھی خاموش ہو گئی تھیں۔

URDUNovelians

شفق سر ہلا کر باہر نکل گئی تھی۔

تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا تھا اس نے جلدی سے چہرہ اٹھا کر اوپر دیکھا۔وہ شفق تھی ہاتھ میں دودھ کا گلاس لیے آ رہی تھی۔

بھابھی یہ دودھ پی لیں۔اور آپ ڈریس چینج کر کے آرام کر لیں۔ بھائی تو اب جلدی آنے سے رہے "
۔جب تک امی کی طبیعت سنبھلے گی نہیں وہ نہیں ہلنے والے ان کے پاس سے "۔لٹھ مار سے انداز میں کہہ کر وہ اسکی جانب گلاس بڑھائے کھڑی تھی۔دعا کا دل تو نا چاہ رہا تھا پر انکار کرنا مناسب نا لگا۔اس نے دودھ تھام لیا۔

کیا ہوا ہے انھیں ؟اب کیسی طبیعت ہے انکی ؟۔"وہ پوچھ بیٹھی"

بی پی ہائی ہو گیا ہے۔وہ بلڈ پریشر کی مریضہ ہیں۔"بے زاری سے جواب دیا تھا جیسے وہ جلد از جلد وہاں " سے جانا چاہ رہی ہو۔
میں بھی چلوں انھیں دیکھنے ؟"۔تھوڑا جھجک کر وہ استفار کر رہی تھی۔"

URDUNovelians

نہیں اسکی ضرورت نہیں ہے۔آپ آرام کریں۔"وہ ناک چڑھا کر بولی۔"

آپ پی لیں ناں۔پھر یہ گلاس بھی لے جاؤں میں۔تھکن سے آگے ہی برا حال ہے۔"اسے ویسے ہی " بیٹھا دیکھ وہ بولی تو دعا سر ہلا کر گلاس منہ سے لگا گئی تھی۔

گلاس لیتے ہی وہ فوراً نکل گئی تھی۔دعا نے جیولری اتار کر میک اپ صاف کیا، پھر سادہ سی شلوار قمیض نکال کر زیب تن کی تھی۔بستر پر آ کر لیٹی تو آنکھیں نیند کے بوجھ سے بند ہونے لگی تھیں۔تھوڑی دیر میں ہی وہ دنیا جہاں سے غافل ہو چکی تھی۔

کوئی ڈیڑھ سے دو گھنٹے وہ سعدیہ کے پاس بیٹھا رہا تھا۔جب انہوں نے اسکو بلایا تھا۔

فارس اب ٹھیک ہوں میں اٹھ جاؤ میرے چاند۔اللہ تمہارے جیسی اولاد سب کو دے۔اب دیکھو اس زوار کو کیسے گھوڑے گدھے بیچ کر سو رہا ہے۔اور ایک تم ہو میری آہ تک برداشت نہیں ہوتی تم سے ۔جیتے رہو"۔اسکا ہاتھ تھام کر چومتے وہ ممتا سے پر لہجے میں کہہ رہی تھیں۔فارس مسکرایا۔

پکی بات ہے ناں۔ٹھیک فیل کر رہی ہیں آپ؟" تصدیق چاہی گئی۔سعدیہ نے اسکی تسلی کے لیے سر" ہلایا وہ انکا ماتھا چومتا اٹھا تھا۔

سو جائیں اب۔شب بخیر"۔کمبل درست کرتا وہ باہر نکل گیا تھا۔باہر نکلتے اسے دعا کا احساس ہوا تھا جسے " اتنی دیر سے وہ فراموش کئے ہوئے تھا۔اس نے تاسف سے آنکھیں میچی۔کمرے سے نکلتے اسے بتا کر آنا چاہیے تھا۔وہ نادم سا اپنے کمرے میں داخل ہوا تھا۔

تیز روشنی میں وہ خود سے بے نیاز بڑی گہری نیند سو رہی تھی۔فارس نے نظر بھر کر اسکے سراپے کو دیکھا تھا پھر کلائی میں بندھی گھڑی پر نگاہ دوڑائی۔پونا ایک بج رہا تھا۔فارس کو اس پر ترس آیا۔وہ پورے دن کی تھکی ہو گی۔اوپر سے وہ اسے اتنی دیر انتظار کی سولی پر لٹکا گیا تھا۔

اب اسے یوں نیند سے اٹھانا اس جیسے نفیس طبع انسان کے لیے انتہائی غیر اخلاقی حرکت تھی۔وہ سر جھٹکتا ہوا واشروم بڑھ گیا چینج کر کے واپس آیا تھا۔لائٹس آف کرتا بیڈ تک آیا۔اپنا تکیہ ٹھیک کرتا وہ لیٹا اور کمبل اوڑھا۔خود سے چند انچ دوری پر موجود اسکا دلکش سراپا اسکے دل میں لطیف سے احساسات کو ہوا دے رہا تھا۔اپنے شوریدہ جذبات سے نظریں چراتا وہ اسکی طرف سے دوسری جانب کروٹ لیتا سونے کی کوشش میں مصروف عمل ہو گیا تھا۔

صبح ساڑھے نو اسکی آنکھ کھلی تھی۔پہلے تو بدلے ماحول سے روشناس ہونے میں کچھ وقت لگا۔پھر جب آہستہ آہستہ حواس بیدار ہوئے تو ذہن میں جھماکا سا ہوا۔وہ لیٹے سے یک دم اٹھ بیٹھی تھی۔سر کو ہاتھ سے تھاما جو بھاری ہوا جا رہا تھا۔کمرے میں کوئی نہیں تھا۔اس نے ادھر ادھر نظریں دوڑائی تھیں گھڑی کی تلاش میں۔سامنے لگی وال کلاک پر نگاہ گئی تو وہ چونکی۔

کیا وہ اتنی دیر سوتی رہی تھی ؟۔مگر وہ تو صبح صادق اٹھنے کی عادی تھی اسکی امی اسے فجر کی پہلی ازان کے ساتھ جگا دیا کرتیں تھیں جو وقت گزرتے اسکی پختہ عادت بن گئی تھی اب خود ہی آنکھ کھل جاتی تھی ۔نئی زندگی کی پہلی صبح ہی نماز قضا ہونے پر دل اداس سا ہوا تھا۔ابھی وہ اسی غم میں تھی کہ اچانک سے ذہن کے پردے پر فارس کا عکس لہرایا۔اس نے خفت سے پلکیں موندی۔وہ اس کے آنے سے پہلے ہی سو گئی تھی۔یقیناً اسے برا لگا ہو گا۔اک نئی فکر نے دل میں پنجے گاڑھے۔

اتنی دیر تک سونے پر بھی شرمندگی ہو رہی تھی۔پتہ نہیں سب اس کے بارے میں کیا سوچ رہے ہوں گے ؟۔بے دلی سے اٹھ کر وہ الماری میں سے کپڑے نکالتی واشروم گئی تھی کچھ دیر بعد واپس آئی تو فارس کمرے میں موجود تھا جو الماری کے آگے کھڑا کچھ تلاش رہا تھا۔اسے دیکھ کر جھجک کا احساس ہوا تھا ۔جلدی سے شانوں پر پھیلا دوپٹہ سر پر لیا تھا۔وہ بھی اسکی موجودگی بھانپ گیا تھا۔اسکی جانب دیکھتا وہ اسے اور کنفیوز کر رہا تھا۔

وہ چلتے ہوئے اس تک آئی تھی چند قدموں کی دوری پر رکتے ہاتھوں کی انگلیوں کو باہم پھنسائے وہ جھکی نظروں کے ساتھ ٹی پنک سوٹ میں بہت دلکش لگ رہی تھی۔

سوری۔میں۔۔۔۔۔رات کو سو گئی تھی۔مجھے انتظار کرنا چاہیے تھا۔اور میں اتنی دیر تک سوتی رہی " "۔آہستہ سی آواز میں وہ نادم سی بولی تو فارس کو اسکی آواز کسی جھرنے کے پانیوں سی لگی شانت ،مدھر ، سکوں دیتی ہوئی۔اسے امی نے سمجھایا تھا جہاں غلطی ہو اسے مان کر معافی مانگ لینے سے رشتوں میں تناؤ کی سی کیفیت پیدا نہیں ہوتی۔اور وہ اس نئے نئے بنے تعلق کو کسی صورت خراب ہونے نہیں دینا چاہتی تھی۔

اٹس اوکے۔تم تھکی ہوئی تھی۔اور پھر میں کافی لیٹ بھی ہو گیا تھا"۔وہ نرم سی مسکراہٹ لیے اس " سے نظریں چراتا، کہتا ہوا پھر سے الماری میں سر دے گیا۔

آپ کی امی کیسی ہیں اب ؟"۔کمرے میں بولتی خاموشی سے وہ خائف ہوئی۔"

فارس نے ہاتھ روک کر اسے دیکھا تھا پھر گردن ہلائی۔

ٹھیک ہیں امی۔اور مجھے اچھا لگے گا اگر تم بھی انھیں امی کہو گی تو"۔دعا نے سر اثبات میں ہلایا تھا۔"

آپ کچھ ڈھونڈ رہے ہیں؟۔میں مدد کروں۔۔۔۔۔کچھ؟"۔کچھ پل کے بعد وہ پھر بولی،اسکے پر شوق " نگاہوں سے دیکھنے پر وہ اٹکی تھی۔

بنیان نہیں مل رہی۔دیکھ لو اگر تمہیں ملتی ہے تو"۔وہ تھوڑا پیچھے ہٹ کر کھڑا ہوتا اسے راستہ دے رہا" تھا۔دعا آہستگی سے اسکی چھوڑی جگہ آن کھڑی ہوئی تھی اب وہ اسکے تہہ شدہ کپڑوں کو کھنگال رہی تھی۔اسکے حرکت کرتے بازوؤں کے باعث دوپٹہ اس کے سر سے اتر گیا تھا جس کا اسے ادراک تک نہ تھا۔

البتہ پیچھے کھڑے فارس کی نظریں اسکی پشت پر پیوست ہو کر رہ گئیں تھیں۔ڈھیلی سی چوٹی میں قید اسکی لائٹ براؤن دراز زلفیں اسکی نازک سی کمر پر اسکے حرکت کرتے وجود کے ساتھ بہت آہستگی سے ہچکو لے کھا رہیں تھیں۔فارس کے دل کی دھڑکنوں نے لہہ بدلی تھی۔نئے نئے رشتے کا احساس کسی چھوٹی موٹی گستاخی پر اکسانے لگا تھا۔اس نے نظروں کا رخ پھیرا تھا۔جبھی وہ ہاتھ میں بنیان لیے پلٹی تھی۔

یہ۔مل گئی ہے۔"ہاتھ اسکی جانب بڑھایا۔"

شکر ہے مل گئی۔ورنہ کچھ دیر اور لگتی تو تم نے میرے ساتھ ساتھ اپنے لیے بھی مشکل کھڑی کر لینی تھی"۔اس کے ہاتھ سے بنیان لیتے وہ دوسرے ہاتھ کی انگلیوں سے اسکا گال تھپتھپاتا معنی خیزی سے بولتا واشروم کی جانب بڑھ گیا تھا۔پیچھے وہ نا سمجھی سے اسکی پشت کو دیکھنے لگی۔

"اور ہاں۔میرے آنے سے پہلے باہر چلی جانا ورنہ اس بار تو دل کو سمجھا لیا ہے۔۔۔۔اگلی بار کی کوئی گارنٹی نہیں ہو گی"۔واشروم کا دروازہ کھولے وہ ایک ہاتھ ہینڈل پر رکھے مڑ کر کہتا اندر گم ہو گیا تھا ۔پیچھے وہ اسکی باتوں پر غور کرتی الجھن کا شکار ہوئی۔

(افففف کتنی مشکل باتیں کرتے ہیں۔میرے تو سر کے اوپر سے ہی گذر گئی ہیں)۔کندھے اچکا کر سر جھٹکتی وہ باہر کی جانب قدم بڑھا گئی تھی۔

باہر پورے گھر میں سناٹے کا راج تھا۔شاید سبھی ابھی تک سو رہے تھے۔سعدیہ سمیت ہی صوفے پر چوکڑی مارے بیٹھی ہوئی تھیں ہاتھ میں چائے کا کپ تھا۔وہ ان کے پاس ہی آ گئی۔

السلام علیکم امی "۔اس کی آواز پر وہ سیدھی ہوئی تھیں۔"

وعلیکم سلام۔اٹھ گئی بہو۔آؤ یہاں بیٹھو میرے پاس "۔لہجے میں مٹھاس لیے وہ اسے پاس ہاتھ کے " اشارے سے بیٹھنے کا کہہ رہیں تھیں۔دعا مسکرا کر بیٹھ گئی۔

رات کو نیند تو اچھے سے آ گئی تھی ناں ؟"۔سرسری سا انداز تھا مگر نگاہیں اسکے سراپے کو بڑی باریکی " سے جانچ رہی تھیں۔نہ تو چہرے پر گھلی لالی،نہ آنکھوں میں کوئی خمار اور نہ ہی لبوں پر کوئی شرمگیں سی مسکان۔اسے دیکھ کر دل کو تسلی ہوئی تھی۔اس نے فقط سر ہلایا تھا۔

آپ کی طبیعت کیسی ہے اب ؟"۔وہ سادگی سے پوچھ رہی تھی۔"

URDUNovelians

ہاں ٹھیک ہے اب۔کیا بتاؤں تمہیں بہو۔فارس تو میری ذرا سی تکلیف برداشت نہیں کرتا۔ابھی رات " کو ہی دیکھ لو کتنا کہا میں نے کہ بیٹا جاؤ نئی نویلی دلہن انتظار کر رہی ہے۔مگر نہ وہ تب تک نہیں اٹھا جب تک میری حالت ذرا سنبھل نہیں گئی۔بڑا فرمانبردار بچہ ہے۔میری ہر بات تو جیسے حرف آخر ہے اس کے

لیے "۔ محبت سے کہتی ہوئیں وہ اسے بہت کچھ جتا گئی تھیں۔ جسے اسکی سادگی و معصومیت سمجھ نا پائی ۔وہ بس مسکرا کر بے ریا چہرہ لیے انھیں سن رہی تھی۔ تبھی انکی نظر کمرے سے نکلتے فارس پر پڑی۔

بہو تم بیٹھو میں چائے بنالاتی ہوں تمہارے لیے "۔وہ اٹھنے لگیں تو دعا نے گردن نفی میں ہلائی تھی " ۔تب تک فارس بھی پاس آ چکا تھا۔

نہیں امی۔میں خود بنالوں گی "۔"

ناں میری بیٹی۔آج پہلا دن ہے اس گھر میں۔آج ہی کچن میں جھونک دوں تمہیں؟۔میں خود بنا کر " لاتی ہوں۔ساتھ شفق کو بھی جگادوں ناشتے کا کوئی انتظام کرے "۔پاؤں میں چپل اڑستے وہ اٹھ گئی تھیں۔

امی شفق کو رہنے دیں۔میں باہر سے ناشتہ لے آتا ہوں۔اتنے دنوں سے بے چاری کام میں لگی ہوئی " تھی تھوڑی دیر اور سو لینے دیں "۔نرمی سے انھیں ٹوکتا وہ کرتے کے کف لنکس بند کر رہا تھا۔

اچھا چلو بھئی جیسے تمہاری مرضی۔بہن کو بگاڑ کر رکھ دیا ہے تم نے "۔ہاتھ اٹھا کر ذرا خفگی سے کہا تھا" ۔انھیں ساتھ لگا کر سر پر پیار کرتا وہ ہلکا سا ہنستا ہوا آگے بڑھ گیا تھا۔

آتا ہوں تھوڑی دیر میں "۔جاتے جاتے اک نرم و گرم تاثر لیے نگاہ اسکی طرف بھی کی تھی جو چہرے پر " بڑی میٹھی سی مسکان لیے انھیں ہی دیکھ رہی تھی۔اسکے دیکھنے پر سٹپٹا کر نظریں جھکائی تھیں چہرے نے لمحوں میں رنگ بدلہ تھا عارض پر گھلی لالی سعدیہ کی نظروں سے مخفی نہ رہ سکی تھی۔ماتھے پر گھری سوچ کی لکیریں لیے وہ خود کچن کی طرف بڑھ گئی تھیں۔

دعا اور فارس اسکی امی کی طرف گئے ہوئے تھے۔اس وقت سعدیہ کے کمرے میں وہ اور سبین بیٹھی ہوئی تھیں۔سامنے چائے اور بسکٹ دھرے تھے۔

کہا بھی تھا اس شفق کو۔وقت پر اسکو دودھ میں دو گولیاں ملا کر دے دینا۔مگر اس بے غیرت کو اس " فون سے فرصت ملے تب کوئی کام بھی کرے ناں "۔سبین نے آنکھیں پھاڑ کر ماں کو دیکھا تھا۔

تو پھر وہ پلان فیل ہو گیا امی "۔"

اونہوں۔ مجھے بیماری کا ڈھونک رچانا پڑا۔اور چلا آیا میرا تابعدار بیٹا "۔چہرے پر کمینی سی ہنسی لیے وہ " جیسے لطف اندوز ہو رہی تھیں۔ سبین کا سانس بحال ہوا تھا۔بسکٹ اٹھا کر دانتوں سے کترا۔

پتہ نہیں امی آپ بھی کیا کیا سوچتی رہتی ہیں ؟۔ایسے کب تک آپ ان دونوں کو دور رکھ پائیں گی " "۔اس نے سر جھٹکا۔

تو کیا چاہتی ہو تم ؟۔ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھی رہوں۔انتظار کروں کہ کب وہ لڑکی اسے اپنی مٹھی میں " کر کے ہمیں نو دو گیارہ کرتی بنے۔یہ جو کچھ میں کر رہی ہوں ناں تم لوگوں کے لیے ہی کر رہی ہوں "۔غصے سے بھری آواز میں وہ کڑھ کر بولی تھیں۔ چہرے کے زاویے بگڑے تھے۔

اچھا غصّہ تو نا ہوں۔میں تو بس یہ کہہ رہی تھی کہ کوئی پکا کام کریں جس سے پھر وہ ہمارے لیے خطرہ نا " رہے "۔ سبین نے ماں کو ٹھنڈا کرنا چاہا۔

وہی کروں گی تم فکر مت کرو۔ بس دیکھتی جاؤ۔ساری عمر سوکن کی اولاد کو نظروں کے سامنے چلتا " پھرتا دیکھنا آسان کام ہے کوئی۔اوپر سے محبت بھی جتانی پڑتی ہے۔اسکی ماں نے میرے حق پر ڈاکہ ڈالا تھا ناں۔خوش تو میں نے نہ اسے رہنے دیا نہ ہی اسکی سنپولیے سی اولاد کو رہنے دوں گی "۔زہر خند لہجے میں پھنکارتی ہوئیں وہ اس سعدیہ سے تو یکسر مختلف تھیں جسے دنیا جانتی تھی۔

جس طرح میں ترستی رہی ہوں چھوٹی چھوٹی خوشیوں کے لیے اسکی اولاد بھی ایسے ہی ترسے گی۔کبھی " سکھ کا سانس نصیب نہیں ہو گا اسے۔"آنکھوں سے جھلکتی درشتی و سفاکیت انکے ارادوں کی پختگی کی گواہ تھی۔

اچھا اب یوں دل جلا کر کیوں بی پی ہائی کرنے لگی ہیں اپنا۔دفع کریں۔یہ چائے پیے ٹھنڈی ہو رہی ہے " "۔ماں کا بگڑا موڈ دیکھ سبین نے بات بدلی تھی۔وہ بھی سر جھٹک کر خود پر قابو پانے کے لیے گہرا سانس لینے لگی تھیں۔

صبح کے آٹھ بج رہے تھے اسکی کو آج چوتھا روز تھا۔فارس نکھرا نکھرا سا تیار ہو کر کچن ہی میں آیا تھا جہاں سعدیہ ناشتہ بنا رہی تھیں۔انھیں سلام کرتا وہ وہیں کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا تھا۔

بیٹا دعا اٹھ گئی ہے؟میں دونوں کے لیے ناشتہ بنادوں؟۔ شفق اور زوار تو کر چکے ہیں۔"وہ کن اکھیوں سے اسے دیکھتی مصروف سی کہہ رہی تھیں۔فارس کے چہرے نے لحظہ بھر رنگ بدلہ تھا پھر وہ خود کو کمپوز کر گیا تھا مگر سعدیہ کی تیز نظروں سے یہ بات چھپ نہ سکی تھی۔انکا دل بلیوں اچھلا تھا۔"

نہیں امی میرے لیے ہی بس بنادیں"۔وہ بے دلی سے لہجے کو حتی الامکان خوش گوار رکھتا بولا تھا۔"

اچھا بیٹا۔بس پانچ منٹ۔ماں صدقے ابھی بناتی ہوں۔آملیٹ کھاؤ گے یا انڈا فرائی کروں؟"۔دل کی خوشی لہجے سے خوب جھلک رہی تھی۔"

جو آپ کی مرضی امی۔بنالیں"۔وہ موبائل فون کی سکرین روشن کرتا مگن سا بولا۔"

یہ لو۔پہلے ناشتہ کرلو ٹھیک سے۔میں دیکھتی رہتی ہوں تم اپنا ذرا خیال نہیں رکھتے"۔وہ معصنوئی پیار جتاتے ہوئے روٹھے سے انداز میں بولتی اسکو ناشتہ سرو کر رہیں تھیں۔فارس دل سے مسکرایا۔"

آپ ہیں ناں میرا خیال رکھنے کے لیے۔"۔اس کے لب و لہجے میں ماں کے لیے محبت تھی،احترام تھا،عقیدت تھی۔"

ہاں میں تو ہمیشہ تمہارا ایسے ہی خیال رکھوں گی میری جان "۔اسکے سر پر ہاتھ پھیر کر معنی خیزی سے " مسکرائی تھیں۔

پر اب خیر سے بہو بھی آ گئی ہے تو وہ خیال رکھے گی میرے بیٹے کا۔میں تو اب تمہاری طرف سے تھوڑا " پر سکوں ہو جاؤں گی "۔اس کے پاس رکھی چیئر پر براجمان ہوتے وہ اسکے چہرے کو نظروں میں رکھے ہوئے تھیں۔اس نے فقط مسکرا کر سر ہلایا تھا۔

بہو تھوڑی چپ چپ سی،اداس سی رہتی ہے۔کسی سے ٹھیک طرح بات بھی نہیں کرتی۔ایسا ہی ہوتا " ہے شروع میں۔گھر،اماں ابا کی یاد ستاتی ہے۔پھر آہستہ آہستہ دل لگ ہی جاتا ہے "۔وہ بہت مہارت سے اس کے دل و دماغ میں اسکے لیے شک کا بیج بو رہیں تھیں۔

جی امی "۔وہ نوالہ منہ کی جانب لے جاتے ہاتھ کو روک کر اتنا ہی کہہ سکا تھا۔پھر سے ناشتے کی طرف " متوجہ ہوا۔البتہ دماغ ضرور الجھ گیا تھا جو پہلے ہی اس کے عجیب و غریب رویہ کو لے کر تذبذب کا شکار تھا

۔

وہ فارس بیٹا ایک بات کہنی تھی۔"وہ انکی طرف پوری توجہ سے دیکھنے لگا۔"

بیٹا گھر میں جوان بہن اور بھائی ہیں۔ تمہاری نئی نئی شادی ہوئی ہے۔ ویسے تو مجھے پتہ ہے تم بہت " سمجھدار ہو۔ مگر پھر بھی تھوڑا خیال کرنا بیٹا۔انکے سامنے تھوڑی احتیاط کرنا۔ شفق کی کچی عمر ہے "۔وہ ذرا جھجک کر معنی خیز انداز میں اسے جو سمجھانا چاہ رہی تھیں اسکے چہرے پر خفت کی سرخی چھا گئی تھی وہ نظریں چراتا ہوا سر ہلاتا ناشتہ کرنے لگا۔

جی امی آپ فکر مت کریں۔مجھے احساس ہے اس بات کا "۔"

جیتے رہو بیٹا۔مجھے ناز ہے تم پر۔ورنہ آج کل کے بچے تو شادی کے بعد شرم و لحاظ ہی بھول جاتے ہیں " "۔اسکا کندھا تھپتھپا کر وہ اٹھ کھڑی ہوئیں۔

میں چائے رکھتی ہوں پھر ماں بیٹا ساتھ بیٹھ کے پیتے ہیں "۔"

وہ کوکنگ رینج کی جانب بڑھی تھیں پیچھے فارس کے ماتھے پر تفکر کی گہری شکنوں کا جال سا بچھا تھا۔

وہ کمرے میں داخل ہوا تھا۔سامنے بیڈ پر پڑا وجود ابھی بھی دنیا مافیا سے بے خبر تھا۔فارس کی آنکھوں میں دبی دبی سی اشتعال انگیزی در آئی۔وہ ستائیس سالہ باشعور مرد تھا۔اسکی یہ غفلت میں ڈوبی نیند اسے اسکا گریز لگ رہی تھی۔جیسے وہ اس سے فرار چاہ رہی ہو۔آخر ایسی بھی کون سی نیندیں تھی جو کہ پوری ہونے کا نام نہیں لے رہیں تھیں ؟۔اوپر سے سعدیہ کی باتوں نے ذہن و دل میں اک رسا کشی کی سی کیفیت چل رہی تھی۔اس کے ماتھے کی رگیں ابھریں۔گردن کی نسیں بھی نمایاں ہونے لگیں تھی۔وہ لاکھ اچھا صحیح مگر تھا تو ایک مرد ہی۔جو اپنی کم مائیگی و نظر اندازی وہ بھی نئے نئے رشتے میں بلکل برداشت نہیں کرتا۔

شادی کی دوسری رات وہ جب کمرے میں آیا تھا وہ آگے بے سدھ پڑی تھی۔اسے کچھ اچنبھا ہوا تھا ۔اسے آج تو اسکا انتظار کرنا چاہیے تھا۔وہ کچھ بولا نہیں تھا۔مگر اگلی صبح اس نے اس سے کوئی بات نہیں کی تھی وہ کچھ کھچا کھچا سا رویہ اختیار کیا ہوا تھا۔اسکا خیال تھا وہ خود اس سے بات کرے گی مگر اس کی جانب سے ایسی کوئی کوشش نہیں کی گئی تھی۔مگر آج اسکی برداشت جیسے جواب دے گئی تھی۔کچھ سوچ کر وہ آگے بڑھا۔اسکے کندھے پر ہاتھ رکھ کر ہلکے سے ہلایا۔

دعا"۔ذرااونچی آواز میں پکارا تھا مگر اثر ندارد۔اس نے ایک اور سعی کی تھی۔اب کی بار شانہ ذرازور " سے ہلایا گیا تھا۔اس نے ذرا کہ ذرا آنکھیں کھولی تھیں نیند کے خمار سے بوجھل ہوئی آنکھیں جیسے کھلنے سے انکاری ہوں۔وہ دوبارہ نیند کی وادی میں اتر گئی تھی۔فارس کی نگاہوں میں ضبط کی لالی دوڑ گئی تھی ۔مٹھیاں بھینچ کر اپنے اندر اٹھتے غصے کے ابال کو روکتا وہ واش روم کی طرف بڑھ گیا تھا۔

چند قدم اسکی جانب بڑھ کر اس کے سرہانے کھڑا وہ اسکا معصوم چہرہ دیکھنے لگا جو اسے بڑا فریب گر لگا تھا ۔

دعا۔اٹھو نوبج رہے ہیں۔"اس کا کندھا ہلایا تھا گرفت میں قدرے سختی سی تھی۔"

دعا۔دعا۔اٹھ بھی جاؤ۔کیا نشہ کر کے سوئی ہو؟"۔اس کے دائیں گال کو تھپتھپاتا وہ دبی دبی آواز میں " چیخا۔اب کی بار اسکی نیند ٹوٹی تھی خود پر جھکے اسکے چہرے کو انجان نظروں سے تکا تھا۔وہ اب سیدھا ہو چکا تھا۔چند پل لگے تھے وہ سرعت سے اٹھ بیٹھی تھی۔سر کا بھاری پن کچھ سوچنے سمجھنے سے انکاری تھا ۔وہ اسے عجیب سرد نظروں سے دیکھ رہا تھا۔دعا اسکی نظروں میں چھپا سوال پڑھ کر ندامت و شرم سے سر جھکا گئی تھی۔وہ خود اپنی حالت پر حیراں کم پریشان زیادہ تھی۔

وہ۔۔۔میں۔۔۔"۔اپنی صفائی میں کہنے کو جیسے الفاظ گم ہو گئے تھے۔فارس کے بدلے انداز نے رہی سہی کسر بھی نکال دی تھی۔آنکھوں میں نمی نے تیزی سے جگہ بنائی تھی۔

"وہ کیا دعا؟۔مجھے سمجھ نہیں آ رہی تم چاہتی کیا ہو آخر؟۔حیرت ہے جگہ بدلے تو نیند نہیں آتی مگر یہاں الٹ ہو گیا ہے۔تمہاری تو نیندیں کھل ہی نہیں رہیں۔"اسکی آواز میں ناچاہتے ہوئے بھی درشتی آ گئی تھی۔

"میں کیا چاہتی ہوں؟"۔وہ نا سمجھی سے خود کلامی کر رہی تھی۔وہ تو خود اپنی اس طرح کی کیفیت کو کوئی نام نہیں دے پا رہی تھی۔بھلا وہ ایک کھٹکے کی آواز پر اٹھ کر بیٹھ جانے والی نیند کی اتنی شیدائی کب سے ہو چلی تھی کہ دن چڑھتے تک اسکی آنکھ نا کھلتی تھی۔فارس نے اسکا یہ کھویا کھویا انداز دیکھ کر تاسف سے سر ہلا کر دونوں ہاتھ اٹھائے تھے۔

"تم بس اٹھ جاؤ یہی مہربانی ہو گی۔لگتا ہے ابھی بھی حواس بحال نہیں ہوئے۔"ہلکا سا طنز کرتا وہ اک سلگتی نگاہ اس پر ڈالتا باہر کی طرف قدم بڑھا گیا۔پیچھے وہ بیٹھی کی بیٹھی رہ گئی۔اسے لگا تھا وہ پاگل ہو جائے گی۔اسکے ساتھ ہو کیا رہا تھا؟وہ کیا کرتی پھر رہی تھی؟اسکی سمجھ سے بالاتر تھا۔آنکھیں رونے پر آمادہ تھیں جنہیں جھپک کر نمی اندر ہی اتارتی وہ جلدی سے اٹھی تھی۔

پورا پورا دن وہ بولائی بولائی سی بیٹھی رہتی تھی گم صم سی، کھوئی ہوئی کیفیت لیے۔وہ کسی سے کچھ کہہ بھی کہیں سکتی تھی۔فارس نے اسکو اپنی نگاہوں کے حصار میں رکھا ہوا تھا۔اسکی ہر حرکت اسے اسکی نگاہ میں مشکوک بنا رہی تھی۔

دوسری طرف سعدیہ بھی اپنی جہاندیدہ نظروں سے انکے درمیاں موجود تناؤ کو بھانپ کر مسرور سی ہو چلی تھیں۔انکی چال کامیاب رہی تھی۔ شفق کالج سے آکر موبائل اٹھالیتی تھی یا پھر اسٹڈی کے لیے کمرہ نذر ہو جایا کرتی۔زوار اپنی زندگی میں مگن لاپرواہ سا نوجوان تھا جسکی گھریلو امور میں دلچسپی صفر تھی ۔وہ بہت کم گھر میں دکھائی دیتا تھا یونی،اکیڈمی اور دوست یار وہ اپنی ہی دنیا میں مست رہنے والا انسان تھا ۔

فارس کی خفگی وہ سمجھتی تھی مگر وہ کیا کرتی اسکی نظریں جو سوال کرتیں تھیں انکا جواب تو اس کے خود کے پاس بھی نہیں تھا۔وہ جیسے کسی جال میں بری طرح پھنستی جا رہی تھی جہاں وہ خود کو بچانے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے سے بھی قاصر تھی۔سعدیہ کا رویہ اسکے ساتھ اچھا تھا شفق موڈی سی تھی جی کرتا تو بات کرتی نہیں تو چپ ہی رہتی۔اسکی امی کی ایک دو بار کال آئی تھی جنہیں وہ ہر لحاظ سے اپنی خوش و خرم زندگی کا یقین دلاتی مطمئین کر چکی تھی۔ مگر اس کی خود کی زندگی کی بے سکونی کا آغاز ہوا چاہتا تھا۔

سبین بچوں کے ساتھ فارس سے ملنے آئی ہوئی تھی جس کی کل لاہور واپسی تھی۔رات کھانا کھا کر فارس اسے چھوڑنے گیا تھا۔دعا کے کہنے کے باوجود اسے ابھی تک گھر کے کسی کام کو ہاتھ تک نا لگانے دیا تھا سعدیہ نے۔فارس کے سامنے تو وہ یوں اسکے صدقے واڑی جاتیں تھیں کہ اس کے دل میں ماں کا مقام اور بڑھ گیا تھا۔جو اس سے منسلک ہونے کی وجہ سے دعا کو اس قدر پیار دے رہیں تھیں۔اس وقت سعدیہ کچن میں تھیں جب شفق کو آواز لگائی۔وہ بے زار سی صورت لیے ہاتھ میں موبائل پکڑے ادھر آئی تھی۔

یہ لو جاؤ۔دعا کو دودھ دے آؤ۔اور ہاں یاد سے اسکے سوتے ہی یہ شیشی اس کے سرہانے کے پاس رکھ " دینا۔میں نے سبین سے کہا تھا اسے تھوڑی دیر کے لیے روک کر رکھنا اپنی طرف "۔سعدیہ نے پچکار کر اسے کہا جو برے برے منہ بنا رہی تھی۔

یہ اچھا ہے امی۔آپ نے تو مجھے اس مہارانی کی کنیز ہی بنا کر رکھ دیا ہے۔مجھ سے نہیں ہوتی یہ خدمتیں " "۔وہ رعونت سے بولی تو سعدیہ نے اپنا ماتھا پیٹ ڈالا۔

شفق عقل کی دشمن مت بنو۔ بس آج کی ہی تو بات ہے۔ کل فارس چلا جائے گا تو اسکے بھی یہ ٹھاٹ " سمجھو ختم۔ پھر میری شہزادی بیٹی ہل کر پانی بھی نہیں پیے گی "۔ مسکرا کر اسے کہتے انکے چہرے پر بڑی پر سرار سے تاثرات تھے۔

اچھا لائیں دیں۔ مگر یہ ٹیبلٹس کیوں رکھوا رہی ہیں؟ "احسان جتاتی وہ لے کر جانے پر آمادہ ہو ہی گئی۔ "

اونہوں۔ تم زیادہ اپنا دماغ نا چلاؤ۔ بس جتنا کہا جا رہا ہے اتنا ہی کرو "۔ بے زار سی وہ اسے وہ شیشی تھما " رہیں تھیں۔

اور یہ موا فون مجھے دے جاؤ۔ کیا تم جب دیکھو اسی کے ساتھ لگی ہوئی ہوتی ہو۔ کبھی جان چھوڑ بھی دیا " کرو اسکی "۔ اب کی بار لہجے میں ذرا ناراضگی تھی۔ شفق گڑبڑائی۔

نہیں امی رہنے دیں میں اٹھا لوں گی۔ وہ میری دوست کا میسج آ رہا ہے وہ آج کالج نہیں آئی تھی تو کام پوچھ " رہی ہے "۔ وہ کھسیانی سی ہو گئی تو سعدیہ نے سر ہلا کر اسے جانے کا کہا تھا۔

باہر آ کر شفق نے سکھ کا سانس لیا تھا۔ میسج ٹون بجی تھی چہرے پر میٹھی سی مسکان لیے وہ موبائل آن کرتی مصروف سی آگے بڑھ رہی تھی۔

سبین کے گھر سے آتے آتے کافی دیر ہو گئی تھی۔ باہر لاؤنج میں زوار ٹی وی پر ریسلنگ دیکھ رہا تھا وہ بھی کچھ دیر اسکے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔ ویسے بھی اس کے ساتھ بیٹھنے کا موقع شاذ و نادر ہی میسر آتا تھا۔ رات گیارہ بجے وہ دونوں اکٹھے اٹھے تھے۔ اپنے کمرے کی جانب بڑھتے اسکے قدموں میں اک بے نام سی تھکن در آئی تھی۔ اندر داخل ہوتے اسے کوئی حیرت نہیں ہوئی تھی شاید اب وہ اس کی جانب سے اسی سب کی توقع کیے ہوئے تھا۔ کپڑے بدل کر واپس آیا تھا۔

لائٹس آف کر کے فینسی لائٹس جلاتا وہ بیڈ تک آیا۔ اسے دیکھ کر دل اب کسی خوبصورت احساس سے ہمکنار نہیں ہوتا تھا۔ بلکہ کوفت و بے چینی سی لاحق ہونے لگتی تھی۔ اس کے وجود پر اک سرد نگاہ ڈالتے جیسے وہ اسے اس کے حال پر چھوڑ چکا تھا۔ وہ رشتوں کو عزت دینے کا عادی رہا تھا۔ تبھی اب تک خاموش تھا۔ مگر اب اسے لگ رہا تھا اسے آئندہ کا لائحہ عمل سوچ لینا چاہیے۔ اپنی نجی زندگی کسی کے ساتھ وہ ڈسکس کرنا بھی نہیں چاہ رہا تھا۔ جو بھی تھا یہ اسکا اور دعا کا انتہائی ذاتی معاملہ تھا۔ جس کو لے کر

وہ سعدیہ سے بھی بات کرنے کا متمنی نہیں تھا۔اور پھر انھیں برا بھی کتنا لگتا آخر کس قدر چاہ سے وہ اسے بیاہ کر لائی تھیں۔یہی سوچ اسے اور بھی پریشان کر رہی تھی۔

زہن لامتناہی سوچوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔بے دھیانی میں تکیہ درست کرنے لگا تو ہاتھ کسی چیز سے ٹکرایا تھا۔وہ چونکا۔ گردن گھما کر دیکھا اپنا تکیہ ذرا پرے کرنے پر دعا کے سرہانے کے نیچے سے اک شیشے کی چھوٹی سی بوتل لڑھک کر نیچے کی جانب آئی تھی۔اس نے ہاتھ بڑھا کر اٹھائی تھی لائٹ کم ہونے کے باعث وہ اسے ہاتھ میں لیے آنکھوں کے قریب لا کر آنکھیں چھوٹی کئے اس پر لگا لیبل پڑھنے کی سعی کر رہا تھا۔جب ناکامی ہوئی تو موبائل اٹھا کر ٹارچ آن کی تھی۔اس کی نظریں جوں ہی اوپر لکھی تحریر پر گئیں اس کا دماغ بھک سے اڑا تھا۔چہرے کے تاثرات میں یکلخت کھچاؤ سا آن وارد ہوا تھا۔منہ کے جبڑے تن گئے۔اس نے گردن گھما کر اسکے وجود پر غیض و غضب بھری نگاہ کی تھی۔آنکھوں کے گوشوں میں اترتی سرخی اس کے ضبط کی گواہ تھی۔لمحے کے ہزارویں حصے میں وہ بستر چھوڑتا پاؤں میں سلیپر اڑستا ہوا کمرہ چھوڑ کے جا چکا تھا۔وہ شیشی وہیں اسکی چھوڑی جگہ پر کچھ دیر ادھر ادھر لڑھک کر اب ساکن و جامد ہو گئی تھی۔اور بے سدھ پڑی دعا بے خبر رہ گئی تھی وہ اسکی نظروں میں اپنا اعتبار کھو چکی تھی ۔

وہ سیدھا چھت پر آیا تھا۔تازہ ہوا میں گہرے گہرے سانس لیتا وہ خود کو کمپوز کرنے کی کوشش کر رہا تھا ۔اندر دل میں کچھ چھناکے سے ٹوٹا تھا جس کی اذیت اس کے چہرے پر رقم تھی۔آنکھیں الگ لال انگارہ ہوئی اسکے اندر لگی آگ کی ترجمانی کر رہیں تھیں۔

وہ اتنے دنوں سے اس کو لے کر الجھا ہوا ضرور تھا مگر وہ اس سے فرار حاصل کرنے کے لیے یہ راہ اختیار کرے گی اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔تو کیا وہ اس بندھن سے خوش نہیں تھی؟۔اس کے ساتھ زور زبردستی کی گئی تھی؟۔اگر ایسا بھی تھا تو کم از کم اسے اس سے بات تو کرنی چاہیے تھی ۔اس طرح سے راہ فرار تلاش کر وہ اسے دوہری تکلیف سے دوچار کر گئی تھی۔جو بھی تھا اس نے اسے پوری دلی و ذہنی رضامندی سے اپنایا تھا۔اسے اس سے محبت نا سہی مگر اس رشتے کے توسط سے اک دلی لگاؤ سا محسوس ہوا تھا۔مگر وہ کیا کرتی پھر رہی تھی؟۔اسکا سر درد سے پھٹنے لگا تھا۔کتنی دیر وہ چھت کی اطراف پھیلی گرل پر ہاتھ دھرے ان زہریلی سوچوں میں گھرا رہا تھا۔فضا میں پھیلی ہلکی ہلکی سی خنکی بھی اس پر اثر انداز نہیں ہو پا رہی تھی۔کافی دیر بعد جب اک ہی پوزیشن میں کھڑے رہ رہ کر اسکے اعصاب چٹخنے لگے اور وجود میں اکڑن سی پیدا ہونے لگی تو اسے ذرا ہوش آیا تھا۔تب تک اسکی خود ساختہ سوچیں اسکے دل و دماغ میں دعا کا عکس گندلا کر چکی تھیں۔جہاں سے شاید ہی اب اسے اسکا حقیقی روپ ،اسکی بے گناہی و معصومیت اسے دکھائی دینے والی تھیں۔

آج خلاف معمول دعا کی آنکھ سات بجے کے قریب خود ہی کھل گئی تھی۔اسے اپنے علاوہ بیڈ پر کسی اور وجود کا احساس بھی ہوا تھا۔ذرا سی نظریں گھما کر اس نے اپنی دائیں جانب دیکھا تھا۔وہ دنیا جہاں سے بے خبر اوندھا پڑا سو رہا تھا۔دعا نے اسکی جانب کروٹ لی تھی۔دونوں تکیوں کے درمیاں تھوڑا فاصلہ تھا۔وہ خود بھی بیڈ کے آخری کونے پر لیٹا ہوا تھا مگر اسکی لمبی چھوڑی جسامت کے باعث دونوں میں فاصلہ پھر بھی چند انچ کا ہی تھا۔اس کا ایک ہاتھ دعا کے تکیے پر عین اسکے چہرے کے قریب دھرا تھا۔گندمی شفاف رنگت پر ابھری ہوئی سبز نسیں اور بالوں کی روئیں سے مزین وہ مضبوط و توانا ہاتھ اس کی توجہ اپنی طرف کھینچ چکا تھا۔کتنی دیر وہ اسے دیکھتی رہی تھی۔دل نے خواہش کی تھی ہاتھ بڑھا کر چھو لینے کی۔شرمگیں سی مسکان نے اسکے یاقوت جیسے لبوں کا احاطہ کیا تھا۔مگر وہ دل کی آواز پر لبیک کہنے کی ہمت نہیں جتا پائی تھی۔

اب اسکی نظروں نے اس کے ہاتھ سے اس کے چہرے تک کا سفر طے کیا تھا۔ماتھے پر بکھرے سنہری بالوں کے نیچے وہ بڑی بڑی ساحر آنکھیں بند تھیں جن کے کھلے ہونے پر وہ ان میں جھانکنے کی جسارت کبھی نہیں کر پائی تھی۔پہلے پہل ان میں اک شوق کا جہاں آباد ہوتا تھا مگر اب انکا سرد تاثر اسے منجمد کر نے کے درپے ہوا رہتا تھا۔چہرے پر سوتے ہوئے بھی ناراضگی جھلک رہی تھی۔ستواں ناک اس کے چہرے پر مغرور سا تاثر پیدا کرتی تھی۔دعا کے دل نے اک بیٹ مس کی تھی۔ندامت کا احساس اپنی لپیٹ میں اسے لیتا چلا گیا۔اسے فارس کی ناراضگی حق بجانب لگی تھی۔لیکن وہ خود بھی تو بے بس تھی ۔رات اس نے نیند آنے پر ایک دو بار واشروم جا کر منہ پر پانی کے چھپاکے بھی مارے تھے۔وہ آج ہر

صورت اسکا جاگ کر انتظار کرنا چاہتی تھی۔ مگر وہ اپنے حواسوں کو منہ زور غنودگی کے غلبے سے کچھ دیر ہی بچا پائی تھی پھر نیند کے ریلے میں بہتی چلی گئی۔

یہ سچ تھا کہ وہ شروع سے ہی عشاء کی نماز پڑھتے ہی سو جانے کی عادی تھی۔ اسکی آنکھیں بند ہونے لگتی تھیں وہ تو ایگزام میں بھی کبھی رات دیر تک پڑھ نہیں پاتی تھی۔ کتاب کھول بھی لیتی تو جھولنے لگتی تھی جس پر طلحہ اس کا خوب ریکارڈ لگایا کرتا۔ مگر اگر وہ جلدی سو جایا کرتی تھی تو پھر صبح صادق اٹھ بھی جایا کرتی تھی۔ وہ اب بھی یہی سمجھ رہی تھی کہ شاید وہ اسی عادت کے باعث جلدی سو جاتی ہے۔ مگر صبح دیر تک سونا؟ یہ اسکے لیے پریشان کن تھا۔ (شاید امی نہیں ہیں تو میری صبح اٹھنے والی عادت خراب ہوتی جا رہی ہے)۔ اپنے بھولپن میں وہ یہی تک سوچ پائی تھی۔ پھر وقت کا احساس ہوتے وہ اٹھی تھی۔ وہ واشروم سے باہر آئی۔

کھٹکے کی آواز پر وہ جو صبح فجر کی اذانوں کے وقت کمرے میں واپس آیا تھا اٹھ گیا تھا۔ مندی مندی آنکھیں کھولے وہ سر اٹھا کر اسے دیکھ رہا تھا۔

پھر وہ لیٹے سے اٹھ بیٹھا۔ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے وہ سرخ آنکھوں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ دعا کو پہلی بار ان نظروں سے خوف محسوس ہوا تھا۔ عجیب بیگانگی لیے وہ کاٹ دار سی نگاہیں اسکے دل کو سہار رہیں تھیں۔ اسکی گردن میں گلٹی ڈوب کر ابھری تھی۔ کچھ غیر معمولی ہونے کا احساس اسے منظر سے غائب

ہو جانے کا عندیہ دے رہا تھا۔جس پر وہ عمل کرنے جا ہی رہی تھی کہ اسکی معمول سے بھاری ہوتی گھمبیر آواز نے اس کے قدم جکڑ لیے۔

رکو"۔اس نے اپنی آنکھیں سختی سے بند کیں۔ہاتھ کی مٹھی بند کر کے دوپٹے کا کونہ زور سے بھینچا" ۔وہ اب اٹھ کر قدم قدم اسکی جانب آیا تھا۔عین اسکے سامنے کھڑا ہوا۔اس کی دراز قد و قامت کے آگے بمشکل اس کے سینے تک آتی وہ نازک سی موم کی گڑیا معلوم ہوتی تھی۔مگر اس وقت اس کے سبھی احساسات جیسے برف کی سل کی مانند تھے، منجمد، سرد، اور سپاٹ۔

رات تم کچھ بھول گئی تھی شاید؟"۔مدھم آواز میں دبی دبی چنگاریاں سلگ رہیں تھیں۔دعا نے پلکیں" اٹھائی تھیں۔اب وہ اس کے سامنے اپنی ہتھیلی پھیلائے کھڑا تھا۔آنکھوں میں ملامت کا سا تاثر جاگا تھا ۔اسکی شفاف ہتھیلی پر شیشے کی چھوٹی سی بوتل دھری تھی جسے وہ نا سمجھی بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی ۔

URDUNovelians

یہ۔۔۔یہ کیا ہے؟"اسکے معصومیت سے استفار کرنے پر فارس کے کے اندر بھڑ بھڑ آگ بھڑکی تھی" جس کے شعلوں نے دعا کو بھی اپنی لپیٹ میں لیا تھا۔اس نے وہ شیشی طیش میں آکر بیڈ پر پھینکی تھی۔اور اپنے دونوں ہاتھ اسکے شانوں پر سختی سے جمائے تھے وہ اک جھٹکے سے پوری جان سے لرزتی اس کے قریب ہوئی تھی۔اب سہمی ہوئی نظروں سے اس کے اس جارحانہ موڈ کو دیکھ رہی تھی۔

بس کر دو دعا؟۔کیوں مجھے پاگل کر دینا چاہ رہی ہو؟۔اب جب میں جان چکا ہوں تو تم کیوں انجان بننے کا ناٹک کر رہی ہو؟۔کتنی معصوم دکھتی ہو ناں تم۔کسی بھی زی ہوش انسان کو اپنی معصومیت سے دیوانہ بنا سکتی ہو۔مگر اب نہیں۔میں اب اس جال میں کم از کم نہیں پھنسنے والا۔"۔جس جارحیت سے اسے پکڑا تھا اسی انداز میں اسے یک دم چھوڑا بھی تھا وہ لڑکھڑا کر دو قدم پیچھے ہوئی تھی۔دعا کا چہرہ زرد پڑھ گیا تھا۔گلے میں آنسوؤں کا گولہ سا اٹکا تھا۔

فارس کاٹ دار نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔اسکے اتنے دنوں کا ضبط آج جواب دے گیا تھا۔آج وہ اس سے ہر صورت جواب چاہتا تھا۔مگر اس کی فق پڑی رنگت اور پھٹی آنکھوں میں تیرتی نمی نے اس کے غصے کی جلتی آگ پر ٹھنڈی پھوار کا سا کام کیا تھا۔وہ بہت چھوٹی تھی اور نا سمجھ بھی تھی یہی سوچ اسکا دل پسیج گئی تھی۔اب کی بار بولا تو آواز میں پہلے والی برہمی مفقود تھی۔

تمہیں مجھ سے فرار حاصل کرنے کے لیے نیند کی گولیوں میں پناہ لینے کی کیا ضرورت تھی؟۔کوئی مسئلہ تھا تو بات کرتی مجھ سے۔تمہیں اگر اس رشتے کو لے کر کچھ وقت درکار تھا اسے اپنانے میں کوئی پریشانی تھی دعا تو مجھ سے کہہ کر تو دیکھتی یار۔میں ہر طرح سے تم سے تعاون کے لیے تیار تھا۔مجھے خود بھی احساس ہے تم چھوٹی ہو ابھی۔ہمارا ایج ڈیفرینس بھی کافی ہے۔اور ہم ایک دوسرے کے لیے یکسر انجان بھی ہیں۔مگر پھر بھی ان سب باتوں کے باوجود تمہیں کوئی حق نہیں پہنچتا تھا مجھے یوں چیٹ

کرنے کا۔یو ہرٹ می دعا"۔اسکے زخمی لہجے میں ٹوٹی کرچیوں کی سی چبھن تھی۔وہ سر کے بالوں میں ہاتھ پھیرتا ہوا شکست خوردہ سا بیڈ کی پائینتی پر جا ٹکا تھا۔دعا بے آواز روتے ہوئے اسکی باتوں کو سمجھنے کی ناکام سی کوشش کر رہی تھی۔وہ اسکے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھی تھی۔

میں نے آپ کو چیٹ نہیں کیا میں سچ میں نہیں جانتی یہ ٹیبلٹس کہاں سے آئی ہیں"۔ بھیگی سی آواز میں" وہ منمنائی۔بدلے میں فارس نے اسے جن نظروں سے دیکھا وہ اسے باور کروا گئیں تھیں کہ وہ اس کی نظروں میں اپنا اعتبار بحال کرنے میں بری طرح ناکام رہی ہے۔اسکی آنکھوں سے جھانکتی قطعیت بتا رہی تھی اسے اس بات کا یقین دلانا پتھر سے سر ٹکرانے کے مترادف ہے۔

ایم سوری"۔اور یہ اسکی پہلی غلطی تھی وہ جھک گئی تھی بعض اوقات رشتوں کو بچانے کے لیے جھک" جانے میں کوئی قباحت نہیں ہوتی۔مگر وہ نہیں جانتی تھی یہ جھکنا اس کے رشتے کو کمزور کرنے میں سنگ میل کی سی حیثیت اختیار کر لے گا۔

URDUNovelians

فارس نے اسکا بازو پکڑ کر اسے اپنے برابر بٹھایا تھا۔ایک گھٹنہ موڑے وہ رخ اسکی جانب کئے وہ اسکو اپنی آنکھوں کے حصار میں رکھے ہوئے تھا۔

دعا تم کسی کو پسند کرتی تھی "۔وہ نپے تلے انداز میں پوچھ رہا تھا وہ نفی میں سر ہلا گئی۔"

امی بتا رہیں تھیں تمہاری کزن سے منگنی رہ چکی ہے۔کیا تم اس میں انٹرسٹڈ تھی؟دیکھو اگر ایسا ہے تو" اس میں کوئی غلط بات نہیں ہے انسان اتنا عرصہ کسی سے منسلک رہے تو لگاؤ ہو جانا فطری سی بات ہے "۔وہ نرمی سے اسے دیکھتے ہوئے بول رہا تھا مگر اس نے پھر سے سر نہ میں ہلایا تھا۔

تو پھر اس رشتے میں تمہاری رضامندی شامل نہیں تھی کیا؟"اس نے اپنے ذہن میں پلتے آخری" خدشے کو بھی زبان دے دی تھی۔

مگر اس بار اس نے ہاں میں سر ہلایا تھا۔فارس کے دل کو ذرا تسلی ہوئی تھی۔

تو پھر کیا مسئلہ ہے؟"۔وہ پھر سے گھوم پھر کر وہیں آ گیا تھا دعا نے سر جھکا دیا تھا اس سوال کا جواب اس" کے پاس خود بھی نہیں تھا۔اور جو وہ کہہ رہی تھی وہ اسے ماننے کو تیار نہیں تھا۔

اچھا تم کچھ مت کہو۔جب تک تمہارا دل نہیں آمادہ ہوتا۔میں تمہیں فورس نہیں کروں گا۔مگر آئندہ یہ" سب کرنے کی بھی ضرورت نہیں ہے۔جب تک تم مینٹلی اس ریلیشن کو ایکسپٹ نہیں کر لیتی میں تم

سے کوئی تقاضہ نہیں کروں گا او کے "۔اس کا گال تھپتھپا کر یقین دہانی کرائی گئی تھی۔اور دعا کے لیے فلحال یہی کافی تھا کہ اب وہ اس سے غصّہ نہیں تھا،اس سے ناراض نہیں تھا اب وہ اس سے مسکرا کر نرمی سے بات کر رہا تھا۔وہ نم آنکھوں سے مسکرادی۔وہ فطرتاً ڈرپوک واقع ہوئی تھی۔چھوٹی چھوٹی باتوں پر ڈر جانے والی۔مگر انجان تھی یہ دنیا ڈرنے والوں کو اور ڈراتی ہے۔

وہ دونوں اکٹھے روم سے باہر آئے تھے ناشتے کی میز پر بیٹھی سعدیہ جو کسی دھماکے کے انتظار میں تھیں انھیں یوں پر سکون چہروں کے ساتھ ایک ساتھ آتے دیکھ دل ہی دل تلملا اٹھی تھیں۔انکے اندر کی حسد اور نفرت انھیں پل پل سلگا رہی تھی۔دوسروں کا برا سوچنے والا خود بھی کبھی آسودہ نہیں رہ پاتا ۔اپنے اندر کی آگ کی بھٹی میں وہ خود بھی لمحہ لمحہ جلتا ہے۔اور یہ جلن اس کے بغض و کینہ کو مزید ہوا دیتی ہے۔

URDUNovelians

ایسا ہی کچھ حال سعدیہ کا بھی تھا۔انہوں نے اک سلگتی نگاہ بیٹی پر ڈالی جو انکو دیکھ کر لاپرواہی سے شانے اچکا کر اپنے ناشتے کی پلیٹ پر جھک گئی تھی۔بمشکل اپنے تاثرات پر قابو پاتے انہوں نے دونوں کو خیر

مقدمی مسکراہٹ سے دیکھا۔سلام کرتے فارس وہیں زوار کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھا تھا۔جبکہ دعا شفق کے ساتھ بیٹھی تھی فارس کے سامنے والی کرسی پر۔

فارس کتنے بجے نکلو گے بیٹا؟"سعدیہ نے اک گہری نگاہ دعا کو دیکھ فارس کی طرف توجہ مرکوز کی تھی " ۔جو آملیٹ دعا کی طرف بڑھا رہا تھا۔

انشااللہ دس بجے تک۔ٹائم سے پہنچ جاؤں گا"۔وہ سرسری سا کہتا ناشتہ کرنے لگا۔"

بھائی مجھے بائیک لینی ہے؟۔"یہ زوار تھا جواب ناشتے سے ہاتھ روک کر اسکی طرف رخ پھیرے " ہوئے تھا۔فارس مسکرایا

زاور یار بس تھوڑا سا ویٹ کر لو۔ابھی شادی میں بھی ٹھیک ٹھاک خرچہ ہو گیا ہے۔لیکن میں وعدہ " کرتا ہوں انشااللہ دو تین ماہ تک جیسی تم کہوں گے ویسی بائیک لے لینا۔"اس کے لب و لہجے میں پدرانہ شفقت تھی چھوٹے بھائی کے لیے۔وہ سر ہلاتا ہوا اٹھ گیا تھا۔اسکی عادت تھی وہ بنا مطلب بات نہیں کرتا تھا۔مختصر سی گفتگو کیا کرتا تھا۔

چھوڑو فارس کوئی ضرورت نہیں ہے۔اسے کوئی خیال ہے بھائی کیسے سب نظام چلاتا ہے۔صاحب " بہادر کی اپنی فرمائیشیں ہی ختم نہیں ہوتی۔"اوپری خفگی سے کہتے سعدیہ نے سر جھٹکا۔

نہیں امی۔رہنے دیں۔مجھ سے نہیں کہے گا تو کس سے کہے گا۔بس آپ دعا کریں میں نے ایک دو جگہ " اپلائی کیا ہوا ہے بیرون ملک۔وہاں سے مثبت جواب آ جائے تو پھر سب بہتر ہو جائے گا انشااللہ "۔دعا نے نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا تھا دل اسکی بات سن کر بے قرار ہوا تھا۔تو کیا وہ اتنے دور چلا جائے گا؟۔پاس تو اب بھی نہیں تھا مگر دل کو ڈھارس تو تھی کہ ہفتے مہینے میں واپس آ جائے گا۔باہر کے ملک جانے والے تو سالوں پر محیط انتظار اپنے پیاروں کے دامن میں ڈال جاتے ہیں۔فارس کی نگاہ بھی اٹھی تھی اس کی نظروں کا اضطراب اس کو انجانی سی خوشی سے ہمکنار کر رہا تھا۔کچھ دیر پہلے کثافت کے بادل کچھ پل کے لیے ہی سہی ہٹے تھے تو دل و دماغ پر اک خوشگوار سے تاثر نے اپنی چھاپ چھوڑی تھی۔سعدیہ کو آنکھوں کا یہ کھیل بری طرح کھٹکا تھا۔

انشااللہ بیٹا۔اللہ پاک تمہیں کامیاب کرے "۔انہوں نے دل سے دعا دی تھی جانتی تھیں اسکی کامیابی " ہی انکی اور انکے بچوں کی خوشیوں کی ضمانت ہے۔اپنے مفاد کے لیے وہ کچھ بھی کر سکتی تھیں۔

شفق اس سب میں بس خاموشی سے اپنے ناشتے میں مگن رہی تھی۔

فارس جانے سے سے پہلے اس کے ہاتھ میں چند ہزار ہزار کے نوٹ تھما گیا تھا۔اس کے جانے سے دل اداس ہوا تھا جسے وہ کوئی نام نہیں دے پا رہی تھی۔وہ کمرے میں آئی تھی سامنے بیڈ سائیڈ ٹیبل پر پڑی وہ شیشی اس کا منہ چڑا رہی تھی جو اسکے لیے اک معمہ ہی بن کر رہ گئی تھی۔یہ اسکی نہیں تھی اور انہیں وہ لیتی بھی ہر گز نہیں تھی۔اسے لگا تھا فارس کو کوئی غلط فہمی ہوئی تھی۔وہ اسے بتانا چاہتی تھی مگر اسکی امی نے کہا تھا شوہر سے بحث نہیں کرنی چاہیے۔ایک چپ میں سو سکھ چھپے ہوتے ہیں۔اس نے بھی چپ سادھ لی تھی۔مگر اسکا اپنا دماغ سوال اٹھانے لگا تھا۔

فارس نے کہا تھا یہ گولیاں اسکی نہیں ہیں اور نا ہی اس نے کبھی استعمال کی ہیں۔دوپہر وہ کچن میں تھی سعدیہ کا بی پی ہائی تھا وہ آرام کر رہیں تھیں انہوں نے شفق کو کھانا بنانے کا کہا تھا مگر وہ اپنے کل کے ٹیسٹ کی تیاری میں بزی تھی۔ایسے میں دعا نے خود ہی ان سے کہا تھا کھانا وہ بنا لے گی۔ویسے بھی خالی بیٹھ بیٹھ کر کہیں سوچیں اسکو پریشان کرنے لگی تھیں۔وہ ہانڈی بنا رہی تھی جب شفق پانی پینے وہاں آئی۔اسے دیکھ کر دعا نے کچھ سوچا پھر اس سے پوچھ ہی ڈالا۔

شفق وہ کمرے میں سے نیند کی گولیاں ملی ہیں۔آپ کو پتہ ہے کس کی ہیں؟" شفق کی اسکی جانب " پشت تھی وہ گلاس رکھتے ہوئے لحظہ بھر کے لیے گڑبڑائی پھر خود کو پر سکون ظاہر کرتی مڑی۔

نہیں بھابھی۔مجھے تو نہیں پتہ۔ہو سکتا ہے بھائی کی ہوں۔" مسکرا کر بہت صفائی سے جھوٹ بولا گیا تھا" ۔دعا پھیکی سی مسکراتی سر ہلا گئی۔

آپ کیوں پوچھ رہی ہیں؟"۔اس نے سرسری سا پوچھا تھا مگر انداز ٹٹولنے جیسا تھا۔"

نہیں ویسے ہی۔وہ میں کمرے کی صفائی کر رہی تھی تو مجھے دکھائی دیں پہلے نہیں تھیں وہاں۔تو سوچا" پوچھ لوں۔"۔وہ اب مصروف سی ہانڈی میں ڈوئی ہلا رہی تھی۔ شفق کچھ بھی کہے بغیر وہاں سے نکل آئی ۔اسکا رخ ماں کے کمرے کی طرف تھا۔انھیں یہ بات جلد از جلد بتانا ضروری ہو گیا تھا۔

URDUNovelians

سبین کا گھر تھوڑا ہی دور تھا اس لیے وہ ہر دوسرے دن آ موجود ہوتی تھی۔اب بھی اسکے بچے باہر ٹی وی کے آگے بیٹھے ہوئے تھے۔دعا ان کے لیے فرنچ چپس فرائی کر رہی تھی۔ سبین کو چائے وہ سعدیہ کے کمرے میں ہی دے آئی تھی جو بیمار ماں کی مزاج پرسی کے لیے آئی تھی۔

دعا بھولی ضرور ہے مگر بیوقوف نہیں ہے امی۔ جلدی کچھ سوچیں ورنہ اسے سب پتہ چل جانا ہے "
۔"ساری بات ماں سے سننے کے بعد سبین نے اپنی رائے کا اظہار کیا تھا۔

اور اس فارس کو دیکھیں پتہ نہیں کس مٹی کا بنا ہے۔ مرد کہاں ایسی باتیں برداشت کرتے ہیں۔ مگر وہ "
ہے کہ ٹھہرے پانیوں سی خاموشی اختیار کئے ہوئے ہے۔ مجھے تو اب بھی یقین نہیں آ رہا اس نے کچھ نہ
کہا دعا کو۔ یا پھر امی مان لیں اس پر دعا کا جادو چل گیا ہے "۔وہ بے دریغ تبصرہ کرنے میں لگی تھی سعدیہ
کے ماتھے پر شکنوں میں مسلسل اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

تم دیکھتی جاؤ سبین اب میں کرتی کیا ہوں۔ کام والی ماسی کی بھی چھٹی کر دی ہے میں نے۔ سارا دن "
کام سے فرصت ملے گی تو ہی کچھ سوچ سمجھ پائے گی ناں۔ اور رہا فارس تو وہ پوری طرح میری مٹھی میں
ہے وہ وہی سنے گا جو میں کہوں گی "۔ کسی گہری سوچ میں ڈوبی سعدیہ نے سبین سے کہا۔

یہ بھی اچھا کیا امی۔ گھر کا کام ہے کتنا سا جو خواہ مخواہ ماسی کو اتنے پیسے دیتی پھریں وہی کہیں کام آ جائیں "
گے۔ بس آپ اسکو کاموں میں یوں الجھائے رکھے کہ اسے کسی اور طرف دھیان دینے کی فرصت ہی نہ
ملے "۔ چائے کی چسکی لیتی وہ ساتھ مشوروں سے بھی نواز رہی تھی۔

بس فارس کا ایک بار باہر کا کام ہو جائے سبین۔ پھر دیکھنا کیسے ہمارے وارے نیارے ہو جائے گے "
۔کچھ سالوں کی بات ہے۔ یاسر کا نیا کاروبار سیٹ ہو جائے گا۔ پھر شفق کی شادی ہو جائے۔ زاور اپنے

پیروں پر اچھے سے جم جائے پھر ہمیں کیا لینا دینا اس سے۔ میری بھی جان چھوٹے اس جھوٹے ممتا کے ڈرامے سے۔ تمہیں کیا معلوم خون کا گھونٹ پی کر رہ جاتی ہوں جب جب اس کا چہرہ سامنے دیکھتی ہوں "۔زہر خند لہجے میں وہ اپنے اندر چھپی اسکے لیے حقارت کو زبان کی نوک تک لے آئی تھیں۔

اور دعا اسکا کیا سوچا ہے پھر "۔سعدیہ کے چہرے پر بڑی شاطر سی مسکراہٹ آن ٹھہری۔"

اسکا بھی میں بندوبست کرتی ہوں۔ابھی تک اس نے میری نرمی دیکھی ہے۔اور اسکا اتنا مسئلہ بھی " نہیں ہے۔میں نے دیکھا ہے۔دبو سی ہے جلدی ڈر جاتی ہے۔اسے قابو کرنا تو میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے "۔دونوں ماں بیٹی کے چہرے پر بڑی شیطانی سی چمک تھی۔انسان بھول جاتا ہے اللہ ظالم کی رسی دراز تو کرتا ہے۔مگر جب کھینچتا ہے تو وہ اوندھے منہ ذلت کی گہری کھائی میں گرتا ہے۔جہاں سے نکلنا پھر اسکے بس میں نہیں رہتا۔

فارس جب بھی کال کرتا تھا اس سے بھی لازمی بات کرتا تھا۔وہ سعدیہ کے موبائل پر ہی کال کیا کرتا تھا ۔وہ دعا سے کہہ کر گیا تھا اگلی بار آنے پر اسے موبائل فون دلا کر جائے گا۔سعدیہ جب بھی اسے بات کرنے کے لیے موبائل تھماتی تو کبھی بھی وہاں سے ہلتی نہ تھیں بلکہ نظریں تک اس کے چہرے پر

گاڑھے رکھتی۔ایسے میں دعا کو عجیب تو بہت لگتا مگر وہ کبھی خود بھی اتنی ہمت نہیں کر پائی کہ وہاں سے اٹھ کر اکیلے میں جا کر بات کر سکے۔یوں انکی بات کبھی خیر خیریت دریافت کرنے سے آگے بڑھ ہی نہیں پاتی تھی۔

گھر کا سارا کام غیر محسوس طریقے سے اس کے ذمہ آ گیا تھا جسے لے کر اسے کوئی دقت نہیں تھی۔بلکہ وہ خوش تھی دن آرام سے گذر جاتا تھا۔۔ایک اور بات جو اسے حیراں کرتی تھی وہ یہ کہ فارس کے جانے کے بعد اسکی نیندیں روٹھ گئیں تھیں۔ساری ساری رات وہ کروٹیں بدل کر گزار دیتی یا پھر سو بھی جاتی تو ہر تھوڑی دیر بعد آنکھ لازمی کھل جاتی۔

اسکی امی آئی تھیں۔اور وہ انکے ساتھ دو دن رہنے بھی گئی تھی۔سعدیہ اسکی امی سے بہت اچھے سے پیش آئی تھیں۔جس کے بعد وہ بیٹی کی طرف سے پر سکوں ہو گئی تھیں۔دعا نے بھی انھیں ہر ممکن انداز میں اپنی خوش و خرم ازدواجی زندگی کی یقین دہانی کرائی تھی۔

پھر ایک دن جب وہ فارس سے بات کر رہی تھی تو اسے محسوس ہوا تھا جیسے وہ کچھ خفا خفا سا ہے۔کچھ دیر بعد یہ راز بھی کھل گیا جب اس نے اسے کہا تھا۔

"دعا امی کے پاس بھی تھوڑی دیر بیٹھ جایا کرو۔ شفق اور زاور گھر پر نہیں ہوتے۔تم کمرے سے نکل کر انکے ساتھ کچھ باتیں ہی کر لیا کرو۔بزرگوں کا دل بہل جاتا ہے۔"جواب میں اسنے بے یقین نظروں

سے سعدیہ کی طرف دیکھا جو بظاہر انجان سی بیٹھی تھیں۔مری ہوئی آواز میں بمشکل "جی" کہا تھا۔وہ اس سے کہہ نہیں سکی تھی کہ اپنے کمرے میں تو وہ صرف رات کو سونے ہی جاتی ہے۔باقی کا پورا دن تو کام کرنے میں ہی گذر جاتا ہے۔مگر پھر اس نے معمول بنالیا تھا وہ کچھ ٹائم نکال کر لازمی ان کے پاس بیٹھا کرتی تھی۔ان سے بے مطلب چھوٹی چھوٹی باتیں کرتی انکے قصے سنتی۔جو اکثر فارس کی انکے لیے محبت وفرمانبرداری سے شروع ہو کر اسی پر ختم ہوتے۔

وہ اسے اچھی طرح سے سمجھا چکی تھیں کہ اس گھر میں فقط انکی ہی چلتی ہے اور انکی ہی چلے گی۔اور فارس کے لیے ان سے بڑھ کر کوئی بھی اہم نہیں ہے۔دعا نے اپنے دل و دماغ میں انکی ہر بات اچھے سے بٹھا لی تھی۔پتہ نہیں کیوں مگر انکا اک رعب و دبدبہ سا اسکی ذات پر قائم ہو چکا تھا۔آہستہ آہستہ وہ اسے اپنا اصلی روپ دکھا رہیں تھیں۔

URDUNovelians

سبین اپنے اہل و عیال کے ساتھ آئی ہوئی تھی سب کی پسند کی ایک ایک ڈش بناتے اچھی خاصی دعوت کا سا انتظام ہو گیا تھا۔سبین کے رخصت ہوتے ہی سب اپنے اپنے کمروں میں جا گھسے تھے۔برتنوں کا انبار کچن میں اسکا منتظر تھا۔اس نے پہلے نماز پڑھی تھی۔پھر کچن میں آ گئی تھی۔وہ برتن دھو ہی رہی تھی

جب زاور بھی وہیں آ گیا۔وہ کچھ دیر پہلے ہی گھر لوٹا تھا۔آہٹ پر اس نے مڑ کر دیکھا تھا جواب فریج میں سر دیے کھڑا تھا۔

کچھ چاہیے زوار بھائی؟"۔اس کے پوچھنے پر اسنے مڑ کر اسے دیکھا تھا۔"

جی بھابھی کھانا چاہیے۔بہت بھوک لگ رہی ہے"۔کہتے ہوئے وہ وہیں کچن میں رکھی ہوئی کرسی پر" بیٹھ گیا تھا۔دعا سر ہلاتی ہاتھ دھوتی وہاں سے ہٹ کر اس کے لیے کھانا گرم کرنے لگی۔وہ نماز پڑھ رہی تھی جب وہ آیا تھا۔اسے لگا شاید شفق نے اسکو کھانا دے دیا ہوگا۔

اس کے آگے کھانا چن کر وہ واپس برتن دھونے لگی تھی۔زوار خاموشی سے کھانا کھا رہا تھا۔دعا نے کبھی اسے فالتو بات کرتے نہیں دیکھا تھا۔اور اس سے تو وہ انتہائی ضرورت کے وقت ہی بات کیا کرتا تھا ۔اسے دیکھ کر پتہ نہیں کیوں طلحہ کی بہت یاد آتی تھی حالانکہ دونوں کی طبیعتوں میں زمین آسمان کا فرق تھا۔

کچھ ہی دیر گزری تھی کہ سعدیہ بھی وہیں چلی آئیں۔زوار کو وہاں دیکھ انکا ماتھا ٹھٹکا تھا۔

تم یہاں کیا کر رہے ہو زوار؟"۔انکے لہجے میں ناپسندیدگی تھی۔"

دیکھ تو رہیں ہیں امی کھانا کھا رہا ہوں۔"کندھے اچکا کر بے نیازی سے جواب دیا۔"

باہر ڈائینگ ٹیبل پر بیٹھ کر کھاؤ یہاں کچن میں کھانے کی کیا تک بنتی ہے بھلا؟"۔وہ جرح پاس سے" انسیت سی ہو چلی تھی۔راتر آئی ساتھ اک غیض بھری نظر دعا پر بھی کی وہ اپنی جگہ چور سی ہو گئی۔اب یہ قصور بھی اس کے کھاتے میں درج ہو جانا تھا۔

کیا ہے امی۔یہاں بیٹھ کر کھا لیا تو کیا قیامت آ گئی ہے۔ایک تو کسی کو میری پرواہ ہی نہیں ہے اتنی دیر" سے آیا ہوا ہوں۔آپ کی بیٹی صاحبہ نے دیکھنے کے باوجود کھانے کا دور پانی کے لیے بھی جھوٹے منہ نہیں پوچھا۔بھابھی بے چاری کام میں لگیں تھیں۔تو بس یہیں بیٹھ گیا۔"وہ بے زاری سے کہتا اب اپنے ہاتھ صاف کر رہا تھا۔سعدیہ کو اسکی دعا کے لیے یہ طرفداری ایک آنکھ نہ بھائی۔

توانسانوں کئ طرح وقت پر گھر آیا کرو ناں۔آدھی رات کو آؤ گے تو کون تمہیں پوچھے گا۔ماں کے" پاس بیٹھنے تک کے لیے دو گھڑی وقت نہیں ہوتا تمہارے پاس۔اتنا نہ ہو اماں کے کمرے میں ہی آ کر

کھانا کھالو ساتھ دو چار باتیں کر لو"۔وہ طنزیہ بولی تھیں زوار سر جھٹکتا ہوا باہر نکل گیا۔ان سے اس وقت بحث کا وہ کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا۔اسکا یوں بنا کچھ کہے چلے جانا انھیں اور بھی تپا گیا تھا۔

اب انکا رخ دعا کی طرف ہوا۔

بات سنو بی بی۔دیور بھابھی کے رشتے کو آگ سے تشبیہ دی جاتی ہے۔تم خود احتیاط کیا کرو۔بچی" نہیں ہو جو ہر بات تمہیں سمجھائی جائے"۔اسے کھری کھری سنا کر دل کی بھڑاس نکال کر وہ وہاں سے پیر پٹختی نکل گئیں تھیں۔پیچھے دعا کے چہرے پر زردی گھل گئی تھی۔وہ دبے لفظوں میں کیا کیا کہہ کر گئیں تھیں اسے اچھے سے سمجھ آ گئی تھی۔آنکھوں میں تیرتی نمی نے سامنے کا منظر دھندلا کر رکھ دیا تھا

۔

رات وہ کمرے میں آئی تو تھکن سے پورا وجود درد کر رہا تھا۔کمرے کا لاک لگا کر لائٹس آن ہی چھوڑے وہ بستر تک آئی۔فارس کے جانے کے بعد وہ بتی جلائے رکھتی تھی۔شروع سے وہ امی کے ساتھ سوتی آئی تھی اب اکیلے سوتے ڈر لگنا یقینی سی بات تھی۔بستر پر لیٹ کر اس نے انگلیوں پر حساب لگایا تھا

۔اسے گے ہوئے آج سولہواں دن تھا۔کمرے میں ابھی بھی جیسے اس کے وجود کی خوشبو پھیلی ہوئی تھی ۔

اس کی طرح اس کمرے کے در ودیوار بھی اپنے مکین کی غیر موجودگی پر غمگیں تھے۔اسکی آنکھوں کے سامنے اسکا عکس لہرایا تھا۔دل کی دھڑکنوں نے اپنی لہہ بدلی تھی۔اس سے اک خاص انسیت سی ہو چلی تھی اسے سوچتے سوچتے نیند کی آغوش میں جانا عادت سی بن گئی تھی۔وہ رفتہ رفتہ اسے اپنے سحر میں بری طرح جکڑتا جارہا تھا۔اسکے خیالوں کی پناہ میں کھو کر وہ اپنے آپ سے بے نیاز ہو جایا کرتی تھی۔

سعدیہ کا رویہ کبھی کبھی اس کا دل سہانے لگتا تھا۔انکی باتیں اسے عجیب سی لگتی۔انکی آنکھوں میں اک انجانی سی چھبن سی ہوتی تھی۔ شفق کے تو مزاج ہی نہیں ملتے تھے۔وہ نک چڑھی سی موڈی طبیعت کی مالک تھی۔رہی سبین تو اسکا رویہ بھی کچھ لیا دیا سا ہی تھا۔

اس گھر میں زندگی اتنی آسان بھی نہیں تھی پر شروع شروع میں تو سب کو ہی مشکل پیش آتی ہے سوچ کر وہ اپنے خدشات میں گھرے دل کو تسلی دے دیا کرتی تھی۔ مگر آنے والا وقت اس کے لیے کیا عذاب لے کر آنے والا تھا وہ بے خبر تھی۔

شفق اور سعدیہ دونوں ہی شفق کی دوست کی بہن کی شادی میں شرکت کیلئے گئی ہوئی تھیں۔زوار دو دن سے اپنے دوستوں کے ساتھ ٹرپ پہ گیا ہوا تھا۔شام کا وقت تھا۔دروازے پر ہوئی دستک پر وہ باہر آئی تھی۔اور سامنے اچانک سے فارس کو دیکھ کر اس کے چہرے پر حیرت وانسباط کے کہیں رنگ نمودار ہوئے تھے۔آنکھوں میں جگنو تیرنے لگے تھے۔وہ بے یقین نظروں سے ساکت کھڑی اس کے وجیہہ چہرے کو نہار رہی تھی۔جو پہلے تو اس کے راستہ دینے کا انتظار کرتا رہا پھر اسے یوں ہی جما دیکھ کر وہ ہلکہ سا تبسم لبوں میں لیے دو قدم آگے بڑھا تھا اسے شانوں سے تھام کر آہستگی سے پیچھے کیا۔

بے ہوش نہ ہو جانا یار۔ورنہ سرپرائز مہنگا پڑ جائے گا۔"اسکی حالت سے حظ اٹھاتا وہ لطیف سا طنز کرتا پیچھے مڑ کر دروازہ بند کر رہا تھا۔دعا کو لمحوں میں اپنی بے اختیاری کا ادراک ہوا تھا۔وہ حجل ہوتی انگلیاں چٹخانے لگی تھی۔سرخ وسپید عارضوں کے نیچے قندیلیں سی جل اٹھی تھیں۔فارس ہمیشہ بنا بتائے آنے کا عادی رہا تھا۔

اسلام علیکم"۔بلا آخر اسے یاد آ ہی گیا۔وہ اب اسکی طرف رخ کر چکا تھا کندھے پر سفری بیگ لٹک رہا تھا۔چہرے پر لمبی مسافت کے آثار تھکن کی صورت صاف نظر آتے تھے۔مگر اس کے باوجود وہ بلیو جینز اور گرے چیک والی شرٹ میں بلا کا ہینڈسم لگ رہا تھا۔دعا کی نظریں آپ ہی جھک گئیں۔

وعلیکم سلام۔کیسی ہو؟"۔اب وہ اندر کی جانب بڑھ رہے تھے۔"

میں ٹھیک ہوں۔الحمدللہ۔"۔وہ بہت ٹھر ٹھر کر نرمی سے جواب دے رہی تھی لہجے میں خود بخود اک کھنک سی در آئی تھی۔

کدھر ہیں سب ؟"۔بیگ اتار کر رکھتے وہ گرنے والے انداز میں صوفے پر بیٹھا تھا۔"

زوار بھائی تو ٹرپ پر گئے ہیں۔اور امی اور شفق، شفق کی دوست کی بہن کی شادی میں گئیں ہوئی ہیں" "۔وہ تفصیلی جواب دیتی ساتھ ہی کچن میں گم ہو گئی تھی۔فارس کا ماتھا ٹھٹکا۔کچھ ہی لمحوں میں وہ ہاتھ میں پانی کا گلاس چھوٹی سی ٹرے میں سجائے آئی تھی۔

تم اکیلی تھی گھر پہ ؟"۔اسے دیکھتے ہی جھٹ سے سوال کیا تھا۔"

نہیں۔امی شاہین آنٹی کو بٹھا کر گئی ہیں وہ اندر نماز پڑھ رہی ہیں۔ کہہ گئیں تھیں تھوڑی دیر تک واپس" آ جائیں گی "۔اس کے بتانے پر ماتھے کے بل غائب ہوئے تھے پانی پی کر وہ اسے دیکھنے لگا تھا۔کالے دوپٹے کے ہالے میں چمکتا اسکا چاند سا روشن چہرہ آنکھوں کو ٹھنڈک کا احساس بخش رہا تھا۔

تم بھی ساتھ چلی جاتی "۔اس نے سرسری سا کہا۔"

نہیں میں بس ایسے ہی نہیں گئی "۔وہ اسے یہ نہیں کہہ سکی کہ اسے کسی نے ساتھ چلنے کا کہا ہی نہیں تھا "
۔

امی بتاتی رہتی ہیں تم انکے کہنے کے باوجود ان کے ساتھ کہیں آتی جاتی نہیں ہو۔کبھی کبھی ساتھ چلی " جایا کرو۔طبیعت پر اچھا اثر پڑتا ہے۔ہر وقت گھر میں رہ رہ کر بھی انسان بیزار سا ہو جاتا ہے "۔وہ اسے بہت نرم آواز میں ہلکی سی سرزنش کر رہا تھا۔اسے سمجھ نہیں آئی سعدیہ نے کب اسے کہیں جانے کا کہا اور اس نے انکار کیا۔اس نے کچھ کہنے کے لیے لب وا کیے ہی تھے کہ شاہین آنٹی وہاں آ گئیں۔

ارے فارس تم کب آئے بیٹا؟"۔خوشگوار سی حیرت لیے وہ کہہ رہیں تھیں فارس انھیں سلام کرتا اٹھا " ںiu تھا انہوں نے اسکا کندھا تھپتھپایا تھا۔اب وہ اس سے حال چال پوچھ رہیں تھیں۔دعا واپس کچن می آ گئی تھی۔چائے بنا کر واپس باہر آئی تو وہ دونوں باتوں میں مصروف تھے۔

انھیں چائے دیتے وہ خود بھی شاہین آنٹی کے ساتھ ٹک گئی تھی۔فارس کچن میں ہی سنک میں ہاتھ دھو آیا تھا۔

بڑے خوش قسمت ہو تم فارس جو اللہ نے اتنی پیاری بچی کو تمہارے نصیب میں لکھا ہے۔قدر کرنا" اسکی"۔دعا کے گود میں دھرے ہاتھوں پر اپنا ہاتھ رکھتے آنٹی نے کھلے دل سے اسکی تعریف کی تھی۔دعا جھینپ سی گئی۔

فارس دل سے مسکرایا۔

اچھا آنٹی تو اسے بھی بتائے ناں کہ یہ بھی کتنی خوش نصیب ہے جو اسے میں ملا ہوں"۔اسکی شوخی" اپنے عروج پر تھی دعا نے حیرت سے اسے دیکھا تھا اس کا یہ روپ وہ بھلا کب دیکھ پائی تھی۔

بلکل ماشاءاللہ سے دونوں ہی کی جوڑی چاند سورج کی سی ہے۔اللہ سوہنا نصیب اچھے کرے خوب خیر و" برکت رکھے دونوں کے رشتے میں"۔اپنا کپ میز پر رکھتیں وہ پر خلوص دل سے دعا دے رہی تھیں۔

آمین"۔فارس نے باآواز بلند دعا کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔"

URDUNovelians

چلو بیٹا اب فارس آگیا ہے تو میں بھی چلتی ہوں۔"وہ کہہ کر اٹھیں۔"

ارے کہاں آنٹی۔بیٹھیں عرصے بعد تو یوں بیٹھ کر گپ شپ کا موقع ملا ہے"۔فارس ساتھ اٹھتا" خوش دلی سے کہہ رہا تھا۔

ارے چھوڑو بیٹا۔سامنے اتنی خوبصورت بیوی ہو تو کس کا دل کرتا ہے بڑی بوڑھی سے بات کرنے کا " ۔دل میں دعائیں مانگ رہے ہو گے کہ آنٹی کب جائیں گی "۔اسے شرارت سے چھیڑا تو وہ پورے دل سے قہقہہ لگا اٹھا۔دعا خفت زدہ سی دونوں کو تک رہی تھی۔

چلیں آنٹی اب آپ نے میرے دل کی آواز سن ہی لی ہے تو انشااللہ پھر ملاقات ہو گی "۔وہ انہی کے " انداز میں آنکھوں میں شریر سی چمک لیے جواب دیتا ان کے ساتھ باہر کی جانب قدم بڑھانے لگا تو وہ اسکی بات پر ہنستے منع کر گئیں۔

تم تھکے ہوئے آئے ہو بیٹا۔رہنے دو "۔"

دعا انھیں گیٹ تک چھوڑنے آئی تھی۔انھیں رخصت کر کے وہ واپس آئی تو وہ کہیں دکھائی نہیں دیا ۔اسکا بیگ بھی غائب تھا۔یقیناً وہ اپنے کمرے میں چلا گیا تھا۔

وہ کمرے میں آئی تو وہ الماری کھولے کھڑا تھا۔

دعا پلیز میرا موبائل چارجنگ پر لگا دینا۔بیگ کی باہر والی زپ میں چارجر ہو گا"۔مصروف سے انداز میں اسے کہتا وہ کپڑے نکال کر الماری بند کر رہا تھا وہ "جی" کہتی اسکے بیگ کو جانب بڑھی تھی جو بیڈ پر پڑا ہوا تھا۔

اور ہاں میں شاور لے لوں تو کھانے کو کچھ بنا ہوا ہو تو دے دینا۔آج دن کا لنچ بھی گول ہو گیا تھا"۔وہ اب سرسری سا اسے دیکھ کر واش روم کی جانب بڑھ رہا تھا۔

توآپ نے خالی پیٹ چائے کیوں پی پھر؟"۔اسے اپنی عقل پر ماتم ہوا تھا پوچھنا چاہئے تھا اسے۔"

کوئی بات نہیں۔آنٹی بیٹھی ہوئی تھیں انکار کرنا اچھا نہیں لگتا۔میں آتا ہوں دس منٹ میں"۔واشروم کا دروازہ بند ہو چکا تھا۔وہ اسکا فون چارجنگ پر لگا کر خود کچن میں آ گئی تھی۔

URDUNovelians

کچن میں آ کر اس نے تازہ چپاتیاں بنائی تھیں۔دن میں اس نے قیمہ مٹر بنایا تھا اور یہ بھی غنیمت تھی ۔کچھ دیر بعد وہ بھی وہیں آ گیا تھا۔اسکو کھانا دے کر خود وہ پاس ہی کچھ فاصلے پر کھڑی ہو گئی تھی۔سالن دیکھ کر وہ لمحے کے لیے رکا تھا۔پانی پی کر اس نے اک نظر اسے دیکھا۔

بیٹھ جاؤ دعا۔بلکہ ایسا کرو مغرب تو ویسے بھی ہونے والی ہے۔تم بھی کھانا کھالو۔امی اور شفق تو کھا کر ہی آئیں گی "۔دوستانہ انداز میں اسے پیشکش کی گئی تھی۔وہ اس اچانک پڑی افتاد پر وہیں جمی رہ گئی تھی ۔پتہ نہیں کیوں مگر اسکی ذرا سی توجہ بھی اسے بوکھلانے پر مجبور کر دیتی تھی۔

نہیں آپ کھائیں۔میں نے صرف آپ کے لیے ہی روٹی بنائی ہے "۔اس نے کمزور سا عذر تراشا۔"

تین روٹیاں ہیں یار میں نے زیادہ سے زیادہ دو ہی کھانی ہیں۔اور تمہاری جان دیکھ کر لگتا ہے تم ایک " بھی کھالو تو بڑی بات ہے۔آ جاؤ شاباش "۔سامنے رکھیں روٹی کا جائزہ لیتے وہ مصروف سا بولا تو دعا کو مرتی کیا نہ کرتی کی مصداق پر عمل کرتے ماننا ہی پڑی۔

میں پلیٹ لے کر آتی ہوں "۔"

میرے ساتھ شئیر کر لینا "۔اسکی بات پر وہ جو مڑنے لگی تھی جز بز ہوتی آ کر اسکے ساتھ والی کرسی پر " ٹک گئی تھی۔انداز ایسا تھا جیسے کسی بھی وقت وہاں سے اٹھ کھڑی ہو گی۔فارس نے لبوں پر امڈ آنے والی ہنسی کو بڑی مشکل سے روکا تھا۔وہ پہلے ہی نروس تھی وہ اسے مزید نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اب وہ پلیٹ میں سالن ڈال رہا تھا۔دونوں نے ایک ساتھ کھانا شروع کیا تھا۔فارس اسکی جھجک کو اچھے سے محسوس کر رہا تھا۔

"بڑے بزرگ کہتے ہیں۔ساتھ مل بیٹھ کر کھانے سے محبت بڑھتی ہے"۔نوالہ منہ میں رکھتے وہ اسے مسکراتی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔دعا کے نوالہ منہ کی طرف لے جاتے ہاتھ کی لرزش کو بہت غور سے اسکی پر شوق نگاہوں نے دیکھا تھا۔اسکی نظریں جھکی تھیں فارس نے یہ منظر بڑی دلچسپی سے دیکھا تھا۔

"مانتا ہوں ایک وعدہ کر کے گیا تھا مگر اتنا حق تو دو مجھے"۔یک دم اس کا لب و لہجہ بدلا تھا۔ذرا سا اسکی جانب جھک کر اسکے ماتھے کو اپنے لبوں سے چھوا تھا۔اسکی اس جسارت پر وہ خود میں سمٹ سی گئی تھی ۔دلکش بھاری آواز نے دل کی دھڑکنوں میں تلاطم برپا کیا تھا۔

دل کی دھڑکن کانوں میں سنائی دے رہی تھی۔چہرے پہ قوس وقزح کے رنگ سمٹ آئے تھے۔فارس نے نظریں چرائی تھیں۔اٹھ کر سنک میں ہاتھ دھوئے تھے۔

میں جارہا ہوں۔اب ایزی ہو کر کھانا کھاؤ تم "۔وہ پیٹ بھر کر کھا بھی چکا تھا جب کہ دعا نے ابھی تک " بمشکل آدھی چپاتی کھائی تھی۔اس کے جانے کے بعد اسکی سانس میں سانس آئی تھی۔اسکی ذرا سی توجہ ، تھوڑی سی قربت اسے پگھلانے لگتی تھی۔جس دن وہ مہربان ہو گا پتہ نہیں اسکا کیا ہو گا ؟۔

شفق اور سعدیہ کے آنے پر اسی نے دروازہ کھولا تھا۔اسے دیکھ کر حیرت کا جھٹکا تو انھیں بھی لگا تھا مگر وہ خوش گوار ہر گز نہ تھا۔مگر چہرے کے تاثرات سے انکی خوشی دیدنی تھی۔ان سے مل کر وہ جب اندر آئے تو دعا بھی اسی وقت کمرے سے نکلی تھی دوپٹہ نماز کے سے انداز میں لیا گیا تھا۔یعنی وہ نماز پڑھ کر نکلی تھی۔سعدیہ کی نظروں سے تپش سی نکلتی اسے اپنے حصار میں لیتی محسوس ہوئی تھی۔وہ زبان سے کچھ نہ بھی کہتے ہوئے اپنے رویہ سے اسے بہت کچھ سمجھا جاتی تھیں۔شفق چینج کرنے جا چکی تھی۔وہ اور سعدیہ صوفے پر بیٹھ گئے تھے۔

URDUNovelians

اس بار تو میرا بیٹا بہت جلدی واپس آ گیا ہے "۔لہجے میں محبت سموئے وہ اس کو دیکھ رہیں تھیں۔"

آپ ہی تو کہتی رہتی ہیں جلدی جلدی چکر لگایا کرو "۔انکے شانوں پر بازو دراز کرتے وہ لاڈ جتاتے " ہوئے کہہ رہا تھا۔دعا بھی مرے مرے قدموں سے چلتی وہیں آ گئی تھی۔

رہنے دو بیٹا۔ماں کے کہنے پر آنے والے ہوتے تو دو دو ماہ اپنی شکل دکھانے کو نہ ترساتے۔بہو کے " آنے سے یہ تو اچھا ہو گیا ہے کہ اب تمہارا چہرہ جلدی جلدی دیکھنے کو مل جایا کرے گا"۔اسکے کندھے پر ہلکی سی چپت رسید کرتے وہ معصنوئی خفگی سے کہتے آخر میں دعا کو دیکھتے لہجہ خوشگوار بنا گئیں مگر دعا کو انکی آنکھوں میں اپنے لیے اک کاٹ سی محسوس ہوئی۔وہ نظریں چرا گئی۔

کیا کھائے گا میرا بچہ ؟"۔چکن پلاؤ بناؤں اپنے بیٹے کے لیے ؟۔اب وہ رخ اسکی طرف موڑے استفار " کر رہیں تھیں۔وہ نفی میں گردن ہلا گیا۔

کھانا میں کھا چکا ہوں۔کل دن میں بنائیے گا اب "۔"

کیا کھایا ہے۔مٹر قیمہ تو نہیں کھایا؟۔وہ اچنبھے سے اسے دیکھ رہیں تھیں۔اس نے سر اثبات میں ہلا دیا " ۔انہوں نے دعا کی طرف چہرہ موڑا۔

دعا کچھ بنا ہی لیتی بیٹا۔میرا بچہ اتنی دور سے آیا ہے۔اور آگے کھانے کو بھی کیا ملا جو اسے پسند ہی نہیں " ہے۔پہلی بار ہی اس کے آنے پر میں گھر پر نہیں تھی ورنہ میں اپنے بچے کے لیے ہمیشہ اسکی پسند کا کھانا

بناتی ہوں "۔ان کے انداز میں ناراضگی تھی دعا نے گڑبڑا کر فارس کو دیکھا۔اسکے تو فرشتوں کو بھی علم نہ تھا اسے مٹر قیمہ اچھا نہیں لگتا۔

نہیں امی دعا بنانے لگی تھی میں نے ہی منع کر دیا بہت بھوک لگی ہوئی تھی۔اور سالن مزے کا بھی بہت " تھا۔"۔اسکی اڑی رنگت کو دیکھتے اس نے نرمی سے سعدیہ کو اسکی صفائی پیش کی تھی۔سعدیہ اس کی طرفداری پر دل مسوس کر رہ گئیں۔دعا نے وہاں سے جانے میں ہی عافیت جانی۔وہ کچن میں چلی گئی تھی۔

وہ تو ٹھیک ہے بیٹا۔مگر دعا اب تمہاری بیوی ہے اسے پتہ ہونا چاہیے تمہاری پسند ناپسند کا۔میں تو بتاتی " بھی رہتی ہوں مگر پتہ نہیں دھیان کہاں ہوتا ہے اسکا۔"انکا لہجہ سادہ سا تھا۔فارس کچھ نہیں بولا تھا۔

اچھا چھوڑو ان باتوں کو۔یہ بتاؤ کتنے دنوں کے لیے آئے ہو؟"۔ہاتھ سے مکھی اڑاتے وہ لہجے میں " مٹھاس لیے اب اس سے پوچھ رہیں تھیں۔

پرسوں واپس چلا جاؤں گا "۔"

اب وہ اس سے چھوٹی چھوٹی باتیں کر رہیں تھیں۔ جنکا وہ آرام سے ٹھر ٹھر کر جواب دے رہا تھا۔ یک دم اسے کچھ یاد آیا تھا۔

امی وہ میرے جاننے والے ہیں شاہد صاحب۔ انکا بیٹا میڈیکل میں ہے۔ شفق کے لیے وہ لوگ آنا چاہ رہے ہیں۔ کیا کہتی ہیں آپ؟"۔

ہاں بیٹا کیوں نہیں۔ بیٹی والے گھر تو رشتے آتے ہی رہتے ہیں تم بلالو انھیں باقی جو اللہ کی مرضی ۔"۔ سر ہلاتے وہ کچھ سوچتی ہوئی کہہ رہیں تھیں۔

پھر میں ان سے کہہ دیتا ہوں آنے کا۔ آپ کوئی دن رکھ لیں اور دیکھ لیں پھر جیسے آپکو مناسب لگے "۔ وہ سیدھا ہو کر بیٹھا تھا۔ چہرے پر تھکن کے ڈیرے تھے۔

ایسا کرو انھیں کل ہی بلالو تم بھی یہیں ہو گے۔ دیکھ سن لیتے ہیں۔" چہرے پر تکلیف لیے وہ پاؤں جوتے کی قید سے آزاد کرتیں بولی تو وہ انکے پاوں کی طرف متوجہ ہوا۔ جو سوجن کا شکار تھے۔

امی پاؤں درد کر رہے ہیں؟۔ لائیں میں دبا دوں۔"۔ وہ جھک کر انکے پاؤں کو ہاتھوں سے چھو رہا تھا۔"

نہیں بیٹا تم خود تھکے ہارے آئے ہو۔رہنے دو خود ٹھیک ہو جائے گے "۔ہاتھ کے اشارے سے منع " کر گئیں۔

نہیں آپ اٹھیں۔چل کر لیٹیں میں تھوڑی دیر دبا دوں گا تو بہتر محسوس کریں گی آپ "۔اٹھ کر انھیں " بھی اٹھنے میں مدد کرتا وہ انھیں لیے اندر کمرے کی طرف بڑھ رہا تھا۔

جیتے رہو بیٹا۔اللّٰہ خوش رکھے تمہیں "۔انکی آواز دور جاتے ہوئے مدھم ہوتی جارہی تھی۔"

وہ تھوڑی دیر پہلے ہی کمرے میں آیا تھا۔بستر پر دراز اپنا فون چیک کر رہا تھا۔جب وہ کمرے میں آئی تھی ۔اسکی طرف دودھ کا گلاس بڑھایا تھا۔جسے وہ خاموشی سے تھام چکا تھا البتہ آنکھیں اسکی کلائی میں سجی سبز چوڑیوں میں اٹک گئی تھیں۔انکا ہلکا ہلکا، مسرور کرتا شور دل میں جذبات کو بیدار کرنے لگا تھا۔وہ جان بوجھ کر اس سے نظریں چرا رہا تھا۔اس کا نوخیز حسن، من موہنا چہرہ،اور قیامت خیز سراپا وہ نظر انداز کئے جانے لائق تو ہر گز نہیں تھی جبکہ وہ اس پر جائز حق بھی رکھتا تھا۔مگر وہ اپنی کہی بات کا بھی

پابند تھا۔اسکا رویہ اس بار خوش آئند تھا مگر وہ اسے پورا وقت دینا چاہتا تھا۔اس رشتے کو وہ پوری دلی آمادگی سے اپنانے کا موقع دینا چاہتا تھا۔پر دل کا کیا کرے جو اسکی طلب کر رہا تھا۔کچھ سوچ کر وہ اسکی طرف دیکھنے لگا جو خاموش کھڑی اپنے ناخن کھرچتی اسکے گلاس واپس کرنے کا انتظار کر رہی تھی۔

"دعا وہ سلیپنگ پلز کہاں ہیں؟"۔اسکی یک دم آنے والی آواز پر وہ ہونق سی اسے دیکھنے لگی۔چہرے پر سراسیمگی پھیل گئی تھی۔اک انجانا سا خوف۔جسے فارس کی زیرک نگاہ نے بھانپ لیا تھا۔

"بتاؤ ناں۔کہاں ہیں؟"۔اسے یوں ہی کھڑے خاموش دیکھ اس نے دوہرایا۔

"وہ آہستگی سے چل کر دوسری سائیڈ پر گئی تھی اور دراز سے وہ شیشی نکال کر لائی تھی۔فارس نے ہاتھ بڑھایا۔اس نے نا سمجھی سے اسکی جانب بڑھا دی۔اب وہ گلاس سائیڈ ٹیبل پر رکھے اس کو کھول رہا تھا ایک گولی ہتھیلی پر رکھی پھر کچھ سوچ کر ایک اور نکالی تھی۔دعا کا حیرت کے مارے منہ کھلا رہ گیا تھا جب وہ اس کے سامنے وہ گولیاں دودھ کے ساتھ نگل گیا تھا۔فارس نے اسکی پھیلی آنکھوں کو دیکھا تھا۔اس کے لب بھلے خاموش تھے مگر وہ قاتل آنکھیں اسے گھائل کرتی سوال کر رہی تھیں۔وہ گلاس خالی کرتا اسکی جانب بڑھاتا ہوا اسے مسکرا کر دیکھ رہا تھا۔

احتیاطی تدبیر۔بچاؤ کے لیے ضروری ہو گیا تھا۔"آنکھ دبا کر شرارت سے کہتا وہ اسے حیرت زدہ چھوڑ " اب لیٹ رہا تھا۔وہ نا سمجھی سے اسے دیکھتی مڑ گئی تھی۔کمرے میں اسکی چوڑیوں کی جلترنگ سی بج اٹھی تھی۔

اور ہاں یہ چوڑیاں بھی اتار دینا پلیز۔آگے ہی بڑی مشکل سے بندھ باندھ رکھا ہے۔انہوں نے اور " حشر برپا کر دیا ہے "۔کروٹ کے بل لیٹتے وہ آنکھوں پر بازو رکھ چکا تھا۔اس نے ایک نظر اپنی کلائی میں کی تھی اور پھر اسکی بات کو سوچتی باہر نکل گئی تھی۔

عجیب انسان ہیں۔اس دن خواہ مخواہ مجھے ڈانٹ دیا حالانکہ میں تو لی بھی نہیں تھیں۔اور آج خود کیسے " مزے سے لی تھیں جیسے بچپن والی میٹھی گولیاں ہوں۔اوپر سے باتیں انکی میرے سر کے اوپر سے گذر جاتی ہیں۔اس گھر میں سب نے مل کر مجھے پاگل کر دینا ہے۔جھوٹے کہیں کے۔دعا میں یہ گولیاں نہیں لیتا کبھی بھی۔"آخر میں منہ کے زاویے بگاڑ کر اسے اس دن کہی بات پر نقل لگائی تھی۔کچن کی جانب جاتے اسکی بڑبڑاہٹیں اپنے عروج پر تھیں۔

URDUNovelians

امی مجھے نہیں شادی کرنی "۔ شفق سعدیہ کے کمرے میں یہاں سے وہاں ٹہلتی جھنجھلا کر بولی تھی " ۔جب سے اسے پتہ چلا تھا اس کے رشتے والے آ رہے ہیں وہ کوئی سو دفعہ یہ جملہ دوہرا چکی تھی۔پر سعدیہ نے بھی اسکی ایک نہ سنی تھی۔کچھ دیر پہلے ہی وہ لوگ گئے تھے اور جاتے ہوئے ان کو بھی آنے کی دعوت دی تھی جس پر سعدیہ نے حامی بھری تھی۔تب سے اسکی بے چینی میں مزید اضافہ ہوا تھا ۔اب بھی وہ بار بار بس یہی کہے جا رہی تھی۔سعدیہ نے گھری نگاہ سے اس کو جانچا۔

شادی ہی نہیں کرنی کہ یہاں شادی نہیں کرنی۔ذرا صاف اور سیدھے الفاظ میں بتاؤ"۔بے لچک لہجے " میں بولتی وہ شفق کا حلق خشک کر گئیں۔اس نے تھوک نگل کر گلا تر کیا تھا۔جو بھی تھا انکی اولاد پر ان کا رعب و دبدبہ تھا۔

امی ابھی میں پڑھ رہی ہوں۔اتنی جلدی بھی کیا ہے ؟"۔وہ منمنائی۔"

ہاں بیٹا۔بارات باہر گیٹ پر کھڑی ہے جیسے۔میں تو رخصت کر رہی ہوں آج ہی تمہیں "۔طنزیہ انداز " میں کہتے اسے تیکھی نظروں سے گھورا تھا۔

پھر بھی امی مجھے اتنی جلدی ان سب جھنجھٹوں میں نہیں پڑنا۔آپ پلیز منع کر دیں ان لوگوں کو "
"۔ڈرتے دل کے ساتھ اس نے جلدی سے تیز تیز بول دیا تھا۔بدلے میں سعدیہ نے اسے خونخوار نظروں سے سر تا پا دیکھا گھورا تھا۔

بات سنو شفق۔میں ماں ہوں تمہاری تم میری ماں بننے کی کوشش نہ ہی کرو تو اچھا ہو گا۔دوسری "
بات تم اتنی بڑی کب سے ہو گئی ہو جو ماں کو آ کر اپنے فیصلے سنانے لگی ہو؟"۔درشت لہجہ اختیار کئے آنکھوں میں ناگواری سی جھلک رہی تھی۔

امی میں تو بس۔۔۔۔۔"۔"

بس۔اب ایک اور لفظ نہیں۔بہت سن لی میں نے تمہاری۔زیادہ سر پر مت چڑھو میرے۔اور ہاں "
ایک بات کان کھول کر سن لو بیٹا جی۔تمہاری شادی وہیں ہو گی جہاں میں چاہوں گی۔اس لیے زیادہ ہواؤں میں مت اڑو۔ورنہ۔۔۔۔۔پر کاٹنے بھی مجھے خوب آتے ہیں"۔ان کے ختمی انداز میں اسکے لیے اک خاص تنبیہ تھی شفق کا چہرہ زرد ہوا تھا۔سر ہلاتی وہ دھوواں دھوواں سا چہرہ لیے وہاں سے نکلی تھی ۔اس کے چہرے پر سوچوں کی پرچھائی تھی۔

دعا کا ایف ایس سی کا رزلٹ آیا تھا وہ بہت اچھے گریڈ سے پاس ہوئی تھی۔ فارس مٹھائی لے کر آیا تھا ۔انعام کے طور پر اسے دو ہزار روپے بھی دیے تھے۔ وہ اسے لے کر بمع مٹھائی اسکی امی کی طرف بھی گیا تھا۔ امی نے انھیں کھانے پر روک لیا تھا۔ وہ ایک خوشگوار شام گزار کر آئے تھے۔

"دعا تم نے آگے ایجوکیشن کا مٹینیو کرنی ہے؟"۔ واپس آ کر فارس نے اس سے پوچھا تھا جواب اس کے کل صبح کے لیے کپڑے پریس کر رہی تھی۔

"میں نے سوچا نہیں اس بارے میں"۔ نظریں اسکی پریس کرتی شرٹ پر مرکوز کیے وہ مصروف سی کہہ رہی تھی۔ وہ جانتی تھی سعدیہ کو یہ بات پسند نہیں آنی تھی تو گھر کا ماحول خراب کرنے کا کیا فائدہ۔

"تو سوچو یار۔ اتنے اچھے گریڈ آئے ہیں تمہارے۔ میرے خیال میں تمھیں آگے پڑھنا چاہیے۔" وہ بیڈ پر نیم دراز سا اپنے سیل فون کو بھی اک نظر دیکھ رہا تھا۔

"مجھے لگتا ہے مجھ سے نہیں پڑھا جائے گا اب دل بھی نہیں رہا تو زور زبردستی آگے ایڈمشن لے بھی لیا تو بھی کوئی فائدہ نہیں ہوگا"۔ کہہ کر اس نے بات ہی ختم کر دی تھی۔ فارس چپ کر گیا تھا۔ صبح بھی جب

اس نے اسے موبائل دلانے کی بات کی تو بھی اس نے انکار کر دیا تھا۔اسے برا تو لگا تھا مگر اس نے ظاہر نہیں کیا۔کبھی کبھی اسکا رویہ عجیب سا ہو جاتا تھا۔گم صم ،اداس۔کھویا کھویا انداز ہوتا تھا۔

دعا کو برا ہر است نہ سہی مگر باتوں باتوں میں سعدیہ نے اشارہ دے دیا تھا کہ گھر میں پہلے ہی موبائل اور لینڈ لائن فون موجود ہے تو مزید لینے کی کیا ضرورت ہے۔وہ جانتی تھی فارس کے جانے کے بعد انکے عتاب کا نشانہ بھی وہیں بنے گی۔اور فارس سے کچھ کہنے سے بھی ڈرتی تھی وہ اچھے سے جانتی تھی وہ پوری طرح سے سعدیہ کے زیر اثر ہے اسکی کسی بھی بات کا اس نے یقین نہیں کرنا تھا۔ویسے بھی اس کے سامنے انکار رویہ بہت اچھا ہوتا تھا۔ایسے میں اسے کچھ بھی کہنا اپنا اور اسکا تعلق خراب کرنے کے مترادف تھا جو پہلے ہی کچی ڈور کی سی نزاکت لیے ہوئے تھا۔

بعض اوقات انسان کسی مصلحت کے باعث خاموشی اختیار کرتے سوچتا ہے اسی میں خیر پوشیدہ ہے۔مگر سامنے والا اس چپ کو اسکی کمزوری جان کر اور بھی دلیر ہو جاتے ہیں۔وہ بھی اسی بھنور میں پھنس گئی تھی۔اسکی کم عمری اور ناسمجھی اس کے لیے وبال جان ثابت ہونے والی تھی۔

اگلی صبح وہ فجر کے وقت نکلا تھا گھر سے۔اسے الوداع کرنا دل پر پتھر رکھنے کا برابر تھا۔اس حبس زدہ زندگی میں اس کے آس پاس ہونے کا احساس اک کھلے روزن کی طرح تھا جہاں سے تازہ ہوا کا کوئی نہ کوئی جھونکا دل و جان کو سکوں کی فراہمی کا باعث بنتا تھا۔اتنے کم عرصے میں ہی وہ اسے اپنے لیے لازم و ملزوم لگنے لگا تھا۔

تیار ہو کر وہ اسکی جانب مڑا تھا جو خاموش نظروں سے اس کی سرگرمیوں کو ملاحظہ کر رہی تھی۔وہ اسکی طرف آیا تھا۔دھیرے سے اسے اپنے ایک بازو کے حصار میں لیتے اسکا سر اپنے شانے سے لگایا تھا۔چند لمحوں کا کھیل تھا۔دعا کی ساری زندگی جیسے ان فسوں خیز لمحوں میں سمٹ آئی تھی۔فارس نے اس کے پر کیف وجود کی نرماہٹ کو اپنے رگ و پے میں اترتا محسوس کیا تھا۔پھر جس نرمی سے اسے اپنی پناہ میں لیا تھا اسی انداز میں اسے آزاد کرتے اس کی صبیح پیشانی پر اپنا لمس چھوڑا تھا۔دعا کی پلکوں کی جھلمل اس کے رخساروں پر گر سی گئی تھی۔چہرے پر گھلی سرخی کسی خوبصورت حادثے کی چغلی کھا رہی تھی۔

اس بار تو رعایت دے دی ہے مگر اگلی بار کسی دوری کو قطعاً برداشت نہیں کروں گا میں۔میرے ضبط " کا اور امتحان مت لینا دعا۔بندہ بشر ہوں کچھ تو رحم کھاؤ یار۔اور کتنا آزمانے کا ارادہ ہے جناب کا؟۔اب یہ دوری سوہان روح ہے اور انتظار نہیں کروں گا میں۔اپنے چھوٹے سے دماغ میں یہ بات اچھے سے بٹھا لینا اور ساتھ ہی اگر دل میں مجھے بسا لیا تو بندہ تا عمر آپکا احسان مند رہے گا۔نہیں تو اتنا دم خم تو ہم بھی رکھتے ہیں کہ زبردستی جوتوں سمیت دل میں گھسے چلے آئیں گے "۔اسکی پیشانی سے اپنی پیشانی ٹکراتے وہ پر

شوخ لہجے میں اپنی آواز کا جادو چلا رہا تھا۔دعا کو لگا تھا وہ ابھی کہ ابھی پورے قد سے زمین بوس ہو گی ۔ایسا ہو بھی جاتا اگر وہ اسے دونوں ہاتھوں سے کمر سے تھامے نہ ہوتا۔اسکی اتنی سی نزدیکی ہی جسم سے جان نکال لیتی تھی۔اک بھرپور نگاہ اس کے دل موہ لینے والے چہرے پر ڈالی تھی پھر آہستگی سے اسے اپنی گرفت سے آزاد کرتا وہ اپنا بیگ اٹھا رہا تھا۔

تم تھوڑی دیر بعد باہر آنا۔ایسے سب کے سامنے جاؤ گی تو تمہیں دیکھ سب پتہ نہیں کیا کیا مطلب اخذ " کریں گے جبکہ ایسا ویسا تو کچھ ہوا بھی نہیں۔کوئی اتنا معصوم کیسے ہو سکتا ہے یار "۔ہنسی دبا کر اسکی غیر ہوتی حالت پر چوٹ کرتا وہ اس کے گال پر نرمی سے چٹکی بھرتا باہر نکل گیا تھا۔

پیچھے وہ آئینے میں اپنا عکس دیکھ خود ہی میں سمٹ گئی تھی۔چہرے پر شرمگیں سی مسکان سجائے اس نے اپنے منہ پر ہاتھ پھیر کر جیسے اسکی سرخی کا اثر زائل کرنا چاہا تھا۔پھر لپک کر اس کے پیچھے گئی تھی کہیں اس کے جانے سے پہلے ہی وہ نکل نہ جائے۔اور وہ اسکی آخری دید سے خود کو محروم نہیں رکھنا چاہتی تھی ۔

URDUNovelians

دن سست روی سے گذر رہے تھے۔سردی نے موسم کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ایسے میں دن چھوٹے اور راتیں طویل ہوتیں اسکی زندگی میں بھی اک جمود کی سی کیفیت طاری ہو گئی تھی۔ شفق کچھ گم صم سی ہو گئی تھی۔اس کا رشتہ طے ہونے کے قریب قریب تھا۔باہمی صلہ سے سب نے اس رشتے کے لیے ہاں کر دی تھی۔اب بس فارس کے آنے کا انتظار تھا اس کے آتے ہی منگنی کر دی جانی تھی۔

سرد ٹھٹھرتی رات کے پونے بارہ بج رہے تھے۔دعا کو سوتے ہوئے اپنا گلا خشک ہوتا محسوس ہوا۔اسکی آنکھ کھلی تھی۔کمرے میں پانی رکھنا وہ آج بھول گئی تھی۔پہلے اس نے سوچا تھا رہنے دے پھر چند کروٹیں بدلتی وہ بے بسی سے اٹھ بیٹھی تھی۔بستر سے اتر کر وہ باہر نکلی تھی اسکا رخ کچن کی جانب تھا ۔اسکے قدم کسی غیر معمولی احساس کے تحت رکے تھے۔ نظریں گھما کر گھر کے اندرونی دروازے کی طرف دیکھا۔اسے کوئی ہیولہ سا دکھائی دیا تھا۔ڈر کے مارے اسکی چیخ نکلنے کو تھی جسے منہ پر ہاتھ سختی سے جما کر اس نے روکا تھا۔جسم پر لرزا سا طاری ہوا تھا۔مگر پھر لمحے کے ہزارویں حصے میں خود کو مضبوط کرتے اس نے قدم باہر کی جانب بڑھائے تھے۔بیرونی گیٹ کھلا ہوا تھا اور اسکے پاس دو نفوس کھڑے تھے۔گیٹ کی جلتی لائٹس میں اس ہیولہ کا عکس واضح ہوا تھا۔وہ شفق تھی۔جس کے ہاتھ میں قدرے درمیانے سائز کا بیگ تھا

شفق؟"۔اسکی پکار پر باہر نکلتے وجود کے کا قدم ہوا میں معلق رہ گیا تھا۔اس نے بے یقینی سے پیچھے مڑ کر " دیکھا تھا۔دعا بجلی کی سی تیزی سے اسکی جانب آئی تھی۔باہر ایک لڑکا کھڑا تھا اور اس اچانک پڑی افتاد پر

وہ بھی ہونق سا صورتحال سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔دونوں کے چہروں کی ہوائیاں اڑ گئیں تھیں۔یوں پکڑے جانے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ شفق نے اپنی پوری تسلی کر کے ہی اسے بلایا تھا۔

تم کہاں جا رہی ہو اس وقت ؟اور یہ کون ہے ؟"۔اس کی نگاہوں میں بے یقینی تھی اک خوف تھا زبان " لڑکھڑائی تھی۔اس سے پہلے کہ وہ جواب دیتی اس لڑکے کے تیر کی سی تیزی سے شفق کے ہاتھ سے وہ بیگ جھپٹا تھا اور بھاگنے ہی لگا تھا کہ دعا نے حاضر دماغی سے کام لیتے سرعت سے اپنی پوری قوت صرف کرتے اس کے کالر کو پیچھے سے پکڑ کر کھینچا تھا۔یہ سب اتنا اچانک ہوا تھا کہ وہ سنبھل نہ سکا تھا اور شاید وہ ایسی کسی پیشرفت کی توقع بھی نہیں کر رہا تھا وہ گیٹ کے اندرنی سائیڈ میں انکے قدموں میں ہی سر کے بل گرا تھا۔اسکا سر پکے اینٹوں سے بنے فرش پر بری طرح ٹکرایا تھا۔ شفق نے منہ پر ہاتھ رکھ کر اپنی چیخ روکی تھی۔

امی۔امی "۔دعا نے اونچی آواز میں پکارا تھا۔سردیوں کی سپاٹ رات میں اسکی آواز نے دور تک سفر کیا " تھا۔

شفق کا رنگ سفید لٹھے کی مانند ہو گیا تھا۔جیسے کسی نے اسکا سارا خون نچوڑ لیا ہو۔وہ لڑکا کراہتا ہوا اب سر کو پیچھے سے پکڑے اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا بیگ پاس ہی گر چکا تھا۔دعا مسلسل سعدیہ کو آوازیں لگا رہی تھی۔جب اندر سے سوئی جاگی آنکھوں کے ساتھ بوکھلائی ہوئی سعدیہ ننگے پاؤں ہی باہر آئیں تھیں۔

ماں کو آتے دیکھ شفق کے رہے سہے اوسان بھی خطا ہوئے تھے۔سعدیہ مندی مندی آنکھیں کھولے صورتحال سمجھنے کی کوشش کر رہیں تھیں۔

کیا ہو رہا ہے یہ سب؟"۔انکی کرخت آواز گونجی تھی۔دعا نے انھیں دیکھ کر ذرا بھر سکھ کا سانس لیا تھا" ۔شفق بھاگ کر ماں کے پاس گئی تھی۔

امی یہ دعا بھی اس لڑکے کے ساتھ بھاگ رہیں تھیں۔وہ تو شکر ہے میری آنکھ کھل گئی"۔شفق" نے لمحوں میں ساری بساط الٹ کر رکھ دی تھی۔دعا زلزلوں کی زد میں آ گئی اس کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیت مفلوج ہو کر رہ گئی تھی۔وہ بے یقینی بھری نظروں سے شفق کو دیکھ رہی تھی۔یہی وہ لمحہ تھا جب گھر کے باہر ٹیکسی آن رکی تھی۔سعدیہ کی آنکھوں میں درشتی اور غم وغصے کی لہر سی جاگی تھی ۔انہوں نے کاٹ دار نظروں سے شفق کو دیکھا تھا۔پھر دعا کی جانب نگاہ کی تھی۔وہ لڑکا اٹھ کر بھاگنے لگا تھا جب گیٹ سے اندر داخل ہوتے فارس سے ٹکراتے ہوئے بچا تھا۔وہ حیرت بھری نظروں سے سامنے کا منظر دیکھ رہا تھا۔اور حیرت کا شدید جھٹکا تو سعدیہ، شفق کو بھی لگا تھا۔اس لڑکے کو دیکھ کر اسے اچنبھا ہوا تھا جو اسے دیکھ کر اور بھی خوف زدہ ہو گیا تھا۔

امی آپ سب اس وقت یہاں ؟اور یہ کون ہے ؟"۔سب کو ایک نظر دیکھ وہ سعدیہ پر نظریں جما کر " پوچھ رہا تھا۔دعا نے اسکو دیکھا تھا۔دل کو نجانے کیوں اک ڈھارس سی ہوئی تھی۔جیسے اب کچھ غلط نہیں ہو گا۔وہ سب سنبھال لے گا۔

فارس بیٹا اچھا ہوا تم آ گئے۔یہ اپنی آنکھوں سے دیکھو دعا ہمارے منہ پر کیا کالک ملنے جا رہی تھی ؟۔اس " لڑکے کے ساتھ بھاگتے شفق نے اسے رنگے ہاتھوں پکڑا ہے۔"۔سعدیہ کی آواز نے اسے پاتال میں جا پھینکا تھا۔اس نے آس بھری نظروں سے فارس کی جانب دیکھا تھا۔وہ بولنا چاہتی تھی۔مگر اس کے الفاظ کھو گئے تھے۔کوشش کے باوجود اسکی زبان سے الفاظ ادا نہیں ہو پا رہے تھے۔فارس کے چہرے کے تاثرات بدلے تھے۔

ہاں بھائی میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔"اسکی خاموشی نے شفق کو سنبھلنے کا موقع فراہم کر دیا " تھا۔وہ اب بھی دروازے کے بیچ و بیچ کھڑا تھا۔

نہ۔۔نہیں فارس۔می۔۔میں۔۔۔نہیں۔۔۔۔شفق تھی۔۔۔میں۔۔۔نے کچھ نہی۔۔کیا۔الفاظ " ٹوٹ ٹوٹ کر اسکی زبان سے ادا ہوئے تھے۔فارس ششدر سا کھڑا تھا۔اسکی آنکھوں میں بے یقینی تھی ،صدمہ تھا اور دبی دبی غصے کی چنگاریاں تھیں۔ایک طرف بیوی تھی جس سے دل کا نیا نیا رشتہ بنا تھا

۔دوسری طرف وہ بہن تھی جسے بیٹی کی طرح گود میں کھیلا کر بڑا کیا تھا۔سامنے کا منظر اس کے لیے ہر صورت تکلیف دہ ثابت ہونے والا تھا۔وہ پتھر کا ہو گیا تھا جیسے ساکت۔

" بھابھی اپنا گناہ چھپانے کو مجھے کیوں بدنام کر رہی ہیں ؟۔بھائی آپ اس لڑکے سے ہی پوچھ لیں اسے کس نے بلایا تھا میں نے یا دعا بھابھی نے ؟۔دھڑکتے دل کے ساتھ اس نے آخری پتہ پھینکا تھا۔ساتھ ہی اس لڑکے کی جانب تنبیہ نگاہ کی تھی جو اسکی بات پر دنگ سا اسے دیکھ رہا تھا۔

" تم بتاؤ بے غیرت انسان۔یوں رات کو منہ اٹھا کر کس کے کہنے پر چلے آئے ہو ؟"۔سعدیہ نے آگے بڑھ کر اسکا گریبان پکڑا تھا۔

" دعا نے بلایا تھا مجھے۔" تیزی سے اس نے انکے ہاتھوں خود کو چھڑاتے اپنی بات مکمل کی ۔سعدیہ نے اسے چھوڑ دیا تھا۔شفق کے لبوں سے اک پر سکوں سانس خارج ہوئی تھی۔مگر دعا ۔۔۔وہ دھڑام کی آواز کے ساتھ نیچے بیٹھ تھی اس کے گھٹنے ایک طرف ہو کر ڈھے سے گئے تھے ۔فریب کے اس جال میں وہ بری طرح جکڑی جا چکی تھی۔اپنی بے گناہی ثابت کرنے کو اسکے پاس کچھ نہیں بچا تھا۔

رہا فارس تو چند پل لگے تھے اسے خود کو سنبھالنے میں۔اسکی آنکھوں میں غم و صدمے کے ساتھ ساتھ غصے اور وحشت کا اک جنوں امڈ آیا تھا۔اسکا بیگ اسکے کندھے سے گر چکا تھا۔وہ کسی بپھرے ہوئے شیر کی مانند اس لڑکے پر جھپٹا تھا۔پے در پے تین چار گھونسے اسکے چہرے پر رسید کرتے وہ زلت و اہانت کے احساس سے سرخ چہرے کے ساتھ پھولی ہوئی سانسوں میں اپنے آپے سے باہر ہو گیا تھا۔سعدیہ نے اسکا یہ انداز پہلی بار دیکھا تھا انھیں خوف محسوس ہوا تھا۔سرعت سے آگے بڑھ کر اس کا ہاتھ پکڑ کر روکا تھا۔وہ لڑکا اپنی خون بہتی ناک پر ہاتھ رکھے کراہ رہا تھا۔

بس کرو فارس کیوں سب کو تماشا دکھانا چاہتے ہو۔ابھی محلے میں کسی کو بھنک بھی پڑ گئی تو منہ " دکھانے لائق نہیں رہیں گے ہم۔دفع کرو اسے جانے دو۔گندگی میں پتھر مارو گے تو چھینٹے خود پر ہی پڑیں گے بیٹا۔"اس لڑکے کو چھڑا کر اسے آنکھوں سے بھاگنے کا اشارہ کرتیں وہ فارس کو بازو سے تھام کر پیچھے دھکیل رہیں تھیں۔وہ سر پٹ بھاگا تھا۔سعدیہ اب دروازہ بند کر رہیں تھیں۔فارس نے اک قہر بھری نگاہ دعا کی طرف کی تھی۔جو خشک آنکھوں اور زرد پڑی رنگت کے ساتھ زمین پر نظریں گاڑھے کسی اجڑے دیار کی منظر کشی کرتی معلوم ہوتی تھی۔وہ قدم قدم چلتا اس کے سامنے آن کھڑا ہوا تھا۔اپنے بلکل سامنے اسکے کالے جوتوں میں مقید پاؤں دیکھ کر دعا ہوش میں آئی تھی۔نظر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔جس کے چہرے کے پتھریلے پن اور درشتی اسکی روح تک دہلا گے تھے۔مگر وہ اٹھی تھی ۔اسے ایک آخری کوشش کرنی تھی۔دل میں کہیں موہوم سا آس کا دیا ابھی بھی ٹمٹما رہا تھا۔

فارس میری بات کا یقین کریں۔میں نے۔۔۔کچھ بھی نہیں کیا۔میں بے۔۔۔قصور ہوں۔میں نہیں " جانتی۔۔وہ کون تھا؟۔میں تو۔۔۔۔شفق کے پیچھے یہاں آئی تھی۔"اسکی پتھر ہوئی آنکھوں سے چشمے پھوٹ پڑے تھے۔اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر فارس کا بازو تھامنا چاہا تھا۔مگر وہ سلگتی نگاہوں سے اسے دیکھتا مٹھیاں بھینچ کر دو قدم پیچھے ہو گیا تھا۔دعا کا ہاتھ ہوا میں معلق ہو کر رہ گیا۔اسکی آنکھوں کی جوت بجھی تھی۔اس کی بے اعتباری نے اسے عرش سے فرش پر لا پٹخا تھا۔وہ اس کے سر کا آسمان تھا جو اسے یوں بے سائباں کر گیا تھا۔سعدیہ آگے بڑھی تھیں اور رکھ کر اس کے چہرے پر تھپڑ رسید کیا تھا۔دعا لڑ کھڑائی تھی۔

بے حیا لڑکی۔اپنا گناہ چھپانے کو میری پاکباز بچی پر بھتان باندھ رہی ہو۔کیا فارس نہیں جانتا اپنی بہن " کو جسے بچپن سے اپنی آنکھوں کے سامنے بڑے ہوتے دیکھا ہے۔تمہیں کیا لگتا ہے وہ تمہاری اس جھوٹی کہانی پر یقین کر لے گا؟۔اور وہ تمہارا یار۔۔۔جو اپنی زبان سے اقرار کر کے گیا ہے وہ بھی جھوٹ بول رہا ہے کیا؟۔توبہ ہے دیدہ دلیری تو دیکھو اس چھٹانک بھر کی لڑکی کی۔اپنے نامراد عاشق کو گھر تک بولا لیا اور اب کیسے ستی ساوتری بننے کا ڈھونک رچا رہی ہے؟"۔۔۔۔۔۔

اسکے بالوں کو ہاتھ کی مٹھی میں جکڑ کر اسے جھٹکے دیتے ہوئے وہ نفرت و رعونت سے بول رہیں تھیں " ۔شفق نے پہلو بدلہ۔اپنی انگلیاں مروڑتے وہ سخت اضطراب کا شکار تھی۔

فارس جو جبڑے بھینچے کھڑا تھا۔اس نے آگے بڑھ کر ماں کو روکا تھا۔

بس کریں امی۔ چھوڑیں اسے۔"۔انھیں شانوں سے تھام کر پیچھے کیا تھا۔"

بس کیسے کروں۔میں تو ابھی کہ ابھی اسکی ماں کو فون لگا کر اسکے کرتوت بتاؤں گی۔فارس میں اب " اسے اس گھر میں برداشت نہیں کروں گی۔اسکی ماں سے کہو اس گند گی کے ڈھیر کو آ کر لے جائے یہاں سے "۔دبی دبی سی آواز میں چیخکر کہتی وہ آگ برساتی نظروں سے اسے گھور رہیں تھیں۔دعا یک دم ہوش میں آئی تھی۔کہانی کا سب سے تاریک پہلو تو اب اس کے سامنے آیا تھا۔

نہیں امی۔آپ پلیز امی کو کچھ مت بتایئے گا۔میں ہاتھ جوڑتی ہوں۔وہ سہہ نہیں پائیں گی۔آپ " ۔۔۔۔مجھے جو مرضی ہے سزا دے دیں مگر امی کو کچھ مت بتائیں وہ مر جائیں گی۔"ان کے آگے ہاتھ جوڑے وہ وہیں انکے قدموں میں بیٹھتی چلی گئی تھی۔فارس نے تکلیف کے احساس سے نظروں کا رخ پھیرا۔

یہ سب تب سوچنا تھا نا جب یہ گل کھلا رہی تھی "۔اسکے انداز میں کوئی رعایت نہیں تھی۔"

آپ ایسا کچھ نہیں کریں گی امی۔جو بھی ہوا اس میں انکا قصور نہیں ہے۔بس اس سب کو یہیں دفن کر دیں۔آج کے بعد کوئی اس بارے میں بات نہیں کرے گا۔میں کسی کے منہ سے اک لفظ نہ سنوں اس سب کو لے کر۔اور دعا کہیں نہیں جائے گی یہیں رہے گی "۔لہجے میں چٹانوں کی سی سختی لیے وہ اپنے ایک ایک لفظ پر زور دیتا وہ قطعیت بھرے انداز میں کہہ رہا تھا۔وہ آندھی طوفان بنا اندر کی جانب بڑھ گیا تھا۔

شفق نے جلدی سے بیگ اٹھایا تھا۔سعدیہ نے فارس کا بیگ اٹھایا تھا اور وہ دونوں اس پر اک نگاہ کیئے " اندر کی جانب بڑھ گئیں تھیں۔

پیچھے وہ زمین پر کسی لٹے ہوئے مسافر کی طرح بیٹھی رہ گئی تھی جو بیچ راہ میں اپنا ہر زاد راہ کھو بیٹھا ہو۔اس تاریک رات کی سیاہی نے اسکے نصیب میں بھی اپنے جیسے گھپ اندھیرے لکھ دیے تھے۔

سعدیہ شفق کو اپنے ساتھ کمرے میں لے کر آئی تھیں۔اسکا دل دھک دھک کر رہا تھا کسی انہونی کا احساس بے چین کر گیا تھا۔ڈور لاک کرتے وہ مڑیں تھیں اتنی سردی میں بھی انہوں نے پنکھا چلایا تھا خاموش ماحول میں اسکی آواز کافی تیز معلوم ہو رہی تھی۔اب اس کے سامنے آ کر رکیں جو کمرے کے

بیچو بیچ کھڑی تھی۔اسکے چہرے پر گھری نگاہ جمائی تو وہ نظریں چرا گئی۔سعدیہ نے پوری شدت سے اسکو پے در پے دو تھپڑ مارے تھے۔شفق کے منہ سے آہستہ سی اک چیخ برآمد ہوئی تھی۔

خبر دار جو منہ سے اک لفظ بھی نکالا تو۔۔۔جان سے مار دوں گی تمہیں میں بے غیرت "۔اسکے بالوں " کو پکڑ کر زور سے جھٹکا دیتے وہ پھنکاریں۔آواز میں کیا کچھ نہ تھا۔غم ،غصہ اور سب سے بڑھ کر صدمہ۔ امی میں نے کچھ نہیں کیا۔دعا بھا بھی۔۔۔۔"۔"

مجھ سے جھوٹ مت بولو شفق۔آواز مجھے دعا نے لگائی تھی۔وہ اتنا نہیں گر سکتی۔یہ تم ہی تھی جو اس " عمر میں میرے سر میں خاک ڈالنے چلی تھی "۔درشتی سے اسے ٹوک کر وہ اسے چھوڑتی آگے بڑھی تھیں دو قدم کے فاصلے پر وہ بیگ پڑا تھا جسے اب وہ کھول رہیں تھیں۔

یہ دعا کے کپڑے ہیں ؟۔۔اور یہ زیور اور رقم جو میری الماری میں تھے اور چابی کہاں رکھی ہے۔تم " جانتی تھی دعا نہیں۔اور کیا پاگل پن تھا وہ ؟اگر وہ لڑکا سچ بول دیتا تو کیا کرتی تم ؟۔" غرا کر کہتں وہ یک دم اٹھ کر دوبارہ اس کے آگے آن کھڑی اسے جھنجھوڑ گئیں تھیں۔

امی مجھے معاف کر دیں مجھ سے غلطی ہو گئی۔ میں نے آپکو منع بھی کیا تھا میرے رشتہ طے نہ کریں " ۔میں اور صائم ایک دوسرے سے بہت پیار کرتے ہیں۔"روتے ہوئے وہ گڑگڑائی تھی۔

محبت ؟ایسی محبتیں جو لڑکی کو رات کی تاریکی میں گھر سے قدم باہر نکلنے پر مجبور کرتیں ہیں وہ اس کے " دامن میں سوائے ذلت و رسوائی کے کچھ اور نہیں ڈالتی۔ سچی محبت کرنے والے کبھی بھی چور دروازوں کا سہارا نہیں لیتے بیوقوف لڑکی۔ کون ہے وہ؟ کتنا جانتی ہو اسے ؟ کہاں ملا تھا؟"۔اسکا منہ سختی سے دبوچے وہ غصے سے پاگل ہونے کو تھیں۔

فیس بک پر بات ہوئی تھی۔امی وہ بہت اچھا ہے۔"درد سے بلبلاتے وہ بمشکل بولی تھی۔"

پہلے پہل سب بہت اچھے ہوتے ہیں پھر جب شکار پھنس جائے تو درندے بن جاتے ہیں۔تم جیسی " عقل کی اندھی لڑکیاں ہی ہوتی ہیں جو عزت گنوا بیٹھتی ہیں اس جھوٹے پیار میں پڑ کر اور پھر ان کی مسخ زدہ لاشیں گندے نالوں سے برآمد ہوتی ہیں۔"اسکا منہ چھوڑتے انہوں نے بہت بے دردی سے اسکی محبت کا سہانہ بت پاش پاش کیا تھا۔وہ اپنے گال سہلاتی بے آواز رو رہی تھی۔

کیا کچھ نہیں کیا تم لوگوں کے لیے میں نے۔ شفق تم سے سب سے زیادہ پیار کیا۔ہر خواہش پوری کی " ۔اس دن کے لیے کہ یوں تم مجھے رسوا کرتی کسی کی جھوٹی محبت میں اپنی ماں کی تمام عمر کی محبت ،ریاضت سب بھلا دو گی "۔اب وہ شکستہ سی بیڈ پر بیٹھی تھیں آواز رندھی ہوئی تھی۔وہ رو رہیں تھیں شفق کے دل کو کچھ ہوا۔

آئی ایم سوری امی پلیز مجھے معاف کر دیں۔"انکے پاس آ کر انکے قدموں میں بیٹھ پاؤں پکڑے وہ " روئی تھی۔سعدیہ نے اسکو دیکھا کچھ دیر گزری تھی جب وہ مستحکم آواز میں گویا ہوئی تھیں۔

اب اس باب کو یہیں بند کر دو۔کسی کو بھنک بھی نہیں لگنی چاہیے۔بھولے سے بھی تمہارے منہ " سے ایک لفظ نہ نکلے۔میں سب سنبھال لوں گی۔تمہاری وجہ سے آج دعا کو قربانی کا بکرا بنانا پڑا ہے۔مگر یاد رکھنا ایک ذرا سی غلطی بھی یہ راز فاش کر دے گی۔جس کے بعد۔۔۔۔فارس کا تو پتہ نہیں مگر زوار تمہاری جان لے لے گا۔اور ہاں آئندہ اگر ایسی کوئی حرکت کی تو خدا کی قسم میں اپنے ہاتھوں سے تمہارا گلہ گھونٹ دوں گی "۔چہرے پر سختی و درشتی لیے وہ انگلی اٹھا کر اسے تنبیہ کر رہیں تھیں شفق نے سہمے ہوئے دل کے ساتھ اثبات میں سر ہلایا۔

URDUNovelians

کتنی دیر گذر گئی تھی سرد، رگوں میں بہتے لہو کو جما دینے والی سردی میں وہ وہاں یخ ٹھنڈے وجود کے ساتھ بیٹھی تھی۔ باہر گلی میں کہیں دور کتے کے بھونکنے کی آوازیں آ رہیں تھیں۔ وہ سر گھٹنوں کے گرد باندھے بازوؤں سے اٹھا کر اب خالی خالی آنکھوں سے زمین پر کسی غیر مرئی نقطے کو دیکھ رہی تھی ۔ متورم، سوجی ہوئی آنکھیں بہت سارا رونے کے بعد اب تھک کر خشک ہو گئیں تھیں۔ اسے اپنے خرماں نصیبی پر یقین ہو چلا تھا۔

یہاں کوئی ایک فرد بھی ایسا نہیں تھا جو اسے بے گناہ گردانتا۔ وہ جو رات کمرے سے نکل کر کچن میں پانی پینے جانے کے لیے سو بار سوچ کر اٹھتی تھی۔ اس وقت آدھی سے زیادہ گذر گئی رات میں تن تنہا باہر صحن میں اندھیرے کھلے آسمان تلے بیٹھی تھی۔ قسمت نے اس پہ رحم نہیں کھایا تھا۔ وہ اپنی نا سمجھی و بھولپن میں ماری گئی تھی۔ خسارے اس کے حصے لکھے جا چکے تھے۔ جن کا ماتم اسے اب سالوں تک کرنا تھا۔

اپنے بے جان ہوئے وجود کو گھسیٹ کر وہ اندر کی طرف بڑھی تھی۔ ہمیشہ سلیقے سے سر پر جمی شال اسکے کندھے پر ایک طرف پڑی اس کے قدموں میں رل رہی تھی۔ بالوں کی کہیں لٹیں چوٹی سے نکل کر اسکی گردن اور چہرے کے گرد سوگوار سی لپٹی اسکے دکھ میں شریک گریہ زدہ تھیں۔ چہرے پر کسی کی بے رحمانہ تھپڑوں کے نشان بہت نمایاں تھے۔

بھاری ہوئے قدموں اور بوجھل ہوئی سانسوں کے ساتھ اس نے کمرے میں قدم رکھا تھا۔وہ سامنے بیڈ کی پائینی سر جھکائے نظریں زمین پر گاڑھے دونوں ہاتھ بیڈ پر اطراف میں رکھے بیٹھا تھا۔اس کے آنے پر اس نے نظریں اٹھائی تھیں۔دعا نے اسکی طرف دیکھا تھا وار اسکا دل یک لخت بے طرح دھڑکا تھا ۔زندگی میں پہلی بار کسی کی آنکھوں سے اسے خوف محسوس ہوا تھا۔

وہ آنکھیں کیسی تھیں؟ سرخ لہو رنگ، غیر شناسائی کے رنگ لیے، غم وغصے کی طغیانی اپنے اندر لیے وہ اس کے وجود کو نیست و نابود کرنے کے درپے تھیں۔

دعا کی رہی سہی ہمت بھی جواب دے گئی تھی۔وہ مرے ہوئے قدموں سے اندر آئی تھی۔اس سے کچھ فاصلے پر کھڑی وہ بناجرم کے سر جھکائے نظریں گرائے ہوئے تھی۔انسان وقت اور حالات سے کبھی نہیں ہارتا،اسے اپنوں کی بے اعتنائی مار دیتی ہے۔جیسے اسے فارس کی بے اعتباری نے جیتے جی مار دیا تھا۔

وہ کتنی دیر اسے اپنی شعلہ بار آنکھوں سے بھسم کرتا رہا تھا جن کی تپش اسکے گال دہکا گئی تھی۔مگر اس کے منہ سے اک لفظ نہیں نکلا تھا۔جہاں یقین نہ ہو وہاں وضاحتیں انسان کو اور زیادہ بے مول کر جاتی ہیں۔اسکی خموشی نے اسے انگاروں پر لٹا دیا تھا۔وہ جھٹکے سے اٹھا تھا ساتھ ہی دعا نے سہم کر اک قدم پیچھے لیا تھا۔

وہ بے گناہ ہو کر بھی کٹہرے میں کھڑی کر دی گئی تھی۔اپنی بے گناہی میں اس کے پاس سوائے اپنی گواہی کے کچھ نہیں تھا اور جس پر فارس کو اس وقت یقین کرنا نا ممکن تھا۔

"کیوں کیا یہ سب؟ کیوں؟۔ تمہیں ایک لمحے کے لیے بھی مجھ پر ترس نہیں آیا؟۔اگر تم آج وہ سب کر گزرتی تو کیا منہ دکھاتا میں دنیا کو؟۔لوگ ہنستے مجھ پر دعا۔کیا مانگا تھا تم سے صرف وفاداری۔تم سے وہ بھی نہیں ہو سکی۔"۔اسکی آواز میں بھیگا پن تھا،خود اذیتی تھی،اک کرب تھا۔دعا نے اپنی پلکیں موندی ۔اتنے درد میں ہو کر بھی وہ اس کی تکلیف کو محسوس کر رہی تھی۔

"یہ وجہ تھی مجھ سے دوری اختیار کرنے کی ہے ناں؟۔اور میں بیوقوف تمہیں اس رشتے کو اپنانے کا وقت دیتا رہا؟"وہ استہزا سا خود پر ہنسا تھا۔آنکھ سے اک آنسو ٹوٹ کر گال پر بکھرا تھا۔"تم ہنستی ہو گی مجھ پر کیسا عقل کا اندھا مرد ہے کتنی آسانی سے بیوقوف بن گیا"۔چہرہ اوپر کرتے اس نے گہرا سانس خارج کیا تھا۔اسکی یہ چپ اسے اندر ہی اندر طیش دلا رہی تھی۔وہ عین اس کے سامنے آ کھڑا ہوا تھا۔

URDUNovelians

"دعا کیوں کیا تم نے ایسا؟۔ تمہیں ایک بار بھی احساس نہیں ہوا کہ تم کیا کرنے جا رہی تھی۔مجھے نہیں پتہ تھا اس خوبصورت اور معصوم چہرے کے پیچھے اس قدر مکروہ اور بدصورت حقیقت چھپی ہو گی "۔اپنے ہاتھوں کی انگلیاں اسکے شانوں میں کھبوئے اسے جھنجوڑتا وہ غضب بھری سرخ آنکھوں سے اس دیکھتا دھیمی آواز میں چنگھاڑ رہا تھا۔

فارس میں نے کچھ نہیں کیا؟۔میں کیسے یقین دلاؤں آپکو۔میں ایسی لڑکی نہیں ہوں۔وہ سب شفق کا کیا دھرا ہے"۔وہ بیٹھی ہوئی آواز میں چیخی تھی۔ایک آخری کوشش۔جو اسے اور مہنگی پڑی تھی۔وہ بھول گئی تھی وہ شفق سے کتنی بے لوث محبت کرتا ہے۔اندھا اعتبار تھا اسے سعدیہ پر پھر کیسے وہ اپنی آنکھوں پر بندھی انکی جھوٹی محبت کی پٹی سے اسکی سچائی جان پاتا۔

تم ویسی لڑکی نہیں ہو مگر میری بہن ویسی لڑکی ہے۔یہی کہنا چاہ رہی ہو ناں تم؟۔وہ تلملا کر بولا تو دعا کو احساس ہوا تھا وہ کتنی بری طرح پھنسی ہے۔وہ خود کو بے گناہ تبھی ثابت کر سکتی تھی جب وہ شفق کا جرم ثابت کرتی جو فلحال ناممکنات میں سے تھا۔

دعا بس کر دو۔اپنی غلطی دوسروں کے کھاتے میں ڈالنا بند کر دو۔میں نے تمہاری بہت سی باتوں کو تمہارا بچپنا سمجھ کر نظر انداز کیا ہے مگر اب اور نہیں"۔وہ اسے دیکھتے جیسے کسی نتیجے پر پہنچا۔

تم بھول گئی تھی تم فارس احمد کی بیوی ہو۔لیکن غلطی میری ہے میں نے ہی تمہیں کبھی احساس نہیں دلایا ہمارے رشتے کا۔آج میں تمہیں اچھے سے باور کرواؤں گا تاکہ تم دوبارہ کبھی نہ بھول سکوں"۔اسکی آنکھوں میں سفاکیت در آئی تھی۔

اور پھر اسکی قربت میں دعا نے جانا تھا مرد جب نظر سے گری اور دل سے اتری عورت کو برتتا ہے تو کیسا سفاک و بے رحم بن جاتا ہے۔اسکا قرب عورت کو صرف پامالی کے احساس سے دوچار کرتا ہے۔وہ روئی تھی، سسکی تھی مگر وہ اس کے معاملے میں پتھر بن گیا تھا۔بے حس، ہر احساس سے بے بہرہ۔

اگلی صبح اسکا وجود کسی پھوڑے کی طرح دکھ رہا تھا۔وہ بخار میں بری طرح تپ رہی تھی۔ایک ہی رات میں اسکے چہرے کی شادابی نچڑ کر رہ گئی تھی۔اس نے کل رات سے کچھ نا کھایا تھا نا ہی پانی کا اک گھونٹ حلق سے اترا تھا۔فارس صبح صادق اٹھ کر بنا اس سے کچھ بھی کہے کمرے سے نکل گیا تھا۔دعا ساری رات روتی تڑپتی رہی تھی صبح فجر کی نماز ادا کر کے کتنی دیر وہ جائے نماز پر بیٹھی رہی تھی اس نے پہلی بار کوئی دعا نہیں مانگی تھی مگر اسکی آنکھ سے گرتا ہر آنسو رب کے حضور فریاد کر رہا تھا۔اسکی سانسوں سے جیسے بھاپ نکل رہی تھی۔وہ واپس آ کر بستر پر لیٹ گئی تھی۔اور پھر وہ سو گئی تھی۔دن گیارہ کے قریب اسکی آنکھ کسی آواز پر کھلی تھی۔سامنے سعدیہ ہاتھ میں ٹرے لیے کھڑی تھیں۔انکی آنکھوں میں اپنے لیے حقارت اس نے صاف محسوس کی تھی۔کہنی کے بل وہ اٹھ بیٹھی۔تو انہوں نے ٹرے بیڈ پر ہی جگہ بناتے ہوئے رکھی اور خود بھی بیٹھ گئیں۔اس کی اجڑی حالت پر اک گہری نگاہ کی تھی۔

تمہارے ساتھ جو ہوا مجھے اسکا افسوس ہے۔ مگر کسی خوش فہمی میں مت رہنا کہ تم کبھی خود کو بے گناہ" ثابت کر پاؤ گی۔ شفق کا نام بھولے سے بھی اب اپنی زبان پر مت لانا۔ ورنہ۔۔۔۔ طلاق کا ٹھپہ لگا کر اس گھر سے چلتا کروں گی۔ ماں تو پہلے ہی طلاق کا میڈل لیے ہوئے ہے۔ تم بھی جا کر دہلیز پر بیٹھ جاؤ گی تو دنیا والے تھو تھو کریں گے۔ کہیں گے یہ تم لوگوں کا خاندانی مشغلہ ہے۔ ناشتہ کر کے یہ دوائی کھا لینا۔ فارس کو ابھی بھی تم سے ہمدردی کا بخار چڑھا ہوا ہے"۔ استہزائیہ انداز میں اسے کہتے وہ رعونت سے سر جھٹک کر باہر نکل گئیں تھیں۔ وہ ویران چہرہ اور سراسیمہ آنکھیں لیے ان کی چھوڑی جگہ کو دیکھتی رہی۔

وہ تین دن رہا تھا گھر۔ اور وہ تین دن اسکی زندگی کے سب سے بدترین دن تھے۔ پھر وہ جرمنی چلا گیا تھا ۔اور اس سے بے پرواہ ہو گیا۔ دن مہینوں میں بدلے تھے اور مہینے سالوں میں۔ وہ بے خبر رہا تھا اس سے ۔وہ بے حسی کا لبادہ اوڑھ گیا تھا۔ تو دعا نے بھی خود کو ہر چیز سے بے نیاز کر لیا تھا۔ قدرت کو اس پہ رحم آیا تھا۔ اسکی گود میں حریم اور مزمل کو ایک ساتھ ڈال دیا۔ وہ ان میں پناہ اختیار کر گئی تھی۔ کوئی کیا کہتا ہے کیا کرتا ہے اس نے فکر کرنا چھوڑ دی تھی۔ سعدیہ فارس کو اس کے بارے میں کیا کیا کہتی ہیں اسے پرواہ نہ رہی۔ اس کا دل مر گیا تھا۔ اب اسے کسی کی خوشی ناخوشی سے کوئی مطلب نہ رہا تھا۔ اہم تھے تو صرف اسکے بچے۔ جو اسکی زندگی میں واحد امید کی کرن تھے اس کی آتی جاتی سانسوں کی ضمانت۔

حریم۔۔۔۔حریم ماما کو تنگ مت کریں۔آ جائیں پہلے یہ فنش کر لیں"۔دعا ہاتھ میں باؤل لیے اس" کے پیچھے پیچھے گھوم رہی تھی اور حریم ہاتھ میں اپنی فیورٹ ڈول لیے پورے گھر کی انسپیکشن پر نکلی ہوئی تھیں کافی دیر سے یہ کھیل فارس خاموشی سے لاؤنج میں بیٹھا لیپ ٹاپ کھولے اپنے آفس کا کام کرتے ہوئے گاہے بگاہے دیکھ رہا تھا۔کتنی بار اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی تھی۔اسکی بیٹی کو ٹھنڈے مزاج کی حامل دعا کو بھی تپانا خوب آتا تھا۔

حریم۔میں آخری بار کہہ رہی ہوں۔اب اگر آپ نے میری بات نہیں سنی تو پھر میں صرف مزمل کی" مما بن جاؤں گی"۔اس نے اپنی آزمودہ دھمکی دی تو حریم کے پاؤں کو بریک لگی۔دعا نے تشکر کا سانس لیا ورنہ اتنی دیر سے اس کے پیچھے چلتے اسکی ٹانگیں دکھنے لگی تھیں۔اس نے منہ لٹکا کر شکایتی نظروں سے ماں کو دیکھا تھا۔

URDUNovelians

ماما جی مجھے یہ نہیں پینا۔یہ گندہ ہے۔"اسکی آنکھوں میں ناپسندیدگی تھی۔منہ ٹیڑھا کر کے اس نے بد" مزہ سا منہ بنایا۔

بری بات حریم۔ کھانے پینے کی چیزوں کو ایسے بولو تو اللہ تعالیٰ کٹی ہو جاتے ہیں۔اور یہ تو بہت ٹیسٹی " ہے۔ بھائی بھی تو پی رہا ہے ناں مانو "۔پیار سے پچکار کر اس کے سامنے بیٹھتے ،اس نے یخنی کو چمچ میں بھر کر اس کے منہ کی طرف لے جاتے کہا۔

سوری اللہ تعالیٰ۔پر مجھے اچھا نہیں لگتا ناں۔"وہ تھوڑا پیچھے ہوئی تھی دعا نے اب کی بار اسے گھورا تھا" ۔اسکی چالاکی پر وہ صبر کا گھونٹ پی کر رہ گئی۔ کبھی کبھی حریم اسے بہت ٹف ٹائم دیتی تھی۔اس نے مڑ کر اک نظر مزمل کو دیکھا جو بڑے آرام سے ڈائینگ ٹیبل پر بیٹھا انھیں دیکھتا ساتھ میں سوپ بھی پی رہا تھا ۔(میرا پیارا بیٹا)۔دعا مسکرائی۔

بیٹا سردی ہے ناں آپ یہ پیے گی تو انشااللہ بیمار نہیں ہو نگی۔"ایک آخری کوشش کی گئی تھی۔"

فارس لیپ ٹاپ بند کرتا اب ماں بیٹی کے ہوتے مزاکرات سے محظوظ ہونے لگا تھا۔جن میں فلحال حریم کا ہی پلڑہ بھاری تھا۔بیچاری دعا اسے اس پر ترس آیا۔حریم نے اک نظر اسے دیکھا تھا پھر گردن گھما کر فارس کو۔ کھلکھلا کر ہنستی وہ بھاگ کر باپ کی گود میں جا بیٹھی تھی۔دعا جو اس کے سامنے گھٹنوں کے بل بیٹھی تھی پیچ وتاب کھا کر رہ گئی۔

اس نے سخت نظروں سے اسے دیکھا تھا۔فارس نے اسکو نرمی سے خود میں بھینچ کر اسکے سر پر پیار کیا تھا ۔

دعا مجھے دے دو۔ بابا خود اپنی حریم کو پلائیں گے۔ہے ناں حریم بابا کے ہاتھ سے پیے گی ؟"۔اور " حریم نے سعادت مندی سے سر ہلایا تھا۔دعا نے جا کر باؤل فارس کے ہاتھ میں تھمایا تھا۔اور پھر اسکی حیرت کی انتہا نہ رہی تھی جب حریم صاحبہ نے آنکھیں ٹپٹپا کر بہت مزے سے بنا کوئی برا منہ بنائے وہ سوپ باپ کے ہاتھ سے پیا تھا بلکہ اسے پسندیدگی کی سند بھی دے دی تھی۔

دعا نے ناراض نظروں سے حریم کو دیکھا تھا مگر اسکی ساری توجہ کا مرکز اس وقت سامنے بیٹھا چمچ اس کے منہ کی طرف لے جاتا فارس تھا۔مزمل بھی اپنا باؤل لیے انکے پاس آ گیا تھا۔اب صورتحال کچھ یوں تھی کہ وہ ایک چمچ حریم اور دوسری مزمل کی طرف بڑھا رہا تھا۔کچھ دیر بے مقصد وہ کھڑی انھیں دیکھتی رہی تھی۔

(بڑے کوئی بے وفا نکلے تم دونوں۔اتنے سال میں نے اتنا خیال رکھا،اتنی محبت کی اس پر باپ کی صرف دو ماہ کی محبت غالب آ گئی)۔

دل ھی دل ان دونوں سے شکوہ کرتی وہ سست روی سے چلتی ڈائینگ ٹیبل کی چیئر پر بیٹھ کر بے خیالی میں میز کی سطح پر انگلی پھیرنے لگی تھی۔اسے برا لگا تھا بچوں کا خود کو یوں نظر انداز کرنا۔آج کل وہ یوں ہی عجیب سی کیفیت کا شکار ہونے لگی تھی۔اسے غصہ آنے لگا تھا۔وہ دل ہی دل ناراضگی پالنے لگی تھی ۔گلیشیئر پگھلنے لگا تھا۔اس کے احساسات پر جمی برسوں پرانی بے حسی کی برف فارس کی موجودگی کی گرماہٹ سے ڈھلنے لگی تھی۔وہ آہستہ آہستہ نارمل ہو رہی تھی۔

وشمہ آج کی تاریخ میں ناشتہ مل جائے گا یار؟"۔ فل یونیفارم میں تیار وہ جوتوں کے تسمے باندھ رہا تھا" ۔کمرے سے نکلتے نزہت نے اسے گھورا تھا۔

طلحہ انسان بن جاؤ۔کیوں صبح صبح اسکو گھن چکر بنا دیتے ہو؟۔بیچاری کا ایک پاؤں کچن اور دوسرا بیڈ روم " میں ہوتا ہے۔کبھی تمہیں کچھ نہیں مل رہا ہوتا تو کبھی کچھ۔اور پھر تم اسے آرام سے ناشتہ بھی نہیں بنانے دیتے۔اوپر سے اس نے میرا داخلہ بھی کچن میں ممنوع قرار دے دیا ہے۔"۔امی نے اس کے پاس آ کر اسے ڈپٹا تھا۔جواب مزے سے مسکرا رہا تھا۔

ہائیں امی قسم سے بڑا مزہ آتا ہے۔جب وہ صبح صبح پریڈ کرتی ہے تو۔اچھا ہے ناں ایسے بندہ فٹ رہتا ہے " موٹا نہیں ہوتا"۔انکے دونوں گال پکڑ کر ہلکے سے کھینچتے وہ شرارت سے کہہ رہا تھا۔امی نے اسکے ہاتھوں کو پکڑ کر پیچھے کیا تھا پھر اسکے کندھے پر ایک چپت رسید کی تھی۔

بیٹا جی وہ سوئی ہوئی شیرنی کی طرح ہے۔جس دن جاگ گئی ناں لگ تمہیں پتہ جانا ہے۔"اس کے " ماتھے کے نشان پر انگلی پھیرتے وہ مسکرائی تھیں طلحہ نے بڑی مشکل سے اپنا قہقہہ ضبط کیا۔

ارے چھوڑیں امی وہ سب پرانی باتیں ہیں۔اب تو آپ کے بیٹے کے نام کا ڈنکا بجتا ہے "۔کالر جھٹک کر " بڑے سٹائل سے کہا گیا تھا۔امی ہنس دیں۔

اللہ پاک میرے بچوں کو یوں ہی شاد و آباد رکھے "۔صدق دل سے دعا دی۔"

آ جائیں ناشتہ ریڈی ہے "۔ تبھی وشمہ کچن سے ناشتے کی ٹرے لیے باہر ڈائینگ ٹیبل کی طرف بڑھی " تھی۔لائم گرین کھدر کے سوٹ میں سیاہ شال لپیٹے بالوں کا دھیلا سا جوڑا اسکی گردن کو ڈھانپے ہوئے تھا۔وہ پیاری تھی مگر طلحہ کو خوبصورت ترین لگتی تھی۔اک اور چکر لگا کر وہ تما! تمام لوازمات ٹیبل پر سجا کر خود بھی آ بیٹھی تھی۔طلحہ نے کچن سے ہی ہاتھ دھوئے تھے۔سربراہی کرسی پر امی براجمان تھیں۔وہ طلحہ کے ساتھ والی کرسی سنبھال چکی تھی۔

طلحہ اٹھتے آپ خود لیٹ ہیں اور پھر شور میرے سر پر مچاتے ہیں۔چائے بناتے امی کو دیتے ہوئے اس " نے زچ ہوتے کہا تھا۔

تواس میں بھی تمہاری غلطی ہے "۔جلدی جلدی ناشتہ کرتے وہ بولا۔دعا سٹپٹائی تھی۔"

تمہیں ٹھیک سے جگانا ہی نہیں آتا "۔امی سے آنکھ بچا کر اسکی طرف مڑتے وہ آنکھ دبا کر اسکو دیکھتا ہنسا" تھا۔

کل سے ٹھیک سے جگاؤں گی۔الارم لگا کر۔فکر نہ کریں "۔دانت پیس کر مصنوئی مسکان لبوں پر " سجائے وہ بولی تھی آخر میں اسے گھورا تھا۔امی چائے پیتے انکی نوک جھونک سے لطف اندوز ہو رہیں تھیں ۔وہ جلدی سے دو چار نوالے لے کر وہ چائے کا ایک بڑا سا گھونٹ لیتا ٹشو سے منہ صاف کرتا اٹھا تھا امی کو جھک کر ساتھ لگا کر انکا سر چوما۔

طلحہ ناشتہ تو ٹھیک سے کر وبیٹا "۔امی نے ٹوکا تھا۔"

میرا ہو گیا ہے امی۔دیر ہو رہی ہے۔اللّٰہ حافظ ۔" کہتا وہ باہر کی جانب لپکا تھا۔"

اللّہ اپنے حفظ و امان میں رکھے "۔امی کی آواز نے اسکا پیچھا کیا تھا۔وشمہ اسے چھوڑنے باہر تک آئی تھی " ۔گھر کے اندرونی دروازے کے پاس کھڑے ہو کر اسکی جانب مڑا تھا۔اسکا گال تھپتھپا کر وہ باہر کی جانب بڑھ گیا تھا۔وشمہ اسے اللّہ کی امان میں دیتے واپس آ گئی تھی۔

اب وہ دونوں سکون سے ناشتہ کر رہیں تھیں جو طلحہ کے ہوتے ناممکن تھا۔اسکے صبح ڈیوٹی پر جانے تک اک عجیب ہڑبڑی مچی ہوئی ہوتی تھی۔

آفس سے واپسی پر وہ آج معمول کی نسبت کچھ ڈل سا لگ رہا تھا۔حریم اور مزمل اس کے ساتھ ہی بیڈ روم میں چلے گئے تھے۔آفس سے واپسی پر اسے پانی پیش کرنے کی ذمہ داری مزمل نے اپنے چھوٹے چھوٹے کندھوں پر لے لی تھی۔حریم تو اسے دیکھ کر ہی باہیں پھیلا کر اسکی طرف بھاگتی تھی جبکہ مزمل کچن کی طرف۔چائے لے کر وہ جب کمرے میں آئی تو وہ بنا چینج کیے بستر پر نیم دراز سا لیٹا ہوا تھا البتہ ٹائی اور کوٹ ندارد تھا۔آنکھوں کے گوشے سرخی مائل ہو رہے تھے۔حریم اور مزمل اسکے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے تھے۔اور اشتیاق سے اسکے ہاتھوں کو دیکھ رہے تھے۔جن میں ایک جدید ماڈل کا خوبصورت سا سمارٹ فون تھا اور وہ اس میں سم کارڈ انسرٹ کر رہا تھا۔

ماما جی بابا آپ کے لیے فون لائے ہیں۔"اسے دیکھتے ہی حریم خوشی سے چیخ کر بولی تھی۔دعا نے " حیراں نظروں سے فارس کو دیکھا تھا جو اب موبائل کا بیک کور بند کر رہا تھا۔اس نے پاس آ کر چائے اسکی طرف بڑھائی تھی۔کپ تھام کر فارس نے اسے دیکھتے موبائل آگے کیا تھا۔

تمہارے لیے۔اب تو کم از کم یہ مت کہنا تمہیں اسکی ضرورت نہیں ہے"۔ماضی کی کسی بھولی بسری یاد " کا تذکرہ کرتے اس کی آواز میں نہ چاہتے ہوئے بھی ہلکی سی خفگی کی رمق در آئی تھی۔دعا نے اسے پوری شدت سے محسوس کیا تھا۔بنا کچھ کہے اس نے موبائل لے لیا تھا۔مزمل بیڈ سے اتر کر ماں کے پاس آ کھڑا ہوا تھا۔

فارس نے اپنے ماتھے کو مسلا تھا۔

"پین کلر ہو گی؟۔سر درد کر رہا ہے۔"

دعا جو مزمل کی طرف دیکھ رہی تھی چونکی اور نظر اسکی جانب کی تھی۔

جی میں لاتی ہوں"۔وہ کمرے سے نکل گئی تھی۔"

بابا میں سر دباؤں ؟"۔حریم اسکو دیکھتی اسکے ماتھے کو چھو کر پیشکش کر رہی تھی۔چائے کا کپ سائیڈ پر " رکھتے وہ ہولے سے مسکرایا۔

نہیں میرا بچہ۔بابا بلکل ٹھیک ہیں "۔اسکا ہاتھ پکڑ کر اسکی ہتھیلی چومی۔مزمل خاموش سا اسکے پیروں " والی سائیڈ بیٹھ گیا تھا۔

پھر ماما کو کیوں بولا سر میں درد ہے ؟"۔اسے باپ کا جھوٹ بولنا شاید پسند نہیں آیا تھا۔"

شش۔۔۔حریم بولنے سے سر میں درد زیادہ ہوتا ہے۔"مزمل نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر اسے چپ " کروایا تھا۔معصومیت بھرا فکر مندانہ انداز فارس کا دل موہ گیا تھا۔وہ اس کا پرتو تھا۔وہ منہ سے اظہار نہیں کرتا تھا مگر اسکا ہر عمل اسکے احساسات کا عکاس ہوتا تھا۔دعا ہاتھ میں ٹیبلٹس لیے واپس آئی تھی اسے دے کر اب وہ حریم اور مزمل کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

بیٹا آپ دونوں باہر چلو۔مما آتی ہیں ابھی۔"وہ دونوں تابعداری سے باہر کی جانب بڑھ گئے تھے " ۔مزمل نے دروازے سے نکلتے مڑ کر اک بار اسے دیکھا تھا۔فارس اسے دیکھ کر مسکرایا تو وہ شرماتا ہوا باہر نکل گیا۔

آپ تھوڑی دیر ریسٹ کر لیں۔ بہتر فیل کریں گے۔" اسکے ہاتھ سے کپ لیتی وہ مدھم سی آواز میں بنا اسکے چہرے کی جانب نگاہ کئے بولی تھی۔ فارس بنا کچھ کہے لیٹ گیا تھا۔ دعا نے کمبل کھول کر اسکے اوپر پھیلایا تھا۔ پھر کپ اٹھا کر آہستگی سے دروازہ بند کرتی باہر آ گئی تھی۔ لاؤنج میں وہ دونوں بیٹھے ہوئے تھے ۔

بابا کے سر میں درد ہے تو کوئی شور نہیں کرے گا۔ ماما کارٹون لگا کر دیں گی اور میرے بچے آرام سے " بیٹھ کر دیکھے گے۔ ٹھیک ہے؟"۔

ٹی وی آن کرتے وہ مصروف سی انھیں سمجھا رہی تھی۔

بھائی دادو کتنا شور کرتی تھیں جب انکو سر درد کرتا تھا۔ بابا تو نہیں کیا؟"۔ حریم نے سرگوشی کے انداز " میں مزمل کے کان کے پاس منہ کر کے کہا تھا۔ جو دعا کے کانوں نے بھی آسانی سے سنا تھا۔

بری بات حریم۔ ایسے نہیں بولتے۔ اب بلکل شور کی آواز نہ آئے "۔"

کچن میں آ کر اس نے ہانڈی چڑھائی تھی۔ مگر دھیان بار بار بھٹک رہا تھا۔ کچھ دیر تو وہ نظر انداز کرتی لگی رہی تھی پھر بے بس سی ہوتی برنر بند کرتی فریج میں سے سیب نکال کر کاٹا تھا اور پلیٹ آ کر بچوں کے آگے رکھی تھی۔

(میں بس ایک نظر دیکھ کر واپس آ جاؤں گی)۔ دل نے جیسے صفائی پیش کی تھی۔

کمرے کا دروازہ آرام سے کھولا تھا۔ پھر کچھ سوچ کر کھلا ہی رہنے دیا تھا۔ یہاں سے حریم اور مزمل کا ترچھا رخ دکھائی دیتا تھا۔ وہ بلکل سیدھا چت لیٹا ہوا تھا۔ آنکھیں بند تھیں۔ دروازہ کھلنے پر بھی اسکے وجود میں کوئی حرکت نہیں ہوئی تھی شاید وہ سو گیا تھا۔ چہرے پر ہنوز اضطراب کی سی کیفیت تھی۔ دعا اسے دیکھ کر واپس مڑی تھی۔

پھر دروازے کے پاس جا کر رک گئی تھی۔ دل آمادہ نہیں ہوا تھا۔ گہری سانس خارج کرتے وہ واپس پلٹ کر اس تک آئی تھی آہستگی سے اسکے سرہانے کے پاس بیٹھ کر اس نے احتیاط سے لرزتے ہاتھوں سے اسکی پیشانی کو چھوا تھا۔ دل گھبرا بھی رہا تھا اگر وہ جاگ گیا تو؟۔ مگر پھر ہر سوچ پس پشت چلی گئی تھی۔ یاد رہا تو صرف اتنا کہ وہ تکلیف میں ہے اس وقت۔ اس کے معاملے میں دعا کا دل ہمیشہ سے موم کا دیا ثابت ہوا تھا اسکی ذرا سی تکلیف پر پگھل جانے والا۔ زیر زبان مختلف قرآنی آیات کا ورد کرتی وہ ہولے ہولے اسکا ماتھا دبا رہی تھی۔ کچھ دیر بعد بھی جب وہ ساکت پڑا رہا تو اسکے گہری نیند میں ہونے کا گمان

لیے اس کی گھبراہٹ معدوم ہوئی وہ نظریں باہر لاؤنج میں بیٹھے سیب کھاتے بچوں پر جمائے ہوئے تھی

۔

اس نے ایک بار بھی بھولے سے اسکے چہرے کی جانب نگاہ نہیں کی تھی ورنہ اسکی جنبش کرتی گھیزی پلکوں سے اسکے جاگنے کا راز پا لیتی۔اسکی سرد مخروطی نرم انگلیوں کا لمس اپنے درد سے پھٹتے ماتھے پر محسوس کرتے اس کے اندر تک سکون کی لہر دوڑ گئی تھی۔جیسے جلتی آگ پر ٹھنڈی پھوار برسی ہو۔وہ جو اتنی دیر سے چاہ کر بھی سو نہیں پا رہا تھا اب نیند کی میٹھی آغوش میں جاتا ہوش و حواس سے بیگانہ ہوتا جا رہا تھا۔

صبح کمرے سے نکلنے سے قبل غیر ارادی طور پر اسکی نظر فارس پر پڑی تھی۔اوندھے منہ تکیے کے گرد دونوں بازوؤں کا ہالہ بنائے وہ آڑھا ترچھا سا پورے بیڈ پر قابض ہوا سو رہا تھا۔دعا کو ہنسی آئی تھی۔وہ ہمیشہ حریم کے سونے کے طریقے پر اکتا کر سوچا کرتی تھی یہ کس پر چلی گئی ہے۔پچھلے دو ماہ میں اسے اسکا جواب اچھے سے مل گیا تھا۔

تھوڑااور پاس آکر اس کے اوپر کمبل درست کیا تھا۔ نظر اس کے چہرے پر ٹھہر گئی تھی۔ سوتے ہوئے وہ کتنا معصوم لگتا تھا بالکل مزمل کے جیسے۔ بے اختیار جی چاہا تھا اس کے ماتھے پر بکھرے بالوں کو سمیٹنے کا۔

(اونہوں۔ زیادہ شوخے نہ ہو۔ ابھی آنکھ کھل گئی تو ایک سیکنڈ نہیں لگے گا اس معصوم چہرے کو پتھر کا مجسمہ بننے میں)۔ دل کو ڈپٹ کر مڑی تھی پھر کچھ سوچ کر رکی۔ اب اتنی تو دل کی مانی جاسکتی تھی۔ سائیڈ ٹیبل سے موبائل اٹھا کر کیمرہ اوپن کیا تھا۔ اب وہ تھوڑا سا جھک کر اسکی پک لے رہی تھی۔ غلطی کا احساس تب ہوا تھا جب کلک کے آپشن کو ٹچ کرنے پر مخصوص تصویر کیپچر ہونے کی آواز کمرے کے سناٹا چھائے ماحول میں گونجی تھی۔ زبان دانتوں تلے داب کر اس نے دوسرا ہاتھ آنکھوں پر رکھا تھا ۔اگر پکڑی گئی تو؟ان آنکھوں کی ظالم گھوری۔افففف۔

ذرا سی انگلیاں کھول کر انکی اوک سے دیکھا تھا۔ وہ ویسے ہی پڑا سو رہا تھا۔ دل پر ہاتھ رکھتے وہ کلمہ شکر ادا کرتے دبے پاؤں بچوں کے روم کی طرف بڑھی تھی۔ نظریں سکرین پر تھیں اس کے چہرے کے بائیں رخ کی ترچھی سی تصویر جس میں اسکی گھنیری پلکیں بہت واضح تھیں اسکا دل دھڑکا گئی۔ ہونٹوں پر بھلی سی مسکان نے آکر پڑاؤ ڈالا تھا۔

موبائل سے نظریں ہٹا کر اس نے اب مزمل اور حریم پر نگاہ کی تھی۔اور اب کی بار اس نے اپنی ہنسی کو بالکل نہیں دبایا تھا۔اسکی مدھر سی ہلکے سروں میں گونجتی ہنسی کو اس گھر کے در و دیوار نے آسودگی سے سنا تھا۔

مزمل سوتے ہوئے بھی تمیز کے دائرے میں رہنے والوں میں سے تھا۔کروٹ کے بل اچھے سے کمبل میں لپٹا آرام سے سو رہا تھا۔جب کے ساتھ والے بیڈ پر حریم کا سر پائنتی جب کہ ٹانگیں سرھانے والی سمت میں تھے اور وہ ہاتھ پاؤں پھیلا کر آدھا کمبل خود پر لیے آدھا اپنے نیچے دبائے سوئی ہوئی تھیبیڈ کی دونوں اطراف۔موبائل رکھتی وہ مزمل پر جھکی تھی اسکے گال پر پیار کرتے اسکے ماتھے پر بکھرے بالوں کو سمیٹتے کسی اور کا بھی خیال آیا تھا جسے سر جھٹک کر وہ اس کی جانب متوجہ ہوئی تھی۔

مزمل اٹھ جاؤ جان۔"اسکے گال کو نرمی سے تھپتھپایا تو چند لمحوں میں ہی وہ مندی مندی آنکھیں کھولتا" اسے دیکھ کر مسکرایا تھا۔

گڈ بوائے۔آ جائیں شاباش"۔اسکو دونوں ہاتھوں سے پکڑ کر کھڑا کیا تھا۔اب وہ اسکے گلے لگا تھا۔بستر" پر کھڑا مزمل اسکے کانوں تک آتا تھا۔وہ اس کا سب سے بڑا غم خوار تھا۔اسکے لیے ہمت اور طاقت کا سر چشمہ۔اور جب وہ صبح صبح اٹھ کر اسکا ماتھا چومتا تھا تو اتنی سی عمر میں ہی اک عزت و تحفظ کا سا احساس دلاتا تھا۔وہ بستر سے اتر کر اب واش روم کی جانب گیا تھا جب وہ حریم کی طرف آئی تھی۔

حریم مانو اٹھ جائیں "۔پیار سے اسکے ریشم سے الجھے بکھرے بال ٹھیک کرتے پکارا تھا کچھ تگ و دو کے " بعد وہ بھی اٹھ کھڑی ہوئی تھی اسکے گلے میں باہیں ڈال وہ اس کے کندھے پر سر رکھ گئی۔دعا اسے اٹھائے ہی واش روم کی طرف بڑھی۔کچھ دیر بعد وہ دونوں کو اسکول کے لیے ریڈی کیے اک آخری مطمئین سی نظر انکو دیکھ انھیں ساتھ لے کر وہ کچن میں چلی گئی تھی۔ناشتہ بناتے وہ ساتھ ساتھ ان سے باتیں بھی کر رہی تھیں اس طرح وہ اسکول جانے تک بالکل فریش ہو جایا کرتے تھے۔

وہ جب تک ناشتہ بنا کر فارغ ہوئی تھی فارس بھی نک سک سے تیار وہاں آ گیا تھا۔اور یہ اب انکا معمول سا بن گیا تھا حریم باپ سے جبکہ مزمل اسکے ہاتھ سے ناشتہ کیا کرتا تھا۔ناشتے کے بعد وہ دونوں اپنا اپنا بیگ اٹھانے بھاگے تھے۔جب فارس باہر نکلتے نکلتے رکا تھا۔اک طائرانہ سی نگاہ اس پر کی تھی جواب مصروف سی برتن اٹھا رہی تھی۔مسکراہٹ لبوں میں چھپائے وہ دھیرے سے چلتا اسکے پیچھے کھڑا ہوا تھا ۔کپ سنک میں رکھ کر وہ مڑی تو اسکے سینے سے ٹکراتے ٹکراتے بچی تھی۔اسکی شال کا پلو سر سے سرکا تھا ۔اب وہ سوالیہ نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی جو بڑا محو ہو کر اسکے روشن چہرے پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔اس نے اسکو نظروں کے حصار میں رکھ کر جیب سے اپنا سیل فون نکالا تھا۔ایک ہاتھ سے اسکی کمر کے گرد حصار باندھتے اسے تھوڑا نزدیک کر کے اپنے پہلو سے لگایا تھا۔وہ اسکی اس جسارت پر حیرت سے آنکھیں پھیلائے ہونق پن سے اسکا منہ تکنے لگی تھی۔

ادھر تو دیکھو یار"۔ نظریں موبائل پر جمائے وہ بولا تو اسے ہوش آیا تھا۔ذرا سا رخ موڑ کر اسنے " کیمرے کی آنکھ کی جانب دیکھا تھا۔ لش پش سا تیار فارس چہرے پر بڑی سحر انگیز مسکراہٹ لیے ہوئے تھا اس کے پہلو میں کھڑی وہ آج بھی موم کی گڑیا لگتی تھی چہرے پر معصومیت اور حیرت زدہ سے نیم وا ہونٹوں کے ساتھ وہ سادگی میں بھی غضب ڈھاتی تھی۔

پرفیکٹ"۔اسکو آہستگی سے خود سے جدا کرتا اب وہ موبائل پر نظریں گاڑھے ہوئے تھا۔وہ چہرے پر " چھائی لالی کے ساتھ نظریں چرا گئی۔

ویسے کسی کے سوتے ہوئے اسکی پک لینا انتہائی غیر اخلاقی حرکت ہے"۔اسکی شوخ شرارت سے بھر " پور آواز پر وہ خجل ہوئی تھی۔مارے خفت کے وہ اس کی جانب دیکھ تک نہیں پا رہی تھی۔(اللہ تعالیٰ۔یہ شخص کسی دن مجھے شرم سے سچ مچ میں پانی پانی کر دے گا)

ویسے مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔تم جاگتے ہوئے بھی کہو گی تو میں پکچر بنوالوں گا کم از کم اچھی تو آئے " گی۔سوتے ہوئے تو پتہ نہیں کیا نمونہ سا لگ رہا ہوں گا میں"۔زیر لب مسکراہٹ دباتے آخر میں آواز میں خفگی کی سی جھلک آئی۔

نہیں تو وہ بھی بہت پیاری آئی ہے "۔اسکی ناراضگی کے ڈر سے وہ سر اٹھا کر اسے دیکھتے سرعت سے " بولی تھی۔فارس جو اسے ہی دیکھ رہا تھا،اسکے بوکھلا کر وضاحت دینے پر اس کا زندگی سے بھرپور قہقہہ گونجا تھا۔دعا نے اسے یوں پہلی بار کھل کر ہنستے دیکھا تھا۔دل نے بے اختیار "ماشاءاللہ" کہا تھا۔وہ نظروں کا رخ موڑ گئی۔

تمہارا ہی ہوں۔اپنی چیزوں پر ملکیت جتانا سیکھو۔یہ میں تمہیں واٹس ایپ کر دوں گا "۔اسکی جھجک کو " محسوس کرتے بلاارادہ اسکے منہ سے نکلا تھا۔جس کا احساس اسے بولنے کے بعد ہوا تھا۔چہرے پر کچھ پل پہلے والی نرمی غائب ہوئی تھی۔سرعت سے وہ باہر نکل گیا تھا۔

وہ کچھ دیر کھڑی رہی تھی کھوئی کھوئی سی کیفیت میں اسکی بات پر غور کرتی رہی۔پھر مزمل کی آواز پر چونکی تھی ان کے لنچ باکس اٹھا کر وہ جلدی سے باہر کی جانب لپکی۔

طلحہ اب آپ مجھے تنگ کر رہے ہیں۔" باہر لاؤنج کے صوفے پر وشمہ نڈھال سی بیٹھی تھی۔ساتھ " والے صوفے پر طلحہ بیٹھا اسے محبت پاش نظروں سے دیکھ رہا تھا۔جس پر وہ شرما کر چڑی تھی۔

اتنے دور سے کہاں تنگ کر رہا ہوں وشمہ ؟"۔حیرت میں بھی شرارت کا عنصر تھا۔وہ لوگ ابھی ابھی " ہسپتال سے آئے تھے وشمہ کی طبیعت صبح سے خراب تھی۔ڈاکٹر نے گڈ نیوز کی تصدیق کی تو امی اور طلحہ کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا تھا۔تب سے وہ شرمائی گھبرائی اس سے نظریں چرا رہی تھی۔وہ لوگ ابھی ابھی واپس آئے تھے امی اس کے لیے لیموں پانی بنانے کچن میں گئیں تھیں۔صبح سے متلی کر کر کے اسکا برا حال ہو چکا تھا۔

طلحہ میں بتا رہی ہوں اب اگر آپ نے مجھے ایسے دیکھا تو میں نے پھپھو کو آواز لگا دینی ہے۔"انگلی اٹھا" کر اسے وارن کرتی وہ روہانسی ہوئی۔ایک تو پہلے ہی طبیعت خراب تھی اوپر سے وہ اسے جان بوجھ کر زچ کر رہا تھا۔وہ عجیب چڑچڑی سی ہو رہی تھی۔

وہ اسکی آنکھ میں چمکتی نمی دیکھ اٹھ کر اس کے پاس صوفے پر چلا آیا تھا۔اس کے پاس گھٹنہ موڑ کر رخ اسکی جانب کئے بیٹھتا وہ اسکی گود میں دھرے ہاتھوں پر ہاتھ رکھتا اسے دیکھنے لگا۔

وشمہ کیا بات ہے ؟تم خوش نہیں ہو ؟"۔اسکے چہرے پر فکر کے سائے سے لہرائے تھے۔وشمہ نے نفی " میں سر ہلایا۔

میں نے ایسا کب کہا؟۔بس آپ تنگ نہ کریں ناں۔"وہ عجیب الجھن زدہ سی بولی تھی۔"

اچھا وعدہ۔اب جب تک میری بیٹی آ نہیں جاتی میں بس تھوڑا تھوڑا تنگ کروں گا۔" معنی خیز لہجے میں " کہتا وہ اسکی خفا آنکھوں میں جھانک رہا تھا۔

اب بیٹی ہی ہو گی یہ کس نے کہہ دیا آپکو؟"۔اس نے اسے گھورا۔"

کسی نے نہیں کہا بس اک خواہش کا اظہار کیا ہے۔"اسکے خوبصورت قدرے اترے ہوئے چہرے کو " نظروں کے حصار میں لیے بڑے پیار سے کہا گیا تھا۔

ہاں جیسے میرے ہی اختیار میں ہے سب"۔وہ اسکے ہاتھ کے نیچے سے اپنے ہاتھ نکال اپنے ناخنوں " سے کھیلتے خفگی سے بولی تھی۔

میں نے یہ تو نہیں کہا۔میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا باقی جو وہ عطا کر دیں میں تو شکر ہی ادا کروں گا " ۔"اسکی خوشی دیدنی تھی مگر وشمہ کے انداز اسے اچنبھے میں ڈال رہے تھے۔کچھ تو تھا جو وہ بتا نہیں رہی تھی۔

وشمہ ادھر دیکھو میری طرف۔اور سچ سچ بتاؤ کیا مسئلہ ہے ؟کچن کی طرف اک نگاہ دیکھ وہ اب اسکی ٹھوڑی پکڑ کر اسکا رخ اپنی طرف کرتا نہایت سنجیدگی سے اسے دیکھتا پوچھ رہا تھا۔وشمہ کی آنکھ سے اک قطرہ ٹوٹ کر گال پر لڑھک گیا تھا۔"

طلحہ وہ۔۔۔۔ہمارے ساتھ والے گھر عائشہ بھابھی رہتی تھیں ناں۔انکا بے بی ہوا تو انکی ڈیتھ ہو گئی تھی۔وہ اتنا چھوٹا سا تھا اور اتنا روتا تھا۔اگر میں بھی مر گئی تو میرے بچے کا کیا ہو گا ؟۔وہ نظریں جھکا کر اداسی سے کہہ رہی تھی عورت بھی کیا مخلوق ہے ماں بعد میں بنتی ہے مگر ممتا کا احساس پہلے سے دل میں جڑیں مضبوط کر لیتا ہے۔طلحہ نے اسکی بات پر بے کلی سے پہلو بدلا تھا دل کسی نے مٹھی میں لیا تھا جیسے ۔اسکا جی چاہا تھا وہ اپنا ماتھا پیٹ ڈالے۔

وشمہ میں تمہارا کیا کروں ؟۔تم اس بات کو لے کر اتنی ٹینشن لے رہی ہو۔"اسکے ماتھے پر شکنوں کا جال بچھا تھا۔

URDUNovelians

دیکھا مجھے پہلے ہی پتہ تھا آپ مجھے ڈانٹیں گے "۔وہ اب باقاعدہ رونے کی تیاری میں تھی۔طلحہ نے گہرا سانس لیا۔پھر اسکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر ہلکا سا دبایا تھا جیسے تحفظ کا احساس فراہم کیا ہو۔"

سوری۔وشمہ پلیز رو تومت۔تم بس اس سوچ کو ذہن سے بالکل جھٹک دو۔انشااللہ سب خیر ہو گی ہم مل کر اپنے بچے کی پرورش کریں گے اسے بڑا ہوتے دیکھے گے۔تم ہو تو یہ خوشی بھی معنی رکھتی ہے ۔اس لیے اب میں بالکل تمہیں ایسا ویسا بولتے نہ سنوں۔"اس کے آنسو اپنے پوروں پر چنتے وہ اسے نرمی اور محبت سے سمجھا رہا تھا۔وہ بھیگی پلکوں کے ساتھ ہنسی تھی۔دھوپ اور بارش کے جیسا یہ امتزاج اسے اور دلکش بنا گیا تھا۔طلحہ کے ہونٹوں پر بھی ہنسی رینگی تھی۔اسکی پیشانی پر اپنا لمس چھوڑتا وہ اٹھا تھا۔

میں ذرا امی کو دیکھ لوں۔کب سے بے چاری ہمیں تھوڑا وقت ساتھ دینے کے لیے کچن میں محصور ہوئی ہوئی ہیں"۔

شریر سی مسکان لیے وہ اسے کہتا کچن کی طرف بڑھ گیا تھا۔

پیچھے وشمہ ہر منفی سوچ کو دل و دماغ سے جھٹک کر ہلکے دل کے ساتھ کھل کر مسکرائی تھی۔وہ خوش قسمت تھی۔اتنی اچھی،خیال رکھنے والی ساس اور محبت اور عزت کرنے والا شوہر،اب خدا اولاد کی نعمت سے بھی نواز رہا تھا۔اور اسے کیا چاہیے تھا۔بعض لوگ واقع ہی اتنے خوش نصیب ہوتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہر خوشی بنا فریاد کیے ہی انکی جھولی میں ڈال دیتا ہے۔مگر بہت کم ہیں جو شکر ادا کرتے ہیں اور وشمہ کو انہی کم لوگوں میں سے بننا تھا۔وہ دل ہی دل سجدہ شکر بجالائی تھی۔

اس دن صبح سے مزمل کی طبیعت کچھ خراب سی تھی۔دعا نے ان دونوں کی اسکول سے چھٹی کروالی تھی ۔شام تک وہ تیز بخار میں تپ رہا تھا۔فارس کو کال کر کے جلدی آنے کا کہا تھا۔دعا کے ہاتھ پاؤں پھولے ہوئے تھے۔

فارس کے آتے ہی وہ جلدی سے اسے ہوسپٹل لے کر گئے تھے۔وہ سینے کی جکڑن کا شکار تھا جس کے باعث سانس لینے میں تھوڑی دشواری پیش آرہی تھی۔فارس کے لیے دعا کی اس قدر بے چینی اور اضطراب حیراں کن تھا۔وہ کچھ زیادہ ہی تشویش کا شکار ہو رہی تھی۔مگر اس نے اسے کچھ کہا نہیں تھا ۔شاید وہ بچوں کو لے کر کچھ زیادہ ہی حساس واقعہ ہوئی تھی۔

گھر واپسی پر فارس نے راستے میں سے ہی کھانا پیک کروایا تھا۔کھانے کے دوران بھی اسکی توجہ اسی پر رہی تھی جس نے صرف برائے نام ہی کھایا تھا۔رات حریم اور مزمل دونوں ہی انکے کمرے میں سو رہے تھے۔بہاپ لے کر مزمل اب قدرے آرام سے بہتر تھا۔فارس کمرے میں آیا تو دعا مزمل کے پاس گھٹنے موڑے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی۔فارس کو لگا تھا جیسے وہ رو رہی ہو۔وہ پاس آیا تھا اور دعا کا بھیگا چہرہ اسکے خیال پر یقین کی مہر ثبت کر رہا تھا۔وہ تاسف سے سر ہلاتا اس کے بالکل پاس اس کے ہی سامنے آن بیٹھا تھا۔(اب اتنا بھی چڑیا جتنا دل نہیں ہونا چاہیے۔کیا بنے گا تمہارا دعا)۔اسکی موجودگی کا احساس کرتے اس نے چہرے پر ہاتھ پھیرا تھا۔رخ تھوڑا مزید ترچھا کرتے جیسے اسکی نظروں میں آنے

سے خود کو بچایا تھا۔فارس نے ہاتھ بڑھا کر مزمل کا ماتھا چھوا تھا۔بخار اب نہیں تھا۔مگر دعا کا مسلسل رونا اسے زچ کر رہا تھا۔

"دعا فار گاڈ سیک یار۔اتنی بڑی بات نہیں ہے یہ۔بچوں کو اکثر ٹھنڈ لگ جاتی ہے ایک دو دن میں وہ بالکل ٹھیک ہو جائے گا انشااللہ"۔وہ کتنی دیر سے اسے بے آواز روتے دیکھ رہا تھا جو بار بار مزمل کے چہرے پر ہاتھ پھیر رہی تھی۔آخر کار وہ تنگ ہو کر اسکو آہستہ آواز میں سخت لہجہ اختیار کرتے ڈپٹ گیا تھا۔بدلے میں اس نے اپنی پانی بھری بھوری کانچ سی آنکھوں سے اسکو دیکھا تھا۔اور فارس پہلی بار ان آنکھوں کو دیکھ کر ٹھٹکا تھا۔ان نظروں میں اس کے لیے پہلی بار شکایت کی تحریر دکھائی دی تھی۔غم و غصّہ پنپتا نظر آیا تھا۔وہ پوری طرح اسکی طرف سیدھی ہو کر بیٹھی تھی۔اور احساسات کی رو میں بہہ کر نادانستہ بولتی چلی گئی تھی۔

"آپ کبھی نہیں سمجھے گے فارس کبھی نہیں۔۔۔۔۔آپ سمجھ ہی نہیں سکتے۔۔آپ تو ہمیشہ سے بے خبر رہے ہیں۔۔۔مجھ سے۔۔میری ذات سے۔۔میری ہر تکلیف،ہر درد سے۔آپ کبھی محسوس کر پائے ہیں نہ کبھی آپکو احساس ہو گا"۔اس پر نظریں گاڑھے اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے وہ پہلی بار بنا کسی خوف و خدشے کے بولی تھی تو اسکی دھیمی آواز میں اک ان دیکھا سا درد تھا۔وہ بس یک ٹک حیرت زدہ سا اسے دیکھے گیا

جانتے بھی ہیں کتنی تکلیف ہوتی ہے جب پوری رات اپنے چھوٹے سے معصوم بچے کو گود میں اٹھا کر " اسکی مدھم پڑھتی سانسوں کو بار بار ناک کے قریب ایسے انگلیاں لے جا کر محسوس کرنا پڑے "۔اس نے مزمل کے ناک کے قریب اپنا ہاتھ کیا تھا۔"وہ رات قیامت کی رات تھی فارس۔میں نے کتنی بار جا کر امی کا دروازہ بجایا تھا میں گڑگڑائی تھی ان کے سامنے کہ اسے ہسپتال لے چلیں۔لیکن انہوں نے کیا کہا صبح تک انتظار کرو خود ہی ٹھیک ہو جائے گا۔وہ رات کتنی طویل ہو گئی تھی۔آپ کو کیا پتہ ؟۔میں ایک ایک لمحہ مری ہوں اس رات۔۔۔اسکی ھر اکھڑتی سانس مجھے بے جان کر رہی تھی۔مگر آپ نہیں تھے "۔

اسکے آنسو مسلسل بہہ رہے تھے۔وہ مزمل کا چہرہ دیکھتی اک ٹرانس میں بولے جا رہی تھی۔اسکی آواز میں اک کرب کی سی کیفیت تھی۔بے بسی تھی، گزرے ماضی کی درد ناکی تھی۔اس نے اسکو دیکھا تھا جو ششدر سا بیٹھا ایک ٹک اسکو دیکھ رہا تھا۔کچھ سمجھتا کچھ نا سمجھی کی سی حالت میں تھا۔اسکی کانپتی ٹھوڑی نے فارس کی دل کی دنیا میں طلاتم سا برپا کیا تھا۔کچھ دیر کے توقف کے بعد وہ بولی تو آواز میں ناآسودہ حسرتوں کا اک جہاں آباد تھا۔

URDUNovelians

آپ کیوں نہیں تھے فارس ؟جب مجھے آپ کی ضرورت تھی۔آپ کی اولاد کو آپ کی ضرورت تھی " ۔آپ اتنے بے خبر کیوں تھے ؟اگر مزمل کو اس رات کچھ ہو جاتا تو خدا کی قسم میں نے آپکو روز محشر کسی صورت معاف نہیں کرنا تھا "۔اسکا گریبان اپنے ہاتھوں میں لیے وہ زکام زدہ بھیگی آواز میں چٹانوں سی

سختی لیے بولی تھی مگر اس کی آواز کے بر عکس اس کا وجود کسی سوکھے پتے کا مانند کانپ رہا تھا۔وہ اسکے سینے پہ دھرے اپنے ہاتھوں پر پیشانی رکھے بلک بلک کر رو دی تھی۔اور فارس وہ تو جیسے زلزلوں کی زد میں آ گیا تھا۔اسکو مبہم سی باتوں نے اسکو مضطرب کر دیا تھا۔اسکے آنسو وہ اپنے دل پر گرتے محسوس کر رہا تھا۔اسکا درد اس نے اپنے سینے میں محسوس کیا تھا۔کتنی عجیب بات تھی وہ یہ بات سرے سے جانتا ہی نہیں تھا۔وہ اپنی اولاد کی تکلیفوں سے ناواقف رہا تھا۔اسکے چہرے کا رنگ متغیر ہوا تھا۔اتنی سی آگاہی ہی اسے کرب کے سمندر کی اتھاہ گہرائیوں میں دھکیل گئی تھی۔

اس میں اتنی ہمت نہیں رہی تھی کہ وہ ہاتھ بڑھا کر اسے دلاسا دے پاتا، یا تسلی کا کوئی لفظ ادا کر پاتا۔اس وقت اس کے سامنے اک ماں بیٹھی تھی۔جس کے ایک ایک لفظ میں سچائی کی مہک تھی۔وہ کسی صورت اسکی بات کو جھوٹ نہیں گردان سکا۔پہلی بار۔۔۔پہلی بار اسے احساس ہوا تھا وہ اس کے معاملے میں کوتاہی برت گیا تھا۔وہ اسکی شریک حیات تھی مگر وہ کبھی اسکا شریک غم نہ بن سکا۔اسے ان لمحوں میں پہلی بار اپنی بے اعتنائی پر ملال ہوا تھا۔

URDUNovelians

بے شک وہ اسے ہر ماہ الگ سے اک اچھی خاصی رقم بھیجا کرتا تھا اور ساتھ امی کو تاکید بھی کرنا نہ بھولتا تھا اسکو دینے کی۔مگر پیسا کبھی بھی حقیقی خوشیوں کی ضمانت نہیں ہوتا۔وہ اسے مالی سہارا تو دے رہا تھا مگر جذباتی سہارا۔۔۔اسکا کیا؟؟؟

ندامت سے اس نے اپنا نچلا ہونٹ بری طرح کچلا تھا اسے اپنے منہ میں خون کے ذائقہ گھلتا محسوس ہوا تھا ۔دعا اب بھی اسکے سینے پر سر رکھے رو رہی تھی اسکا وجود ہولے ہولے ہچکولے کھا رہا تھا۔ مگر شاید وہ پتھر کا ہو گیا تھا۔اس نے تو کبھی کسی چیونٹی تک کو دانستہ ضرر نہ پہنچائی تھی یہاں تو سوال ایک جیتے جاگتے انسانی وجود کا تھا جس سے اسکا جسم و روح کا رشتہ تھا۔

اور یہ احساس ہی اس کے لیے جان کنی کا باعث تھا کہ وہ اسے دوہری اذیت میں مبتلا کر گیا تھا۔ پانچ سال پہلے وہ اسے دو انتہاؤں کے درمیان معلق کر گیا تھا جہاں وہ ادھر کی رہی نہ ادھر کی۔اسے ایسا نہیں کرنا چاہیے تھا۔ یا تو اسے چھوڑ دیتا یا پھر کھلے ظرف سے اپنا لیتا۔ جیسے دل میں اب گنجائش پیدا کی تھی تب ہی کر لیتا تو شاید اتنا عرصہ نہ خود تکلیف میں رہتا نہ اس کے لیے درد کا باعث بنتا۔

اس کے ساتھ رہتے جتنا وہ اسے جان پایا تھا اس کے بعد دل پانچ سال پہلے گزری وہ رات ،اس کی ذات سے منسلک سنی ہر بات کو جھٹلا دینے پر تلا ہوا تھا۔ وہ بغاوت پر اتر آیا تھا۔اور فارس نے جیسے اس کے آگے گھٹنے ٹیک دیے تھے۔

اس رات کیا ہوا تھا دعا؟ وہ لڑکا کون تھا؟اسے اپنی آواز انجان سی لگی تھی۔ پانچ سال بعد بلآخر وہ " سوال اسکی زبان کی نوک تک آ ہی گیا تھا جسے وہ اپنے شعور میں داخل ہونے تک کی اجازت نہ دیتا تھا ۔ مگر آج وہ جی کڑا کر کے سب سننا چاہتا تھا۔اسکی زبان سے ۔۔۔۔۔اس نے پانچ سال انتظار کیا تھا

اس کے منہ سے کچھ سننے کو۔ مگر ان ہونٹوں کا قفل نہ ٹوٹا مگر آج شاید اسکا ضبط ٹوٹ گیا تھا۔دل آج اسکی طرف کی داستان سننے کا متمنی تھا۔اسکی کہیں ہر بات کا یقین کرنے کو بے تاب تھا۔بس وہ ایک بار بولے تو سہی۔کچھ کہے تو سہی جو اس کے دل میں چھپا تھا۔

سرسراتی رات کی خاموشی میں جہاں صرف اسکی دبی دبی سسکیاں گونج رہی تھیں۔فارس کی کھوئی ہوئی آواز میں بولے گئے الفاظ اسے ساکت کر گئے تھے۔

دعا نے سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔اسکی حیراں آنکھوں میں پانی ٹھہر سا گیا تھا۔یہ وہ آخری سوال تھا جسکی وہ اس سے اب کبھی توقع کر سکتی تھی۔آخر پانچ سال کے طویل عرصے کے بعد اس شخص کو یاد آئی تھی یہ پوچھنے کی ؟۔اس کے نئے نئے مندمل ہوئے زخم پھر سے رسنے لگے تھے. وہ رات پوری جزیات کے ساتھ ذہن کے پردے پر نمودار ہوتی اسے ایک بار پھر سے اسی رنج واذیت سے دوچار کر گئی تھی۔اور زندگی میں پہلی بار دعا فارس بے رحم بنی تھی۔اس نے اس قدر بے دردی سے اپنے چہرے کو رگڑ ڈالا تھا کہ اسکے گال ہلکے سرخی مائل ہوئے تھے۔

آپ نے کہا تھا اس رات کا ذکر کبھی ہمارے درمیان نہیں آئے گا"۔"

اور جب وہ بولی تھی تو اسکا لہجہ بالکل سپاٹ تھا۔آنکھیں بے تاثر تھی اس نے نظریں اسکے چہرے سے پھیر لی تھیں۔پتہ نہیں کیوں دل اس وقت اس کا چہرہ تک دیکھنے کا روادار نہ رہا تھا۔کوئی طلسم سا تھا جو ٹوٹا تھا۔اس کمرے کے در و دیوار جو آج دو ٹوٹے دلوں کے جڑنے کی آس لیے ہوئے ان دونوں کی دوریوں کے ختم ہونے کے لیے دعا گو تھے ان پر بھی افسردگی کی اک دبیز تہہ سی جم گئی تھی۔فارس کی آنکھوں نے رنگ بدلہ تھا۔سبکی و اہانت کے احساس سے اسکا چہرہ سرخ پڑا تھا۔وہ اک سخت نگاہ اس کے چہرے پر ڈال کر سرعت سے اٹھا تھا۔اور تیزی سے چلتا بچوں کے کمرے میں کہیں گم ہو گیا تھا۔پیچھے دروازہ قدرے زور سے بند کیا تھا جو اسکے غصے کی عکاسی کر رہا تھا۔دعا نے اک نظر بچوں پر ڈالی تھی وہ پر سکون سو رہے تھے۔بیڈ کراؤن سے سر ٹکا کر اس نے خالی خالی نظروں سے کمرے کا بند دروازہ دیکھا تھا

۔

(نہیں فارس احمد۔وہ وقت گذر گیا۔جب میں نے آپ سے آس لگائی تھی۔آپ نے لمحوں میں میرا مان ریزہ ریزہ کیا تھا۔اب کیوں بتاؤں میں؟۔وہ کڑا وقت تو گذر گیا۔یہ آپ کی میری طرف سے تجویز کردہ سزا ہے فارس۔آپ ہمیشہ اس سچ سے انجان رہیں گے۔جو تکلیف میرے حصے میں لکھی تھی آپ نے اسکا کچھ مزہ آپ بھی تو چکھیں)۔دل نے اسکی اس سنگدلی پر آہ و پکار کی تھی پر وہ کان لپیٹے بے حسی کی چادر اوڑھ کر اسکے ساتھ ساتھ خود کو بھی تکلیف دے رہی تھی۔

مزمل کے بستر پر چت لیٹے اسکی نظریں چھت پر جمی ہوئی تھی۔آنکھوں کی جلن تھی کہ ہر گزرتے لمحے کے ساتھ بڑھتی جارہی تھی۔بے کلی سی بے کلی تھی۔اپنے اندر پنپتے غصے کو دباتا اس کے چہرے کے تاثرات میں کھچاؤ سا تھا۔کچھ دیر پہلے جو بھی ہوا وہ اک بے اختیاری کے عالم میں ہوا۔وہ خود نہیں جانتا تھا اس کے آنسو دیکھ اسکا دل کیوں پگھلا تھا۔مگر اسے تکلیف ہوئی تھی۔اس نے شدت سے چاہ کی تھی کاش وہ اسکے جسم و روح میں چبھے سبھی درد کے نوکیلے کانٹے وہ اپنے ہاتھوں سے نکال لے۔مگر اس کے رد عمل نے اسکے سبھی جذبات پر اوس ڈال دی تھی۔دعا کا جواب اسے اپنے منہ پر طمانچے کی مانند لگی تھی۔

غلطی میری ہے۔میں ہی مرا جارہا ہوں اس کے لیے۔اسے آج بھی میری پرواہ نہیں ہے۔میرا ہونا یا" نہ ہونا اس کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتا۔وہ صرف سمجھوتہ کر رہی ہے۔اور میں خواہ مخواہ اس کے لیے پاگل ہوا جارہا ہوں"۔وہ پھر سے بدگمان ہو رہا تھا۔غصے کی کیفیت میں ہی سہی مگر وہ انجانے میں اعتراف کر رہا تھا وہ اس کے لیے اہم ترین ہو گئی ہے۔اس پر آج آگاہی کا در کھلا تھا وہ اس سے محبت کرنے لگا تھا۔

URDUNovelians

اس رات کے بعد سے ان دونوں میں اک تناؤ کی سی کیفیت آ گئی تھی۔ فارس بہت کم اس سے مخاطب ہوتا تھا اور دعا وہ تو پہلے بھی کہاں بولتی تھی۔ مزمل کی طبیعت ٹھیک ہو گئی تھی پہلے تو اسکا دھیان اسی میں لگا رہا تھا۔ مگر اب جب فکر کے بادل چھٹے تھے تو ادراک ہوا تھا وہ اپنے گرد بنائے بے اعتنائی کے آہنی قلعے میں پھر سے محصور ہو گیا تھا۔ اسکا روٹھا روٹھا انداز دعا کو کھٹکنے لگا تھا۔ تو کیا اس نے غلطی کر دی تھی ؟۔ قسمت نے اسے ایک موقع دیا تھا مگر وہ اسے کھو بیٹھی تھی۔ تو کیا یہ خسارے تمام عمر اسکا پیچھا نہیں چھوڑنے والے تھے ؟۔ اسے اداسیوں نے گھیرا تھا۔ وہ مٹر نکالتے ہوئے خیالوں میں کہیں اور پہنچی ہوئی تھی جب حریم اس کے پاس آ کر بیٹھی تھی۔ اور اسکا ہاتھ تھام کر اسے حقیقت کی دنیا میں واپس لے آئی تھی۔

ماما جی میں بھی نکالوں مٹر ؟"۔ اسکی آنکھوں میں لالچ سا در آیا تھا دعا جانتی تھی وہ مٹروں کی کتنی دیوانی " ہے۔ فارس نہیں کھاتا تھا مگر حریم کے وہ آل ٹائم فیورٹ تھے۔ وہ مسکرا دی۔ اسے پاس بٹھایا تھا۔ وہ اب اپنے چھوٹے چھوٹے ہاتھوں سے مٹر نکال کر منہ میں زیادہ ڈال رہی تھی اور سامنے رکھے باؤل میں کم۔ دعا کا دھیان لمحوں میں بھٹکا تھا۔ طبیعت پر چھائی ساری کثافت دور ہو گئی تھی۔ اب وہ اس سے چھوٹی چھوٹی باتیں کر رہی تھی۔ جب فارس کچن کے دروازے کے فریم میں نمودار ہوا تھا۔ اسکے ساتھ مزمل بھی تھا۔ جسکا اس نے ہاتھ تھام رکھا تھا۔

حریم ہم باہر جا رہے ہیں آپ نے چلنا ہے ساتھ بچے ؟۔اس پر اک اچٹتی سی نگاہ ڈال وہ حریم پر نظریں " جمائے کھڑا تھا۔دعا بھی اک نظر ڈال کر اسکی جانب دیکھنے سے ہر ممکن گریز برت رہی تھی۔یہ رشتہ ہی ایسا ہے نزدیکیوں میں دو جسم ایک جان کا سا احساس ہوتا ہے۔اور جو دوریاں ہوں تو انھیں پاٹنا مشکل ترین لگتا ہے۔

بابا میں ماما کی ہیلپ کر رہی ہوں۔آپ جائیں۔"۔بڑے مدبر سے انداز میں مٹر نکالنے کی تگ و دو کے " دوران وہ بنا اسے دیکھے بولی تھی۔

ٹھیک ہے جناب "۔فارس ہلکا سا ہنستا مڑنے لگا تھا جب مزمل نے ماں کی جانب دیکھتے کہا تھا۔"

ماما میں جاؤں "۔اسے باپ کے ساتھ جانے کے لیے بھی جیسے ماں کی اجازت درکار تھی۔فارس کی " مسکراہٹ گہری ہوئی۔اس کے سر ہلانے پر وہ نکل گئے تھے۔

بابا میرے لیے چاکلیٹ لانی ہے "۔پیچھے سے اسکی فرمائش آئی تھی فارس پہلے سے جانتا تھا۔اسکی یہی " معصوم حرکتیں اسے دن بدن اسکا اور بھی گرویدہ بناتی جا رہی تھیں۔

لے آؤں گا "۔"

باہر نکل کر روڈ کی اک طرف وہ دونوں چلتے جا رہے تھے ریڈ کلر کے ہڈ میں مزمل بہت کیوٹ لگ رہا تھا ۔فارس نے کہیں بار گردن گھما کر اسے پیار بھری نظروں سے دیکھا تھا اور ہر بار باپ کے دیکھنے پر وہ دھیما سا مسکراتا تھا۔ فارس کو اس کھیل میں مزہ آ رہا تھا۔ وہ خود اپنے باپ کے ہوتے ہوئے بھی انکی محبت کبھی محسوس نہیں کر پایا تھا جسکی اسے تمام عمر اک کسک رہنی تھی۔ مگر اپنے بچوں کو وہ باپ کے وقت اور محبت جیسی نعمتوں سے آشنا کروا رہا تھا۔ کہیں نا کہیں وہ مزمل کی صورت اپنا بچپن جی رہا تھا۔ وہ بھی ایسا ہی تھا۔ شکل و صورت عادات و اطوار یہاں تک کہ چلنے کا انداز۔ اسے دیکھ کر دور سے پہچانا جا سکتا تھا وہ فارس احمد کا بیٹا تھا۔ وہ کبھی بھی اس سے زیادہ باتیں نہیں کرتا تھا حریم کی طرح۔ مگر ان دونوں کی اپنی خاموشی کی اک زبان تھی جسے اب دونوں سننے اور سمجھنے لگے تھے۔ اور یہ احساس فارس کے لیے بڑا مسرور کن تھا۔

اسکا موبائل بجا تھا۔ کال ریسیو کر کے وہ کان سے لگا چکا تھا۔ دوسری جانب زوار تھا جو خوشی سے اپنے باپ بننے کی خبر سنا رہا تھا۔ فارس نے اسکو مبارک باد دی تھی۔ اسکے ساتھ کچھ باتوں کے بعد اب وہ امی سے بات کر رہا تھا۔ ان کے پاس موبائل فون نہیں تھا وہ جب بھی ان سے بات کرتا زوار کے نمبر پر ہی کرتا تھا۔ ان سے بات کر کے موبائل اپنی جیکٹ کی جیب میں منتقل کرتے وہ مزمل کی طرف متوجہ ہوا تھا جی اتنی دیر سے خموشی سے اسکی باتیں سن رہا تھا۔ فارس کو محسوس ہوا تھا وہ امی کی کال پر ہمیشہ چپ ہو جایا کرتا تھا۔ کبھی وہ اسے دادی سے بات کرنے کو کہتا تو وہ بات کر لیتا تھا مگر اس کے انداز میں ویسی خوشی نہیں ہوتی تھی جیسی عموماً بچوں کو اپنے دادا دادی سے کرتے ہوتی ہے۔ جبکہ اپنی نانی سے بات کرتے اسکا چہرہ کھل سا جاتا تھا۔

مزمل آپ کے چاچو چھوٹا سا بے بی لائے ہیں "۔وہ اسے دیکھتا ہوا بولا۔وہ قریبی پارک میں آئے تھے۔"

مجھے پتہ ہے۔دادی کہتی ہوتیں تھیں ایک بے بی آنے والا ہے۔اور وہ اس کو بہت پیار کریں گی "۔وہ" سامنے پارک میں کھیلتے بچوں کو دیکھتا آہستگی سے بولا تھا۔فارس اسے لیے وہاں ایک بینچ پر بیٹھا۔اس وقت وہاں رش نہ ہونے کے برابر تھا۔

ہوں جیسے وہ آپ سے اور حریم سے پیار کرتیں ہیں "۔اسے بینچ پر بٹھا کر وہ خود بھی رخ موڑے اسکی" طرف تھوڑا جھک کر بیٹھا تھا۔

دادی ہم سے پیار نہیں کرتی تھیں بابا۔وہ ماہم آپی اسد اور اسید بھائی سے پیار کرتیں تھیں۔اور اب وہ" زوار چاچو کے بے بی کو بھی پیار کریں گی "۔وہ اسکی طرف دیکھ کر بہت ٹھہرے ہوئے انداز میں بات کر رہا تھا اور یہ کہتے ہوئے اسکی آنکھوں میں اداسی تھی۔

نہیں بیٹا دادی آپ سے بھی بہت پیار کرتیں ہیں "۔اسکے گال کو پیار سے چھوتے اسے یقین دلانا چاہا" تھا۔وہ سر نفی میں ہلا گیا۔

ماما بھی ایسا کہتی ہیں بابا پر مجھے پتہ ہے۔"وہ نظریں جھکا گیا۔"

کیا پتہ ہے میرے بیٹے کو"۔فارس مسکرایا تھا مگر اس میں مصنوئی پن تھا۔"

میں بڑا ہو گیا ہوں ناں بابا مجھے پتہ ہے ماما جھوٹ بولتی ہیں۔دادی ہم سے پیار نہیں کرتیں۔مگر میں" ان سے نہیں کہتا کبھی۔"وہ کافی آہستہ آواز میں بول رہا تھا فارس بمشکل اسے سن پا رہا تھا۔

آپکو ایسا کیوں لگتا ہے مزمل؟"۔"

ماما مجھے اور حریم کو پیار کرتیں ہیں مجھے پتہ ہے۔آپ مجھے اور حریم کو پیار کرتے ہیں مجھے یہ پتہ ہے۔پر" دادی مجھے اور حریم کو پیار نہیں کرتیں مجھے پتہ ہے۔ماما کہتی ہیں میں انکا سمجھدار بچہ ہوں اس لیے مجھے سب پتہ چل جاتا ہے بابا"۔وہ اسے دیکھ کر کہہ رہا تھا اور پہلی بار فارس لاجواب ہوا تھا۔بچوں کی حسیات بہت تیز ہوتی ہیں وہ نظروں کا تاثر تک پہچان لیتے ہیں۔وہ تو پھر اپنی عمر کے دیگر بچوں کی نسبت زیادہ زہین اور حساس واقع ہوا تھا اور یہ دونوں خصوصیات اسے باپ سے وارثت میں ملی تھیں۔

دادی آپ کو ڈانٹتی تھیں کیا؟"۔اسکا چہرہ دیکھتے وہ بولا تو آواز میں کوئی مان ٹوٹ جانے کا ڈر تھا۔مزمل " نے اسے دیکھا تھا کچھ پل وہ خموش رہا تھا پھر باپ کے آگے ہاتھ پھیلایا۔

آپ پرامس کریں میری ماما کو نہیں بتائیں گے "۔فارس نے کھوئے سے انداز میں اسکے ہاتھ پر اپنا" ہاتھ رکھا۔وہ مطمئین سا ہوا تھا۔

دادی، شفق پھوپھو، سبین پھوپھو وہ سب مجھے اچھے نہیں لگتے۔ماما کو زور زور سے بولتی تھیں۔مجھے " اور حریم کو بھی ڈانٹتی تھیں۔ایک بار تو حریم نے دادی پر پانی پھینک دیا تو دادی نے اسکو زور سے پش کیا تھا۔وہ گری تھی بابا اور بہت روئی تھی۔اسکو لگی تھی یہاں "وہ اپنے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر بتا رہا تھا ۔فارس کے چہرے کا رنگ زرد پڑا تھا۔وہ سکتے میں گھرا سن رہا تھا۔

اس دن ماما حریم کو اور مجھے گلے لگا کر بہت روئی تھیں۔پر پھر میں نے انکو چپ کروا دیا تھا۔اور وہ " مسکرائی بھی تھیں۔"وہ بہت معصومیت سے اسے بتا رہا تھا۔"ماما کہتی ہیں میں انکی پاور ہوں "اسکے انداز میں اک فخر سا تھا جیسے وہ اس اعزاز کو لے کر بہت خوش تھا۔فارس زخمی دل سے مسکرایا تھا۔اس کی مسکان میں اک درد تھا۔اگر تو اس کے گھر والے دعا کے کئے کی سزا اس کے بچوں کو دیتے رہے تھے تو یہ اس کے لیے تکلیف دہ تھا۔مگر وہ انجان تھا اس کے بیوی بچے اس کے ناکردہ گناہوں کی بھرپائی کرتے رہے تھے۔جس سے وہ بے خبر تھا۔اور بے خبری بھی اک عجیب نعمت ہے جو بیک وقت اچھی

بھی ہے اور بری بھی۔انسان کو بہت سی اذیتوں سے بچا کر رکھتی ہے۔مگر کسی اور کو تکلیف دینے کی بعض اوقات موجب بھی بن جاتی ہے۔

اس رات وہ سو نہیں پا رہا تھا۔مزمل کی باتیں اسے سونے نہیں دے رہیں تھیں۔وہ سیدھا چت لیٹا اپنی لا متناہی سوچوں میں غرق تھا۔جب دعا نے کروٹ بدلی تھی اور ہاتھ اسکے سینے پر دھرا تھا۔اس نے گردن گھما کر اسے دیکھا تھا۔وہ پر سکون سو رہی تھی۔دوغلے اور منافق چہروں پر نا تو ایسا سکون ہوتا ہے اور نا ہی ایسی معصومیت۔نیند ان پر یوں مہربان بھی نہیں ہوتی۔وہ بلا ارادہ اسکا چہرہ دیکھے گیا۔وہ پچھلے کچھ دنوں سے جان بوجھ کر اس سے بے نیازی برت رہا تھا۔دل میں کہیں اک موہوم سی امید تھی شاید وہ خود سے اسکی جانب پیش قدمی کرے گی۔اسے منانے کی کوشش کرے گی۔

مگر اس کی آس آس ہی رہی تھی۔وہ شخص جس کی ساری عمر دوسروں کی ناز برداریوں میں گزری تھی جس نے خود کو ہمیشہ آخر میں رکھ کر خود سے جڑے رشتوں کی خوشی اور سکون کا سوچا تھا۔جسے بچپن سے ہی لاڈ اٹھوانے کی عادت نہیں رہی تھی۔اب اسکا دل کسی ضدی بچے کی طرح مچلنے لگا تھا۔وہ چاہتا تھا دعا اسکی پرواہ کرے۔اسکے نخرے اٹھائے۔وہ اگر خفا ہو تو وہ منائے۔وہ اپنے لاشعور میں پلتی نا آسودہ خواہشوں کی تکمیل اس سے چاہتا تھا۔اسکے ہاتھ کی تیسری انگلی میں پہنی انگوٹھی سے کھیلتا وہ نیم اندھیرے میں اسکے نقوش دل میں اتار رہا تھا۔پھر کروٹ بدل کر رخ اسکی طرف کرتے اسکو اپنے حصار میں لیتا اسکی پیشانی پر اپنا لمس چھوڑا تھا اور آنکھیں موند لی تھیں۔اتنی دیر سے جو نیند آنکھوں سے روٹھی

ہوئی تھی اب اٹھکیلیاں کرتی یک دم کہیں سے آن وارد ہوئی تھی۔اور اس کو ہر فکر سے آزاد کرتی چلی گئی تھی۔شاید اس کی نیندیں بھی اب اس کے وجود سے وابستہ ہو چکی تھیں۔

وہ آفس میں بیٹھا تھا جب اسے شفق کی کال آئی تھی۔وہ اسے ملنے بلا رہی تھی۔آفس کے بعد آنے کا کہہ کر وہ کام میں مگن ہو گیا تھا۔ چھٹی ٹائم اس نے دعا کو کال کر کے دیر سے آنے کی اطلاع دی تھی اور خود شفق کی طرف چلا گیا تھا۔اسکے گھر پہنچ کر پتہ چلا تھا وہ گھر میں اکیلی ہے۔ حسن اور اسکی ساس فیملی میں کسی شادی میں شرکت کے لیے گئے تھے اور اس کے سسر آوٹ آف سٹی تھے۔اسے برا لگا تھا۔وہ جانتا تھا اسکی بہن ہلے گلے کی کتنی شیدائی تھی۔ مگر پے در پے اولاد کو کھونے کا غم اسے کس قدر رنجیدہ کر گیا تھا ۔وہ کہیں سے بھی وہ پہلے والی ہنستی مسکراتی قہقہہ لگاتی شفق تو نہیں رہی تھی۔جس کا چہرہ کسی شگفتہ گلاب کی مانند ہوا کرتا تھا۔جس کی ساری شادابی نچڑ گئی تھی۔فارس نے بے بسی سے اسے دیکھا تھا وہ چاہ کر بھی اسے اس دکھ سے نجات نہیں دلا سکتا تھا۔ بھلا قدرت کے آگے بھی کبھی کسی کی چلی تھی۔

وہ ڈرائینگ روم میں بیٹھے تھے ملازمہ چائے رکھ کر گئی تھی شفق نے اسے کواٹر میں جانے کا کہا تھا۔اب صرف وہ دونوں موجود تھے۔وہ فارس کے ساتھ والے صوفے پر نظریں جھکائے بیٹھی تھی۔

شفق یہ کیا حال بنا رکھا ہے بچے ؟"۔اسکے فکر مندانہ انداز میں کہنے کی دیر تھی شفق چہرہ ہاتھوں سے " ڈھانپے بلک بلک کر رو دی تھی۔فارس اس اچانک پڑی افتاد پر بوکھلا سا گیا تھا۔بے قراری سے اٹھ کر اس کے پاس آیا تھا اور اسکے سر کو اپنے شانے سے لگا کر سہلایا تھا۔

شفق کیا بات ہے گڑیا۔کوئی مسئلہ ہے تو بھائی کو بتاؤ؟کسی نے کچھ کہا ہے کیا؟"اسکی دھیمی شفقت " بھری آواز میں کہیں خدشات پھنپھنا رہے تھے۔اسکا یوں رونا اسے اضطراب میں مبتلا کر گیا تھا۔

بھائی میں بہت تکلیف میں ہوں۔میں نے اپنی اولاد کھوئی ہے۔۔۔۔اور اس کا قصوروار بھی۔۔۔مجھے " کہا جا رہا ہے۔۔۔۔کسی کو میرا دکھ نظر نہیں آ رہا بھائی۔بھلا کوئی ماں اپنے بچے کو کیوں نقصان پہنچانا چاہے گی۔میں نے ڈاکٹر کی۔۔۔۔ہر بات مانی تھی۔۔۔۔مگر پھر بھی یہ سب ہو گیا تو اس میں میری کیا غلطی ؟۔۔۔۔۔آنٹی اور حسن مجھ سے۔۔۔۔ناراض ہیں۔آنٹی کی باتیں مجھ سے اب برداشت نہیں ہوتی اور حسن۔۔۔۔انھیں بھی میرا دکھ دکھائی نہیں دیتا بھائی۔میں کیا کروں ؟۔۔۔۔۔

URDUNovelians

اسکی شرٹ کو مٹھی میں جکڑے وہ ٹوٹ کر بکھری تھی۔وہ اپنے گھر کی نازوں پلی بیٹی تھی اسکی ہمت اتنے میں ہی جواب دے گئی تھی۔فارس کا دل اسکی حالت پر ڈوب کر ابھرا تھا۔

بس چپ کرو۔اب اور نہیں رونا۔ تمہارا بھائی ہے ناں۔میں بات کروں گا حسن سے۔تم کوئی لا "
وارث نہیں ہو جو یوں تمھارے نا کردہ گناہوں کی سزا تمہیں دی جائے گی۔"۔اسے خود سے الگ کرتے
اسکے بکھرے بال سمیٹتا وہ اسے تسلی دے رہا تھا۔آواز میں دکھ تھا۔کہیں کہیں غم کے ساتھ ساتھ غصہ
جھلک رہا تھا۔

شفق کے آنسوؤں کی روانی تھمی تھی۔اس نے نظر بھر کر اپنی نم آنکھوں سے فارس کو دیکھا تھا۔اسکی
بے لوث محبت نے اسکے پہلے سے تڑپتے دل پر کند چھری سے وار کیا تھا۔

خسارا تھا کہ بڑھتا جا رہا تھا ندامت تھی جس کا اب کوئی انت نہیں تھا۔دل گھبرایا تھا اعتراف جرم کبھی
بھی آسان نہیں ہوتا۔مگر وہ جی کڑا کر گئی یہ بوجھ اسکے ضمیر کو ہر پل تھکاتا تھا،کچوکے لگاتا تھا،اسکی
راتوں کی نیندیں حرام کر گیا تھا۔خود پر گزری تو کسی کے دکھ کا اندازہ ہوا تھا جو اس نے اس کے حصے میں
ڈالا تھا۔مگر آج وہ اپنے ضمیر اور اس بے گناہ دونوں کو اس درد سے نجات دلا دینا چاہتی تھی ہر نفع و
نقصان سے بالاتر ہو کر۔اس نے ہر خوف کو ذہن سے جھٹک دیا تھا۔امی کا،سبین کا چہرہ نظروں میں
گھوما تھا مگر آج اسے دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی تھی۔پھر جو ہو گا دیکھا جائے گا۔

بھائی مجھ سے ایک غلطی ہو گئی ہے "۔آنکھیں میچ کر بولتی اسکی آواز میں تکلیف تھی۔فارس نے اسے "
دیکھا تھا اسکے ہاتھ ساکت ہوئے تھے دل کسی خدشے سے سہما تھا۔

کیا کیا ہے تم نے شفق ؟"۔اسکی سرسراتی آواز اسے خود بھی ناآشنا لگی تھی۔ذہن کے پردے پر کوئی " دھندلا سا منظر جھلملایا تھا۔وہ آٹھ سال کا تھا جب اسکی ماں نے اسکے سامنے ایک غلطی کا اعتراف کیا تھا ۔جس کے بعد اسکی زندگی بدل گئی تھی۔آج چوبیس سال بعد اسکی بہن اسکے سامنے ایک غلطی کا اعتراف کرنے جارہی تھی۔دل کی دھڑکنوں میں اک حشر سا برپا ہوا تھا۔وہ بول رہی تھی اور وہ ساکت و جامد بیٹھا بے یقین نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ہر گزرتے پل کے ساتھ اس کا چہرہ رنگ بدل رہا تھا آنکھوں میں وحشت اتر رہی تھی۔بے خبری جیسی نعمت آج فارس احمد سے چھینی جارہی تھی۔۔۔۔۔

دعا کتنی دیر سے اسکا انتظار کر رہی تھی اب تو اسے بھی فکر لاحق ہونے لگی تھی۔وہ اتنا لاپرواہ تو نہیں تھا کہ بنا بتائے اتنی دیر باہر رہے۔شام کو اس کی کال آئی تھی اس نے کہا تھا وہ تھوڑا لیٹ ہو جائے گا مگر اب تو کافی سے زیادہ دیر ہو چکی تھی۔گھڑی رات کے نو بجا رہی تھی اور اس کا کوئی نام و نشان تک نہ تھا۔دعا کی تشویش بجا تھی۔کتنی بار وہ اسکا نمبر ملا چکی تھی بیل جا رہی تھی پر وہ کال ریسیو نہیں کر رہا تھا۔حریم کو اس نے بڑی مشکل سے سلایا تھا۔جو بار بار باپ کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔

بچوں کے سونے کے بعد اس گہری ہوتی رات کی ہیبت ناکی میں یک دم اضافہ ہوا تھا۔وہ دل ہی دل اسکی جلد واپسی کی دعائیں کر رہی تھی۔جب ڈور بیل بجی تھی۔ساتھ ہی کچھ دیر کے بعد اسکی گاڑی کا مخصوص ہارن۔تشکر کا سانس لیتے وہ شال سے سر ڈھکے ،اچھے سے کندھوں کے گرد لپیٹے باہر کی جانب دوڑنے کے انداز میں لپکی تھی۔گیٹ کھول کر سائیڈ پر ہوئی تو وہ گاڑی اندر لے کر آیا تھا۔وہ جلدی سے گیٹ بند کرتے اس تک بھاگنے کے سے انداز میں آئی تھی۔وہ باہر نکل رہا تھا۔

کہاں تھے فارس آپ ؟اتنی دیر لگا دی میں کب سے انتظار کر رہی تھی ؟"۔

پھولی سانسوں کے ساتھ وہ تیزی سے بولی تو سیدھے ہوتے دروازہ بند کرتے فارس نے اسکی طرف اک نگاہ کی تھی پھر سرعت سے نظریں چرا گیا۔اس کے عام سے الفاظ نے اسکے ٹوٹے دل کو بری طرح سے بکھیر کر رکھ دیا تھا اس نے واقع ہی بہت دیر کر دی تھی۔دل میں سے اک ہوک سی اٹھی۔آنکھوں میں کچھ چمکا تھا۔

URDUNovelians

سوری۔۔۔۔میں بس ایسے ہی پوچھ رہی تھی۔بچے تنگ کر رہے تھے حریم سو ہی نہیں رہی تھی "۔"

اسکے جواب نہ دینے کو دعا نے اسکی ناراضگی جانا تھا۔ بھلا وہ کب اسکو اپنی زندگی میں اتنی اہمیت دیتا تھا کہ وہ اس سے سوال جواب کر سکتی۔ وہ نظریں جھکا گئی تھی۔ آواز میں شرمندگی تھی۔ فارس کو اپنی سانسیں ڈوبتی محسوس ہوئی تھیں اسکی "سوری" نے زخمی دل پر بڑی کاری ضرب لگائی تھی تکلیف تھی کہ لمحوں میں دوگنا ہوئی تھی۔ گلے میں کچھ اٹکا تھا شاید نمکین پانیوں کا گولہ جو آنکھوں سے بہنے کو بے تاب تھا مگر اس نے بندھ باندھ رکھا تھا۔ وہ تیزی سے آگے بڑھا تھا۔ دعا اسکے پیچھے پیچھے آئی تھی کچھ تو ہوا تھا؟ مگر کیا وہ جان نہیں پائی تھی۔

گھر کا اندرونی مین دروازہ بند کرتے وہ تیز قدم چلتی ہوئی آئی تھی فارس تب تک اپنے کمرے کے دروازے تک پہنچ گیا تھا۔

کھانا گرم کروں؟"۔ اسکی آواز نے اسکے قدموں کو جکڑا تھا۔ اس نے اپنی آنکھیں موندی یہ وہ آواز " تھی جو وہ اب سننے کی سکت نہیں رکھ پا رہا تھا۔ اور وہ چہرہ دیکھنا اس کے بس میں نہیں رہا تھا۔ وہ بنا مڑے گلہ کھنگار کر خود کو بولنے کے قابل بنا رہا تھا آواز تھی کہ نکلنے سے انکاری تھی۔

نہیں۔۔۔ بھوک مر گئی ہے۔۔۔ "اسکا دل کر لایا تھا وہ آگے بڑھا تو دعا پیچھے اسکے الفاظ پر نا سمجھی سے " غور کرنے لگی۔

تم آج بچوں کے ۔۔۔روم میں سو جانا مجھے آفس کا کچھ کام ہے "۔"

۔دروازے کی ناپ پر ہاتھ رکھ کر گھماتے وہ بنا پیچھے مڑے بولا تھا پھر اندر گم ہوتے اندر سے ڈور لاک کیا تھا۔دعا بند دروازے کو کتنی دیر خالی خالی نظروں سے دیکھتی رہی اسے اسکی آواز نم سی لگی تھی۔دل بے چین ہوا تھا۔وہ ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔وہ دروازے تک آئی تھی اس کا ہاتھ ہوا میں اٹھا تھا ہاتھ کی پشت سے انگلیوں کی مدد سے وہ دروازہ بجانا چاہتی تھی۔۔۔۔مگر اسکا ہاتھ اتنی جسارت نا کر سکتے ہوئے خود ہی پہلو میں آ گرا تھا۔سست روی سے چلتی وہ بچوں کے روم میں آ گئی تھی مگر اپنی کیفیت وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کچھ تھا جو اسے بری طرح کھٹک رہا تھا۔

کمرے میں آتے ہی اس نے سب سے پہلے بچوں کے روم سے ملحق ڈور لاک کیا تھا۔وہ شکستہ قدموں سے چلتا ہوا بیڈ کے پیر ہانے کے پاس گھٹنوں کے بل ڈھے جانے کے انداز میں بیٹھا تھا۔آنکھوں سے گرم سیال مادہ نکلتا اسکے چہرے کو بھگونے لگا تھا۔بعض ادراک انسان کو اذیتوں کے گھرے سمندر میں لا پھینکتے ہیں۔پھر اسکے حواس یوں سلب کرتے ہیں کہ وہ اپنے بچاؤ کیلئے ہاتھ پاؤں بھی مارنے سے مفلوج ہو جاتا ہے۔شفق کی پوری بات سن کر اسے چپ لگ گئی تھی وہ اس سے معافی مانگ رہی تھی ہاتھ جوڑ رہی تھی مگر اسے نا تو کچھ دکھائی دے رہا تھا نا سنائی۔اسکی آنکھوں میں فقط ایک چہرہ آن بسا تھا اور وہ تھا

دعا کا چہرہ۔روتا،تڑپتا اپنی بے گناہی کا یقین دلاتا۔وہ بنا اک لفظ منہ سے کہے وہاں سے نکلا تھا اور بنا مقصد گاڑی سڑکوں پر دوڑاتا رہا تھا۔کتنی بار اسکی آنکھوں کے آگے آنسوؤں کی دھند چھائی تھی اور اسے گاڑی روکنی پڑی تھی۔

۔اسکے ذہن میں شفق کے الفاظ اب بھی ہتھوڑے برسا رہے تھے۔اس نے اسے شروع سے لے کر آخر تک ہر بات بتائی تھی اس سے سعدیہ کی نفرت،وہ محبت کا ڈھونک۔کس طرح اسکی ماں کا بدلہ اس سے لیا گیا اور پھر اسکی لپیٹ میں دعا بھی آ گئی۔

بھائی دعا بھا بھی کی کوئی غلطی نہیں تھی۔اس رات میں تھی جو گھر سے بھاگ۔۔۔۔رہی تھی۔بھا بھی " تو میرے پیچھے آئی تھیں۔۔۔۔"۔

اسکی آنکھیں سے وحشت ٹپک رہی تھی۔دونوں ہاتھ گود میں ایسے دھرے تھے جیسے وہ اپنی کل کائنات گنوا آیا ہو۔

امی نے کبھی آپ سے محبت کی ہی نہیں نا ہمیں کرنے دی۔ہم نے کبھی آپ کی محبتوں کا جواب محبت " سے نہیں دیا بھائی۔وہ سب صرف دکھاوا تھا"۔

وہ رو رہا تھا آٹھ سال کی عمر میں اپنی ماں کے مرنے پر وہ دکھ سے رویا تھا بہت رویا تھا۔اسکے بعد کبھی یوں بے بس ہو کر اسکی آنکھیں شدت جذبات سے نہیں روئی تھیں۔اپنے باپ کے مرنے پر بھی ان میں صرف نمی اتری تھی۔اور آج اسکا جی چاہا تھا وہ دھاڑیں مار مار کر روئے۔اسکی نظروں کے سامنے کتنے منظر لہرائے تھے جب دعا نے اسے یقین دلانا چاہا تھا مگر وہ اسکی معصومیت پر کبھی یقین نہیں کر پایا۔وہ اسکا کبھی مان نہیں رکھ پایا۔

میں نے آپکو چیٹ نہیں کیا فارس "۔یہ کہتے ہوئے اسکی آواز میں کتنی بے بسی تھی۔"

فارس میں نے کچھ نہیں کیا؟۔میں کیسے یقین دلاؤں آپکو۔میں ایسی لڑکی نہیں ہوں۔وہ سب شفق کا کیا دھرا ہے "۔یہ کہتے ہوئے اسکی آواز میں جو دکھ تھا وہ اسے آج محسوس ہوا تھا۔اس نے اپنا نچلا لب بری طرح سے کچلا تھا۔

آپ کبھی نہیں سمجھے گے فارس کبھی نہیں۔۔۔۔۔آپ سمجھ ہی نہیں سکتے۔۔آپ تو ہمیشہ سے بے خبر رہے ہیں۔۔۔مجھ سے۔۔میری ذات سے۔۔میری ہر تکلیف،ہر درد سے۔آپ کبھی محسوس کر پائے ہیں نہ کبھی آپکو احساس ہو گا"۔درد کی آخری حدوں کو چھوتے اس نے آنکھیں بند کرتے چہرہ اوپر آسمان کی جانب اٹھایا تھا۔ہونٹ نیم وا کئے وہ گہرے گہرے سانس لے رہا تھا۔

فارس میری بات کا یقین کریں۔میں نے۔۔۔کچھ بھی نہیں کیا۔میں بے۔۔۔قصور ہوں۔میں نہیں " جانتی۔۔وہ کون تھا؟۔میں تو۔۔۔۔ شفق کے پیچھے یہاں آئی تھی۔"اسکی روتی آنکھوں میں اک آس تھی کس قدر مان سے اس نے ہاتھ بڑھایا تھا اور اس نے کیا کیا تھا۔اسے بے سائبان کر دیا۔وہ اسکی عزت تھی۔اسکے کردار کی دھجیاں اڑائی جا رہی تھیں اور ستم یہ تھا کہ وہ بھی تماش بینوں میں کھڑا تھا ۔اسکے سر سے سرکتی عزت کی ردا وہ سنبھال نہیں پایا تھا۔

اس نے اسے اپنے رشتے کا مان بھی دیا تو یوں کہ وہ اسکی قربت میں خود پر نازاں ہونے کے بجائے ذلت و پامالی کے احساس سے دوچار ہوئی تھی۔وہ کس کس بات کا ماتم کرتا۔کس کس زیاں پر آنسو بہاتا۔

وہ فارس احمد تھا جو خود سے پہلے اپنوں کا احساس کرتا تھا۔آج بھی اسکی اپنی ذات کہیں پس منظر میں چلی گئی تھی اسکا اپنا دکھ بھی بڑا تھا۔اسکی بے لوث محبت کو بے مول کیا گیا تھا۔سچے جذبوں اور خلوص کے بدلے نفرت و عداوتوں کا تحفہ دیا گیا تھا۔اسکے اندھے اعتبار کو بے دردی سے تار تار کیا گیا تھا۔مگر وہ سب فراموش کر گیا تھا یاد رہا تھا تو صرف دعا کا دکھ ،اسکی اذیتیں ،اسکے آنسو اور اسکی تکلیفیں۔

اسے دکھ تھا اس اعتبار پر جو اس نے سعدیہ اور شفق پر کیا تھا۔اور اسے ملال تھا اس اعتبار پر جو اس نے دعا پر نہیں کیا تھا۔دونوں صورتوں میں اسے اسکے اعتبار نے مارا تھا۔

اسکے اندر کی گھٹن بڑھتی جارہی تھی۔دل میں اٹھتے درد کی شدت سے سانس رکتی محسوس ہو رہی تھی ۔وہ انجانے میں ہی سہی کسی کو بہت بڑی اذیت سے ہمکنار کر گیا تھا۔وہ ضمیر کا قیدی بن گیا تھا اور المیہ یہ تھا کہ جب اس جیسے مخلص اور بے ریا لوگ نادانستہ کسی کے درد کی وجہ بنتے ہیں تو سب سے زیادہ نقصان پھر خود کا کرتے ہیں۔

"اللہ زیادتی تو کسی کی ساتھ میں ہیں جانتے آپ ؟ہو گیا مجھ سے یہ کیا ؟کیسے کر سکتا ہوں میں ایسے پاک کا سوچ بھی نہیں سکتا۔میں تو ساری عمر دوسروں کی غلطیوں کا ازالہ کرتا رہا۔۔۔۔اور خود اتنا بڑا گناہ کر بیٹھا۔اب اس کا کفارہ کیسے ادا کروں گا میں ؟۔۔۔پانچ سال کوئی کم عرصہ تو نہیں ہے میرے مولا ۔۔۔پانچ سال وہ عورت اپنے ناکردہ گناہوں کی سزا کاٹتی رہی ہے روز محشر اگر۔۔۔۔۔اگر آپ "کے روبرو اس نے میرا گریبان پکڑ لیا تو کیا جواب دوں گا میں ؟۔۔۔

۔سرگوشی میں کہتے ہوئے اس وقت بے آواز روتا وہ لمبا چوڑا بتیس سالہ ، مضبوط مرد کس قدر بے بس ،ٹوٹ پھوٹ کا شکار ، بکھرا ہوا دکھائی دے رہا تھا۔جیسے اپنا سب کچھ ہار آیا ہو۔اسکا وجود دسمبر کی اس سرد خون جماتی سردی میں بھی پسینے سے شرابور تھا۔چہرے پر زردی گھلتی جارہی تھی۔سینے کے بائیں جانب اٹھتا درد ہر گزرتے پل بڑھتا جارہا تھا۔جواب اس کے بازو اور پیچھے کمر کی طرف بھی پھیل گیا تھا ۔سانس اکھڑنے لگا تھا۔وہ تیز ہوئے تنفس کے ساتھ کھانسا تھا۔وہ صرف اسکی جذباتی کیفیت نہیں تھی

۔اسکا جسم ہار مان رہا تھا۔اسکا دل دھڑکنیں سے انکاری ہو رہا تھا۔اسکا حساس دل اسکے لئے سزا کا تعین کر چکا تھا۔

وہ حریم کے ساتھ لیٹی بے کلی سے کروٹیں بدل رہی تھی دل کو کسی طور قرار نہ تھا۔اس کی آنکھوں کے سامنے بار بار فارس کا چہرہ آ رہا تھا۔اپنی یہ کیفیت اسکی سمجھ سے بالاتر تھی۔اسکے کھانسے کی آواز اسے بھی سنائی دی تھی دل یک بار دھڑک اٹھا تھا۔کسی انہونی کا احساس لیے وہ سرعت سے اٹھ کر ننگے پاؤں اپنے کمرے کی جانب کھلتے دروازے کی جانب بھاگی تھی۔

مگر وہ دوسری طرف سے لاک تھا۔

فارس۔۔۔۔فارس دروازہ کھولیں۔"۔پوری قوت سے دروازہ پیٹتے وہ چیخی تھی حریم اور مزمل کے " سوئے وجود وہ بالکل فراموش کر گئی تھی۔دوسری طرف بالکل خاموشی تھی۔سرپٹ بھاگتی وہ باہر نکل کر کچن کی طرف بڑھی تھی اب وہ کانپتے ہاتھوں سے چابیاں دراز سے نکالتی اپنے کمرے کی طرف بڑھی تھی کمرے کا لاک لرزتے ہاتھوں سے کھولتے اسے دشواری ہوئی تھی۔

دروازہ کھلا تھااور سامنے کا منظر اسکے وجود سے روح نکالنے کو کافی تھا۔اس کے گلے سے اک دلخراش چیخ برآمد ہوئی تھی۔

فارس "۔سامنے بیڈ کے پاس اسکا وجود بے جان سا ہوا معلوم ہوتا تھا بالکل ساکت و جامد۔اسکی گردن " بستر پر ایک طرف لڑھک گئی تھی۔وہ بھاگ کر اس تک آئی تھی۔اسکا پورا وجود پسینے میں تر تھااور آنکھیں بند۔

فارس کیا ہوا ہے ؟۔آنکھیں کھولیں پلیز۔۔۔۔فارس آنکھیں کھولیں ناں ؟"اسکا چہرہ تھپتھپاتی وہ " خود نہیں جانتی تھی اسکی آواز کس قدر اونچی ہو گئی تھی۔دروازے سے حریم اور مزمل کے سہمے ہوئے چہرے نمودار ہوئے تھے۔

کچھ دیر کی تگ ودو کے بعد وہ اٹھی تھی۔

اور باہر کی طرف بھاگی تھی دروازے میں ایستادہ مزمل اور حریم کو دیکھ وہ رکی تھی حریم اب رو رہی تھی جب کہ مزمل اسکا ہاتھ پکڑے بس ڈری ہوئی نظریں فارس پر جمائے ہوئے تھا۔

مزمل بابا پاس ہی رہنا بیٹا ماما ابھی آتی ہیں "۔اسکو دیکھ اسکی آواز بھیگی تھی مگر آنکھیں اب بھی پتھر کی " ہوئی ہوئی تھیں۔

وہ آگے بڑھ گئی تھی مزمل حریم کو لیے فارس کے پاس آن بیٹھا تھا۔اس نے اپنے دوسرے ننھے ہاتھ میں باپ کا ہاتھ پکڑا تھا۔

پانچ سال بعد پھر ایک قیامت کی رات آئی تھی جو اسکے سبھی ڈر،اندھیروں کے خوف ختم کر گئی تھی ۔ننگے پاؤں اور کھلے سر کے ساتھ وہ ساتھ والے گھر کی ڈور بیل پر ہاتھ رکھے ہٹانا بھول گئی تھی۔

کچھ دیر بعد وہ شاہین آنٹی اور ان کے بیٹے کے ساتھ فارس کو گاڑی میں ڈالے سہمے ہوئے حریم اور مزمل کو لیے ہسپتال کے لیے روانہ ہوئی تھی۔اور حیرت انگیز طور پر وہ اب بھی نہیں روئی تھی۔ہر چھوٹی چھوٹی بات پر آنکھیں بھیگ جانے والی دعا کی آنکھیں آج سوکھ گئی تھیں۔بالکل خشک نمکین پانیوں سے پاک آنکھیں۔۔۔۔

URDUNovelians

ہسپتال کے سرد کوریڈور کے آئی۔سی۔یو کے سامنے دونوں بچوں کو اپنی ایک ایک بازو کے حصار میں مضبوطی سے جکڑے خود سے لگائے وہ بالکل خموش بیٹھی تھی۔شاہین آنٹی مزمل کے آگے ساتھ بیٹھی ہوئی تھیں فہیم بھائی (شاہین کا بیٹا) کوریڈور میں مسلسل چکر کاٹ رہے تھے۔آنٹی نے تسلی آمیز انداز میں دعا کے کندھے پر ہاتھ رکھا تھا۔اس نے انکی جانب دیکھا تھا۔خوف سے پھیلی آنکھوں میں کچھ کھو جانے کا ڈر تیر رہا تھا۔

وہ ٹھیک ہو جائے گا بیٹا۔تم اللہ سے دعا کرو۔انشااللہ سب خیر ہو گی"۔وہ خود افسردہ تھیں۔اتنا پیارا تمیز والا خوش اخلاق بچہ تھا پتہ نہیں کس کی نظر لگ گئی تھی۔

دعا نے سبین کو کال کی تھی ہسپتال آ کر۔مگر اس نے کہا تھا یا سر گھر پر نہیں ہے وہ کل صبح آئے گی ۔شفق کو اس نے اتنا عرصہ ہوا خود سے بلانا چھوڑ دیا تھا۔اس نے طلحہ کو کال کی تھی۔اور یہ بھی خوش قسمتی تھی کہ وہ،امی اور وشمہ پنڈی ہی آئے ہوئے تھے۔دعا بس خموش نظروں سے بار بار آئی۔سی۔یو کے دروازے کو تکے جا رہی تھی۔پتہ نہیں اتنی ہمّت،اتنا حوصلہ اور ضبط اس میں کہاں سے آیا تھا۔بظاہر تو وہ بہت تحمل سے کام لے رہی تھی مگر وہ لمحے جان کنی کے لمحے تھے۔

اس نے کبھی نہیں سوچا تھا وہ اسے اس حال میں دیکھے گی۔پہلی بار ادراک ہوا تھا وہ شخص اسکی آتی جاتی سانسوں کی ضمانت تھا۔ابھی کچھ دن پہلے ہی تو کچن میں کھڑا وہ شوخ سا کھل کر ہنستا اسکا دل دھڑکا رہا تھا

۔اس نے ماشاءاللہ بھی کہا تھا پھر نجانے کیسے نظر لگ گئی تھی اسکے ہنستے مسکراتے چہرے کو۔حریم روتے روتے اب اسکے ساتھ لگی ہی سو گئی تھی۔آنٹی نے اسکو دعا سے لے کر وہیں کرسیوں پر لٹاتے اسکا سر اپنی گود میں رکھا تھا۔

مزمل اب بھی ماں سے چمٹا اپنی آنکھیں پوری طرح سے کھولے ہوئے تھا۔اس کے معصوم ذہن میں بہت سے سوال آ رہے تھے۔سر اٹھا کر اس نے ماں کا ستہ ہوا چہرہ دیکھا تھا۔جو پتھر کا مجسمہ بن گئی تھی۔

ماما جی بابا کو کیا ہوا ہے؟"وہ اس کو دیکھتا آہستہ سی آواز میں پوچھ رہا تھا دعا نے اسکی جانب نگاہ کی تھی۔"

بابا کو کچھ نہیں ہوا مزمل۔وہ ٹھیک ہیں انھیں ٹھیک ہونا ہو گا"مستحکم آواز میں اس نے مزمل سے زیادہ" شاید خود کو یقین دلایا تھا۔وہ سر ہلاتا پھر سے چپ کر کے اس کے ساتھ سر ٹکا کر بیٹھ گیا تھا۔دعا نے اپنی آنکھیں بند کیں تھیں۔

اللّہ تعالیٰ مجھے نہیں پتہ تھا آپ کے اس بندے سے مجھے اتنی محبت ہے۔پر آپ کو تو پہلے سے معلوم ہے" ۔آپ تو میری شہ رگ سے زیادہ قریب ہیں مجھ پر تو یہ راز اب منکشف ہوا ہے۔اسکو اس حال میں دیکھنا کس قدر اذیت ناک ہے میرے اللّہ۔وہ یہاں نہیں تھا تو اسکی خیالوں تک رسائی بھی دل سہا دیتی تھی

۔مگر اب جب قریب ہے تو روح تک میں سرایت کر گیا ہے۔۔اسے کچھ مت ہونے دیجئے گا۔آپ جانتے ہیں ناں دنیا کے لیے وہ لاکھ نرم دل سہی پر میرے معاملے میں وہ کتنا کٹھور بن جاتا ہے۔میری پکار اسکو کبھی سنائی ہی نہیں دی۔پر آپ تو رحیم ہیں ناں۔سب سنبھال لیجئے گا اسے اس بار مجھ سے دور "مت جانے دیجئے گا۔اس بار مجھے صبر نہیں کرنا اللہ تعالیٰ۔اس بار مجھے شکر ادا کرنا ہے۔

وہ دل ہی دل میں اپنے رب سے محو گفتگو کہیں اور ہی پہنچی ہوئی تھی جب کسی نے اسکے شانے پر ہاتھ رکھا تھا۔اس نے آنکھیں کھولی تھیں۔وہ طلحہ تھا۔آنکھوں میں فکر مندی اور تشویش لیے نائٹ سوٹ کے اوپر جیکٹ پہنے وہ اب اسکا سر تھپتھپا رہا تھا۔اور وہ جو پورا راستہ سوچتا آیا تھا وہ دعا کو کیسے سنبھال پائے گا۔اس نے رو رو کے خود کو ہلکان کیا ہو گا۔اس نے جانا تھا وقت نے واقع ہی اسکی ڈرپوک سی بہن کو بہت بہادر بنا دیا تھا۔

کچھ دیر بعد ڈاکٹر باہر آئے تھے۔طلحہ انکی طرف بڑھا تھا۔دعا نے آنکھیں میچ لی تھیں اس میں اٹھنے کی سکت نہ رہی تھی۔

پیشنٹ کو انجائنہ کا اٹیک ہوا ہے۔اب خطرے والی کوئی بات نہیں ہے۔مگر اتنی ینگ ایج میں ایسا ہونا " کوئی اچھی علامت نہیں ہے۔وہ شدید سٹریس کا شکار ہیں اور بی پی کا ایک دم شوٹ کر جانا خطرناک بھی ہو سکتا تھا۔بروقت طبّی امداد سے اللہ کا شکر ہے وہ سٹیبل ہیں اب ورنہ ہارٹ اٹیک کا خدشہ بھی ہو سکتا

تھا۔آپ میرے ساتھ آئیں پلیز"۔ڈاکٹر پروفیشنل مسکراہٹ لیے کہہ کر آگے بڑھ گئے تو طلحہ نے ایک نظر دعا پر ڈالی تھی پھر وہ اور فہیم دونوں ہی ڈاکٹر کے پیچھے چل دیے تھے۔

اللہ پاک تیرا شکر ہے۔"تشکر بھری آواز میں کہتیں آنٹی نے دعا کو مسکرا کر دیکھا تھا ساتھ اسکا کندھا بھی ہلکا سا دبایا۔

اور دعا اس کو تو جیسے ہفت اقلیم مل گیا تھا۔اسکی آنکھ سے ایک آنسو گرا تھا اور وہ تھا شکر کا آنسو۔اسکے رب نے اسکی التجا رد نہیں کی تھی۔وہ تمام عمر بھی شکر بجالاتی تو کم تھا۔

مزمل جان سنا آپ نے۔بابا بالکل ٹھیک ہیں"۔فرط جذبات سے اسکے گلے سے گھٹی گھٹی سی آواز نکلی تھی۔اس نے مزمل کو خود میں بھینچ لیا تھا۔جسے ڈاکٹر کی باتیں تو سمجھ نہیں آئی تھیں مگر اپنی ماں کا پر جوش و خوشی سے لبریز انداز اسے بتا گیا تھا کہ اب واقع ہی سب ٹھیک ہے۔

URDUNovelians

کچھ دیر بعد طلحہ شاہین آنٹی سے مخاطب تھا۔

بہت بہت شکریہ آنٹی۔اس کڑے وقت میں بہت ساتھ دیا آپ نے۔فہیم تھینکیو یار۔"ساتھ " کھڑے فہیم کے شانے پر ہاتھ رکھا تھا۔

کیسی باتیں کر رہے ہو بیٹا۔ مشکل وقت میں اپنے ہی کام آتے ہیں۔اور فارس تو ہے ہی ایسا کہ راہ چلتا " بھی مدد کو تیار ہو جائے۔"آنٹی نے صاف گوئی سے کہا تھا۔ طلحہ انھیں ہسپتال کی پارکنگ تک چھوڑنے گیا تھا۔

واپس آیا تو دعا کی گود میں حریم سوئی ہوئی تھی جبکہ پہلو میں مزمل بیٹھا تھا مگر نیند میں اب وہ بھی جھول رہا تھا۔اس نے پاس آکر مزمل کو گود میں لیا تھا اور اب وہ اسی کی چھوڑی کرسی پر دعا کے ساتھ بیٹھا تھا۔

کس بات کی اتنی ٹینشن لی ہے فارس بھائی نے ؟"۔وہ اس کی جانب دیکھتا پوچھ رہا تھا۔ڈاکٹر کی بات پر " اسے بھی حیرت کا جھٹکا لگا تھا۔دعا نے نفی میں سر ہلایا۔

مجھے نہیں پتہ۔ صبح بالکل ٹھیک تھے آفس جاتے ہوئے۔رات کو کافی دیر سے آئے تھے اور کہا تھا آفس " کا کوئی کام کرنا ہے۔ہو سکتا ہے کام کی کوئی پریشانی ہو۔"اسکے ذہن میں اس کے علاوہ تو کوئی اور بات نہیں آرہی تھی۔

کچھ دیر بعد اسے روم میں شفٹ کر دیا گیا تھا۔اور اب وہ اسی کے پاس موجود تھے۔کمرے میں دو بیڈ تھے ایک پر فارس دراز تھا دوسرے پر مزمل اور حریم کو لٹا دیا تھا طلحہ نے۔خود وہ کچھ دیر بعد باہر نکل گیا تھا یہ کہہ کر کہ وہ وشمہ کو انفارم کر دے۔امی کو اس نے کچھ نہیں بتایا تھا وہ اور پریشان ہوتیں۔دعا بچوں کے پاس سے اٹھ کر اسکے پاس آئی تھی۔وہ آنکھیں بند کئے ہوئے تھا۔ڈاکٹر نے کہا تھا وہ نیم غنودگی کی دواؤں کے زیر اثر ہے۔دعا نے اسکا چہرہ نظر بھر کر دیکھا تھا۔وہ اب بھی اسے اضطراب کا شکار لگا تھا۔

اسکے پاس بستر پر ٹکنے کے انداز میں بیٹھتے اس نے اسکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا تھا۔پر حدت ہاتھ کا لمس اسکے سرد وجود میں زندگی کی نرم گرماہٹ کا احساس دوڑا گیا تھا۔وہ دعا جو اتنی دیر سے مضبوط چٹان بنی ہوئی تھی اب ریت کی بھر بھری دیوار کی مانند ٹوٹ کر بکھری تھی۔اسکی خشک آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب امڈ آیا تھا۔اسکے ہاتھ پر اپنی پیشانی رکھے وہ بنا آواز کے پھوٹ پھوٹ کر روئی تھی۔

آپ کو اندازہ بھی ہے میں کتنا ڈر گئی تھی فارس۔مجھے لگا تھا میری سانسیں رک جائے گی۔کوئی ایسے " بھی کرتا ہے کیا؟۔آپکو مجھ پر ذرا رحم نہیں آتا ناں؟۔آپ۔۔۔آپ آج بھی اتنے ہی سنگدل ہے فارس جتنے پانچ سال پہلے تھے۔میرے معاملے میں تو۔۔۔آپ ایسے ہی ہیں۔دل خوش فہم ہو گیا تھا آپکی زندگی میں میری زیادہ نہیں تو کچھ تو اہمیت بن ہی گئی ہے۔مگر۔۔۔نہیں آپکو آج بھی میری ذرا پر واہ نہیں ہے۔" نم آواز میں وہ بہت آہستگی سے اسے اپنا حال دل سنا رہی تھی یہ جانے بغیر کہ اسی کی پرواہ اسے اس مقام تک لے آئی تھی۔

وہ کیا کہہ رہی ہے اسے خود بھی علم نہیں تھا بس یہ اسکے دل کی آواز تھی جو وہ بنا سوچے سمجھے اسکی بے ہوشی کے گمان میں کہہ گئی تھی۔اسکے ہوش و حواس میں تو کچھ کہنے کی جرات اس میں نہ کبھی پہلے تھی نہ ہی اب وہ کر پاتی۔

مگر وہ جان نہیں پائی تھی کہ اسکی باتیں سن کر اسکا ہاتھ ذرا سا لرزا تھا جسے وہ اپنی جذباتی کیفیت کے زیر اثر محسوس نہیں کر پائی تھی۔آنسو کا ایک قطرہ فارس احمد کی آنکھ سے نکل کر اسکی کنپٹی میں کہیں گم ہو گیا تھا۔

اگلی صبح اسے ڈسچارج کر دیا گیا تھا۔طلحہ پوری رات اسکے ساتھ رہا تھا۔انھیں گھر پہنچا کر کچھ دیر بعد وہ چلا گیا تھا۔دو گھنٹے بعد وہ امی اور وشمہ کو بھی ساتھ لایا تھا۔امی کافی پریشان ہوئی تھیں جب صبح وشمہ نے انھیں بتایا تھا مگر اب خود فارس کو دیکھ کر انھیں تسلی سی ہو گئی تھی۔

ان کے جانے کے کچھ دیر بعد سبین بھی آئی تھی۔اسکی باہر سے آتی آواز اور فکر مندانہ انداز پر فارس نے ضبط سے مٹھیاں بھینچ کر اپنے اندر کے اشتعال کو دبایا تھا۔دکھ کی سلگتی دھیمی آنچ نے دل کو دبوچا تھا۔ان کے دیے زخم ابھی تازہ تازہ تھے اس وقت وہ ان منافق چہروں کو دیکھنا تک نہیں چاہتا تھا۔اسکے کمرے میں آنے پر وہ جان بوجھ کر سوتا بن گیا تھا۔کچھ دیر بعد وہ چلی گئی تھی۔

دعا نے ایک بات جو شدت سے محسوس کی تھی وہ فارس کا اس سے گریز تھا۔وہ اسکی طرف دیکھتا نہیں تھا۔کبھی دعا کے سامنے آنے پر نظر ملتی تو جھٹ سے چرا لیتا تھا۔وہ کوئی بات کرتی تو ہاں ناں میں جواب دے دیتا۔ایک دو بار اس نے اسکی پریشانی کا پوچھا تھا پر وہ ٹال گیا تو زیادہ کریدنا دعا نے بھی مناسب خیال نہیں کیا۔دعا تو دعا بچوں کے ساتھ بھی اسکا عجیب رویہ ہو گیا تھا۔وہ کوئی بات کرتے تو غائب دماغی سے سنتا۔انکی باتوں کا جواب بھی کھوئے کھوئے انداز میں دیتا۔یہ سب دعا کے دل کو مضطر کر رہا تھا۔مگر وہ اس کی وجہ نہیں جان پائی تھی اور پھر اس دن یہ معمہ بھی حل ہو ہی گیا۔

فارس سو رہا تھا جب اس کے موبائل پر شفق کی کال آئی۔پہلے پہل دعا نے سوچا رہنے دے۔پھر ناچار اس نے کال اٹھا ہی لی تھی۔اس کے بولنے کا انتظار کئے بنا ہی دوسری جانب سے شفق کی بے چین آواز آئی تھی۔

بھائی کیا ہوا ہے آپکو ؟آپ ٹھیک ہیں ناں ؟۔آئی ایم سوری۔میں نے تو یہ سوچ کر ساری حقیقت آپکو " بتائی تھی کہ دعا بھابھی کی مشکل آسان ہو جائے گی۔پر میں نے ان کے ساتھ ساتھ آپکو بھی اذیت میں مبتلا کر دیا "۔وہ رو رہی تھی اور دعا سناٹوں کی زد میں آ گئی تھی اسکی مبہم سی باتیں اسے بہت کچھ سمجھا گئی تھیں۔

کونسی حقیقت شفق ؟"۔وہ اپنے خدشات سے ڈر کر بولی تھی تو آواز میں کوئی انجانا سا خوف تھا " ۔دوسری طرف اسکی آواز سن کر شفق کو بھی سکتا ہوا تھا۔کچھ دیر خاموشی رہی تھی۔اور پھر اسکی صور پھونکتی آواز دعا کو اپنے کانوں میں سنائی دی تھی۔

میں نے بھائی کو بتا دیا آپ کی بے گناہی کا۔اور وہ سب کچھ جو وہ نہیں جانتے تھے۔ہر ایک بات بھابھی " ۔"اور اسکی ہر ایک بات سے کیا مراد تھی دعا کو اسکا اندازہ ہوا موبائل کان سے ہٹا کر ہاتھ اسکے پہلو میں آ گرا تھا۔اس نے گردن موڑ کر بیڈ پر بے خبر سوئے وجود کو دیکھا تھا۔اسکا غم اس نے اپنے دل میں محسوس کیا تھا۔اسکی آنکھیں گلابی سی ہونے لگی تھیں۔اور ان میں تیرتی نمی اس شخص کے غم اسکے درد کی تھی جو اس نے اپنوں کے ہاتھوں سہے تھے۔سب طرف سے خسارا تو اس کے حصّے میں آیا تھا۔جو وہ پیارا سا ،پر خلوص دل کا مالک انسان بالکل ڈیزرو نہیں کرتا تھا۔

وہ آہستہ آہستہ چلتی اسکے قریب آئی تھی۔اس کے واپس آنے کے بعد اس نے بارہا سوچا تھا کہ اگر کبھی اسکو حقیقت معلوم ہوئی تو کیا ہو گا ؟۔ مگر اسکا ردعمل اتنا شدید ہو گا اور وہ اس حال کو پہنچ جائے گا یہاں تک تو اسکی سوچ گئی ہی نہیں تھی۔اسے ہمیشہ اسکی حساسیت سے ،اسکی نرم دلی سے ڈر لگتا تھا اور آج معلوم ہوا تھا اسکا ڈر کس قدر صحیح تھا۔وہ ٹوٹ گیا تھا۔ایک عرصہ جن کو اپنا سمجھا، جن کے لیے اپنا ہر سکھ ہر خوشی قربان کی ،انکی اچھی اور خوشحال زندگی کے لیے پردیس کاٹا۔اپنی تمام تر محبتیں بنا کسی غرض و مطلب کے ان پر نیچھاور کر دیں۔بدلے میں اسے کیا ملا سوائے نفرت ،دھوکہ اور جھوٹی محبتوں کے دکھاوے کے ؟۔

وہ اسکے پاس بستر پر بیٹھی تھی۔اسکا ایک ہاتھ سینے پر دھرا تھا دوسرا پہلو میں رکھا ہوا تھا چت لیٹا وہ گہری نیند میں تھا۔اسکی روشن چمکتی آنکھیں جن کی قندیلیں اب بجھ سی گئی تھیں بند تھیں۔گندمی رنگت میں ہلکی سی زردی کی رمق اب بھی باقی تھی۔ماتھے پر سنہری بال آج بھی بکھرے تھے۔دعا کا ہاتھ بڑھا تھا ۔پہلی بار بنا کسی جھجک کے اس نے اسکی پیشانی سے بال بڑی نرمی سے سمیٹے تھے۔اور پھر جھک کر مکمل استحقاق کے ساتھ اسکی روشن پیشانی کو اپنے ہونٹوں سے چھوا تھا۔اسکا غم غلط کرنے کو اسے اس کے سوا کوئی اور طریقہ سجھائی نا دیا تھا۔اسکے زخموں پر رکھا دعا کی مسیحائی کا وہ پہلا مرہم تھا۔فارس احمد خوش نصیب تھا۔اسکے نصیب میں دعا تھی جو اسکا ہر درد چن سکنے کی تاثیر رکھتی تھی۔اور وہ جانتی تھی اب کی بار اسکے ٹوٹے بکھرے دل کو جوڑنے میں اور سمیٹنے میں پہل اسی کو کرنی تھی۔

اگلی صبح بڑی اجلی اور روشن تھی۔گئے دنوں کی سبھی سختیاں اور کثافتیں گزری رات کی سیاہی میں کہیں کھو گئی تھیں۔وہ اک نیا آغاز تھا جو دعا نے لیا تھا۔عورت کے دامن میں خدا نے بڑی وسعت رکھی ہے وہ سبھی درد سمیٹ لیتی ہے اور وقت پڑنے پر اس درد کی وجہ بنے مرد کو بھی سمیٹ لیتی ہے۔اسکے خمیر میں لچک ہوتی ہے وہ ٹوٹ کر بھی اک نئی شکل اختیار کر لیتی ہے۔

وہ کچن میں ناشتہ بنا رہی تھی۔مزمل اسکے پاس ہی بیٹھا تھا جبکہ حریم اٹھ کر باپ کے پاس جا کر دوبارہ سو گئی تھی۔اسکول سے چھٹیاں تھیں اس لیے دعا بھی بے فکر تھی۔

ماما آپ نے کہا تھا بابا ٹھیک ہیں"۔مزمل کی آواز پر اسکے کام کرتے ہاتھ ساکن ہوئے تھے۔وہ مڑ کر" اسے دیکھنے لگی تھی مگر وہ بولی کچھ نہیں تھی وہ اسکی بات سمجھنے کی سعی کر رہی تھی۔دعا اسکے پاس آ گئی تھی جو چہرہ اٹھائے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

بابا ٹھیک نہیں ہیں ماما"۔وہ اپنے معصوم سے انداز میں بہت گہری بات کر رہا تھا دعا دنگ رہ گئی تھی" ۔کچھ دیر وہ کچھ بولنے کے قابل ہی نہیں رہی تھی۔

بابا ٹھیک ہو جائے گے مزمل ہم مل کر انھیں ٹھیک کر لیں گے انشااللہ "۔آنکھوں میں اتری نمی کو " ہونٹوں پر مسکراہٹ سجا کر چھپاتے وہ ایک ایک لفظ پر زور دیتی اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے بولی تھی ۔مزمل مسکرا دیا۔

جی ماما ہم کر لیں گے "۔وہ چہک کر بولا تھا۔"

چلیں اب بابا اور حریم کو اٹھاتے ہیں جا کر "۔اسکا ہاتھ تھام کر وہ اسے کرسی سے اٹھا رہی تھی جواب " قدرے پر سکون اور خوش دکھائی دے رہا تھا۔

کل رات شفق کی کال آئی تھی "۔وہ ابھی ابھی بچوں کے کمرے سے آئی تھی فارس کمرے میں نہیں " تھا۔کچھ دیر بعد وہ واش روم سے برآمد ہوا تھا۔اسے دیکھ کر دعا نے ہمت کر کے کہہ ہی دیا تھا۔اسے مزید یوں ہی اپنے خول میں بند پل پل اذیت سہتا دیکھنا اب اس کے لیے اور بھی تکلیف دہ ہوتا جا رہا تھا۔

فارس نے اسکی طرف دیکھا تھا جیسے اسے ہوئی آگاہی کی نوعیت جانچنا چاہ رہا ہو۔اور پھر اسکے گندمی چہرے کی رنگت سفید لٹھے کی طرح ہو گئی تھی۔ فیصلے کی گھڑی آ پہنچی تھی۔وہ مزید اس سے بھاگ نہیں سکتا تھا۔بیڈ پر بیٹھتا وہ دونوں ہاتھ اطراف میں جمائے سر جھکا گیا تھا۔

اس کا سامنا کرنا مشکل تھا تو اعتراف جرم مشکل ترین تھا۔اور اسے یوں ندامت سے سر جھکا کر بیٹھا دیکھنا دعا کے لیے ایسے ہی تھا جیسے کسی نے کند چھری سے اسکا دل چیر دیا ہو۔وہ چل کر اس تک آئی تھی اس کے بالکل سامنے اس کے قدموں میں گھٹنے موڑ کر بیٹھتی وہ اسکا چہرہ غور سے دیکھ رہی تھی۔جو ہر گزرتے پل رنگ بدل رہا تھا۔

"مجھے کیوں نہیں بتایا فارس؟ کیوں سب اکیلے سہتے رہے آپ؟"۔اس کی زبان پر شکوہ تھا تو آنکھوں میں اسکے لیے نرم سا تاثر۔

"تم نے بھی تو اکیلے سہا تھا سب"۔اس کے سپاٹ سے انداز پر دعا کے دل کو کچھ ہوا تھا۔وہ خود سے روٹھا تھا تو خود کو رعایت دینے کا متحمل بھی نہیں رہا تھا۔

"لیکن میں نے آپکو بتانے کی کوشش کی۔۔۔۔۔۔"۔

اور میں نے تمہاری بات کا یقین نہیں کیا تھا"۔اسکی بات کاٹ کر وہ سرعت سے بولا تو آواز میں ملال " کے ساتھ ساتھ دباد باسا اشتعال تھا وہ اب بھی اسے دیکھنے کے بجائے نیچے زمین پر نظریں گاڑھے ہوئے تھا۔

فارس آپ اپنی بات کو اس طرح جسٹی فائی نہیں کر سکتے خود کو تکلیف پہنچا کر آپ مجھے اور بچوں کو " ہی تکلیف میں مبتلا کر رہے ہیں۔اگر اس رات آپکو کچھ ہو جاتا تو۔۔۔۔میں کبھی آپکو اس کے لیے معاف نہیں کرتی "۔منت بھرے لہجے میں کہتے آخر میں اسکی آواز غصے سے لرز گئی تھی۔اسکے چہرے پر سے اک پل کے لیے اس کی نگاہ نہیں ہٹی تھی۔

معافی کا اہل تو اب بھی نہیں ہوں۔جانتا ہوں میرا گناہ بڑا ہے۔پانچ سال تم نے بنا جرم کے سزا کاٹی " ہے۔پانچ دن کی تکلیف سے اسکی بھر پائی ممکن بھی نہیں ہے۔"اسکے چہرے پر اسکی اندرونی خلشار اور ٹوٹ پھوٹ کے نشان بڑے واضح تھے۔

اور میری بد قسمتی دیکھو۔میں نے تو تمہارے دامن میں خوشی کا کوئی ایک پل بھی ایسا نہیں ڈالا جس " کے بدلے میں معافی طلب کر سکوں۔"اک زخمی سی مسکراہٹ اسکے ہونٹوں کو چھو گئی تھی۔وہ خود اذیتی کا شکار تھا۔

آپکا دکھ بھی بڑا تھا فارس۔آپ کی غلطی نہیں تھی۔ بعض تکلیفیں نصیب میں لکھی ہوتی ہیں ہم چاہیں " یا نہ چاہیں ہم سے آ ملتی ہیں "۔اسکے ہاتھ پر اپنا ہاتھ دھرے وہ اسکا غم غلط کرنے کی کوشش کر رہی تھی ۔اور یہ وہ لمحہ تھا جب فارس نے اسکی طرف نگاہ کی تھی۔اسکی ضبط کے مارے سرخ ہوتی آنکھوں میں نمکین پانی سا ابھرا تھا۔وہ مرد تھا اور ہمارا معاشرہ مردوں کو اپنی تکلیف پر رونے کی اجازت بھی نہیں دیتا انکا رونا انکی بزدلی جانا جاتا ہے۔انکو ہر حال میں مضبوط رہنے کا درس دیا جاتا ہے۔ مگر ہیں تو وہ بھی گوشت پوست کے انسان ہی۔ جنکے سینے میں بھی اللہ نے جذبات واحساسات سے بھرا دل رکھا ہوتا ہے ۔اسکی ٹھوڑی ہلکے سے لرزی تھی۔دعا کی آنکھیں چھلکی تھیں وہ تیزی سے اٹھی تھی اور اسکو اپنی مہربان آغوش میں سمیٹ لیا تھا۔اسکا سر اپنے سینے سے لگائے وہ اسکے بالوں میں نرمی سے ہاتھ چلا رہی تھی ۔فارس کی آنکھوں پر بندھا بند ھ پل بھر میں ٹوٹا تھا وہ بے آواز رو رہا تھا تو آنکھیں دعا کی بھی نم تھیں ۔وہ دونوں بیک وقت رو رہے تھے مگر اپنے نہیں ایک دوسرے کے درد پر۔اپنی ذات ،اپنا دکھ تو دونوں پیچھے چھوڑ چکے تھے۔اور جب کسی رشتے میں دوسرے کا احساس خود سے پہلے کیا جائے تو پھر جذبات کی ترجمانی کے لیے لمبی چوڑی باتیں نہیں کی جاتی۔دھڑکنوں کی لہہ ہی حال دل بیان کرنے کو کافی ہوتی ہے۔جیسے اس پل ان کے ساتھ ہوا تھا۔

تم مجھے بالکل معاف نہیں کرنا دعا۔میں نے پانچ سال تمہارے برباد کئے ہیں ناں۔تم بھلے دس سال " مجھے معاف نا کرنا میں اف تک نہیں کروں گا۔میں بہت کرب میں ہوں تم ہر پل اس تکلیف کو بڑھانا ۔مجھے میری زیادتیاں یاد کروانا۔مجھ سے لڑنا جھگڑنا۔پر پلیز مجھے چھوڑ کر کبھی مت جانا۔میں پہلے ہی

بہت اکیلا ہو گیا ہوں۔ تم نے دیکھا ناں کیا کیا ہے ان سب نے میرے ساتھ ؟۔ میں نے ہمیشہ انہیں اپنا سمجھا اور انہوں نے ہی میری پیٹ میں چھرا گھونپ دیا۔ تمہاری تو کوئی غلطی بھی نہیں تھی دعا تمہیں کیوں اس درد میں میرا حصّہ دار بنایا؟ کیوں دعا کیوں ؟۔"۔

اسکے سینے میں منہ دیے اسکی کمر پر اپنے دونوں بازوؤں کی گرفت مضبوط کئے وہ سرگوشی کے سے انداز میں اپنی نم بھاری ہوتی آواز میں کہتا جا رہا تھا۔ بیچ بیچ میں اسکی رکی رکی سی سسکیاں دعا کو بھی اذیت سے ہمکنار کر رہی تھیں۔ اسے سمیٹنا ضروری تھا تو اسے یوں بکھرتا دیکھنا دل پر پتھر کی بھاری سل رکھنے کے مترادف تھا اسکا اپنا دل درد سے پھٹا جا رہا تھا۔ اپنی جذباتی کیفیت کے زیر اثر ہر لمحے سخت ہوتی اسکی گرفت میں دعا کی سانس تھمنے لگی تھی مگر اس نے اف تک نہیں کی تھی۔ وہ کتھارسس کے عمل سے گذر رہا تھا۔ اسکے اندر کا غبار جو اسکی سانسیں تک بوجھل کر گیا تھا اسکی ہمدردی قربت میں باہر آنے کا راستہ تلاش کر گیا تھا۔

آپ کی غلطی نہیں تھی فارس۔ جو ہوا انجانے میں ہوا۔ اور انجانے میں ہوئے گناہ تو ندامت کا ایک " آنسو بہانے پر اللہ بھی معاف کر دیتا ہے۔ آپ تو بہت اچھے ہیں۔ مخلص، ہر ریاکاری سے پاک۔ اندر اور باہر سے اک جیسے شفاف "۔

اپنے لفظوں کی مسیحائی سے وہ اسکے ہر زخم کی دوا کر رہی تھی۔اسے خود سے الگ کرتے اسکی بھیگی پلکوں کو اپنے ہونٹوں کے لمس سے سرفراز کر رہی تھی۔وہ دعا فارس تھی جو اپنے ٹوٹے دل کے ساتھ اپنے سامنے بیٹھے اس دلربا شخص کا کرچی کرچی ہوا دل جوڑ رہی تھی۔

آٹھ ماہ بعد۔۔۔۔۔۔۔

اوائل اگست کی وہ اک روشن چمکتی صبح تھی۔اتوار کا دن تھا۔فارس بڑی فرصت سے کھڑکی سے باہر نظر آتے منظر کو دل چسپ نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔دعا،حریم اور مزمل کیاریوں میں نئے پودے لگا رہے تھے ۔انکے چہروں پر چھائی آسودگی اسکی روح کو سکوں فراہم کر رہی تھی۔مزمل اپنے ہاتھوں سے پودا لگا رہا تھا۔دعا اسے گائیڈ کر رہی تھی اور حریم بے صبری سے ایک ننھا سا پودا اٹھائے اپنی باری کا انتظار کر رہی تھی۔وہ منظر ہر لحاظ سے دلکش تھا آنکھوں کو ٹھنڈک کا احساس بخشتا ہوا۔اسکے لبوں پر بڑی دلفریب سی مسکراہٹ نے آکر پڑاؤ ڈالا تھا۔جو اب اسکی ذات کا حصّہ سا بن گئی تھی۔

پچھلے کچھ ماہ اس کے لیے اذیت ناک ضرور تھے مگر دعا کی محبت اور پر خلوص ساتھ نے ان تلخ باتوں اور کربناک یادوں کو بھلا کر اک نئی شروعات کرنا اسکے لئے آسان بنا دیا تھا۔اس نے کسی کو کٹہرے میں کھڑا نہیں کیا تھا۔کسی سے سوال جواب بھی نہیں کیا تھا۔اسے لگتا تھا یہ اسکی اپنی کمزوری تھی وہ ہی اپنے بیوی بچوں کے لیے مضبوط ڈھال نہ بن سکا تھا تو کسی اور سے کیا گلہ۔ہاں اس نے غیر محسوس انداز میں ان سب سے کنارہ کشی ضرور اختیار کر لی تھی۔ شفق سے جب سبین کو پتہ چلا تھا فارس کے سب حقیقت جان لینے کا۔تو اس نے شفق کو بھی خوب کھری کھری سنائی تھیں۔بعض لوگ ہوتے ہیں جو اللہ کی دی ہوئی ڈھیل کو اپنی کامیابی تصور کرتے ہیں اور سوچتے ہیں وہ کبھی پکڑ میں نہیں آئیں گے ۔سبین بھی ان ہی میں سے تھی۔اس نے فارس سے دوبارہ نا تو رابطہ کیا تھا اور نا ہی اسکی طرف آئی تھی اور فارس کے لیے یہ قطع تعلّقی بھی غنیمت تھی۔وہ اب بھی کسی کی دل آزاری کا سبب نہیں بننا چاہتا تھا ۔

رہیں سعدیہ تو وہ خود پہلے بھی رابطہ نہیں کرتیں تھیں فارس ہی ہمیشہ کال کرتا تھا۔اب اس نے بھی کال کرنا چھوڑ دیا تھا۔ایک شفق تھی جو مسلسل اپنے کئے پر پشیماں تھی کتنی بار معافی مانگ چکی تھی۔وہ اپنے حصّے کے دکھ بھی اٹھا چکی تھی تو اتنا کم ظرف وہ بھی نہیں تھا کہ اسے معاف نہ کر پاتا۔جب دعا اسے معاف کر سکتی تھی تو وہ شفق کو کیوں نہیں ؟۔اللہ بھی تو توبہ کا در کھلا رکھتا ہے تو پھر وہ کیسے اس کے لیے اس در پر قفل لگا سکتا تھا؟۔رہی دعا تو اس نے اسے کبھی فورس نہیں کیا تھا وہ اپنے اختیار کی مالک تھی ۔اس نے بنا کہے ہی اسے معاف کر دیا تھا۔یا پھر شاید معاف تو وہ اسے اسی پل کر چکی تھی جب اس نے اسے ہسپتال میں نادم و شرمسار دیکھا تھا۔

شفق کا ٹریٹمنٹ کورس مکمل ہونے کے دو ماہ بعد ہی اسے اللہ نے نوازا تھا اور اس بار ڈاکٹرز کے مطابق کوئی کمپلیکیشنز بھی نہیں تھیں۔دعا اور فارس اس سے ملنے بھی گئے تھے۔اسکی ساس کا رویہ بھی آہستہ آہستہ بہتر ہوتا جا رہا تھا۔اس نے صبر کیا تھا تو اجر دینے میں بھی اللہ نے دیر نہیں کی تھی۔

بھائی امی کو پولیس پکڑ کر لے گئی تھی"۔اسکی ساس کے اٹھنے پر اس نے آہستگی سے فارس کو بتایا تھا" ۔انداز میں دکھ تھا اور جھٹکا تو فارس اور دعا کو بھی لگا تھا۔

کیوں"۔فارس اسکی طرف دیکھ رہا تھا چہرے پر بے چینی سی دکھائی دے رہی تھی۔"

مہر بھابھی سے کچھ تلخ کلامی پر امی نے ان کو تھپڑ مار دیا تھا۔انہوں نے پولیس کو انفارم کر دیا۔دو دن" امی لاک اپ میں رہیں ہیں۔زوار بھائی بتا رہے تھے بڑی مشکل سے مہر بھابھی کو منا پائے ہیں وہ۔تب جا کر امی کی رہائی ہو پائی ہے۔"وہ اداس تھی جو بھی تھا سعدیہ اسکی ماں تھیں۔اور ماں اچھی ہو یا بری ۔اولاد کے لیے پھر بھی ماں ہی ہوتی ہے۔اور گنگ تو فارس اور دعا بھی ہوئے تھے۔فارس کے دل سے اک ہوک سی اٹھی تھی۔اس نے ان سے حقیقی بیٹوں سے بڑھ کر محبت و عقیدت کی تھی۔

مکافات عمل کے گرداب میں سعدیہ پھنس چکی تھیں۔انہوں نے ساری عمر حکمرانی کی تھی۔کسی کی اپنے سامنے چلنے تک نہ دی تھی اور آج وہ پرائے دیس میں محکوم سی بن کر رہ گئی تھیں۔ایسا نہیں تھا مہر کوئی بہت ظالم اور خرانٹ سی بہو تھی مگر وہ دعا جیسی نا سمجھ بھی نہیں تھی۔وہ انھیں اپنی پرسنل لائف میں انٹرفیئر کرنے نہیں دیتی تھی اور نہ ہی انکی کوئی زیادتی برداشت کرتی تھی۔

شروع شروع میں سعدیہ نے اسکے بارے میں چند اعتراض اٹھائے تھے مگر پھر لاک اپ کی ہوا کھانے کے بعد انکو بھی اندازہ ہو گیا تھا نہ تو یہ پاکستان ہے اور نہ ہی سامنے دعا اور فارس ہیں۔اب وہ اپنی فطرت سے ہٹ کر باقی کی زندگی گزارنے پر مجبور تھیں۔زوار کو چھوڑ کر چلی آتی تو اسے ہمیشہ کے لیے کھو دیتیں جو بھی تھا وہ ماں تھی اور اپنی اولاد سے انھیں محبت بھی بہت تھی۔اور وہی محبت اب انکے لیے یہ سزا متعین کر رہی تھی۔زوار اور مہر دونوں جاب کرتے تھے ایسے میں انھیں گھر اور بچے کی دیکھ بھال بھی کرنی پڑھتی تھی۔اور وہ سب کرتے ہوئے انھیں اب بارہا اپنی کی ہوئی زیادتیاں یاد آتی تھیں۔لیکن وہ معافی مانگنے کا اخلاقی جواز بھی نہیں رکھتی تھیں۔باقی کی زندگی شاید اب اسی پچھتاوے میں بسر ہونی تھی۔

URDUNovelians

حریم ! پیچھے ہو جائیں آپ۔" دعا صوفے پر کھڑی قدرے چلانے کے سے انداز میں بولی تھی حریم لمحہ بھر کے لیے اسکی جانب مڑی تھی پھر نگاہوں میں دلچسپی لیے دوبارہ سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

ماما جی آپ ویسے ہی ڈر رہی ہیں۔دیکھیں ناں یہ کتنی کیوٹ ہے اور اس کی آنکھیں بھی کتنی چھوٹی چھوٹی ہیں"۔وہ بہت غور و فکر سے اس پر نظریں گاڑھے ساتھ تبصرہ بھی کر رہی تھی۔دعا کا صدمے سے منہ کھلا کا کھلا رہ گیا تھا۔اس نے جھرجھری سی لی۔

حریم !آپکو یہ چھپکلی کیوٹ لگ رہی ہے بیٹا؟"۔اسکی آنکھیں حیرت سے پھٹنے کو تھیں۔کچھ دیر پہلے اچانک سے ایک موٹی تازی چھپکلی دیوار سے تھپ کر کے نیچے فرش پر گری تھی اور اسے دیکھتے ہی دعا نے چیخ مار کر صوفے کی طرف ڈور لگائی تھی۔بچپن میں ایک بار چھپکلی اس پر گری تھی اور تب سے اسکے ذہن میں اسکی ایسی دہشت بیٹھی تھی کہ اسے دیکھ کر ہی اسکے رونگٹے کھڑے ہو جاتے تھے۔

جی ماما۔آپ بھی تھوڑا پاس آ کر دیکھیں آپ کو بھی لگے گی اور اس کے ہاتھ اور پیر بھی بہت نائیس ہیں چھوٹے چھوٹے سے۔آئیں ناں ماما یہ بیچاری تو خود چھوٹی سی ہے کچھ نہیں کہتی آپکو"۔حریم اس سے تھوڑے فاصلے پر بیٹھی ہوئی تھی اور اس چھپکلی کو بھی شاید اسکی توجہ پسند آئی تھی جبھی وہ بھی آرام و سکوں سے وہاں پسار رہی تھی۔

آنے دیں آج آپ اپنے بابا کو۔میں نے ڈسکوری چینل ہی بند کروا دینا ہے۔آپ جو آج کل اتنا بابا" ساتھ بیٹھ کر دیکھ رہی ہوتی ہیں۔یہ سب اسی کی کرامات ہیں"۔دعا نے تپ کر کہا تھا ایک تو وہ چھپکلی عذاب کی مانند اسکے سر نازل ہوئی تھی اوپر سے حریم اسکا اور جی جلا رہی تھی۔

اور اسی وقت فارس اور مزمل گھر میں داخل ہوئے تھے۔انکو آتا دیکھ کر دعا نے سکھ کا سانس لیا تھا۔جبکہ فارس اسے یوں صوفے پر کھڑا دیکھ بھنویں اچکا کر اسے دیکھنے لگا تھا۔

بھائی یہ دیکھیں کتنی پیاری لیزرٹ ہے"۔حریم کے کہنے پر مزمل اسکی طرف بڑھ گیا تو حریم کی بات" سنتے فارس نے بیٹی کے سامنے کچھ دوری پر آرام فرما چھپکلی کو دیکھا تھا اور پھر دعا کی روہانسی صورت کو ۔اسکا قہقہہ بے اختیار نکلا تھا۔اور اسے یوں ہنستے دیکھ دعا نے اسے شکایتی نظروں سے گھورا تھا۔

فارس پانچ منٹ کے اندر اندر مجھے یہ چھپکلی گھر سے باہر چاہیے۔اور سن لیں آج کے بعد اس گھر میں" ڈسکوری چینل پر پابندی عائد کی جاتی ہے۔"فارس نے اسکی گردن کی پھولتی رگ دیکھ کر اپنی ہنسی روکی تھی۔اب وہ حریم اور مزمل کی طرف بڑھ رہا تھا۔

چلیں جناب ہائی اتھارٹی سے آرڈر آ چکے ہیں۔اس گھسپیٹیے کو باہر نکالنے کا وقت ہوا چاہتا ہے "۔"۔اسکی آواز میں شرارت کا عنصر بڑا واضح تھا۔

بابا گھر سے تو نہ نکالیں۔اس کے بے بیز اپنی ماما کو ڈھونڈیں گے تو پھر یہ واپس کیسے آئے گی ؟"مزمل " کی حساسیت کبھی کبھی دعا کے لیے وبال جان بن جاتی تھی۔اس نے اپنے ہاتھ سے اپنا ماتھا آہستگی سے پیٹ ڈالا۔فارس نے بڑی مشکل سے گلے میں اٹڈ آنے والے قہقہے کو روکا تھا۔

ہوں یہ ذرا غور طلب مسئلہ ہے۔کچھ سوچتے ہیں اس بارے میں۔"وہ خود بھی چوکڑی مار کر ان " دونوں کے پاس بیٹھ گیا تھا اور اب وہاں ایک کانفرنس کا سا سماں تھا جس میں مختلف تجاویز زیر غور تھیں ۔دعا کا فشار خون ہر لمحے بڑھتا محسوس ہو رہا تھا۔

اللہ تعالیٰ یہ کن عجوبوں میں پھنس گئی ہوں میں۔ان تینوں نے مل کر اپنی ان حرکتوں سے کسی دن مجھے " پاگل کر چھوڑنا ہے "۔اوپر کی جانب چہرہ کرتی وہ بڑبڑاتی ہوئی سخت بے بسی کا شکار دکھائی دیتی تھی۔

وہ چھپکلی بے چاری بھی کچھ دیر انکو دیکھنے کے بعد انھیں آپس میں ہی الجھا دیکھ وہاں سے رفو چکر ہو گئی تھی۔دعا نے ڈرتے ہوئے اس جانب نگاہ کی تو وہ اسے کہیں دکھائی نہیں دی تھی۔اس نے یہاں وہاں نظر دوڑا کر اسے تلاشنا چاہا تھا ناکامی پر تشکر کا سانس لیتی وہ نیچے اتر کر کچن کی طرف بڑھ گئی تھی۔وہ تینوں اب بھی ایک دوسرے میں مگن فرش پر ٹانگیں پسار کر بیٹھے ہوئے تھے۔

طلحہ خبردار جو آپ نے اسکو جگایا تو پھر خود ہی سنبھالیے گا"۔ طلحہ جو ابھی ابھی واپس آیا تھا ڈیوٹی سے "
۔ابھی جھک کر وہ روئی کے گالوں والی اپنی بیٹی کے گال چومنے ہی لگا تھا کہ واشروم سے نکلتی گیلا چہرہ لیے وشمہ دبا دبا سا چیخ اٹھی۔ وہ بدمزہ سا ہوتا سیدھا ہوا۔

یہ تو غلط بات ہے یار۔ میرے گھر آنے پر یہ سو جاتی ہے۔ میں کب کھیلا کروں اس کے ساتھ ؟"اس "
کے پاس سے اٹھتا وہ احتجاج کر رہا تھا آواز کا دھیما پن قابل غور تھا۔ وشمہ اسکی بے بسی پر لطف اٹھاتی مسکرا دی۔

رات کو جب جاگتی ہے تب کھیلا کریں ناں۔"وہ اسے مزید تپا رہی تھی۔"

ہاں جی بالکل رات کو جاگ کر اس کے ساتھ کھیلا کروں اور دن کو آن ڈیوٹی سویا کروں۔ ہے ناں "
؟۔اسکے جلے بھنے انداز پر وشمہ نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ کر اپنی ہنسی روکی تھی۔

تم جان بوجھ کر اسکو میرے آنے پر سلا دیتی ہو۔"۔اسکی بدگمانی کا کوئی انت نہ تھا وشمہ کا منہ کھلا تھا۔"

میں کیوں ایسا کروں گی طلحہ ؟۔اور ویسے بھی وہ ابھی بہت چھوٹی ہے اپنی مرضی سے سوتی جاگتی ہے " ۔آپ اسے سوتے ہوئے لاڈی کرے گے تو وہ تنگ ہو گی ۔"اپنے قدرے بھرے بھرے متناسب وجود کے ساتھ دمکتے چہرے میں وہ سیدھا دل میں اترتی محسوس ہو رہی تھی۔

اچھا بیٹی کو نہ صحیح بیوی کو تو تنگ کرنے کی اجازت ہے ناں "۔نچلا لب دانتوں میں داب کر وہ شرارت " سے اسکی جانب بڑھا تھا۔وشمہ کھلکھلا کر تتلی کی طرح اڑتی یہاں وہاں ہوتی اسے چکما دے رہی تھی۔

بالکل نہیں طلحہ ۔مجھے ابھی ڈنر کی تیاری بھی کرنی ہے۔"وہ اسے پکڑ چکا تھا۔اسکی کمر پر اپنی گرفت " مضبوط کرتے وہ اسے اپنے قریب تر کر چکا تھا۔

اتنا پیارا تحفہ دینے کے لیے بہت بہت شکریہ "۔اسکی پیشانی کو چوم کر وہ مسرور سا بولا تھا۔"

پچھلے دو ماہ میں آپ کوئی ہزار بار شکریہ ادا کر چکے ہیں "۔سرخ ہوئے چہرے کے ساتھ وہ شریر سے " انداز میں کہہ رہی تھی۔طلحہ ہنسا تھا۔

تم کیا جانو تم نے مجھے کتنی بڑی خوشی دی ہے بیوی۔"اسکے شانے پر آنکھیں موند کر سر ٹکا دیا۔"

پھر اسی خوشی میں مجھے جانے دیں پلیز۔دیر ہو جائے گی کھانا بننے میں "۔اسکے بہکے سے انداز دیکھ وہ ملتجی " لہجے میں بولی تو طلحہ نے چہرہ اٹھا کر اسکو گھورا تھا۔

بہت ہی کوئی ناکارہ قسم کی بیوی ہو تم یار۔ذرا جو میرا موڈ رومانٹک ہونے دو تم۔"تاسف سے سر نفی " میں ہلاتا وہ اسکو اپنی قید سے آزاد کر گیا تھا۔

بہت بہت شکریہ۔آپ کی یہ ناکارہ بیوی وقت آنے پر آپکا یہ احسان سود سمیت چکائے گی "۔اسکے " سنورے بالوں کو بگاڑ کر وہ تیزی سے باہر کی جانب لپکی تھی۔پیچھے طلحہ اسکی حرکت پر مسکراتا اک نظر بیڈ پر سوئے اس چھوٹے سے وجود کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھ چینج کرنے واشروم کی جانب بڑھ گیا تھا۔

ویک اینڈ کی وہ اک سہانی شام تھی۔آسمان پر کہیں کہیں روئی کے سفید گالوں کی صورت بادل اٹھکیلیاں کرتے دکھائی دیتے تھے۔پارک میں کھلے رنگ برنگے پھول فضا کو مہکا رہے تھے۔طلسماتی گولہ ڈوبنے کے قریب تھا۔مگر اب وہ دعا کو افسردہ نہیں لگتا تھا بلکہ اک نئے عزم سے کل دوبارہ طلوع ہونے کی خوشی سے دمکتا محسوس ہوتا تھا۔انسانی خوشی کا انحصار باہر کی روشنیوں پر نہیں دل کی اندرونی کیفیت پر ہوتا ہے۔وہاں سکوں ہو تو سب بھلا لگتا ہے۔آنکھیں خوشنما دیکھتیں ہیں۔ہر تصویر کا روشن پہلو دکھائی دیتا ہے۔

دعا پارک کے بینچ پر بیٹھی خود سے تھوڑے فاصلے پر کھیلتے حریم،مزمل اور فارس کو دیکھ رہی تھی۔جو بال کو پاؤں کی مدد سے ایک دوسرے کی پہنچ سے دور لے جانے کی تگ و دو میں سر گرم تھے۔بڑی سی کالی چادر کے ہالے میں چمکتا اسکا روشن چہرہ اور مسکراتی روشن آنکھیں اسکے سکون قلب کی گواہ تھیں۔دیکھنے والے کے لیے وہ ایک مکمل فیملی کی ہنستی مسکراتی تصویر تھی۔مگر کون جانتا تھا ان دونوں نے اپنے اپنے حصے کی تکلیفیں اٹھائے اک آگ کا دریا پار کیا ہے۔مگر مسافتوں کی اس کڑی دھوپ کا انت ہوا چاہتا تھا ۔آگے کی زندگی ایک دوجے کی ہمراہی کی گھنی چھاؤں میں خوشگوار بھی تھی اور سہل بھی۔

دعا نے حریم کی کسی بات پر گردن پیچھے کی طرف پھینک کر قہقہہ لگاتے فارس کو دیکھا تھا۔یہ وہ شخص تھا جس کے مزاج کے ہر رنگ سے وہ واقف تھی۔جس کی سنگت میں اس نے اسکی قربتوں کی سختیوں سے محبت بھری نرمیوں کا سفر طے کیا تھا۔اور اس کا رواں رواں گواہ تھا اسکا ہر انداز جان لیوا تھا۔وہ محبتوں سے کندھا ہوا تھا،احساس اسکی سرزشت میں رچا بسا تھا۔جس کا احساس دعا کو اسکی ہمراہی میں گزرے چند ماہ میں ہی اچھے سے ہو گیا تھا۔

URDUNovelians

اسکو گلٹ کے اس فیز سے نکالنا دعا کے لیے بھی آسان نہیں تھا مگر اسکی پر خلوص محبت بھری کوشش اور بچوں کی معصومیت اسے اس سب سے نجات دلانے میں کامیاب رہی تھیں۔اسکی محرومیاں دعا نے بہت شدت سے جانی تھیں اور انکا ازالہ کرنے کی کوشش بھی کی تھی۔وہ اسکے نخرے اٹھاتی تھی۔وہ فارس جو صبح بنا کہے جاگ جایا کرتا تھا اسے جگانے کے لیے اب دعا کو ٹھیک ٹھاک مشقت کرنی پڑتی تھی

۔اسکی محبت میں وہ دن بدن سنورنے کے ساتھ ساتھ بگڑتا بھی جارہا تھا۔اکثر سر درد کا بہانہ بنا کر وہ اسکی گود میں سر رکھ کر لیٹ جایا کرتا تھااور اسکی فرحت بخش انگلیوں کا لمس اپنی پیشانی پر محسوس کرتا مسرور ہوتا تھا۔

وہ کبھی اس سے اپنی محبت کا زبانی اظہار نہیں کیا کرتا تھااس کے لیے اسکی بولتی جذبے لٹاتی آنکھیں ہی کافی ہوتی تھیں جن میں دیکھنا دعا کے بس کا کام اب بھی نہیں تھا۔اسکا ہر عمل اسکی محبت اور دعا کے لیے اسکے دل میں موجود عزت و عقیدت کا عکاس ہوتا تھا۔وہ اسکی دھڑکنوں سے واقف تھی۔نگاہوں کے تاثر سے آشنا تھی۔صبح آفس جاتے اسکی پیشانی پر اپنی محبت کا لمس چھوڑتا تو دعا کو اسکے آگے اظہار محبت کا ہر دوسرا طریقہ ہیچ لگتا۔اسکی قربت میں وہ خود کو کانچ کی گڑیا تصور کرتی تھی جس کی محبتوں کی جنوں خیزی میں بھی احتیاط کی گہری چھاپ ہوتی تھی۔اسکی ہمسفری میں وہ دن بدن نکھرتی جارہی تھی۔دعا فارس خوش قسمت تھی اسکے بخت کا ستارہ فارس احمد تھا۔

وہ کتنی دیر سے اسے مسکراتی نظروں سے خود کو دیکھتے دیکھ رہا تھاآخر وہ اسکی جانب بڑھ ہی آیا۔بچے اب بھی کھیل میں مگن تھے۔

کیا سوچا جارہا ہے دعا فارس "۔اسکے پاس آکر رکتا دونوں ہاتھ پینٹ کی جیب میں ڈالے وہ مسکرایا تھا" جسکے ساتھ اب اسکی آنکھیں بھی دیتی تھیں۔اسکے منہ سے اپنے نام کے ئے آگے جڑااسکا نام سننا اسکے

لیے دنیا کے خوبصورت ترین احساس میں سے ایک تھا۔دعا نے بڑی فرصت سے اسکا وجیہہ چہرہ اپنی آنکھوں میں اتارا تھا۔وہ اٹھ کر اب اسکے سامنے دونوں بازو سینے پر باندھے کھڑی ہوئی تھی۔

"میں سوچ رہی تھی۔فارس احمد میری زندگی کے افق پر چمکنے والا وہ روشن ستارہ ہے جس نے میرے نصیب کے سبھی اندھیروں کو مٹا ڈالا۔یا پھر وہ سورج ہے جو سردیوں کی یخ بستہ زندگی میں جمود پیدا کرتی ہواؤں میں اپنی نرم گرم دھوپ سے تمازت کا احساس پیدا کرتا ہے۔وہ چاند ہے جسکی ٹھنڈی میٹھی سی روشنی گہپ اندھیری رات میں امید کی قندیلیں جلاتی ہے۔پر پھر میں سوچتی ہوں یہ سب تو آپ کو جسٹی فائی ہی نہیں کرتے۔آپ تو صرف فارس ہیں آپ کی تعریف کے لیے بس اتنا ہی کافی ہے اور میری بلند بختی ہے کہ آپ میرے ہیں"۔

اسکی آنکھوں میں دیکھتی وہ فرط جذبات سے آنکھوں میں محبت کی جوت لیے بولتی جا رہی تھی اور اسکے ہر لفظ کے ساتھ فارس احمد کے دل کی دھڑکنوں کے شور میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔وہ اب مسکراتی ہوئی اسے دیکھ رہی تھی جس کے چہرے پر پہلے تو حیرت اور پھر انبساط نے اپنی جھلک دکھائی تھی۔پر اگلے ہی لمحے وہ اپنی ظالم کانچ سی گہری شفاف آنکھوں سے اسے گھور رہا تھا۔دعا گڑبڑائی سی ادھر ادھر دیکھنے لگی تھی۔

(لو جی !اب کیا گستاخی ہو گئی صاحب بہادر کی شان میں۔خود تو کبھی اظہار الفت میں ایک شعر تک زبان سے نہیں نکل سکا اور یہاں میں نے پوری نثر پڑھ دی پھر بھی محترم کے مزاج نہیں مل رہے)۔

"کیا ہوا کچھ غلط بول دیا ہے میں نے"۔اسے مسلسل خود کو گھورتا پا کر وہ من منائی تھی۔اپنی آنکھوں سے اسے حواس باختہ کرنے کا ہنر وہ آج بھی خوب رکھتا تھا۔

تم نے جان بوجھ کر پبلک پلیس پر اتنے خوبصورت انداز میں اظہار کیا ہے ناں۔اب بدلے میں میں اپنے طریقے سے جواب بھی نہیں دے سکتا"۔بدمزہ ہوتا معنی خیزی سے کہتا وہ دل کو ڈپٹتا ہوا اسکے دلفریب چہرے سے نگاہیں ہٹا گیا تھا۔اسکی بات سمجھتے گلنار ہوئے چہرے کے ساتھ وہ کھل کر ہنسی تھی۔وہ اب ارد گرد تھوڑے فاصلے پر موجود لوگوں کو بے بسی بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے آنکھوں ہی آنکھوں میں انھیں وہاں سے غائب کرنے کا خواہشمند ہو۔اسکے تاثرات سے محظوظ ہوتی دعا کی جلترنگ ہنسی نے جلتی پر تیل کا کام کیا تھا۔اسے تیوری چڑھی تھی۔

اسی لیے تو اس جگہ کا انتخاب کیا ہے"۔وہ اسکو تپانے کے لیے شوخ سی آواز میں بولتی اسکی حالت سے حظ اٹھا رہی تھی۔مگر اسکی ساری شوخی تب ہرن ہوئی تھی جب وہ گہری نگاہیں اسکے مسکراتے ہونٹوں پر جمائے اسکی جانب بڑھا تھا۔سٹپٹا کر اس نے اپنے قدم پیچھے کی جانب لیے تھا۔سرخ ہوئے چہرے کے ساتھ وہ ارد گرد دیکھنے لگی تھی۔

فارس کیا کر رہے ہیں پلیز سب دیکھ رہے ہیں"۔اسے اسکی جانب سے ایسی پیش قدمی کی قطعی امید نہیں تھی اسکی بوکھلاہٹ جائز تھی۔

تو کس نے کہا تھا یوں میرے سوئے ہوئے جذبات کو للکارو وہ بھی سب کے سامنے"۔زیر لب ہنسی چھپاتے وہ اسکی غیر ہوتی حالت سے لطف اٹھا رہا تھا جو روہانسی ہوئی صورت کے ساتھ اب کسی بھی پل رو دینے کو تھی۔وہ اب بالکل اسکے قریب آ پہنچا تھا پیچھے بینچ تھا دعا کے قدم رکے تھے۔اس نے سختی سے آنکھیں میچ ڈالی تھیں۔فارس نے بہت مشکل سے اپنے امڈتے قہقہے کا گلا گھونٹا تھا۔

ایک شرط پر جان بخشی ہو سکتی ہے "۔اسکی آواز پر دعا نے جھٹ سے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا تھا جو " اسکے چہرے سے نظریں ہٹاتا اب پیچھے نظر آتی جھیل پر نظریں جمائے ہوئے تھا۔

مجھے منظور ہے "۔سرعت سے بنا سنے ہی وہ مان گئی تھی۔فلحال جس اوکھلی میں اس نے سر دے دیا تھا " وہاں سے جان بچانا لازم تھا۔

گھر جا کر ہمارے بیڈ روم میں بالکل من و عن الفاظ میں اسی طریقے سے تم دوبارہ اظہار محبت کرو گی " ۔اور ایک لفظ بھی یہاں سے وہاں نہیں ہو دعا فارس۔تم جانتی ہو میری میموری کتنی شارپ ہے "۔انگلی اٹھا کر اسکی چھوٹی سی ناک میں چمکتی لونگ کو چھو کر اس نے بڑے مان بھرے انداز میں دھمکی دی تھی دعا نے فوراً سر اثبات میں ہلا دیا۔

وہ سحر انگیز مسکراہٹ ہونٹوں پر سجائے اسے ایک آنکھ دبا کر دیکھتا واپس مڑ گیا تھا۔پیچھے دعا نے آنکھیں بند کرتے اپنے سینے میں اٹکے سانس کو بحال کرتے اپنے دھڑ دھڑ کرتے دل پر ہاتھ رکھا تھا۔لبوں سے اک سکوں آمیز سانس خارج ہوئی تھی۔اسکی پہلی شرارت ہی اسے کافی بھاری پڑی تھی۔مزمل اسے آواز دے رہا تھا۔اس نے پلکیں اٹھا کر اسے دیکھا تھا اور مسکراتے ہوئے ان کی جانب بڑھ گئی تھی۔

کڑی مسافتوں کے بعد وہ دو ٹوٹے ہوئے دل ایک دوسرے کے ساتھ مل کر جڑ گئے تھے۔کبھی نہ جدا ہونے کے لیے۔

ختم شد۔

اور یہاں ختم ہوتا ہے "میرے درد کی تجھے کیا خبر" کا اور آپ سب کا ساتھ۔ آخری قسط ہے تو اس پر 💖 تبصرہ کرنا بالکل مت بھولیے گا۔

تیرا عشق میری بندگی

کرن رفیق

اس وقت وہ پنجاب یونیورسٹی کے گراؤنڈ میں بیٹھی اپنے ساتھ ہونے والے ماضی کے اس حادثے کے بارے میں سوچ رہی تھی جس نے اسکی اور اسکی بہن کی زندگی بدل کر رکھ دی تھی۔۔۔ وہ سوچ رہی تھی کہ کب اسکی بہن زندگی کی طرف واپس آئے گی اور کب وہ ماضی کے حادثے کو بھولے گی اور معمول کی طرح اپنے دل میں اللہ سے دعا کر کے اٹھی اور اپنا آنسو جو غلطی سے بھی وہ نہیں چاہتی تھی کہ نکلے صاف کیا اور کلاس کی طرف چل دی۔۔۔۔۔۔

جونہی وہ کلاس میں انٹر ہوئی ایک لڑکے نے اسے دیکھتے ہی سیٹی بجائی جبکہ باقی کلاس کو تو مانو جیسے سانپ سونگھ گیا۔۔ چونکہ سر فاروق کے آنے میں ابھی ٹائم تھا اس لئے وہ اس لڑکے کے بلکل مقابل کھڑی ہوئی اور اس سے پوچھا۔۔۔۔۔۔

نئے آئے ہو کیا؟؟؟؟؟

جواب میں وہ لڑکا اسے غور سے دیکھنے لگا۔ گندمی رنگت۔۔ لمبے بال جن کی پونی ٹیل بنائی ہوئی تھی۔ لمبی اور گھنی پلکیں، گلابی ہونٹ، تیکھے نین نقش، پتلی سی ناک، بھوری آنکھیں جن کی چمک میں انسان کھو

جائے،، لائٹ پنک کلر کی شرٹ کے نیچے سفید کیپری پہنے اور ڈوپٹے کو مفلر کے انداز میں لپیٹا ہوا ۔۔۔وہ واقعی خوبصورت لگ رہی تھی۔یشفعہ نے اس کے آگے چٹکی بجائی اور وہ ہوش کی دنیا میں واپس آیا۔اس نے پھر سے اپنا سوال دھرایا۔۔۔۔۔

نئے آئے ہو کیا؟؟؟؟؟

حارب۔۔۔۔حارب نام ہے میرا۔۔۔کل ہی یونیورسٹی جوائن کی ہے۔۔۔۔

حارب نے یہ بولتے ہی یشفعہ کے آگے اپنا ہاتھ بڑھایا۔۔

یشفعہ نے حیرانگی سے حارب کو دیکھا باقی کلاس کا حال بھی مختلف نہ تھا۔

یشفعہ نے کلاس کے ایک لڑکے کو بلایا اور اس سے پوچھا۔۔۔۔

کیوں عمر مجھے یہ ہاتھ تھامنا چاہیے؟؟؟

عمر جو یشفعہ سے چار فٹ دور کھڑا تھا نے ایک نظر یشفعہ کو دیکھا اور پھر حارب کو دیکھ کر اپنی گردن نفی میں ہلادی کیونکہ اسے اچھی طرح یاد تھا جب عمر نے دور سے ہی اسے ہاتھ ہلایا اور آنکھ ماری تھی دو دن ہوسپٹل میں رہ کر آیا تھا۔

حارب نے غصے سے عمر کے سینے پر ہاتھ رکھ کر اسے زور سے دھکا دیا اور یشفعہ کی کلائی تھام لی۔

تمام لڑکیوں نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا کیونکہ ان کو پتہ تھا اب کیا ہونے والا ہے۔ ٹھیک اگلے پانچ منٹ بعد حارب کلاس کے سامنے مرغا بنا ہوا تھا۔۔۔۔۔

ہوا یوں کہ جیسے ہی حارب نے یشفعہ کی کلائی پکڑی یشفعہ نے اپنا سر اسکی ناک پر مارا حارب نے جلدی سے یشفعہ کی کلائی چھوڑ دی۔۔یشفعہ نے پے در پے تین چار پنچز حارب کے پیٹ پر مارے جونہی حارب نے اپنا پیٹ پکڑا یشفعہ نے اسکی شرٹ کو پیچھے سے پکڑا اور زور سے اوپر کو کھینچا۔۔

جس کے نتیجے میں اس کی شرٹ پھٹ گئی۔ پھر یشفعہ نے ایک زور دار کک اس کی کمر پر لگائی اور وہ لڑکھڑاتا ہوا ڈائس پر جا گرا۔اس سے پہلے کہ یشفعہ کو مزید غصہ آتا حارب نے اپنے دونوں ہاتھ جوڑ کر اس کے سامنے کئے اور بولا۔۔۔۔

ایم سوری سسٹر۔۔۔ پلیز مجھے معاف کر دو۔ میں آئندہ ایسا کچھ نہیں کروں گا۔۔۔۔

یشفعہ نے نخوت سے اسے دیکھا پھر کلاس کی طرف منہ کر کے بولی۔۔۔۔۔

کیوں گرلز کیا پنشمینٹ ہونی چاہیے اس کی۔؟؟؟؟؟

آئی تھینک اسکو مرغا بنا کہ پوری یونیورسٹی کا چکر لگوانا چاہیے کیا خیال ہے؟؟؟

یشفعہ نے خود ہی جواب دے کر حارب کی طرف دیکھا جس کے چہرے پر ڈر اور خوف واضع تھا۔اور اس سے پہلے کہ یشفعہ اپنی بات پر عمل کرتی۔ حارب جلدی سے اس کے قدموں میں بیٹھ گیا اور بولا۔۔۔۔

پلیز سسٹر ایسا نہ کرو۔۔۔ میں پوری یونیورسٹی میں بدنام ہو جاؤں گا۔۔ میرے ابا نے بڑی محنت کر کے یہاں بھیجا ہے۔۔۔۔ پلیز معاف کر دو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

جب لڑکیوں کو چھیڑتے ہو تب تم لوگوں کو اپنے ماں باپ یاد کیوں نہیں آتے۔۔ تب ان کی محنت یاد کیوں نہیں آتی۔۔ گھر میں تمہاری بہن بھی تو ہو گی۔ اگر اس کے ساتھ کوئی یہ سب کرے تو تمہیں کیسا لگے گا؟؟؟ خیر سزا تو میں پھر بھی تمہیں دوں گی۔ اب جاؤ اور جا کر ساری کلاس کے سامنے مرغا بنو۔۔

یشفعہ اپنے غصے کو بمشکل ضبط کرتے ہوئے بولی۔

حارب جلدی سے جا کر مرغا بن گیا۔۔۔ اور پوری کلاس قہقہوں سے گونج اٹھی۔۔

اور ہاں ایک بات اور ہر روز اسی طرح سر فاروق کے آنے سے پہلے تم مرغا بنو گے لیکن شرٹ پہن کر۔۔ اور اگر تم نے اپنی سزا میں ذرا سی بھی کوتاہی کی تو یاد رکھنا یشفعہ اسد جہانگیر تمہیں چھوڑے گی نہیں۔۔۔۔۔

یشفعہ اپنی بات مکمل کر کے مڑنے ہی لگی تھی جب کچھ یاد آنے پر پھر پلٹی۔۔۔۔

اب جاؤ اور کسی سے شرٹ لے کر پہنو۔۔ کیونکہ آج کے لئے کافی سبق سیکھ لیا ہے۔۔۔۔۔

یہ کہہ کر وہ اپنی جگہ پر بیٹھ گئی۔ حارب جلدی سے اٹھا اور کلاس کے ایک لڑکے سے جیکٹ لے کر پہنی اور اپنی جگہ پر بیٹھ گیا۔۔۔۔

تھوڑی دیر بعد حارب نے اپنے ساتھ بیٹھے لڑکے سے پوچھا۔۔۔۔

یہ یشفعہ اسد ہے کون؟؟؟

میجر ریٹائرڈ اسد جہانگیر کی بڑی بیٹی،، بلیک بیلٹ ہے اور نہلے پہ دہلہ پانچ ماہ کی آرمی ٹریننگ بھی لی ہوئی ہے۔۔۔۔۔۔

اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور پوچھتا سر فاروق کلاس میں انٹر ہوئے اور سب ان کی طرف متوجہ ہو گئے۔۔۔۔

: لوکیشن اسلا آباد

جیسے ہی وہ اپنے آفس میں داخل ہوا سامنے کرسی پر

علی کو سوتے دیکھ کر مسکرایا اور خود سے بڑبڑایا۔۔

تو کبھی نہیں سدھر سکتا۔۔۔۔۔۔۔۔

سدھر سکتا ہوں بشرطیکہ کوئی سدھارنے والی آ جائے۔۔۔۔۔

علی نے اس کی بڑبڑاہٹ سنی اور جلدی سی آنکھیں کھول کر بولا۔

وھاج کو پتہ تھا کہ وہ سویا نہیں ہے بس سونے کی ایکٹنگ کر رہا ہے تاکہ وہ اس کو مسکراتا ہوا دیکھ سکے۔۔۔ علی نے اسکی مسکراہٹ کو دیکھا اور دل ہی دل میں اللہ سے دعا کی کہ یہ مسکراہٹ ہمیشہ قائم رہے۔۔۔

پھر تیرے سدھرنے کے کوئی چانسز نہیں کیونکہ تجھ جیسے گدھے کو کون اپنی لڑکی دے گا؟؟؟؟؟۔

وھاج ٹیبل سے ایک فائل اٹھا کر علی کے سامنے چیئر پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

علی نے وھاج کو مصنوعی گھوری سے نوازہ اور دانت پیستے ہوئے بولا۔۔

آپکی اطلاع کے لئے بتادوں میجر صاحب کہ کل میری منگنی ہے اور وہ بھی اس شہر کے مشہور انڈسٹریل شاذر شاہ کی چھوٹی اور لاڈلی بیٹی مومنہ شاہ سے۔۔۔۔۔۔

یہ کب ہوا؟؟؟

وھاج شاک کی کیفیت میں بولا۔

علی نے اس کے چہرے کے ایکسپریشن دیکھے اور بڑے مزے سے بولا۔

دو دن پہلے میں نے مومنہ کو پرپوز کیا۔اس نے اپنے پیرنٹس سے بات کی میں نے اپنے بابا سے بات کی اور بابا کو بھی کوئی اعتراض نہیں تھا اس لئے انہوں نے مومنہ کے پیرنٹس سے مل کر کل کی ڈیٹ فائنل کر لی۔۔۔

جونہی علی نے اپنی بات مکمل کر وھاج کی طرف دیکھا تو ڈرتے ہوئے ایک نظر بند دروازے کو بھی دیکھا۔کیونکہ وھاج نے اپنے ہاتھ میں جوتا پکڑا ہوا تھا جو علی کو اس وقت کسی بندوق کی گولی سے کم نہیں لگ رہا تھا۔اور اوپر سے وہ علی کو ایسے گھور رہا تھا جیسے کوئی پولیس والا قتل کے ملزم کو گھورتا ہے۔۔۔۔

چل علی کلمہ پڑھ لے آج تجھے کوئی نہیں بچا سکتا۔۔۔۔۔۔۔

علی خود سے بڑبڑایا۔

جونہی وھاج علی کی طرف بڑھا علی اپنی جگہ سے اٹھا اور بولا۔۔۔۔

دیکھ وجی (وھاج) بیٹھ کر بات کرتے ہیں اس طرح جوتے کی زبان میں کون بات کرتا ہے اور ویسے بھی کل میری منگنی ہے تو کیوں تم نے اپنی ہونے والی بھابھی سے بدعائیں لینی ہیں؟؟ -

وھاج نے علی کی ایک نہ سنی اور اسکی پٹائی شروع کر دی۔۔۔جب وھاج تھک گیا تو پانی پینے کے لئے پیچھے ہٹا۔اور علی نے موقعہ غنیمت دیکھتے ہوئے چہرے پر بیچارگی سجائی اور دونوں ہاتھ وھاج کے سامنے جوڑتے ہوئے بولا۔

دیکھ بھائی تو جیتا میں ہارا۔۔اب معاف کر دے۔۔اور آئندہ سے میرے باپ کی توبہ جو میں تجھ سے کچھ چھپاؤں۔۔پلیز میرے یار رحم کر اپنے اکلوتے دوست پر کیوں میرے آنے والے چنامنا کی بدعائیں بھی لینا چاہتا ہے۔۔۔۔۔۔۔

وھاج نے جوتا نیچے رکھا اور علی کی طرف دیکھا جو چہرے پر دنیا بھر کی مسکینی سجائے کھڑا تھا۔وھاج علی کے کان کے پاس جا کر سرگوشی والے انداز میں بولا۔

مجھے نعمان سر (علی کے والد) نے سب کچھ بتا دیا تھا تیرے پرپوزل سے لے کر تیری منگنی تک انفیکٹ یہ کہنا زیادہ مناسب ہو گا کہ سب کچھ میری مرضی سے طے ہوا ہے۔۔۔۔

وھاج بول کر پیچھے ہٹا تو علی کی طرف دیکھا جو خونخوار نظروں سے وھاج کو گھور رہا تھا۔۔

بے غیرت انسان پھر اس چھترول کا مطلب؟؟؟؟

مطلب صاف ہے کہ تو آئندہ مجھ سے کچھ نہیں چھپائے گا۔۔۔۔۔

وھاج نے اطمینان سے جواب دیا۔اور دوبارہ سے چیئر پر بیٹھ گیا۔

تم اور تمہارے نعمان سر جینے نہیں دو گے مجھے۔۔۔

علی دانت پیستے ہوئے بولا۔

ہاں بلکل ایسا ہی ہے۔۔۔۔۔۔

وھاج نے اسے مزید چڑایا۔

اللہ کرے تیری بیوی ایسی ہو جو تجھے تیری نانی یاد کروادے۔اللہ کرے وہ تیری اتنی چھترول کرے اتنی کرے کہ تو کانوں کو ہاتھ لگائے۔۔۔۔۔

علی چڑتے ہوئے بولا۔

آمین۔۔۔۔۔

وھاج نے اس مزید زچ کیا۔

علی کو غصہ آرہا تھا اس کے ڈھیٹ پن پر اس لئے اس نے نہ آئو دیکھا نہ تائو اور پانی سے بھرا جگ وھاج پر الٹ دیا۔ وھاج نے ایک نظر اپنے کپڑوں کو دیکھا اور پھر علی کی طرف غصے سے دیکھا۔۔۔ مطلب صاف تھا بیٹا اب بچ کہ دیکھا۔۔۔

علی نے جونہی وھاج کے تیور دیکھے جلدی سے پانی

سے بھرا گلاس اپنے اوپر الٹ لیا۔۔ پھر دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھا اور ایک ساتھ قہقہہ لگایا۔

اووو شٹ۔۔۔۔۔۔

وھاج نے اپنی پیشانی پر ہاتھ مارا۔

کیا ہوا؟؟

علی نے سنجیدگی سے پوچھا۔

نعمان سر نے ایک گھنٹہ پہلے میٹنگ کا بولا تھا اور اب میٹنگ سٹارٹ ہونے میں صرف دس منٹ باقی ہیں۔۔۔۔۔

وھاج معصوم بنتے ہوئے بولا۔۔

لیکن اس وقت علی کو اس کی معصومیت زہر لگ رہی تھی۔۔ علی نے وھاج کو گھورا اور بولا۔

اب بھی نہ بتاتے کہ میٹنگ ہے۔۔ جب وہ ہٹلر (نعمان)

ہمارا کورٹ مارشل کرواتا تب بتا دیتے۔۔۔۔۔

اچھا ٹھیک ہے میری غلطی ہے مجھے بتانا چاہیے تھا اب چل میٹنگ کے لئے۔۔۔

وھاج شرمندہ سا بولا۔

میں اس حلیہ میں میٹنگ میں جاؤں گا۔۔ پاگل کتے نے نہیں کاٹا مجھے۔۔۔۔۔

علی نے اپنے کپڑوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

اگر یاد ہو تو تیرے آفس میں ہمارے پرانے یونیفارم پڑے ہوئے ہیں۔ اس لئے جلدی سے چل اور اب کوئی بحث نہیں۔۔۔۔

علی کا منہ کھلتے دیکھ کر وھاج سختی سے بولا۔

اور وہ دونوں علی کے آفس کی جانب چل دیئے۔۔۔۔۔

: لوکیشن لاہور (ریڈ لائٹ ایریا)

رضیہ بیگم اس وقت ہمیں صرف یہ بتائیں کہ محفل میں رقص کون کر رہا ہے؟ باقی باتیں بعد میں ہوں گی۔۔۔۔

عثمان خان شراب پیتے ہوئے خباثت سے بولا۔

سرکار دو دن پہلے کچھ لڑکیاں آئیں ہیں آپ ان کو دیکھ لیں پھر جو آپکو پسند ہو گی اسی سے آج کی محفل میں چار چاند لگوائیں گے۔۔۔۔۔۔

ایک عورت جو نازیبا لباس میں عثمان خان کے سامنے بیٹھی تھی اس کی خوشامد کرتے ہوئے بولی۔

دل خوش کر دیا رضیہ آج تم نے۔۔۔۔۔۔۔۔

عثمان خوشی سے بولا۔

سرکار آپکی کرم نوازی ہے بس۔۔۔ ویسے سرکار آپ سے ایک بات پوچھنی تھی۔۔۔۔۔۔۔

عثمان خان نے ایک مرتبہ رضیہ بیگم کو دیکھا اور کچھ

بھانپتے ہوئے بولا۔

دیکھو رضیہ آج میں بہت خوش ہوں اس لئے سوچ سمجھ کر کچھ بھی پوچھنا۔۔۔۔۔۔

اس نے رضیہ بیگم کو آنکھوں سے تنبیہ کی۔

سرکار محفل شروع ہونے والی ہے آپ آ جائیں۔۔۔۔۔

رضیہ نے بات بدلی اور وہاں سے کھسک جانے میں ہی عافیت جانی۔

اور عثمان خان دوبارہ سے شراب کی طرف متوجہ ہو گیا۔۔۔۔۔۔

: لوکیشن لاہور

یشفعہ جیسے ہی گھر کے اندر داخل ہوئی اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔گارڈن میں کوئی نہیں تھا۔ سامنے چار کرسیاں اور ایک میز تھا تھوڑے سے فاصلے پر ایک جھولا لگا تھا۔جس کے اوپر ایک کتاب پڑی ہوئی تھی۔یشفعہ کتاب دیکھ کر مسکرائی اور خود سے بولی۔۔۔

لگتا ہے بیا نے اپنا کام کر دیا ہے۔اور بابا کو میرے آنے سے پہلے ہی کہیں مصروف کر دیا ہے۔۔ سر فاروق کو تو میں چھوڑوں گی نہیں۔اگر مجھے اس لنگور کی پٹائی کرتے ہوئے دیکھ ہی لیا تھا تو بابا کو بتانے کی کیا ضرورت تھی۔وہ تو اچھا ہوا مجھے بیا نے بتا دیا۔۔۔۔۔

یہ بولتے ہی وہ گھر کے اندر داخل ہوئی اور دبے دبے قدموں سے سیڑھیاں چڑتے ہوئے اپنے روم میں چلی گئی۔۔۔روم میں انٹر ہوتے ہی اس نے مائے لو کے نام سے ایک نمبر کھولا اور میسج ٹائپ کیا۔

تھینکیو سو مچ مائے لو۔۔۔۔۔۔

میسج ٹائپ کر کے وہ بیڈ پر گرنے والے انداز میں لیٹی۔۔ابھی اسے لیٹے دس منٹ ہی ہوئے تھے کہ اسے اپنے روم کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی وہ جانتی تھی کہ اس وقت بیا کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو گا اس لئے وہ آنکھیں بند کئے لیٹی رہی۔۔۔۔۔۔۔

اریب (بیا) اس کے پاس بیڈ پر بیٹھ گئی اور غور سے یشفعہ کو دیکھنے لگی جو سوتے ہوئے بلکل معصوم لگ رہی تھی۔اریب جھکی اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے بولی۔۔۔۔

عاشو (یشفعہ) یہ تمہاری پانچویں کمپلین آئی ہے اس مہینے میں۔۔۔ پلیز مت جھگڑا کرو کسی سے اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو میں کیا کروں گی۔۔۔۔۔۔۔

اتنے میں اریب کا ایک آنسو یشفعہ کے بائیں گال پر گرا۔یشفعہ نے ایک جھٹکے سے آنکھیں کھولیں اور اریب کو گلے لگا لیا۔اتنے میں اریب نے زار و قطار رونا

شروع کر دیا۔کیونکہ وہ نہیں چاہتی تھی کہ جو غلطی اس سے ہوئی اسکی بہن بھی وہی دہرائے۔

پلیز بیا ڈونٹ کرائے۔۔یور ٹیرز ہرٹنگ می۔۔ پلیز سٹاپ اٹ یار۔۔۔۔۔

لیکن اریب نے یشفعہ کی بات سن کر مزید رونا شروع کر دیا۔

او کے فائن۔۔اب نہیں جھگڑوں گی کسی سے۔۔۔۔۔

یشفعہ ہار مانتے ہوئے بولی۔

اریب نے جلدی سے آنسو صاف کئے اور مسکراتے ہوئے بولی۔۔۔

پکانہ؟؟؟؟؟

ہاں میری ماں پکا۔۔۔

یشفعہ اریب کا ناک دباتے ہوئے بولی۔

اچھا وہ کل شاذر ماموں کی بیٹی کی منگنی ہے اور انہوں نے تمہیں خاص طور پر آنے کا بولا ہے۔۔۔

اریب نے یشفعہ کو مطلع کیا۔

یار ماموں کو بھی اور کوئی کام نہیں ہے کیا کبھی آمنہ کی شادی ہے آ جائو کبھی عائشہ کا نکاح ہے آ جائو اور اب مومنہ کی منگنی ہے آ جائو مطلب حد ہو گئی ہم کوئی اتنے فری ہیں جو چلیں جائیں اور ویسے بھی جب تک ماموں خود مجھے آنے کا نہیں بولیں گے میں نہیں جائوں گی۔۔۔۔۔۔۔۔

یشفعہ مصنوعی غصے سے بولی۔۔

اچھا ٹھیک ہے میں پھر بابا کو بولتی ہوں کہ وہ ماموں کو بولیں کہ وہ خود تمہیں کال کر کے انوائٹ کریں ۔۔۔۔۔

اریب مسکراہٹ دباتے ہوئے شرارت سے بولی۔

نہیں۔۔ نہیں میں تو مذاق کر رہی تھی بیا تم تو سیریس ہی ہو جاتی ہو۔۔۔۔۔

یشفعہ گڑبڑاتے ہوئے بولی۔

میں بھی مذاق کر رہی تھی میری جان۔۔۔۔اب یہ سب باتیں چھوڑو اور مجھے یہ بتائو تمہارا فنکشن کے لئے کونسا ڈریس پیک کروں۔۔۔۔۔۔

اریب اس کی الماری کھول کر ڈریسز کو دیکھتے ہوئے بولی۔۔۔۔

یشفعہ نے پہلے کچھ سوچا پھر بولی۔۔۔۔

بیا تم بھی چلو نہ میرے ساتھ ۔۔۔ مومنہ بھی تمہیں مس کرے گی۔۔۔۔۔۔

اریب کے ہاتھ جہاں تھے وہیں رک گئے اور بمشکل اپنے آنسو ضبط کرتے ہوئے بولی۔۔۔

جب جانتی ہو کہ تمہاری کوشش بیکار جائے گی تو مت

کیا کرو۔۔اور ویسے بھی تم جانتی ہو کہ میں گھر سے باہر نہیں نکلتی تو ایسی امید مت لگایا کرو۔۔۔۔

بیا کیا تم وہ حادثہ بھول نہیں سکتی؟؟ میں مانتی ہوں کہ میری۔۔۔۔۔۔۔۔۔

بس عاشو بہت ہو گیا مجھے اس بارے میں کوئی بات نہیں کرنی اور اگر تم چاہتی ہو کہ میری ناراضگی

ساتھ لے کر نہ جاؤ تو پلیز اس ٹاپک پر بحث کرنا بند کر دو۔۔اور اب بتاؤ کونسا ڈریس نکالوں؟؟؟؟

اریب درمیان میں ہی یشفعہ کی بات کو کاٹتے ہوئے سپاٹ چہرے کے ساتھ بولی۔۔۔

وہ بلیو اور وائٹ والا۔۔۔۔

یشفعہ نے مسکرا کر جواب دیا۔

اریب نے اس کا ڈریس نکالا اور وہاں سے چلی گئی جبکہ یشفعہ یہی سوچتی رہ گئی آخر کب وہ اریب کو نارمل

زندگی گزارتے دیکھے گی؟؟؟ لیکن کون جانے کہ اللہ اس کی دعاؤں کو بہت جلد قبول کرنے والا

ہے۔۔۔۔

: لوکیشن اسلا آباد

میجر وھاج آپ کو ایک نیا مشن دیا جا رہا ہے اور ہم سب امید کرتے ہیں کہ آپ ہر مشن کی طرح اس مشن میں بھی ہمیں سرخرو کریں گے۔۔۔۔۔

کرنل نعمان بیگ مضبوط لہجے میں بولے۔

انشاءاللہ سر۔۔۔۔۔

وھاج نے سنجیدہ انداز میں جواب دیا۔

اس وقت میٹنگ روم میں سات لوگ تھے جو نا صرف آرمی کے بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے بلکہ ایک خفیہ ایجنسی کے نمائندے بھی تھے۔ کرنل نعمان نے وھاج کا پچھلا ریکارڈ دیکھتے ہوئے اس کو اس مشن کی ذمہ داری سونپی۔۔۔۔۔

اینڈ موسٹ امپورٹنٹ تھینگ۔۔۔ کہ آپ کو یہ مشن کمپلیٹ کرنے کے لئے صرف 35 دن دیئے جائیں گے اور اس ٹائم لمنٹ کے بعد آپکو ایک سیکنڈ بھی ایکسٹرا نہیں دیا جائے گا۔۔ گاٹ اٹ۔۔؟؟

کرنل نعمان بیگ تنبیہی انداز میں وھاج کی طرف دیکھتے ہوئے بولے۔۔

یس سر۔۔۔ انشاءاللہ آپکی امیدوں پر پورا اترنے کی کوشش کروں گا۔

میجر وھاج نے مئودب انداز میں جواب دیا۔

یہ فائل لیں اور اس پر مکمل بریفنگ اور اگلا لائحہ عمل آپ ہمیں اگلے دو دنوں میں بتائیں گے۔۔۔۔۔

نعمان بیگ نے وھاج کو ایک فائل پکڑاتے ہوئے کہا۔

وھاج نے ایک نظر اس کو دیکھا اور بولا۔

شیور سر۔۔۔۔

چلیں پھر انشاء اللہ دو دن بعد اسی جگہ ملاقات ہو گی۔ تب تک مے لئے اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔۔۔۔

یہ بول کر نعمان بیگ اپنی چیئر سے اٹھے اور روم سے باہر چلے گئے۔۔۔

باقی سب بھی آمین بول کر باہر کی جانب چل دیئے۔۔۔

جونہی وہ میٹنگ روم سے باہر نکلا چھوٹے نام کے نمبر سے 40 مس کالز اور 257 میسجز دیکھ کر پریشان ہوا اور فورا کال بیک کرنے لگا۔

جیسے ہی کال ریسیو کی گئی دوسری طرف سے بغیر بریک کے بریفنگ شروع ہو چکی تھی۔

وعلیکم اسلام۔۔۔ ہم سب ٹھیک ہیں اور دادو بھی بلکل ٹھیک ہیں۔۔ میرے پیپرز ختم ہو چکے ہیں۔ میں، عابی (عبداللہ) اور دادو کل پاکستان آرہے ہیں۔۔ اور آپ کے پوچھنے سے پہلے ہی میں بتادوں کہ دادو نے پچھلے دو دنوں سے بھوک ہڑتال کی ہوئی تھی جس کی وجہ سے عابی اور مجھے ماننا پڑا اور یہ آئیڈیا میرا تو

بلکل بھی نہیں ہے۔۔اور آخری بات داد و بول رہے ہیں اگر آپ نے مجھے ڈانٹا تو وہ بھوک ہڑتال پھر سے شروع کر

دیں گے۔۔۔۔

زرلال نے ایک ہی سانس میں ساری بات کہہ دی تاکہ وھاج اسے ڈانٹ نہ سکے اور وہی ہوا جس کی زرلال توقع کر رہا تھا۔۔۔

کب ہے فلائٹ؟؟؟؟

وھاج نے تحمل سے پوچھا۔

کل صبح گیارا بجے آپکو اپنے دیدار کا شرف بخشیں گے۔۔۔

زرلال نے شرارت سے جواب دیا۔

پھر میں اس چہرے کو ایسا شرف بخشوں گا کہ یہ کسی اور کو اپنے دیدار کا شرف نہیں بخش سکے گا۔۔۔۔۔

وھاج نے دانت پیستے ہوئے کہا۔۔

ہاہاہاہا۔۔ بھائی آپ تو مجھے لڑکیوں کی طرح شرمانے پر مجبور کر رہے ہیں۔۔۔۔۔

زرلال قہقہ لگا کر بولا۔

او خبیث انسان بریک پر پائوں رکھ اور یہ بتا باقی سب کدھر ہیں؟؟؟

وھاج کو پتہ تھا کہ اگر ایک بار زرلال شروع ہو گیا تو اسے روکنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے اس لئے اس نے بات بدلنے میں ہی عافیت جانی۔۔۔۔

دادو میڈیسن کھا کر سو گئے ہیں اور عابی اس وقت ہوسپٹل میں ڈیوٹی پر ہے۔

زرلال نے شاید پہلا جواب تھا جو سنجیدگی سے دیا تھا

اچھا ٹھیک ہے پھر میں فون رکھتا ہوں کل انشاءاللہ ملاقات ہو گی۔۔۔اللہ حافظ۔۔۔۔

وھاج یہ بول کر کال ڈراپ کرنے ہی والا تھا جب زرلال پھر سے بولا۔

وجی بھائی۔۔۔ماما اور بڑے پاپا کو کچھ مت بتایئے گا۔۔۔

او کے اور کچھ ؟؟؟؟

وھاج نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

ہاں۔۔۔لو یو اینڈ مس یو سو مچ۔۔۔۔۔

زرلال نے شرارت سے جواب دیا۔۔

تو اور علی سدھرنے والی چیز ہی نہیں ہو۔۔۔۔۔۔۔

وھاج نے ہنستے ہوئے کہا اور کال بند کر دی۔۔۔۔۔

کیا عابی اس کے بغیر یہاں رہ لے گا؟؟؟؟

وھاج نے خود سے سوال کیا اور پھر آسمان کی طرف دیکھ کر مسکرا دیا۔۔۔۔

: لوکیشن لاہور

فیصل آباد سے کتنے بچے اور لڑکیوں کو پکڑا تھا؟؟؟؟

عثمان خان نے دھاڑتے ہوئے ایک آدمی سے پوچھا۔

س۔۔ سس۔۔۔ سر سولہ بچے اور چودہ لڑکیاں اٹھائیں تھیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اس آدمی نے ڈرتے ڈرتے جواب دیا۔

تو ایک بچہ کہاں گیا؟؟؟؟

عثمان خان نے اس آدمی کو مارتے ہوئے پوچھا۔

اس سے پہلے کہ وہ آدمی جواب دیتا۔۔ عثمان کا پی اے حماد اندر داخل ہوا اور بولا۔

سر وہ بچہ مل گیا ہے۔۔ وہ وہیں ٹرک کے قریب ایک جھاڑی میں چھپا ہوا تھا۔۔ لیکن اب ہمارے قبضے میں ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

عثمان خان نے ایک غصیلی نظر اس آدمی پر ڈالی اور پھر پاس پڑے ٹیبل سے چاقو اٹھایا اور بولا۔

چونکہ یہ تمہاری پہلی اور آخری غلطی تھی اس لئے تمہیں بتادوں کہ ہمارے دھندے کا ایک اصول ہے ۔۔۔پہلی غلطی ہم بھولتے نہیں اور آخری غلطی بھولنے کے لئے ہم زندہ چھوڑتے نہیں

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اس آدمی نے ڈرتے ڈرتے سر اٹھایا اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتا عثمان نے اسی چاقو سے اس آدمی کی شہ رگ کاٹ دی اور وہ دھڑم سے زمین پر گر گیا۔۔

یہ منظر دیکھ کر وہاں موجود تمام آدمیوں نے اپنے خشک لبوں پر اپنی زبانیں پھیریں اور خوف سے ایک دوسرے کو دیکھا۔۔۔

سر اس بچے کا کیا کرنا ہے؟؟؟؟؟

حماد نے عثمان خان سے پوچھا جو اس وقت ٹشو سے اپنے ہاتھ صاف کر رہا تھا۔

اس بچے کو ان سب بچوں کے سامنے لے جاؤ جن کو اغوا کیا ہوا ہے اور ان کے سامنے اسے زندہ جلا دو تا کہ باقی کے بچے بھاگنے کا سوچ بھی نہ سکیں۔۔۔۔۔

عثمان خان نے سفاکی سے کہا۔۔

اوکے سر۔۔۔ سر وہ رستم سر کے پی اے (پیٹر) کی کال آئی تھی وہ بول رہا تھا رستم سر پاکستان واپس آگئے ہیں اور ان کا آرڈر ہے کہ اغوا ہونے والی ساری لڑکیوں کو ان کے فارم ہاؤس میں بھیجوا دیں۔۔۔۔۔

حماد نے عثمان خان کو نئی اطلاع دی۔۔

عثمان تو رستم کے نام سے ہی ڈر گیا تھا اور اپنے ڈر کو چھپانے کے لئے اس نے حماد کی طرف پشت کی اور بولا۔۔

رستم سر یوں اچانک واپس آ گئے۔۔۔ خیر کب آئے واپس رستم سر دبئ سے ؟؟؟؟۔

سر آج صبح ہی آئے ہیں۔۔۔۔۔۔

حماد نے جواب دیا۔

اچھا ٹھیک ہے۔۔۔ جیسے رستم سر نے بولا ہے ویسے ہی کرو اور میری اسلا آباد کی ٹکٹ کنفرم کروا دو۔۔۔۔۔

عثمان خان نے کچھ سوچتے ہوئے حماد سے کہا۔

او کے سر۔۔۔۔۔ حماد یہ بول کر وہاں سے چلا گیا۔

حیرت ہے عثمان خان جیسے لوگ خود سے بڑے ظالم سے تو ڈرتے ہیں لیکن اس ذات سے نہیں ڈرتے جس نے ہمیں بنایا ہے حالانکہ زندگی اور موت تو اسی کی دین ہے۔ یہ لوگ خود کو بادشاہ سمجھتے ہیں ان کو لگتا ہے کہ یہ جو کچھ مرضی کر لیں کوئی ان کا کچھ بگاڑ نہیں سکتا۔۔۔ لیکن یہی لوگ تو گمراہی کا شکار ہیں ۔۔

اللہ تعالی قرآن پاک میں ارشاد فرماتا ہے:

" ۔"کیا وہ نہیں جانتے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ وہ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں "

آیت (77۔البقرہ)

۔"جو کوئی دشمن ہو اللہ اور اس کے فرشتوں اور اس کے رسولوں اور جبریل اور میکائیل کا تو اللہ دشمن ہے کافروں کا"

آیت (98۔البقرہ)

: ۔" بادشاہت صرف اللہ کی ہے اور اس بارے میں قرآن پاک میں ارشاد ہے

۔"کیا تجھے خبر نہیں کہ اللہ ہی کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اللہ کے مقابل تمہارا نہ کوئی حمایتی ہوگا اور نہ مددگار"

آیت (107۔البقرہ)

۔"تو جیسے چاہے حکومت دے، جس سے چاہے چھین لے، تو جیسے چاہے عزت دے اور جیسے چاہے ذلت دے سب بھلائی تیرے ہاتھ میں ہے بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے"

آیت (26۔آل عمران)

۔"یعنی حکومت اللہ کے سوا کسی کی نہیں"

آیت (67۔یوسف)

جب حکومت اللہ کی ہے تو قوانین بھی اسی کے بنائے ہوئے ہیں۔ تو تم لوگوں سے مت ڈرو کیونکہ خواہ وہ کتنے ہی طاقتور کیوں نہ ہو اس بات کا بھی یقین رکھو کہ اس ظالم کا حساب کرنے والی ذات موجود ہے

: لوکیشن لاہور

اسلام وعلیکم اینڈ گڈ مارننگ ایوری ون۔۔۔۔۔۔

یشفعہ نے مسکرا کر اسد اور اریب دونوں کو سلام کیا۔پھر اسد کے سر کا بوسہ لے کر اپنی چئیر پر بیٹھ گئی

۔

اسد جہانگیر جواب میں یشفعہ کو مکمل اگنور کرتے ہوئے اریب سے سنجیدہ انداز میں بولا۔۔۔

بیابیٹا ناشتہ شروع کریں۔۔۔۔۔۔۔

یشفعہ نے ایک نظر اریب اور اسد کو دیکھا جو ناشتہ شروع کر چکے تھے۔

بابا میری اسلا آباد کی فلائٹ کتنے بجے کی ہے؟؟؟

یشفعہ کو اسد کی خاموشی چب رہی تھی اس لئے ناشتہ کرتے ہوئے پھر سے بولی۔

وہ یہ بات اچھے سے جانتی تھی کہ یہ اگنورینس اس کی کل والی حرکت کا نتیجہ ہے۔وہ شرمندہ تھی لیکن سوری نہیں بول سکتی تھی کیونکہ بقول اسد کے یشفعہ کی سب سے بری عادت معافی نہ مانگنا ہے چاہے اسے کتنی ہی شرمندگی کیوں نہ اٹھانی پڑے۔۔

جواب میں اسد نے یشفعہ کو دیکھے بغیر ٹکٹ اس کے آگے رکھا اور اریب سے کہا۔۔

بیابیٹا اپنی بہن سے بول دیں گیارہ بجے کی فلائٹ ہے اور یہ بھی بول دیں کہ ناشتہ کر کے ریڈی ہو جائے تاکہ میں خود اسے ایئرپورٹ چھوڑ کر آئوں۔۔۔۔۔

اس سے پہلے کے اریب کچھ بولتی یشفعہ بول پڑی۔

بیا بابا کو بولو میں شرمندہ ہوں اپنی غلطی پر۔اب اس طرح اگنور تومت کریں۔

اس بار جواب پھر بیا کی بجائے اسد نے دیا۔

بیابیٹا اپنی بہن سے بول دیں کہ مجھے ان کی شرمندگی سے کوئی مطلب نہیں۔۔اور ہاں آپ اپنے بک ریکس میں جگہ بنالینا میں آج کچھ نئی بکس لائوں گا۔۔۔۔

اسد سنجیدہ انداز میں بولا۔

یشفعہ کو اسد کی اگنورینس بری طرح ہرٹ کر رہی تھی اس لئے اپنے آنسو ضبط کرتے ہوئے ڈائریکٹ اسد سے بولی۔۔

بابا مانتی ہوں کہ مجھ سے غلطی ہوئی ہے مجھے اس طرح اس لڑکے کی پٹائی نہیں کرنی چاہیے تھی بلکہ کسی پروفیسر سے اس کی شکایت کرنی چاہیے تھی اور میں شرمندہ بھی ہوں لیکن بابا ہی ٹچ می دین ہائو کین آئی اگنور ہم۔۔۔۔۔۔۔

اس کی باتیں کافی حد تک صیح تھیں اس لئے اسد تھوڑا نرم پڑ گیا اور بولا۔

آئی نو کہ وہ غلط تھا۔اور سیلف ڈیفنس بھی اچھی بات ہے۔لیکن بیٹا میں نے آپکو آرمی کی ٹریننگ اس لئے نہیں تھی دلوائی کہ آپ بلکل ہی خود کو آزاد سمجھنا شروع کر دو اور جگہ جگہ اس چیز کا استعمال کرو۔

خدانخواستہ اگر اس دوران آپ کو کچھ ہو جائے اگلا انسان آپ سے زیادہ طاقتور ہو تو آپ کیا کرو گی؟؟؟

میں نے آج تک آپکی ہر جائز اور ناجائز خواہش پوری کرنے کی کوشش کی ہے۔آپ نے کہا کہ آپکو کراٹے سیکھنے ہیں میں نے چائنہ سے بیسٹ ٹریز منگوایا آپ نے بولا کہ آپکو آرمی کی ٹریننگ لینی ہے میں نے آپکو ٹریننگ دلوائی اس لئے کہ کل کو آپ یہ نہ بولو کہ ہماری ماما ہوتیں تو شاید ہماری ہر خواہش پوری ہوتی۔۔۔۔۔۔۔۔

اسد ایک پل کو رکا اور یشفعہ اور اریب نے غور سے اپنے باپ کو دیکھا جس کے چہرے پر ایک سایہ آ کر گزر گیا تھا۔

بابا ایسی۔۔۔۔

عاشو میری بات ابھی ختم نہیں ہوئی۔۔۔۔

اسد اسکی بات کو درمیان میں ہی کاٹتے ہوئے بولا۔

تم دونوں کی ماں کو کھونے کے بعد میرے پاس صرف تم دونوں ہو جن کو دیکھ کر میں زندہ ہوں اور اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو میں جی نہیں سکوں گا۔۔۔۔

اسد کا یہ بات بولتے ہی ضبط جواب دے گیا اور نہ چاہتے ہوئے بھی اس کے آنکھوں سے آنسو روانی سے بہہ نکلے۔۔۔

بابا پلیز ڈونٹ کرائے یور ٹیرز ہرٹنگ عس۔۔۔۔۔

یشفعہ اور اریب ایک ساتھ اسکے آنسو صاف کرتے ہوئے بولیں۔۔۔

بابا آپ اس لئے رو رہے ہیں نہ کہ عاشو نے ابھی تک سوری نہیں بولا دیکھیں وہ ابھی بول دیتی ہے سوری۔۔ہے نہ عاشو؟؟؟؟؟

اریب ماحول کی دکھی کیفیت کم کرنے کے لئے شرارتی انداز میں بولی اور آخری بات اس نے یشفعہ کو دیکھ کر بولی۔۔۔

یشفعہ تو اس کی بات سن کر گڑبڑا گئی اور اس کو گھورنے لگی۔

ہاں بلکل عاشو سوری بولے گی۔۔۔۔۔۔

اسد بھی اریب کی شرارت سمجھ گئے تھے اس لئے اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا۔

بابا میں کیسے؟؟؟؟

اسی زبان سے جو چھے فٹ لمبی ہے۔۔۔۔۔

جواب اسد کی بجائے اریب نے دیا۔

بابا اس کی زبان بند کروالیں ورنہ انجام کی ذمے دار یہ خود ہو گی۔۔۔

یشفعہ اریب کو گھورتے ہوئے بولی۔

ہاں ہاں۔۔۔کرلو جو کرنا ہے میں نے بھی کوئی چوڑیاں نہیں پہنی۔

اریب اپنے بازو اوپر کرتے ہوئے بولی۔

جبکہ یشفعہ اور اسد کا قہقہ ایک ساتھ گونجا کیونکہ اریب نے واقعی چوڑیاں پہنی ہوئیں تھیں۔اریب اپنے بازو دیکھ کر شرمندہ ہو گئی اور اپنی خجالت مٹانے کے لئے بولی۔۔

بابا دس از ناٹ فیئر۔۔۔آپ بھی اس چھپکلی کا ساتھ دے رہے ہیں۔۔۔

چھپکلی کس کو بولا؟؟؟؟

تمہیں۔۔۔

اریب اتنا بول کر وہاں سے بھاگ گئی اور یشفعہ بھی اسکے پیچھے بھاگتے ہوئے بولی۔

اب بھاگ کہاں رہی ہو۔۔رکو تم۔۔۔بتاتی ہوں میں کہ میں کیا ہوں۔؟؟؟

عاشو ٹائم پر ریڈی ہو جانا ورنہ فلائٹ مس ہو جائے گی۔۔۔

اسد نے مسکراتے ہوئے پیچھے سے آواز لگائی۔۔۔۔۔

: ماضی

: لوکیشن لاہور

عصمت خان کے دو بیٹے تھے۔جہانگیر خان اور شموئیل خان دونوں شادی شدہ تھے اور دونوں کی ایک ایک اولاد تھی۔اسد جہانگیر کا بیٹا تھا اور انوشے شموئیل کی بیٹی تھی۔دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے تھے اس لئے جب اسد نے آرمی جوائن کی تب ان دونوں کا نکاح کر دیا گیا۔ایک دن حج سے واپسی پر

دونوں کے والدین کی پلین کریش میں دیتھ ہو گئی۔اس حادثے سے عصمت خان کو کافی دھچکا لگا۔جس کے باعث وہ بھی اس دنیا سے چل بسے۔۔اسد کو اب انوشے کی ٹینشن تھی کہ وہ اکیلی کیسے گھر میں رہے گی۔

پھر ایک دن اسد کو پتہ چلا کہ انوشے کا خالہ زاد بھائی شاذر لاہور شفٹ ہو رہا ہے۔اسد نے شازر سے اپنے بیوی بچوں سمیت اس کے گھر میں رہنے کی ریکویسٹ کی جسے کافی کوشش کے بعد شازر نے مان لیا۔۔۔

شادی کے سات سالوں بعد اللہ نے اسد اور انوشے کو اپنی رحمت سے نوازا جس کا نام انہوں نے یشفعہ رکھا۔

یشفعہ کی ولادت کے بعد شاذر کو اپنے بزنس کی وجہ سے اسلا آباد شفٹ ہونا پڑا۔اور انوشے یشفعہ کے ساتھ گھر میں بزی ہو گئی۔یشفعہ تین سالوں کی تھی

جب انوشے نے اپنی دوسری بیٹی اریب کو جنم دیا اور اس دنیا میں اسد کو اور اپنی دونوں بیٹیوں کو تنہا چھوڑ کر چلی گئی۔۔

اسد آرمی میں تھے اس لئے انہیں جاب کے ساتھ ساتھ بچیوں کو سنبھالنے میں دقت پیش آ رہی تھی۔ان کے دوستوں نے انہیں دوسری شادی کا مشورہ دیا جسے انہوں نے رد کر دیا اور پھر کافی سوچ بچار کر کے اسد نے آرمی سے ریزائن کر دیا۔۔۔

لیکن بچیوں کو سنبھالنے کے لئے انہیں ایک عورت کی بھی ضرورت تھی جسے ان کے ایک دوست ملک نے اپنے گھر کی سب سے وفادار ملازمہ کو بھیج کر پورا کر دیا۔

یشفعہ سولہ سال کی ہوئی تو اس عورت کا انتقال بھی ہو گیا۔ پھر یشفعہ نے ہی اسد اور اریب کو سنبھالا۔ لیکن دو سال پہلے ہونے والے حادثے نے اسد، یشفعہ اور اریب کی زندگی بدل کر رکھ دی۔۔

: ماضی

: لوکیشن اسلا آباد

بابا۔۔ جلدی چلیں نہ دیر ہو رہی ہے۔۔۔ شاذر ماموں ویٹ کر رہے ہوں گے۔۔۔۔۔۔

یشفعہ نے اسد کو آواز دی جو آئینے کے سامنے کھڑا

اپنی ٹائی باندھ رہا تھا۔

آ رہا ہوں۔۔۔۔۔۔

اسد نے آئینے میں خود کا جائزہ لیا اور اپنا موبائل اور کار کی کیز پکڑ کر باہر کی جانب چل دیا۔

بابا۔۔ حد ہوتی ہے آپ تو لڑکیوں سے بھی زیادہ ٹائم لیتے ہیں تیار ہونے کے لئے۔۔۔۔۔۔

یشفعہ اسد کو دیکھتے ہی شروع ہو گئی۔

اچھا اب ہمیں جلدی چلنا چاہیے ورنہ آمنہ (شاذر کی بیٹی) آپی کی بارات نہیں دیکھ سکیں گے۔۔۔

اس سے پہلے کہ دونوں کی بحث شروع ہوتی اریب جلدی سے بولی۔

بابا گاڑی میں ڈرائیو کروں گی۔۔۔۔۔۔

یشفعہ نے اسد کی طرف امید بھری نظروں سے دیکھ کر کہا۔۔۔۔

بلکل نہیں۔۔۔۔۔گاڑی میں خود ڈرائیو کروں گا کیونکہ آمنہ کی بارات آج ہے کل نہیں۔۔۔

اسد نے اس کی سلو ڈرائیونگ پر طنز کیا اور ڈرائیونگ سیٹ سنبھال لی۔

یشفعہ غصے سے اریب کے ساتھ پیچھے بیٹھ گئی۔جو اسد سے مکمل ناراضگی کا اظہار تھا۔اسد نے اپنی مسکراہٹ دبائی اور بولا۔۔۔۔۔

بیابیٹا آپ آگے آجائو۔۔۔ورنہ میں آپ کا باپ کم اور ڈرائیور زیادہ لگوں گا۔۔۔۔۔

بابا آپکو پتہ ہے نہ مجھے آپ کے ساتھ فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے کوئی دیکھ نہیں سکتا۔۔۔۔۔۔

اریب نے یشفعہ کو چڑایا۔

اسد نے گاڑی سٹارٹ کی اور بیک مرر سے اپنی دونوں بیٹیوں کو دیکھا جو اس کی کل کائنات تھیں۔۔

ویسے بیابیٹا مجھے آج موسم کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا کیا خیال ہے بارش ہو گی۔؟؟؟

اسد نے یشفعہ کا غصے سے پھولا ہوا منہ دیکھ کر کہا۔۔

بابا مجھے لگ رہا ہے کہ بارش ہو گی۔۔۔۔۔

اریب نے اسد کا اشارہ سمجھ کر یشفعہ کو چڑایا اور وہ چڑ گئی۔

یشفعہ نے دونوں کو غصے سے گھورا اور دانت پیستے ہوئے بولی۔

شاید آپ دونوں ایک بات بھول رہے ہیں کہ میں بلیک بیلٹ ہونے کے ساتھ ساتھ آرمی ٹرینڈ لڑکی ہوں اس لئے سوچ سمجھ کر بولیں۔۔۔۔

جواب میں دونوں کا قہقہ جاندار تھا۔

اتنے میں وہ شاذر کے گھر پہنچ گئے۔اسد جوش سے

شاذر کے گلے ملا جبکہ جواب میں شاذر کا جوش کم تھا۔اسد نے شاذر کے تاثرات جانچے اور پوچھا۔۔

شاذر سب خیریت ہے؟؟؟؟

اسد یار میں نے جو ہوٹل آج کے لئے بک کروایا تھا۔اس کے مینیجر نے ابھی کال کی ہے اور بکنگ کینسل کر دی ہے۔۔ مہمان جانے کے لئے ریڈی ہیں اور بارات بھی آ رہی ہے۔اب مجھے سمجھ نہیں آ رہی کہ میں کیا کروں؟؟؟

جواب میں شاذر نے کافی پریشان ہوتے ہوئے کہا۔

ایسے کیسے بکنگ کینسل کر رہے ہیں؟؟؟؟

اسد نے بمشکل اپنا غصہ ضبط کیا اور شاذر سے پوچھا۔

وہ کسی سیاستدان کی اس ہوٹل میں میٹنگ ہے اور اسی کے کہنے پر مینیجر نے ساری بکنگز کینسل کر دی ہیں۔۔۔

تم پریشان مت ہو اور میرے ساتھ چلو اسی ہوٹل میں۔۔۔۔

میں بھی دیکھتا ہوں کہ کیسے بکنگ کینسل کرتے ہیں؟؟؟؟

اسد شازر کے ساتھ ہوٹل میں چلا گیا۔

ایک گھنٹے بعد سارے مہمان اسی ہوٹل میں تھے اور بارات بھی آچکی تھی۔۔۔۔

شاذر بارات کو ریسیو کر کہ اسد کے پاس آیا اور

تشکرانہ انداز میں بولا۔۔۔

شکریہ اسد۔آج تمہاری وجہ سے میری عزت بچ گئی۔۔

اب تم مجھے شرمندہ کر رہے ہو۔آمنہ میری بھی بیٹی ہے اور ویسے بھی عزت اور ذلت دینے والی صرف اللہ کی ذات ہے تو تم اس ذات کا شکر ادا کرو۔۔۔۔۔

اسد نے مسکرا کر جواب دیا۔

یہ تو ہے۔اچھا عاشو اور بیا کہاں ہیں نظر نہیں آ رہیں؟؟؟

پتہ نہیں کہاں ہیں؟ میں خود ان کو ڈھونڈ رہا ہوں۔۔۔۔۔

اسد نے ارد گرد دیکھتے ہوئے جواب دیا۔

اس سے پہلے کہ شاذر کچھ بولتا مومنہ وہاں آگئی اور شاذر سے بولی۔۔۔۔

بابا۔۔وہ ماما آپکو سٹیج پر بلا رہی ہیں۔۔۔۔

یہ بول کر وہ وہاں سے جانے ہی لگی تھی جب اسد نے اسے روکا۔جبکہ شازر سٹیج کی طرف چلا گیا۔

مومنہ۔۔۔۔۔۔۔۔

جی انکل؟؟؟؟

بیٹا عاشو اور بیا کہاں ہیں؟؟؟؟

اسد نے پوچھا۔

انکل میں تو خود ان کا انتظار کر رہی ہوں۔ گھر سے تو وہ دونوں ہم سے بھی پہلے نکلیں تھیں۔ لیکن ابھی تک نہیں آئیں۔۔۔۔۔

مومنہ جواب میں سنجیدگی سے بولی۔اور اسد کی طرف دیکھا جو پریشان ہو گیا تھا۔

مومنہ نے کچھ بولنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ اسد کا موبائل بج اٹھا اور عاشو کالنگ دیکھ کر اسد نے جلدی سے کال ریسیو کی۔۔۔۔۔۔۔

: حال

: لوکیشن اسلام آباد

وھاج علی کے گھر گیا۔ نعمان بیگ سے ملا اور علی کا پوچھ کر اس کے کمرے کی طرف چل دیا۔

نعمان بیگ اور زبیر ملک کی بچپن کی دوستی تھی اور یہ دوستی ان کے بچوں میں بھی پروان چڑھی تھی اس لئے وہ بنا کسی تکلف کہ ایک دوسرے کے گھر آتے جاتے تھے۔۔ اگر وھاج علی پر جان چھڑکتا تھا تو علی بھی وھاج کے لئے دنیا سے لڑ جاتا تھا۔اور اسکی مسکراہٹ کے لئے تو وہ کچھ بھی کرنے سے گریز نہیں

کرتا تھا۔ کبھی کھبار تو نعمان کی ڈانٹ بھی پڑ جاتی تھی لیکن وہ ایک کان سے سن کہ دوسرے کان سے نکال دیتا تھا۔

جونہی وھاج علی کے کمرے میں داخل ہوا اندر کا منظر دیکھ کر بے ساختہ مسکرا پڑا۔ علی آڑا ترچھا لیٹا ہوا تھا آدھا بلینکٹ علی کہ منہ پر اور آدھا فرش پر پڑا تھا۔اور ٹانگیں تو سارے بیڈ پر پھیلائی ہوئیں تھیں۔۔ کمرے میں ہر چیز بکھری ہوئی تھی گویا کسی طوفان کہ آکر گزر جانے کا گمان ہو رہا تھا۔

وھاج آگے بڑھا اور پانی سے بھرا جگ علی پر الٹ دیا۔ علی ہڑبڑا کر اٹھا اور بند آنکھوں سے بولا۔

کک۔۔ کون ہے؟؟؟

جب کوئی جواب نہ ملا تو اس نے آنکھیں کھولیں اور سامنے مسکراتے ہوئے وھاج کو دیکھ کر اسے گھورا اور بولا۔۔۔۔

تیرا جیسا کمینہ دوست تو اللہ کسی دشمن کو بھی نہ دے۔جو حقیقت میں تو مجھے مومنہ کے پاس نہیں جانے دیتا اور آج میرے خواب میں بھی مجھے اس دور کرنے چلے آئے۔

میں نے کیسے دور کیا؟؟؟؟

وھاج نے اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے نا سمجھی سے پوچھا۔۔۔۔

تجھے پتہ ہے میں اور مومنہ مری کے پہاڑوں پر ایک دوسرے کے ہاتھوں میں ہاتھ ڈالے جا رہے تھے وہ میرے اتنے قریب تھی۔۔۔۔۔۔۔

علی کھوئے ہوئے لہجے میں بولا۔۔

اور اس سے پہلے کہ تو اس قربت کا فائدہ اٹھاتا میں نے تجھے ان پہاڑوں پر سے نیچے کسی سمندر میں دھکا دے دیا۔۔۔۔۔۔

وھاج اس کی بات درمیان میں ہی کاٹ کر ہنستے ہوئے بولا۔

اور نہیں تو کیا۔؟ تو مجھے خوش دیکھ ہی نہیں سکتا تو چاہتا ہی نہیں کہ میرے چنا منا اس دنیا میں تیرے چنا منا سے پہلے آئیں۔۔۔۔۔۔۔

علی اس کو مصنوعی گھوری سے نوازتے ہوئے بولا۔

ہاں بلکل ایسا ہی ہے۔۔۔۔

وھاج نے اسے مزید چڑایا اور وہ چڑ گیا۔

وجی دیکھ آج میری منگنی ہے اور میں نہیں چاہتا کہ میں آج کسی کی دھلائی کروں۔۔۔۔۔۔۔۔۔

تو مجھے مارے گا؟؟؟

وھاج جان بوجھ کر بے یقینی سے بولا حالانکہ جانتا تھا کہ وہ چاہے علی کو کتنا ہی کیوں نہ مار لے علی اسے ہاتھ تک نہیں لگائے گا اور نہ کسی اور کو لگانے دے گا۔

ہاں بلکل۔۔۔۔

علی دوبدو بولا۔

یہی سننا باقی رہ گیا تھا ابھی تو بیوی آئی بھی نہیں اور دوست کو مارنے کی باتیں ہو رہی ہیں۔۔۔ بیوی آ گئی تو تم تو مجھے پہچاننے سے انکار کر دو گے۔۔ نہیں یہ نہیں ہو سکتا میں ابھی نعمان انکل کو بولتا ہوں کہ تمہاری منگنی کینسل کریں۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وھاج یہ بول کر دروازے کی طرف بڑھا ہی تھا کہ علی جلدی سے دروازہ بند کر کے اس کے سامنے کھڑا ہو گیا اور بولا۔

دیکھ وجی میں تو مذاق کر رہا تھا۔ تو اتنا سیریس کیوں ہو رہا ہے۔ پلیز ایم سوری تو یہ بات اچھے سے جانتا ہے کہ میں تجھے کبھی نہیں ماروں گا۔۔۔۔

علی رونے والی شکل بنا کر بولا۔

اور اگر کبھی مارنا پڑ گیا پھر کیا کرو گے ؟؟؟

وھاج نے پوچھا۔

خود کو ختم کر لوں گا اس دن۔۔۔۔۔

علی نے چٹانوں کی سی سختی سے جواب دیا۔

ہاہاہاہا۔۔ علی تو بہت بڑا بیوقوف ہے میں تو مذاق کر رہا تھا۔۔

وھاج نے ہنستے ہوئے کہا۔۔۔

لیکن میں مذاق بلکل نہیں کر رہا۔

علی نے سنجیدہ انداز میں جواب دیا۔۔

علی کیا ہو گیا ہے یار مذاق کر رہا تھا اتنا سیریس کیوں ہو رہا ہے؟؟اور ویسے بھی مجھے پتہ ہے کہ دنیا ادھر سے ادھر ہو سکتی ہے لیکن علی کی وھاج کے لئے محبت کبھی نہیں بدل سکتی۔۔ دیکھ باتوں باتوں میں میں تجھے بتانا ہی بھول گیا کہ میں کس کام کے لئے آیا تھا۔۔۔

وھاج اس کی سنجیدگی کو دیکھ کر بات بدل گیا۔

کیسا کام؟اور ویسے بھی آج میری منگنی ہے اس لئے میں آج کوئی کام نہیں کروں گا۔۔۔۔

علی اپنی ٹون میں واپس آتے ہی بولا۔

ایگزیکٹلی۔۔۔ منگنی ہے شادی نہیں جو تو کوئی کام نہیں کرے گا۔اب پندرہ منٹ میں ریڈی ہو کر باہر گاڑی میں آئو میں تمہارا ویٹ کر رہا ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔

وھاج یہ بول کر باہر چلا گیا اور علی اپنے کپڑے نکال کر واش روم میں گھس گیا۔۔۔

ٹھیک پندرہ منٹ بعد وہ بھاگتا ہوا آیا اور گاڑی کا دروازہ کھول کر فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا اس کے بیٹھتے ہی وھاج نے گاڑی سٹارٹ کر دی۔جیسے ہی علی کا سانس بحال ہوا وھاج سے مخاطب ہوا جو گاڑی کو ہوا سے باتیں

کروا رہا تھا۔

اوو بھائی آہستہ چلا۔میں نے مرنا نہیں ہے ابھی۔اور ویسے بھی ابھی تو میں نے مومنہ سے شادی کرنی ہے پھر ہنی مون پر جانا ہے اور اپنے چنے منے کو بھی اپنی گود میں کھلانا ہے۔۔۔۔۔

وھاج نے علی کی باتوں پر کوئی رسپونس نہیں دیا۔

لیکن علی اس بات کا اثر لئے بغیر بول رہا تھا۔

وجی ہم جا کدھر رہے ہیں؟ کہیں تو مجھے اپنے بیوی اور بچوں سے تو نہیں ملوانے والا تا کہ میں انکل آنٹی سے بات کر سکوں۔ دیکھ وجی اگر ایسا ہے تو میری

بجائے انکل سے بات کر کیونکہ آنٹی سے وہی بات کریں گے۔۔ ویسے تو خاموش ہے مطلب ایسا ہی ہے

۔۔۔

علی کی نان سٹاپ باتیں شروع ہو چکی تھیں اور اسی اثنا میں وہ ایئر پورٹ پہنچ گئے۔۔۔۔۔

وجی یہاں کیا ہے؟؟؟؟

علی نے گاڑی سے اترتے ہوئے پوچھا۔

تمہاری منگنی کا گفٹ۔۔۔۔۔۔

وھاج اتنا ہی بولا اور گاڑی لاک کر کہ اندر کی جانب چل دیا۔

وجی کیا سچ میں یہاں ہم تیرے بچوں اور بیوی کو

لینے آئے ہیں؟؟؟ وجی تو ایسے کیسے کر سکتا ہے؟ میرے بغیر شادی کر لی۔۔۔۔

علی مصنوعی صدمے سے بولا۔

شٹ اپ علی اب اگر ایک لفظ بھی منہ سے نکالا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔۔

وھاج تنگ آ کر بولا۔

وہ تو ویسے بھی کوئی نہیں ہے۔ پہلے میرے بغیر شادی کر لی اور اب مجھے ہی دھمکی دے رہے ہو۔۔۔۔۔۔

علی اب اگر اپنی بکواس بند نہ کی تو میں تمہیں اپنے طریقے سے چپ کروائوں گا۔۔۔۔۔۔

وھاج غصے سے دھیمے لہجے میں غرایا۔

علی نے چپ رہنے میں ہی عافیت جانی۔۔۔اتنے میں سامنے سے آتے تینوں نفوس کو دیکھ کر علی ساکت رہ گیا جبکہ وھاج آگے بڑھ کر پہلے اپنے دادو احمر ملک کے بغلگیر ہوا پھر زرلال سے ملا اور آخر میں عبداللہ سے ملا اور بولا۔۔۔

کیسے ہیں آپ سب ؟؟؟؟

اللہ کا شکر ہے بیٹا ہم ٹھیک ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔

احمر ملک نے خوشی سے جواب دیا۔۔۔

چھوٹے تم ٹھیک ہو؟؟؟؟

جی بھائی میں بلکل پرفیکٹ ہوں۔۔۔۔۔

زرلال نے بھی مسکرا کر جواب دیا۔

عابی تم ٹھیک ہو؟؟؟؟

وھاج نے اس کا سپاٹ چہرا دیکھا اور پوچھا۔

آپ کو کیا لگتا ہے؟؟؟

عبداللہ نے الٹا وھاج سے سوال کیا۔۔

اس سے پہلے وھاج کوئی جواب دیتا زرلال بول پڑا۔۔۔

وجی بھائی آپ کی بیوی کہاں ہے وہ نہیں آئی ہمیں ریسیو کرنے؟؟؟

پہلے تو وھاج کو سمجھ نہیں آئی لیکن جب اسے سمجھ آئی کہ وہ علی کی بات کر رہا ہے تو بے اختیار مسکرا دیا۔

علی بیٹا کیسے ہو؟؟؟؟

احمر ملک نے علی کو ساکت دیکھ کر سوال کیا۔

دادو۔۔۔۔۔۔

علی بھاگنے والے انداز میں آکر احمر ملک کے گلے ملا اور زار و قطار رو دیا۔

اس کو روتے دیکھ کر سب کی آنکھیں نم ہو گئیں تھیں سوائے ایک شخص کے اور وہ تھا عبداللہ جو ایک پتھر بنا ہوا تھا پچھلے دو سالوں سے۔۔رونا تو دور ہنسنا

تک بھول گیا تھا۔۔

بھائی آپ کی بیوی تو رو ندھو ہے۔ ویسے عموما لوگ اپنی بیویوں کے آنسو دیکھ کر ان کو چپ کرواتے ہیں لیکن آپ کی بیوی کو دیکھ کر لگ رہا ہے کہ ان کے رونے کی آواز سن کر ایئر پورٹ پر موجود تمام لوگ رونے والے ہیں ۔۔۔۔۔۔۔

زرلال نے ماحول سے اداسی کی کیفیت کم کرنے کے لئے علی کو چڑایا۔۔۔۔

اگر تو چاہتا ہے کہ تو اپنی ٹانگوں پر گھر جائے تو اب اپنا منہ بند رکھنا۔۔۔۔

علی چبا چبا کر بولا۔

زرلال نے چپ رہنے میں ہی عافیت جانی جبکہ باقی سب ان دونوں کی نوک جونک پر مسکرا دیئے۔

چلیے دادو گھر چلیں بڑے پاپا اور ماما ویٹ کر رہے ہوں گے۔۔۔۔

وھاج نے احمر ملک کا بازو پکڑتے ہوئے کہا۔۔

وجی بھائی میں نے آپ سے بولا بھی تھا کہ ماما اور بڑے پاپا کو نہیں بتانا کہ ہم آ رہے ہیں۔۔آپ نے پھر انہیں بتا دیا۔۔۔

زرلال صدمے سے بولا۔

ہو گئی تمہاری اوور ایکٹنگ شروع۔۔۔ میں نے انہیں یہی بتایا ہے کہ میرے کچھ مہمان آ رہے ہیں اور اب بلکل چپ۔۔۔۔۔

وھاج نے سنجیدگی سے جواب دیا۔اور زرلال کو وارننگ بھی دے دی۔۔ پھر سب گھر کی جانب چل دیئے۔۔۔۔۔

: لوکیشن لاہور

یااللہ مجھے ہر آزمائش میں سرخرو کرنا۔ مجھے راستے میں آنے والی تمام رکاوٹوں کو عبور کرنے کی توفیق فرما۔

یااللہ تو تو سب جانتا ہے کہ میں یہ سب کیوں کر رہی ہوں پھر کیوں آج میرا دل اس کے لئے پھر سے بے چین ہو رہا ہے؟ کیوں اس دیکھنے کی تمنا کر رہا ہے؟؟؟

یااللہ مجھے صبر دے اس سے پہلے کے میں ڈگمگا جاؤں مجھے اپنی رحمت سے تھام لے۔۔۔۔۔

اس وقت اریب جائے نماز پر بیٹھی اللہ کے آگے گڑگڑا رہی تھی اپنے لئے صبر مانگ رہی تھی۔ تو کیا ایسے لوگ عظیم نہیں جو کسی آزمائش میں اللہ سے شکوہ کرنے کی بجائے صبر مانگتے ہیں۔۔۔۔

:قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے

۔''ہاں ! کیوں نہیں جو جھک گیا اللہ کے لئے اور وہ بھلائی کرنے والا ہو تو اس کا اجر اس کے رب کے پاس

''ہے اور انہیں نہ کچھ اندیشہ ہوا اور نہ کچھ غم۔

آیت (112۔البقرہ)

اور مشرق مغرب سب اللہ ہی کا ہے تو تم جدھر منہ کرو ادھر وجہ اللہ (خدا کی رحمت متوجہ) ہے بے
" شک اللہ تعالی وسعت والا علم والا ہے

آیت (115۔البقرہ)

''۔''اے ایمان والا! مدد مانگو صبر اور نماز سے بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

آیت (153۔۔البقرہ)

۔"یعنی وہ لوگ جب انہیں کوئی مصیبت آئے تو کہتے ہیں بے شک ہم اللہ کے بندے ہیں اور ہم اسی کی
" طرف لوٹنے والے ہیں۔۔یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ کی رحمتیں ہیں اور یہی لوگ ہدایت پر ہیں

آیت (156۔۔157 البقرہ)۔

۔"اور صبر سے مدد چاہو اور نماز سے اور بے شک نماز ضرور بھاری ہے مگر ان کے لئے (نہیں) جو دل
" سے (میری طرف) جھکتے ہیں

آیت (25۔البقرہ)

بے چینی میں ہر بار کی طرح اس نے سورت البقرہ کی آیات کی تلاوت کی اور پھر آخر میں اللہ کے حضور سجدے میں جھک گئی۔

: ماضی

: اسلا آباد

جیسے ہی اسد نے کال ریسیو کی یشفعہ کی جوش بھری آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

بابا آپ نے مجھے سمجھا کیا تھا کہ میں تیز گاڑی نہیں چلا سکتی۔آپ کو پتہ ہے اس وقت آپکی گاڑی ہوائوں سے باتیں کر رہی ہے اگر آپ کو یقین نہیں آ رہا تو اپنی لاڈلی کی چیخیں سن لیں۔۔۔۔۔۔۔۔

یہ بول کر اس نے اپنا موبائل ایک ہاتھ سے اریب کے آگے کیا اور دوسرے ہاتھ سے ڈرائیو کرنے لگی۔

اس سے پہلے کہ اسد کچھ بولتا کال ایک زور دار چیخ سے بند ہو گئی۔اسد نے دوبارہ کال کی لیکن کسی نے ریسیو نہیں کی۔

مومنہ جو اسد کے پاس ہی کھڑی تھی اسد کے چہرے پر پریشانی دیکھ کر بولی۔۔

انکل ایوری تھینگ از آل رائٹ؟؟؟؟

مومنہ شازر سے گاڑی کی چابی لے کر آئو۔۔۔۔۔۔

اسد جواب میں اتنا ہی بولا۔

مومنہ جلدی سے جا کر چابی لائی اور اسد کو تھمائی۔اسد چابی لے کر جلدی سے باہر کی جانب بھاگا اور ساتھ ساتھ یشفعہ کا نمبر بھی ڈائل کرنے لگا۔

جیسے ہی اسد ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا یشفعہ کے نمبر سے کال ریسیو کر لی گئی۔۔۔۔

عاشو کہاں ہو آپ ؟ پلیز مجھے بتائیں تا کہ بابا آپکو جلدی سے لینے آئیں۔۔۔۔۔۔

اسد کال ریسیو ہوتے ہی بول پڑا۔

سر ایک گاڑی کا اسلام آباد ہائی وے پر کافی بڑا ایکسیڈنٹ ہوا ہے اور یہ موبائل ہمیں اسی گاڑی کے پاس سے ملا ہے اگر آپ ان کے کوئی ریلیٹو ہیں تو جلدی سے ہوسپٹل پہنچیں۔۔۔۔۔۔۔۔

دوسری طرف سے اسد کو جو اطلاع ملی اسد کو محسوس ہوا کسی نے اس کی سانسیں اپنے قبضے میں کر لی ہوں لیکن جلد ہی خود کو کمپوز کرتے ہوئے اس نے ہوسپٹل کا نام پوچھا اور زندگی میں شاید پہلی بار ریش ڈرائیونگ کرتے ہوئے ہوسپٹل پہنچا۔

ریسپشن سے اسے پتہ چلا کہ اس کی دونوں بیٹیاں اس وقت آئی سی یو میں ہیں۔۔۔۔۔۔

وہ آئی سی یو کے باہر کوریڈور میں ہی بیٹھ گیا۔۔۔

بابا عاشو سب سے گندی بہن ہے۔۔۔۔

بابا بیا کو میں سنبھال لوں گی۔۔۔۔

بابا آپ عاشو سے زیادہ مجھ سے پیار کرتے ہے نہ؟؟؟۔

بابا آپ بیا کی ٹیشن مت لیا کریں میں ہوں نہ اس کی ٹیشن لینے کے لئے۔۔۔۔۔۔

اسے یشفعہ اور اریب دونوں کی باتیں یاد آ رہی تھیں۔۔۔

اتنے میں آئی سی یو کا دروازہ کھلا اور ایک ڈاکٹر باہر آیا۔۔۔۔

ایکسیڈنٹ والی لڑکیاں آپ کی کچھ لگتی ہیں کیا؟

ڈاکٹر نے اسد سے پوچھا۔

جی ڈاکٹر میری بیٹیاں ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اسد نے جلدی سے جواب دیا۔

دیکھیے آپ کی بڑی بیٹی کی حالت کافی سیریس ہے ہمیں جلد از جلد ان کے برین کی سرجری کرنی پڑے گی کیونکہ ان کے برین کا کافی حصہ ڈیمج ہوا ہو۔۔۔۔۔۔

اور میری چھوٹی بیٹی؟؟؟؟

اسد نے ڈاکٹر کی بات درمیان میں ہی کاٹتے ہوئے پوچھا۔۔۔۔۔۔

جواب میں جو کچھ اسے ڈاکٹر نے بتایا وہ سن کر ساکت رہ گیا۔۔۔

حال:

اسلام آباد :

ماما۔۔۔ماما۔۔۔۔۔۔۔

زرلال نے جوش سے گھر کے لاؤنج میں داخل ہوتے ہوئے زیبا ملک کو پکارا۔۔۔

زیا ملک زرلال کی آواز پر جلدی سے کیچن میں سے نکلیں اور سامنے زرلال کو کھڑا دیکھ کر حیران رہ گئیں۔۔۔۔۔۔

زرلال بھاگ کر زیبا کے گلے ملا اور اس کے سر پر بوسہ دیتے ہوئے بولا۔۔

ماما۔۔کیسی ہیں آپ ؟؟؟

زرلال میرا بچہ۔۔میں ٹھیک ہوں۔تم بتاو تم ٹھیک ہو ؟؟

بابا جان اور عابی کیسے ہیں؟؟؟

زیبا نے اسکی پیشانی پر بوسہ دیا اور اس سے علیحدہ ہوتے ہوئے بولی۔

زیبا بیٹا ہم بھی بالکل ٹھیک ہیں۔۔دیکھو تمہارے سامنے ہیں۔۔۔۔

جواب زرلال کی بجائے احمر ملک نے دیا۔

اسلام وعلیکم۔۔بابا جان۔۔۔کیسے ہیں آپ ؟؟؟

زیبا نے آگے بڑھ کر احمر ملک کو سلام کیا۔

ہم ٹھیک ہیں۔۔۔۔

احمر ملک نے اتنا ہی جواب دیا اور لاؤنج میں موجود صوفے پر بیٹھ گئے۔۔زیبا ابھی پلٹنے ہی لگی تھی جب کسی نے اسے پیچھے سے گلے لگایا۔۔۔زیبا بے ساختہ بولی۔۔

عابی۔۔۔۔

ماما آپکو کیسے پتہ کہ میں ہوں؟؟؟

عبداللہ زیبا کے سامنے آتے ہوئے مسکرا کر بولا۔۔۔

دو سال بعد اپنے بیٹے کو زیبا اپنے روبرو دیکھ رہی تھی۔زیبا کی آنکھوں میں بے اختیار آنسو آ گئے۔۔۔

ماما لگتا ہے آپکو میرے آنے کی خوشی نہیں ہوئی اس لئے آپ رو رہی ہیں۔۔۔۔۔۔۔

عبداللہ مصنوعی خفگی سے زیبا کو اپنے ساتھ لگاتے ہوئے بولا۔

خوشی تو بہت چھوٹا لفظ ہے میرے لئے عابی کیونکہ نو سال بعد اپنے بیٹے کو اپنی سرزمین پر واپس دیکھ رہی ہوں۔۔۔۔۔۔

زیبا اپنے دل میں بولی۔۔۔

نہیں میری جان یہ تو خوشی کے آنسو ہیں۔۔۔۔۔۔

زیبا اس کی پیشانی پر بوسہ لیتے ہوئے بولی۔

ماما۔۔بڑے پاپا کہاں ہیں؟؟؟؟

اس سے پہلے کہ عبداللہ کوئی جواب دیتا زرلال نے بے تابی سے پوچھا۔۔

میں ادھر ہوں۔۔۔۔۔۔

عزیر ملک اپنے روم سے نکلتے ہوئے بولے۔

بڑے پاپا۔۔۔۔

زرلال بھاگتے ہوئے ان کے گلے ملا۔۔

عزیر ملک نے زور سے زرلال کو خود میں بھینچا۔

ارے برخودار اپنے باپ سے بھی مل لو۔۔۔۔۔

احمر ملک عزیر کو زرلال کے گلے لگتے دیکھ کر بولے۔۔۔۔۔

عزیر مسکرا کر احمر ملک کے بغلگیر ہوئے اور حال احوال دریافت کرنے کے بعد عبداللہ سے ملے اور بولے۔۔۔

عابی کیسے ہو؟؟

میں ٹھیک ہوں بابا۔۔۔۔

اتنا بول کر وہ احمر ملک کے ساتھ صوفے پر بیٹھ گیا۔۔۔

ماما بھوک لگی ہے پلیز کچھ کھانے کو لے آئیں۔۔۔۔۔

زرلال بیچارگی چہرے پر سجاتے ہوئے بولا۔

شروع ہو گیا اس بھکڑ کا بھکڑ پن۔۔۔۔

وھاج نے ہنستے ہوئے کہا۔

ماما دیکھ لیں آپ کے بیٹے کے نوالے گنتے ہیں یہ سب۔۔۔۔۔۔۔۔

زرلال مصنوعی خفگی سے بولا۔

وجی باز آ جائو مت تنگ کرو میرے بیٹے کو۔۔ میں ابھی اپنے بچے کے لئے کھانا لگاتی ہوں۔۔۔۔۔

زیبا یہ بول کر وہاں سے چلی گئی۔۔۔۔ تو وھاج نے ایک کشن اٹھا کر زرلال کو مارا اور دانت پیستے ہوئے بولا۔

ماما کا چمچہ۔۔۔۔۔

جواب میں سب اس کی بات پر مسکرا دیئے۔۔۔۔

: ماضی

: لوکیشن اسلا آباد

اسد بے جان وجود کی طرح کوریڈور کے بینچ پر ڈھے گیا۔ اتنے میں اسد کا موبائل بج اٹھا اور اسد نے بغیر دیکھے کال ریسیو کی۔

ہیلو۔۔ اسد کہاں ہے یار تو؟ میں کب سے تمہیں ڈھونڈ رہا ہوں۔ اچھا یہ بتا کدھر ہے تو؟ اور عاشو اور بیا کہاں

ہیں؟

اسد اتنی ایمرجنسی میں تو کہاں گیا ہے؟ مجھے گھبراہٹ ہو رہی ہے اب کچھ بول بھی؟؟؟؟؟

شاذر پریشان ہوتے ہوئے بولا۔

جواب میں اسد نے ہوسپٹل کا نام بتا کر کال ڈراپ کر دی۔

بابا عاشو نے میری ڈول توڑ دی۔۔۔۔۔۔

بابا آج مجھے ڈر لگ رہا ہے آپ میرے پاس سو جائیں۔۔۔۔۔۔۔

بابا مجھے بھی ماما کو دیکھنا اور ان سے ملنا ہے۔۔۔۔۔

اسد کو صرف ایک آواز سنائی دے رہی تھی اور وہ تھی بیا کی آواز۔۔۔۔

اسد۔۔۔۔اسد۔۔ کیا ہوا ہے ؟؟؟؟

شاذر نے اسد کا کندھا ہلا کر پوچھا۔۔

جواب میں اسد نے ویران آنکھوں سے شاذر کو دیکھا۔

اسد۔۔۔

شاذر کا دل کٹ گیا تھا اس کی حالت دیکھ کر۔

وہ جا رہی ہیں ان کو روک لو۔ ورنہ میں مر جاؤں گا۔ میں نہیں رہ سکتا ان کے بغیر۔۔۔۔۔

اسد بے ربط جملے بول رہا تھا۔

اسد کون جا رہا ہے ؟؟؟؟

میری بیٹیاں شاذر وہ مجھے چھوڑ کر جا رہی ہیں اپنی ماں کے پاس۔۔ شاذر تم ان سے بولو نہ کہ میں ان سے بہت محبت کرتا ہوں۔ انوشے سے بھی زیادہ۔۔۔۔

شازد میں بہت برا ہوں اس لئے سب ہی مجھے چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔۔ پہلے اماں ابا۔۔ چاچو چاچی۔ پھر دادا جی۔۔۔ پھر انوشے اور اب بیا بھی چلی گئی شازر وہ بھی چلی گئی۔۔۔۔۔۔

اسد شازر کے گلے لگ کر زار و قطار رو دیا۔

اسد حوصلہ کر اور تم برے نہیں ہو بلکہ خدا کے گھر کتنے اچھے ہو کہ وہ بار بار تمہیں آزما رہا ہے۔۔

شازر کے اپنے آنسو روانی سے بہہ رہے تھے لیکن وہ اسد کے سامنے کمزور نہیں پڑنا چاہتا تھا۔

اولاد کا غم پھتر سے پھتر دل انسان کو رولا دیتا ہے یہ تو پھر وہ انسان تھا جو اندر سے کھو کھلا ہو چکا تھا۔ بظاہر وہ ہمت والا تھا لیکن اندر سے وہ قطرہ قطرہ کر کے اتنا کمزور ہو چکا تھا کہ کوئی اس کے غموں کو سنتا تو ضرور رو دیتا۔

دو گھنٹے بعد آئی سی یو کا دروازہ کھلا اور ایک ڈاکٹر باہر آیا اور شاذر کو دیکھ کر بولا۔۔۔

مسٹر شاہ آپ یہاں؟؟؟؟

ہاں وہ جو اندر آئی سی یو میں ہے بھانجی ہے میری

۔۔ کیسی ہے وہ؟؟

شاذر چونکہ ایک مشہور انڈسٹریل تھا اس لئے کافی لوگ اسے جانتے تھے۔

اوو۔۔۔ دیکھیے مسٹر شاہ ان کی سرجری تو ہو گئی ہے لیکن ان کا برین کافی ڈیمج ہوا ہے۔ ہو سکتا ہے ان کو اگلے چوبیس گھنٹوں میں ہوش آ جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ کبھی اپنی آنکھیں ہی نہ کھولیں

۔۔۔۔۔۔

ڈاکٹر نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

ڈاکٹر دوسری لڑکی کو کیا ہوا تھا؟؟؟؟؟

شاذر کو اپنی آواز کسی کھائی میں سے آتی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔

ان کی سپائنل کارڈ ڈیمج ہوئی تھی اور شاید ان کی گردن کسی تیز دھار چیز سے ٹکرائی تھی جس سے ان کی شہہ رگ کٹ گئی تھی اور ان کی وہیں ڈیتھ ہو گئی تھی۔۔۔۔۔۔

ڈاکٹر نے پروفیشنل انداز میں وضاحت دی۔

اسد ان دونوں کی گفتگو کے درمیان ایک پتھر کی طرح ری ایکٹ کر رہا تھا جسے کوئی فرق نہیں پڑ رہا تھا یا شاید وہ خود کو آزما رہا تھا کہ وہ کس حد تک برداشت کر سکتا ہے۔۔۔۔

پلیز ڈاکٹر آپ کچھ بھی کریں لیکن میری بھانجی کو بچا لیں۔۔۔۔۔

شاذر درخواست بھرے لہجے میں بولا۔

مسٹر شاہ زندگی اور موت اللہ کی دین ہے اور ہم صرف کوشش کر سکتے ہیں جو ہم نے کی بھی ہے باقی آپ اللہ سے دعا کریں کے وہ ہوش میں آ جائیں۔۔۔۔۔

یہ بول کر ڈاکٹر وہاں سے چلا گیا۔۔۔

شاذر نے ایک نظر اسد کو دیکھا اور ہوسپٹل کی مسجد میں چلا گیا۔۔۔۔

: حال

: لوکیشن اسلا آباد

عائشہ آپی یہ بریسلیٹ کیسا ہے؟؟؟؟

یشفعہ نے (مومنہ کی بڑی بہن) عائشہ سے تائید چاہی۔

بہت پیارا ہے عاشو۔۔۔ بیا کے لئے لے رہی ہو؟؟؟

عائشہ نے مسکرا کر پوچھا۔۔

جی آپی اور کس کے لئے لوں گی۔۔۔

یشفعہ بھی مسکرا کر بولی

اس وقت وہ دونوں اسلام آباد کے سب سے بڑے شاپنگ مال میں شاپنگ کر رہی تھیں۔۔۔

اچھا تم یہ دیکھو میں ذرا کوئی اچھی سی سینڈل دیکھ لوں۔۔۔۔۔

یہ بول کر عائشہ اگلی شاپ پر چلی گئی۔

کیا؟؟؟ علی بھائی کی منگنی۔۔۔۔ وجی بھائی علی بھائی کو لڑکی کس نے دے دی؟؟؟؟

زرلال جو وھاج اور علی کے ساتھ شاپنگ کرنے آیا تھا صدمے سے چلاتے ہوئے بولا۔

وھاج اور علی دونوں نے اسے غصے سے دیکھا کیونکہ کافی لوگ ان کی طرف متوجہ ہو چکے تھے۔۔۔۔

اس شہر کے مشہور انڈسٹریل شاذر شاہ نے اور اب کچھ بولا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔۔۔۔

علی دانت پیستے ہوئے بولا۔

وجی بھائی کیا یہ سچ بول رہے ہیں؟؟؟

زرلال نے مصنوعی صدمہ ظاہر کیا۔

کیوں کیا کمی ہے علی میں جو تم اس طرح ری ایکٹ کر رہے ہو؟؟؟؟

وھاج نے سنجیدگی سے پوچھا۔

نہیں کمی تو کوئی نہیں ہے لیکن ایک نمبر کے فلرٹی ہیں۔۔۔۔۔۔

زرلال نے علی کو چڑایا اور وہ چڑ گیا۔

اووو۔۔۔اور یہ بول کون رہا ہے جو خود فلرٹ کا باپ ہے۔۔

ہاہاہاہا۔۔۔۔ علی بھائی آپ جیلس ہو رہے ہیں کہ اب آپ کے حصے کی لڑکیاں بھی مجھے لفٹ کروائیں گی۔۔۔۔

زرلال ہنستے ہوئے بولا۔

وجی اس کو چپ کروالے۔۔۔۔۔۔

علی نے وھاج کو درمیان میں گھسیٹا۔۔

چھوٹے چپ کر جاورنہ آج کا فنکشن تمہارے بغیر ہو گا۔۔۔۔۔

وھاج نے زرلال کو دھمکی دی جو اس پر اثر بھی کر گئی۔ کیونکہ زرلال اگر کسی سے ڈرتا تھا تو وہ تھا وھاج زبیر۔۔۔۔۔

وہ ایسے ہی چپ کر کے چل رہا تھا جب اس کی نظر یشفعہ پر پڑی تو کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

وجی بھائی آپ لوگ شاپنگ کرو میں واش روم سے ہو کر آیا۔۔۔۔

اور یہ بول کر وہ جلدی سے یشفعہ کے پاس پہنچا۔

وھاج کی نظروں نے زرلال کا تعاقب کیا تو بولا۔

یہ سدھرنے والی چیز ہی نہیں ہے۔۔۔۔۔۔۔

علی نے ایک نظر زرلال کو دیکھا پھر وھاج کو دیکھا

جو غصے سے زرلال کو گھور رہا تھا۔

وجی یار مجھے یہاں کچھ خاص پسند نہیں آ رہا چل دوسری سائیڈ پر چلتے ہیں۔۔۔۔۔

علی نے اس کا دھیان زرلال سے ہٹانے کے لئے کہا۔

اچھی طرح سے جانتا ہوں کہ تجھے یہاں کچھ پسند کیوں نہیں آ رہا۔۔۔۔۔۔

وھاج علی کو گھورتے ہوئے بولا۔

ایکسکیوزمی مس؟؟؟؟

یشفعہ نے مڑ کر زرلال کو دیکھا اور نا سمجھی سے اپنی طرف اشارہ کیا۔

جی جی آپ سے ہی مخاطب ہوں۔۔۔۔۔۔

زرلال نے مسکرا کر جواب دیا تو یشفعہ نے ناگواری سے منہ موڑ لیا۔

زرلال جلدی سے آگے بڑھا اور بولا۔

مجھے آپ کی مدد۔۔۔۔۔

میں اجنبیوں سے بات کرنا پسند نہیں کرتی اس لئے ڈونٹ ویسٹ مائے ٹائم۔۔۔۔۔۔۔۔

یشفعہ اس کی بات درمیان میں ہی کاٹ کر بولی۔

اوو مطلب آج دال نہیں گلنے والی۔۔۔۔

زرلال نے دل میں سوچا۔

وہ جانے کے لئے پلٹنے ہی والا تھا جب یشفعہ نے اس روکا۔

سنو۔۔۔ کیسی ہیلپ چاہیے تھی؟؟؟

زرلال مڑا اور دنیا جہاں کی شرافت چہرے پر سجا کر بولا۔

وہ ایکچوئیلی میرے بھائی کی بیٹی سات سال بعد پاکستان آ رہی ہے اور اسی کے لئے گفٹ خریدنا تھا لیکن سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا خریدوں۔۔۔ وہ کبھی لڑکیوں کے لئے کچھ خریدہ نہیں ہے نا۔۔۔۔۔

بیٹی کتنے سال کی ہے؟؟؟؟

بارہ سال کی ہے۔۔۔۔۔۔۔

زرلال نے رسان سے جھوٹ بولا۔

یہ نیکلس کافی اچھا ہے آپ یہ خرید لیں۔۔۔۔

یشفعہ نے اس کے آگے ایک نیکلس کیا۔

وائو اٹس رئیلی بیوٹی فل۔۔۔ تھینکیو سو مچ۔۔۔۔۔

اٹس او کے۔۔۔۔۔

یشفعہ مسکرائے بغیر بولی۔

زرلال نے جلدی سے اسے خریدا اور پھر بولا۔

مس آپ کا نام؟؟؟

یشفعہ نے ایک آبرو آچکا کر اسے دیکھا۔

غلط مطلب مت سمجھیے گا۔ میں بس اسی لئے پوچھ رہا تھا کہ مجھے پتہ تو ہو کہ میری مدد کس نے کی ہے۔۔۔۔

زرلال معصومیت کے سارے ریکارڈ توڑتے ہوئے بولا۔۔

یشفعہ اسد جہانگیر۔۔۔۔۔۔

اس نے جواب دیا اور وہاں سے چلی گئی۔۔

ارے میرا نام تو سنتی جائیں۔۔۔۔

زرلال نے پیچھے سے ہانک لگائی۔۔۔۔

لڑکی ڈفرنٹ ہے زرلال۔۔۔۔۔

زرلال اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے خود سے بولا اور پارکنگ کی طرف چلا گیا۔۔

ہال کو رائل بلیو اور وائٹ کلر کے پھولوں سے سجایا گیا تھا۔ہر طرف کی لائٹس آف تھیں اور صرف سپاٹ لائٹ آن تھی جو اس وقت مومنہ اور علی پر تھی۔دونوں ایک دوسرے کو رنگ پہنا رہے تھے۔ علی رائل بلیو تھری پیس میں کافی ہینڈسم لگ رہا تھا تو مومنہ وائٹ کلر کی میکسی اور لائٹ میک اپ میں غضب ڈھا رہی تھی۔ہال میں موجود ہر کوئی اس مچلنا کے لئے دعا گو تھا۔۔۔

وجی بھائی آپکو نہیں لگتا کہ آپ کی منگنی بھی اب ہو

جانی چاہیے۔۔۔۔۔۔۔۔

زرلال، عبداللہ، وھاج اور علی ایک ٹیبل پر بیٹھے تھے جب زرلال نے شرارت سے پوچھا۔

چھوٹے چپ کر کے کھانا کھاؤ ورنہ۔۔۔۔۔

وھاج نے زرلال کو تنبیہ کی۔

او کے بھائی۔۔۔۔۔۔۔

زرلال نے مئودب انداز میں جواب دیا۔

ویسے وجی بھائی آپ لڑکیوں سے اتنا بھاگتے کیوں ہیں؟؟؟؟

عبداللہ نے سنجیدگی سے پوچھا۔

وہ اس لئے کہ کہیں ان کی بیوی کو برا نہ لگ جائے۔۔۔۔۔۔

جواب وھاج کی بجائے علی نے دیا۔

کیا مطلب؟؟؟؟

عبداللہ نے نا سمجھی سے پوچھا۔

وھاج نے خفیہ شادی کی ہوئی ہے۔۔۔۔۔۔

علی نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

اور ایک بارہ سال کی بیٹی بھی ہے۔۔۔۔۔۔

زرلال نے بھی گفتگو میں اپنا حصہ ڈالا۔

وہ دونوں اتنی سنجیدگی سے بول رہے تھے کہ عبداللہ

بچارہ ان کی شرارت سمجھ ہی نا پایا۔اور وھاج سے بولا۔۔۔۔

وجی بھائی آپ نے شادی کی ہوئی ہے اور ایک بیٹی بھی ہے۔اومائے گاڈ۔مجھے آپ سے یہ امید نہیں تھی۔۔۔۔۔

وھاج نے بمشکل اپنا غصہ ضبط کیا اور دانت پیستے ہوئے بولا۔۔۔

عابی ایسا کچھ نہیں ہے اور سچائی تو یہ دونوں ہی تمہیں بتائیں گے۔۔۔۔۔

یہ بول کر وہ وہاں سے واک آئوٹ کر گیا اور عبداللہ نے سوالیہ نظروں سے علی اور زرلال کی طرف دیکھا جو قہقے لگا رہے تھے۔۔۔

اب بتائو گے کہ بات کیا ہے؟؟؟؟

عابی نے ان دونوں کو گھورتے ہوئے پوچھا۔۔

جواب میں زرلال نے ہنستے ہوئے عابی کو شاپنگ مال والا سارا واقعہ بتایا۔۔۔۔۔

انتہائی کمینے ہو تم۔۔۔۔۔۔۔

یہ بول کر عبداللہ بھی وھاج کے پیچھے چلا گیا۔

او مسٹر اندھے ہو گیا؟ یا آنکھیں کرائے پر دے کر آئے ہو؟؟؟؟

وھاج جو اپنے ہی دھیان میں اپنے موبائل پر میل چیک کرتے ہوئے حال کی بیک سائیڈ پر جا رہا تھا جبکہ یشفعہ جس نے ایک ہاتھ میں موبائل پکڑا تھا اور دوسرے ہاتھ میں کولڈ رنک پکڑے ہال کی بیک سائیڈ سے واپس آ رہی تھی دونوں کا زبردست تصادم ہوا۔۔یشفعہ کے ہاتھ سے گلاس چھوٹ کر زمین پر گرا اور ٹوٹ گیا۔

اور کچھ جوس یشفعہ کے وائٹ ٹراوزر پر گرااور وہ چلا اٹھی۔۔۔۔۔۔۔

وھاج نے ایک پل کو اسے دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔ گندمی رنگت، لمبے بال جو کمر تک آبشار کی طرح پھیلے ہوئے تھے، لمبی اور گھنی پلکیں جن پر مسکارا لگایا ہوا تھا، گلابی ہونٹ جن پر لپ گلوز لگایا ہوا تھا۔ تیکھے نین نقش، پتلی سی ناک، بھوری چمکدار آنکھیں، بلیو شرٹ جس پر وائٹ سٹون کا کام ہوا تھا۔ نیچے وائٹ ٹراوزر اور بلیو ہیل پہنی ہوئی تھی۔اور ڈوپٹے کو دائیں کندھے پر لٹکایا ہوا تھا۔

یشفعہ نے اس کے آگے چٹکی بجائی اور اپنے غصے کو کنٹرول کرتے ہوئے بولی۔۔۔۔

ہو گیا جائزہ اب معافی مانگو۔۔۔۔۔

دیکھیے۔۔۔۔۔

دس سیکنڈ صرف دس سیکنڈ ہیں تمہارے پاس سوری

بولو ورنہ انجام کہ ذمے دار تم خود ہو گے۔۔۔۔۔۔

یشفعہ وھاج کی بات درمیان میں ہی کاٹتے ہوئے بولی۔

وھاج جو ارد گرد سے بے نیاز صرف اسے دیکھنے میں مگن تھا وہ کیا کہہ رہی تھی وہ سننے سے ہی قاصر ہو گیا تھا۔

دس سیکنڈ بعد بھی جب وھاج کچھ نہ بولا تو یشفعہ نے پاس سے گزرتے ویٹر کو اشارے سے اپنے پاس بلایا اور دو گلاس جوس پکڑ کر وھاج کے اوپر انڈیل دیئے۔ جیسے ہی وھاج پر جوس گرا وہ ہوش میں آیا اور

ایک دم غصے سے یشفعہ کے دونوں بازو پکڑ کر اسی کی پشت پر باندھنے والے انداز میں پیچھے کئے۔۔اور اسے خود سے قریب کر لیا۔۔

اتنا قریب کے دونوں میں فاصلہ چند انچ کا رہ گیا تھا۔

پہلے شاید بول دیتا لیکن اب جو تم نے کیا ہے سوری بولنا نا ممکن۔۔۔۔۔۔

وھاج دھیمے لہجے میں غرایا تھا۔

چھوڑو مجھے جنگلی انسان پھر تمہیں بتاتی ہوں کہ یشفعہ اسد جہانگیر چیز کیا ہے؟؟؟؟؟

وہ وھاج کے غصے کا اثر لئے بغیر بولی۔

وھاج نے اس مزید خود سے قریب کر لیا اور اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے بولا۔

اگر میں نا چھوڑوں تو کیا کرو گی ؟؟؟؟

یشفعہ کو اسکی گرم سانسیں اپنے چہرے پر محسوس ہو رہی تھیں۔۔۔یشفعہ نے ایک پل کو اسے غور سے دیکھا۔۔۔

دودھیا رنگت، ہیزل گرین آنکھیں، فرنچ کٹ داڑھی، مڑی ہوئی پلکیں، کھڑی ناک، فوجی کٹ ہئیر سٹائل اور وائٹ تھری پیس میں وہ بلا کا ہینڈسم لگ رہا تھا۔۔

اگر مکمل جائزہ ہو گیا ہو تو بتانا پسند کریں گی کہ کیا کریں گی آپ؟؟؟؟؟

وھاج نے مسکراہٹ دباتے ہوئے اس کے مسلسل اسے دیکھنے پر چوٹ کی۔۔۔

یشفعہ ایک پل کو تو شرمندہ ہوئی لیکن دوسرے ہی پل اس کی شرمندگی کی جگہ اس کے غصے نے لے لی۔۔۔

یشفعہ نے غصے سے اپنا گھٹنا اٹھایا اور وھاج کی ٹانگوں کے بالکل درمیان میں مارا۔ وھاج نے ایک دم اسے چھوڑا اور اس سے چار قدم دور ہوا اور بولا۔

جنگلی بلی۔۔۔۔۔۔

یشفعہ نے بمشکل اپنی مسکراہٹ دبائی اور بولی۔

عورت کو کمزور سمجھنے کی غلطی کبھی مت کرنا۔ عورت چاہے کتنی ہی ماڈرن کیوں نہ ہو خود کو چھونے کی اجازت کسی غیر مرد کو نہیں دے سکتی۔

اس لئے اگلی دفعہ سوچ سمجھ کر کسی کا ہاتھ پکڑنا۔۔۔

وہ جانے کے لئے مڑی ہی تھی کہ کچھ یاد آنے پر واپس پلٹی اور بولی۔۔۔۔۔

بلیک بیلٹ ہوں اور سونے پہ سہاگہ آرمی والے کی بیٹی ہوں تو کبھی بھول سے بھی میرے راستے میں آنے کی کوشش بھی مت کرنا ورنہ ابھی تو صرف ٹریلر دکھایا ہے تب پوری فلم دکھاؤں گی۔۔۔۔۔

یہ بول کر وہ وہاں سے چلی گئی جبکہ وھاج درد سے دہرا ہوتا ہوا ادھر ہی بیٹھ گیا۔

کیا آفت تھی یہ؟ میجر وھاج ملک جس کے نام سے دہشتگرد کانپ اٹھتے ہیں آج وہ ایک لڑکی سے پٹ گیا ۔۔۔ہاو ایمبریسنگ۔۔۔۔ جنگلی بلی نے مارا بھی تو اتنی بری جگہ ہے کہ بندہ فرسٹ ایڈ بھی نہ مانگ سکے۔۔۔

وھاج خود سے بڑبڑایا۔۔۔جب اسے اپنے پیچھے سے قہقہوں کی آوازیں سنائیں دیں۔اس نے گردن گھما کر دیکھا تو علی، زرلال اور عبداللہ تھے جو اس کی حالت دیکھ کر ہنس رہے تھے۔۔۔

وھاج اپنی خجالت مٹانے کے لئے اٹھا اور غصے سے ان تینوں کی جانب بڑا۔۔ علی اور زرلال تو بھاگ گئے لیکن عابی ابھی بھی ہنس رہا تھا۔ وھاج نے اسے ہنستے ہوئے دیکھا تو دو قدم اس سے دور ہی رک گیا۔

دو سال بعد وہ عابی کو ہنستے دیکھ رہا تھا لیکن اسی کی ہنسی میں اداسی چھلک رہی تھی۔۔کسی نے کیا خوب کہا ہے۔۔

۔~~~~ اداسی چیختی ہے قہقہوں میں۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ہمارا درد سب سے مختلف ہے۔۔۔۔

اچانک ہنستے ہنستے عابی وھاج کے گلے لگا اور رو دیا۔۔۔ پچھلے دو سالوں کا غبار تھا جو آج نکلا تھا۔

وجی بھائی اس نے میرا انتظار کیوں نہ کیا؟ میں نے اس کے لئے ہجر کو چنا لیکن اس نے تو مجھے ہجر کا تحفہ ہی دے دیا۔آپکو پتہ ہے نہ سانسیں بستی تھیں میری اس میں۔وہ عشق تھی میرا لیکن شاید میں اس کے لئے کچھ نہیں تھا اس لئے تو وہ مجھے اتنی جلدی چھوڑ کر چلی گئی۔۔۔

بھائی آپکو پتہ ہے میں پچھلے دو سالوں سے پاکستان کیوں نہیں تھا آ رہا کیوں کہ یہاں اس کی خوشبو ہے اس کی یادیں ہیں جو مجھے بے چین کر دیتی۔۔اور کر رہی ہیں۔۔۔

بھائی مجھے وہ واپس لا دیں بھائی اس سے پہلے کہ میرا صبر میرا ساتھ چھوڑ دے۔۔۔۔۔۔۔۔

عبداللہ ٹوٹے ہوئے لہجے میں بول رہا تھا۔اس کی باتیں سن کر وھاج کی آنکھیں بھی نم ہو گئیں۔۔۔

عابی میرے بھائی ہوش کر مر چکی ہے وہ۔۔۔ پلیز اس طرح بول کر خود کو اور ہم سب کو تکلیف مت دو۔۔۔

وھاج اسے سمجھاتے ہوئے بولا۔

عبداللہ جواب میں خاموش رہا۔ جب اس کے آنسو خشک ہو گئے تو وہ وھاج سے علیحدہ ہوا اور شرمندگی سے سر جھکاتے ہوئے بولا۔

ایم سوری بھائی۔۔ پتہ نہیں کیسے؟؟

میں جانتا ہوں میرا بھائی بہت ہمت والا ہے۔ لیکن محبت کو حاصل کر کے بھی خالی ہاتھ رہنا اور پھر سے ہمت کر کہ اپنے سے جڑے رشتوں کا احساس کرنا واقعی کوئی کوئی کر سکتا ہے اور مجھے فخر ہے کہ میرا عابی ان میں سے ہے۔۔۔۔۔

وھاج نے اس کی شرمندگی دور کی اور اسے ہمت دی۔

جواب میں عابی مسکرا دیا۔۔

عابی ایک بات بولوں؟؟؟؟

وھاج نے اجازت طلب نظروں سے پوچھا۔

وجی بھائی آپ یوں اجازت مت لیں اور بولیں جو بھی بولنا ہے۔۔۔

عابی تم زندگی میں آگے کیوں نہیں بڑھ جاتے میرا مطلب ہے تم شادی۔۔۔۔

وھاج کی ادھوری بات کا مطلب سمجھتے ہی عبداللہ دکھ سے مسکرایا اور بولا۔

جانتے ہیں وجی بھائی دکھ کسی کی موت کا نہیں ہوتا بلکہ اس انسان سے بچھڑنے کا ہوتا ہے اور انسان کو موت نہیں رلاتی بلکہ وہ محبت رلاتی ہے جو آپ مرنے والے سے کرتے ہیں۔اور رہی آگے بڑھنے کی بات تو آپ سب کو اچھے سے معلوم ہے نہ اس سے پہلے کوئی تھا نہ اس کے بعد کوئی ہو گا۔۔۔۔۔۔

عابی تم۔۔۔۔

پلیز بھائی اس ٹاپک پر ہم بات نہ ہی کریں تو اچھا ہے کیونکہ آپ بھول سکتے ہیں اسے۔۔ میں نہیں۔۔۔ یا یوں کہیے کہ میں اسے بھولنا چاہتا ہی نہیں۔۔۔۔۔۔

عبداللہ وھاج کی بات درمیان میں ہی کاٹ کر بولا۔

جیسے تمہاری مرضی۔۔۔۔۔

وھاج نے مسکرا کر جواب دیا تو عبداللہ بھی جواب میں مسکرا دیا۔اور ماحول کو مزاح کا رنگ دیتے ہوئے بولا۔

ویسے اس لڑکی نے ٹارگٹ آپکو صیح جگہ کیا تھا۔۔۔۔۔

یہ بول کر عابی وہاں سے بھاگ گیا۔شاید اسے تنہائی چاہیے تھی کیونکہ دو سال بعد آج پھر اس کے زخم تازہ ہو گئے تھے۔ جبکہ وھاج کو یشفعہ سے فائٹ پھر یاد آ گئی اور وہ مسکرا دیا۔۔۔۔

جنگلی بلی۔۔۔۔۔۔

: ماضی

: اسلام آباد

اگلی صبح گیارہ بجے اسد نے اریب کو اپنے ہاتھوں سے قبر میں اتارا تھا۔ یہ کیسا امتحان تھا ایک باپ کا کہ اسے خود اپنی پھول جیسی بیٹی کو مٹی تلے دفن کرنا پڑ رہا تھا۔

جنازے کے بعد سب ادھر سے چلے گئے لیکن اسد اریب کی قبر کے پاس ہی بیٹھا رہا۔ اسکی آنکھوں سے آنسو روانی سے بہہ رہے تھے۔۔

جانتی ہو بیا آپ کے بابا بہت مضبوط ہیں اتنے مضبوط کہ لوگ مجھے پتھر دل کہتے ہیں لیکن ان کو کیا پتہ کہ اسد جہانگیر صرف اپنے رب کے سامنے رونا چاہتا ہے۔

آپکی ماما کی جب ڈیتھ ہوئی تھی نہ تو میں بہت رویا تھا اللہ سے شکوہ کیا کہ کیوں اس نے میری انوشے کو مجھ سے چھین لیا۔۔ بہت عرصے تک میں یہی کرتا رہا۔ لیکن پھر ایک دن مجھے ایک بات سمجھ آئی کہ رونے اور شکوہ کرنے سے مرنے والا واپس نہیں آتا اس لئے صبر کرنا پڑتا ہے۔۔ تو پھر میں نے رونے کی بجائے صبر کا دامن تھام لیا اور آج بھی وہی کر رہا ہوں۔۔۔۔۔

لیکن آپ کے بابا اندر سے ٹوٹ گئے ہیں بیا ٹوٹ گئے

ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اسد بیا کی قبر پر بیٹھا اس سے بات کر رہا تھا۔۔۔

اسے بیٹھے تین گھنٹے گزر چکے تھے جب اس کے موبائل کی رنگ بجی۔شاذر کالنگ دیکھ کر اسد نے جلدی سے اپنے آنسو پونچھے اور کال ریسیو کی۔۔۔۔

اسلام وعلیکم ۔۔۔۔۔۔ہاں شاذر عاشو کیسی ہے؟؟؟؟

وعلیکم اسلام۔۔عاشو کو ہوش آگیا ہے اسد تم جلدی سے ہوسپٹل پہنچو۔۔۔۔۔

شاذر نے خوشی سے جواب دیا اور کال بند کر دی۔۔

اسد وہاں سے اٹھا اور گاڑی میں بیٹھا۔۔

میں عاشو کے سوالوں کا کیا جواب دوں گا یہی ایک چیز تھی جس سے میں ڈر رہا تھا۔یااللہ مجھے ہمت دینا۔۔۔

یہ بول کر اس نے گاڑی سٹارٹ کی۔۔۔ابھی اسے ڈرائیو کرتے دس منٹ ہی گزرے تھے جب اس کی گاڑی سے کوئی چیز ٹکرائی۔اس نے جلدی سے بریک لگائی اور گاڑی سے باہر نکلا۔۔۔۔۔۔

جونہی وہ آگے بڑھا دیکھا کہ ایک لڑکی خون میں لت پت پڑی ہوئی ہے۔۔

یااللہ خیر۔۔۔۔۔

یہ بول کر وہ آگے بڑھا اس لڑکی کو اٹھا کر اپنی گاڑی کے پچھلی سیٹ پر لٹایا اور خود جلدی سے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھا اور گاڑی ڈرائیو کرنے لگا۔۔۔۔

ہوسپٹل پہنچ کر اس نے شاذر کو ساری صورتحال سے آگاہ کیا اور اسے کہا کہ پولیس کو اس معاملے میں انوالو نہ ہونے دے اور اس لڑکی کا علاج بھی کروائے۔

مسٹر شاہ اس ایکسیڈنٹ والی لڑکی کے ساتھ آپ ہیں؟؟؟

ایک نرس نے شاذر سے پوچھا۔جب اسد اور شاذر آپس میں کچھ بات کر رہے تھے۔

جی۔۔کیا ہوا سب خریت؟؟؟

شاذر نے جواب دے کر نرس سے پوچھا۔

ایکچوئیلی ان کو بلڈ ینگ کافی ہو گئی ہے اور انہیں بلڈ کی ضرورت ہے لیکن ہمارے ہوسپٹل میں اس وقت مطلوبہ بلڈ گروپ موجود نہیں ہے اور ڈاکٹر نے آپ کو بلڈ کا انتظام کرنے کو بولا ہے۔۔۔۔

نرس نے تفصیلی جواب دیا۔

بلڈ گروپ کیا ہے؟؟؟

اسد نے پوچھا۔۔

اے بی نیگیٹو۔۔۔۔۔۔۔

میرا بلڈ گروپ بھی یہی ہے۔۔ چلیں میں آپ کے ساتھ

چلتا ہوں۔ میری بیٹی تو بچ نہیں سکی شاید میری وجہ سے کسی اور کی بیٹی بچ جائے۔۔۔۔

یہ بول کر اسد نرس کے ساتھ چلا گیا۔۔۔

اگلی صبح ڈاکٹر نے اسد اور شاذر کو اپنے روم میں بلوایا۔۔۔

ڈاکٹر سب ٹھیک ہے نا؟؟

جی جی۔۔ مسٹر اسد سب ٹھیک ہے۔۔۔۔

ڈاکٹر نے اسد کو جواب دیا۔

یشفعہ کیسی ہے اب؟؟؟

اسد نے پوچھا۔

دیکھیں ان کو ہوش تو آ گیا ہے لیکن ان کا برین پراپر ورک نہیں کر رہا اور اس کنڈیشن میں آپ کو ان کو ٹینشن سے جتنا دور رکھیں ان کے لئے اتنا بہتر ہے۔۔۔

مجھے امید ہے آپ میری بات سمجھ رہے ہیں۔۔۔۔۔

ڈاکٹر نے پروفیشنل انداز میں کہا۔۔۔

لیکن ڈاکٹر اگر وہ اپنی سسٹر کے بارے میں پوچھے گی تو ہم کیا بتائیں گے؟؟؟؟

اس بار شاذر نے ڈاکٹر سے پوچھا۔

دیکھیئے مسٹر شاہ۔۔۔ان کا برین ابھی اس چیز کو ایکسپٹ نہیں کرے گا اور الٹا ان کی کنڈیشن پہلے سے زیادہ خراب ہو سکتی ہے اس لئے کچھ عرصے تک آپ یہ بات ان کو نہ بتائیں۔۔۔۔۔۔

لیکن ڈاکٹر آپ سمجھ نہیں رہے وہ مکمل ہوش میں آتے ہی اریب کے بارے میں پوچھے گی۔۔۔۔۔

اسد نے اپنی پریشانی ڈاکٹر کو بتائی۔

مسٹر اسد آپ کی بات بھی ٹھیک ہے لیکن ابھی آپ کو کیسے بھی کر کے ان سے جھوٹ بولنا ہو گا ورنہ اپکی دوسری بیٹی بھی۔۔۔۔۔

ڈاکٹر نے جان بوجھ کر بات ادھوری چھوڑ دی۔۔

ڈاکٹر وہ جو کل لڑکی آئی تھی ایکسیڈنٹ والی اس کی کیا کنڈیشن ہے؟؟؟؟

اسد کے چہرے پر پریشانی دیکھ کر شاذر نے بات بدل دی۔۔۔۔۔۔

ویل ان کی کنڈیشن پہلے سے کافی بہتر ہے لیکن۔۔۔۔

لیکن کیا ڈاکٹر۔۔۔۔

اسد نے پوچھا۔

ایکچوئیلی مسٹر اسد ان کے فیس کو کسی چیز سے بری طرح جلایا گیا ہے۔۔شاید سیگریٹ کے نشانات ہیں ۔اور

ہمیں ان کی دو تین سرجریز بھی کرنی پڑے گی جس سے ان کا چہرہ تھوڑا بہت چینج ہو جائے گا۔۔۔۔۔

ڈاکٹر نے سنجیدہ انداز میں جواب دیا۔

ڈاکٹر آپ اس بچی کی سرجری سٹارٹ کریں اور اس کے جو بھی اخراجات ہیں وہ مجھے بتا دیں۔۔۔۔

اسد نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔۔۔۔

ایک اور بات تھی مسٹر اسد۔۔۔۔

ڈاکٹر تھوڑا ہچکچاہٹ سے بولا۔۔

جواب میں جو ڈاکٹر نے بتایا اسے سن کر اسد کی غصے سے پیشانی کی رگیں تن گئی جبکہ شاذر کا حال بھی مختلف نہ تھا۔

ڈاکٹر آپ اس کا علاج میری بیٹی سمجھ کر کریں۔۔۔۔

اسد یہ بول کر باہر چلا گیا جبکہ شاذر بھی ڈاکٹر سے مصافحہ کر کہ اسد کے پیچھے نکل گیا۔

: حال

: لوکیشن اسلا آباد

عابی میری جان اتنا اندھیرا کیوں کیا ہوا ہے؟؟؟؟

زیبا جیسے ہی عبداللہ کے کمرے میں داخل ہوئی اندھیرا دیکھ کر بے ساختہ بولی۔۔۔

ماما۔۔ میری تو ساری زندگی اندھیرے میں ڈوب گئی ہے روشنی کا تو نام و نشان کہیں بھی نہیں۔۔۔۔

عبداللہ نے ٹوٹے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

زیبا نے جونہی لائٹ آن کی اپنے اکلوتے بیٹے کی حالت دیکھی تو تڑپ اٹھی۔۔ عبداللہ کی ہیزل براون آنکھیں اس وقت کسی خونی سمندر کا نظارہ پیش کر رہیں تھیں۔ وہ بہت بکھرا بکھرا لگ رہا تھا۔ زیبا اس کے پاس بیڈ پر بیٹھی اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور اسے سمجھاتے ہوئے بولی۔

اللہ جب کسی کو آپ کی زندگی میں شامل کرتا ہے تو اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی وجہ ہوتی ہے اور جب کسی کو آپکی زندگی سے دور کرتا ہے تو اس کے پیچھے بھی کوئی وجہ ہوتی ہے جو انسان کو بہت دیر بعد سمجھ میں آتی ہے۔۔اس لئے اللہ پر بھروسہ رکھو وہ سب ٹھیک کر دے گا۔۔۔۔۔

جواب میں عبداللہ نے اپنا سر اثبات میں ہلا دیا۔

ایک ڈاکٹر جب ایک مریض کو تسلی دیتا ہے کہ سب ٹھیک ہو جائے گا تو اس کی آدھی بیماری وہیں ختم ہو جاتی ہے لیکن جب ایک ڈاکٹر کو اس کے مرض پر تسلی دی جاتی ہے تو وہ اس حد تک مطمئن نہیں ہوتا جس حد تک ایک عام انسان مطمئن ہو جاتا ہے۔

اور زیبا بھی اس وقت لندن کے بیسٹ نیورولوجسٹ کو سمجھا رہی تھی جو دوسروں کے دماغ تو پڑھ سکتا تھا لیکن اپنے دماغ کے اندر کیا چل رہا ہے کسی کو پتہ نہیں چلنے دیتا تھا۔

باتوں۔۔ باتوں میں بھول ہی گئی آ جاؤ نیچے سب ناشتے پر تمہارا انتظار کر رہے ہیں۔۔۔۔۔۔

زیبا اپنی پیشانی پر ہاتھ مارتے ہوئے بولی۔

ماما آپ چلیں۔ میں آ رہا ہوں۔۔۔۔۔

عبداللہ نے مسکرا کر جواب دیا۔

او کے۔۔ جلدی آنا وی آر ویٹنگ۔۔۔۔۔۔

یہ بول کر زیبا وہاں سے چلی گئی۔ جبکہ عبداللہ نے اپنا موبائل پکڑا اور ایک تصویر اوپن کر کے بولا۔

اف یو آر ناٹ لیونگ، آئی ول ویٹ ہیر فار یو آل مائے لائف۔۔۔۔۔

یہ بول کر اس نے تصویر کا بوسہ لیا اور مسکرا کر موبائل سائیڈ پر رکھا اور فریش ہونے کے لئے چلا گیا۔۔

ہمارے معاشرے میں عورتوں اور بچوں کا ایک الگ مقام ہے۔ اگر عورت کی بات کی جائے تو جب وہ پیدا ہوتی تو رحمت، بہن کے روپ میں ہو تو عزت اور

شفقت، بیوی ہو تو محبت اور جب ماں بنتی ہے تو جنت۔۔۔ لیکن آج افسوس سے مجھے یہ کہنا پڑ رہا ہے کہ جس کے قدموں تلے جنت لکھ دی گئی اسی کی عزت کو سر عام روندہ جا رہا ہے۔۔ اسلام سے پہلے تو عورت کو کوئی حق حاصل نہیں تھا اور اسلام کے بعد عورت کو حقوق تو مل رہے ہیں لیکن کچھ ہوس کے پجاری ایسے ہیں جن کے لئے عورت صرف ایک کھلونا ہے۔ جب ہمارا دین عورتوں کی عزت کرنے کو کہتا ہے تو ہم منکر کیسے ہو سکتے ہیں؟ جو اسلام کے احکامات کو نہیں مانتا کیا وہ مسلمان ہو سکتا ہے؟ میرے خیال سے تو نہیں۔۔ قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے :

۔"اے ایمان والو! تمہیں جائز نہیں کہ عورتوں کے زبردستی وارث بن جاؤ اور نہ روکو ان کو اس لئے کہ جو ان کو مہر دیا اس میں سے کچھ لے لو مگر اس صورت میں کہ سخت بے حیائی کا کام کریں اور ان سے اچھا برتاؤ کرو پھر اگر تمہیں ناپسند ہوں تو قریب ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو اور اللہ اس میں بھلائی رکھے"

آیت (19۔النساء)

اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدوں سے بڑھ جائے اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا اس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے ذلت والا

"عذاب ہے۔

آیت (14۔النساء)۔

اسلام عورتوں کے حقوق پر زور دیتا ہے۔ لیکن ہمارے معاشرے کے کچھ سفاک لوگ عورت کو اپنی جنسی ہوس کا نشانہ بناتے ہیں اور پھر ان کو یا تو قتل کر دیتے ہیں یا بیچ دیتے ہیں۔

میری رو پورٹ کے مطابق اس سال 2322۔ بچے زیادتی کا شکار ہوئے۔ جن میں سے 1298۔لڑکیاں ہیں اور اگر اس کی پرسنٹیج کی بات کی جائے تو 56%۔ ہے۔اور پنجاب میں اس ناسور کی تعداد سب سے زیادہ 67% ہے۔اب آتے ہیں بچوں کی طرف 2322۔ میں سے 1024۔ لڑکے ایسے ہیں جو اس درندگی کا شکار ہوئے۔ اگر تعداد کے لحاظ سے دیکھا جائے تو ہر روز 12 بچے زیادتی کا شکار ہو رہے ہیں۔

اگر عمر کے لحاظ سے دیکھا جائے تو 622 بچے ایسے ہیں جن کی عمریں 15۔11 سال جبکہ 526 ایسے ہیں جن کی عمریں 10۔6 سال کے درمیان ہیں۔ان میں سے 57% بچے ایسے ہیں جن کو ریپ کے بعد قتل کر دیا گیا۔

اس وقت میجر وھاج زبیر ملک اپنی بنائی ہوئی رپورٹ باقی میٹنگ ممبرز سے شیئر کر رہا تھا۔اس کے چہرے

پر بلا کی سختی تھی۔

اب آتے ہیں اس بات پر کہ ان سب کہ پیچھے ہے کون؟ بڑے بڑے سیاستدان، بگڑے ہوئے رئیس زادے یا پھر یہ کہنا مناسب ہو گا کہ جنس پرست انسان بلکہ جانور ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک نام رستم پاشا کا ہے۔

رستم پاشا کا اصل نام وحید سومرو ہے۔ جو سات سال پہلے تک ایک مزدور کا بیٹا تھا۔ جوا۔ شراب اور زنا کاری غرض کے ہر بیماری تھی اس میں۔ اس کا تعلق قصور کے ایک چھوٹے سے قصبے سے تھا۔ ایک دن جوے میں اس نے اپنی ماں کو لگایا اور ہار گیا جب باپ کو پتہ چلا تو اس نے رستم کی ماں کے ساتھ خود کو بھی گولی مار لی۔ رستم وہاں سے بھاگ کر کراچی گیا وہاں اس کی ملاقات کافی بڑے بڑے گینگسٹرز سے ہوئی اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ جرم کی دنیا کا بے تاج بادشاہ کہلانے لگا۔

رستم کی دو لیگل بیویاں جبکہ سات ایلیگل بیویاں ہیں اس کی دونوں لیگل بیویاں مر چکی ہیں۔ اور اس کی کوئی اولاد نہیں ہے۔ رستم لڑکیوں کو سمگل کرواتا ہے اور ہر رات اس کے کمرے میں ایک نئی لڑکی ہوتی ہے۔ جس سے یہ اپنی ہوس کو پورا کرتا ہے۔

یہ کام رستم اپنے رائٹ ہینڈ پلس دوسری بیوی کے بھائی عثمان خان کی مدد سے کرتا ہے۔ پچھلے دو سالوں سے رستم دبئی میں تھا اور اس کا سارا کام پیچھے سے عثمان خان نے سنبھالا ہوا تھا۔ اب دو سال بعد وہ واپس آ گیا ہے اور وجہ اس بار ہونے والے الیکشنز ہیں۔۔

دو دن پہلے عثمان خان نے سولہ بچے اور چودہ لڑکیوں کو فیصل آباد سے اٹھوایا اور ہر بار کی طرح اس بار بھی پولیس نے مقدمات نامعلوم افراد کے خلاف درج کیئے۔ ان سولہ بچوں میں سے ایک بچے کو بڑی بے رحمی سے قتل کر دیا گیا۔

اب میں آپکو بتاتا ہوں کہ ان لڑکیوں کو سمگل کیسے کیا جاتا ہے؟؟؟

وھاج نے ایک سٹک پکڑی اور اس کی مدد سے باقی ممبرز کو سمجھانے لگا۔

ان لڑکیوں کو اس پوائنٹ سے لے کر اس پوائنٹ پر کینٹینر سے پہنچایا جاتا ہے پھر رات کے تین بجے ان کو ڈبوں میں پیک کر کے افغان بارڈر کراس کروایا جاتا ہے کیونکہ اس وقت چیکنگ ان کے مقرر کردہ بندے کرتے ہیں اور وہ آسانی سے بارڈر کراس کروالیتے ہیں۔ پھر افغانستان سے ان کو انڈیا اور پھر ان کو دبئ سمگل کر دیا جاتا ہے۔۔۔۔۔

اب کی بار بھی عثمان اور رستم کا یہی پلان ہو گا لیکن اس بار سمگلنگ دس دن بعد ہونی ہے اور ان لڑکیوں کو سمگل ہونے سے بچانے کے لئے ہمیں عثمان اور رستم

کا دھیان ان کی ڈرگز والی فیکٹریوں کی طرف بٹانا ہو گا۔ اور ہمارا پہلا کام ان بچوں پندرہ بچوں کی زندگیاں بچانا ہو گا اور پھر رستم کو کمزور کرنے کے لئے رستم کے سب خاص آدمیوں کو ایک ایک کر کے ختم کرنا ہو گا اور اس کی شروعات عثمان خان سے ہو گی۔۔

ہم ان جیسے درندوں پر کوئی رحم نہیں کریں گے۔ اور اس بات کا خود سے عہد کر لیں کیونکہ ایسے لوگ رحم کے قابل نہیں ہیں جنہوں نے کتنی ہی مائوں کی گود اجاڑ دی اور کتنی ہی عورتوں کو بے لباس کیا۔۔۔

ہمیں اس مشن میں اگر اپنی جان بھی دینی پڑی تو پیچھے نہیں ہٹیں گے۔۔۔۔

وھاج نے اپنے ٹیم ممبرز کو پختہ لہجے میں باور کروایا۔

سر اس کے لئے مجھے کچھ لیگل اور کچھ ایلیگل طریقے استعمال کرنے پڑیں گے اور اس کے لئے مجھے آپ کی اجازت درکار ہے۔۔۔۔۔۔

وھاج نے نعمان بیگ کو اجازت طلب نظروں سے دیکھا۔

میری طرف سے آپکو اجازت ہے لیکن آپ ہر کام کی رو پورٹ مجھے بر وقت دیں گے۔۔۔۔۔

او کے سر۔۔اور سر اگر میں اس مشن میں زندہ نہ بچا تو میری جگہ میجر علی آپکو اس مشن پر رپورٹ کریں گے۔۔۔وھاج نے چٹانوں کی سی سختی سے کہا۔اور

نعمان بیگ کو سلیوٹ کیا۔

اس مشن میں اللہ ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔۔۔۔

کرنل نعمان نے کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

آمین۔۔۔۔۔۔

سب نے یک زبان ہو کر کہا۔

پاکستان۔۔۔۔۔۔۔۔

علی نے نعرہ لگایا۔

زندہ باد۔۔۔۔سب نے یک زبان ہو کر جواب دیا۔

روم سے نکلتے وقت نعمان بیگ نے وھاج کو تھمز اپ کا اشارہ کیا تو جواب میں وھاج مسکرا دیا۔

: ماضی

: لوکیشن اسلاآباد

ڈاکٹر میری بیٹی کو ڈسچارج کب تک ملے گا؟ دو ویک ہو گئے ہیں اور میرے خیال سے اب اس نے کافی ریکور بھی کر لیا ہے۔۔۔۔۔۔

اسد ڈاکٹر سے بولا۔۔

مسٹر اسد واقعی آپ کی بیٹی نے کافی جلد ریکوری کی ہے اور انشاءاللہ دو تین دن مزید ان کی پروگریس دیکھ کر ہم ان کو ڈسچارج کر دیں گے۔۔۔۔

ڈاکٹر نے مسکرا کر جواب دیا۔

تھینکیو ڈاکٹر۔۔۔۔۔

اٹس مائے ڈیوٹی مسٹر اسد سو آئی ڈونٹ نیڈ دس فارمیلیٹی۔۔۔۔۔۔۔

ڈاکٹر نے جواب دیا۔

جواب میں اسد مسکرا دیا۔

مسٹر اسد اف یو ڈونٹ مائنڈ کین آئی عاسک سم تھینگ؟؟؟؟

ڈاکٹر نے اسد کو ریلیکس دیکھتے ہوئے اجازت مانگی۔

شیور ڈاکٹر۔۔۔۔۔۔

آپ نے اپنی بیٹی کو اس کی بہن کے بارے میں بتا دیا؟ میرا مطلب ہے جتنی وہ ریلیکس ہیں اور جس طرح انہوں نے ریکور کیا۔۔۔۔

ڈاکٹر نے ہچکچا کر پوچھا۔

ڈاکٹر ان دو ویکس میں،، میں اپنی بیٹی سے ملا تک نہیں کیونکہ شاذر نے ہی اسے سنبھالا ہوا ہے۔ میں جب اسے ملوں گا تو شاید اس کے سوالوں کے جواب میرے پاس نہ ہو بس یہی چیز مجھے یشفعہ سے ملنے سے روکتی ہے۔۔۔۔۔۔

اسد نے کرب سے جواب دیا۔

اوو۔۔ایم سوری اگر آپ کو برا لگا تو۔۔۔۔

الٹس او کے ڈاکٹر ویسے بھی یہ رئیلیٹی ہے۔۔۔۔

اسد نے سنجیدہ انداز میں جواب دیا۔

ڈاکٹر وہ ایکسیڈنٹ والی لڑکی کیسی ہے؟؟؟

اسد نے یاد آنے پر پوچھا۔

مسٹر اسد وہ جیسے ہی ہوش میں آتی ہے چیخنے لگتی ہے یا ارد گرد کی چیزیں توڑنے لگتی ہے اور یہی کہتی ہے کہ ہم نے اسے کیوں بچایا؟؟؟اس لئے ہمیں مجبوراان کو بے ہوش کرنا پڑتا ہے۔۔۔۔

ڈاکٹر نے تفصیل سے جواب دیا۔

ڈاکٹر کیا میں اس سے مل سکتا ہوں ؟؟؟؟

اسد نے کچھ سوچتے ہوئے ڈاکٹر سے پرمیشن مانگی۔

ضرور لیکن تھوڑی احتیاط کہ ساتھ ۔۔۔

میں آپکی بات سمجھ گیا ہوں ڈاکٹر۔آپ مجھے اس کا روم نمبر بتادیں؟؟

اسد نے مسکرا کر پوچھا۔

107۔۔

ڈاکٹر کا جواب سنتے ہی اسد متعلقہ روم کی طرف چلا

گیا۔

جیسے ہی وہ روم میں داخل ہوا اس لڑکی کو دیکھا۔جو سوتے ہوئے بالکل معصوم پری لگ رہی تھی۔

اسد اس کے بیڈ کے پاس گیا اور اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

یو آر آ بریو گرل لائک مائے ڈاٹر۔۔۔۔۔

اس لڑکی نے اپنی آنکھیں کھولیں تو اسد چونک کر پیچھے ہوا اور حیرانی سے بولا۔

اریب۔۔۔۔۔

اس لڑکی کی ہیزل گرین آنکھیں بالکل اس کی بیٹی اریب جیسی تھیں اس لئے وہ بے اختیاری میں بول گیا۔

اس لڑکی نے کافی ڈرتے ڈرتے اسد کو دیکھا اور بولی۔

آ۔۔آپ کک۔کون ہیں؟؟؟

میں وہ ہوں جس کے ذریعے اللہ نے تمہاری جان بچائی ہے۔۔۔۔

اسد نے مسکرا کر جواب دیا۔

آپ کو نہیں کرنا چاہیے تھا ایسا؟؟؟؟

وہ روتے ہوئے بولی۔

تو کیا آپ کو خودکشی کرنے دیتا؟ مجھے تو یہ تھا کہ آپ اچانک میری گاڑی سے ٹکرا گئی ہو لیکن مجھے تو ڈاکٹر نے بتایا کہ آپ خودکشی کی کئی بار کوشش کر چکی ہو؟ ایک دفعہ اپنی کلائی کاٹ کر اور ایک دفعہ تیزاب پی کر لیکن خاطر خواہ فائدہ نہیں ہوا کیونکہ بروقت کسی نے آپکو ریسکیو کر لیا تھا۔۔۔۔

ایم آئی رائٹ؟؟؟؟

اسد نے کافی سنجیدہ انداز میں پوچھا۔

اس سے آپکو کوئی مطلب نہیں ہونا چاہیے اور رہی خودکشی کی بات تو وہ تو میں کر کے رہوں گی۔۔۔۔

وہ لڑکی عجیب انداز میں بولی۔

نام کیا ہے آپ کا؟

اسد نے اس کی باتوں کو خاطر میں لائے بغیر نرمی سے پوچھا۔

کیوں پولیس میں رپورٹ کروانی ہے؟؟۔۔

وہ ڈرتے ڈرتے بولی۔

اسد کو اس کی معصومیت پر ہنسی تو آئی لیکن وہ دبا گیا اور بولا۔

خودکشی حرام ہے ہمارے مذہب میں۔ چاہے انسان کتنا بھی مجبور کیوں نہ ہو اللہ کی نظر میں یہ حرام ہی رہے گی۔ ہمارا مذہب حرام موت کی اجازت نہیں دیتا چونکہ تم مسلمان لگ رہی ہو اس لئے سمجھا رہا ہوں۔ اب مجھے

ہی دیکھ لوں دو ہفتے پہلے ہی اپنی ایک بیٹی کو قبر میں اپنے ہاتھوں سے دفنا کر آیا تھا وہ بھی تمہاری عمر کی ہی تھی۔ اور ایک بیٹی یہاں ہوسپٹل میں ہے۔۔۔ میں بھی بہت دکھی تھا۔ چاہتا تو خودکشی کر سکتا تھا جیسے تم کر رہی تھی۔ لیکن خودکشی کرنے سے کیا سب ٹھیک ہو جاتا؟ نہیں بالکل نہیں۔۔۔۔ ہاں یہ ہو سکتا تھا کہ دنیا سے چھٹکارہ مل جاتا لیکن آخرت میں تو اللہ کے سامنے جواب دہ ہونا ہے پھر کیا عذر دو گی کیونکہ اللہ تو وہ کچھ جانتا ہے جو ہم خود سے بھی چھپانا چاہتے ہیں اور ویسے بھی قیامت کے دن تمہارا ایک ایک عضو تمہارے خلاف گواہی دے گا۔ پھر کیا جواب دو گی اللہ کو؟؟؟

اسد کی باتیں اس لڑکی پر کافی حد تک اثر انداز ہو چکی تھیں۔ اس لئے بولی۔

تو آپ کو سکون کیسے ملتا ہے؟ کیونکہ مجھے سکون نہیں مل رہا۔۔۔

نماز اور صبر سے۔۔۔۔

: قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے

"۔"اے ایمان والو! مدد مانگو صبر اور نماز سے بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

آیت (153۔البقرہ)

۔"اور صبر سے مدد چاہو اور نماز سے اور بے شک نماز ضرور بھاری ہے مگر ان کے لئے (نہیں) جو دل

" سے (میری طرف) جھکتے ہیں

آیت (25۔البقرہ)۔

آیات تو اور بھی ہیں لیکن ابھی انہی کا مفہوم سمجھ لو تو کافی ہے۔۔۔۔

اسد نے مسکرا کر کہا۔۔۔۔

انکل کیا اللہ تعالی میرے گناہوں کو معاف کر دیں گے؟؟؟؟

وہ روتے ہوئے بولی۔۔۔

ہاں کیوں نہیں۔اس کی تو صفت ہی غفور و رحیم ہے اور وہ ضرور تمہیں معاف کرے گا لیکن شرط یہ ہے کہ معافی سچے دل سے مانگو۔۔۔۔

:اللہ تو خود فرماتا ہے

۔" مگر جن لوگوں نے توبہ کی اور اصلاح کی اور صاف صاف بیان کر دیا تو یہی لوگ ہیں جن کی میں توبہ قبول کروں گا اور میں بہت زیادہ توبہ قبول کرنے والا بڑا مہربان ہوں"

آیت (160۔البقرہ)

وہ لڑکی زار و قطار رونا شروع ہو چکی تھی۔جب وہ خوب رو لی تو اسد نے پوچھا۔

اب اپنا نام بتاؤ اور اپنے والدین کا بھی تاکہ میں ان کو

بتادوں کہ ان کی بیٹی بالکل ٹھیک ہے۔۔۔۔۔۔

میرا نام۔۔۔فاطمہ ہے اور میرا اس دنیا میں کوئی نہیں ہے۔۔۔۔۔۔

وہ نظریں چراتے ہوئے بولی۔

اس سے پہلے کہ اسد کچھ بولتا روم کا دروازہ کھلا اور یشفعہ اندر داخل ہوئی اور اس کے پیچھے شاذر بھی تھا جو غالبا یشفعہ کو روک رہا تھا۔

بیا۔۔۔

یشفعہ یہ بول کر فاطمہ کے گلے ملی اور رو دی جبکہ اسد اور شاذر ہقہ بقہ رہ گئے۔

دیکھیے آپ رو کیوں رہی ہیں؟اور میں بیا نہیں ہوں میرا نام تو۔۔۔۔۔۔

بیا ایم سو سوری میری غلطی تھی لیکن پلیز ایسے تو نہ بولو کہ تم بیا نہیں ہو۔مجھے ماموں نے سب بتا دیا تھا۔۔۔۔۔۔

یشفعہ فاطمہ کی بات کاٹتے ہوئے بولی۔

کیا بتا دیا تھا؟

سوال اسد نے کیا۔

یہی کہ ہماری بیا کی سرجری ہوئی ہے اور اس کا فیس تھوڑا بہت چینج ہو گیا ہے۔ لیکن ماموں بھی بہت برے

ہیں مجھے تمہارا روم نمبر ہی نہیں بتا رہے تھے۔ وہ تو بھلا ہو اس نرس کا جس نے مجھے تمہارا روم نمبر بتا دیا۔۔۔۔۔۔۔

آخری بات وہ فاطمہ کو دیکھ کر بولی جو نا سمجھی سے سب کچھ دیکھ رہی ہے۔۔۔۔۔

بس عاشو بہت ہو گیا بچپنا جب وہ کہہ رہی ہے کہ وہ ہماری بیا نہیں ہے تو مطلب نہیں ہے۔ کیونکہ ہماری بیا۔۔۔۔۔۔۔

اس سے پہلے کہ اسد اپنی بات مکمل کرتا یشفعہ اپنا سر پکڑ کر بے ہوش ہو گئی۔ اسد جلدی سے آگے بڑھا اور یشفعہ کو اٹھا کر وہاں سے چلا گیا۔۔۔۔۔

: ایک دن بعد

انکل وہ آپکی بیٹی کیسی ہے؟؟؟؟

اسد فاطمہ سے ملنے آیا تھا جب فاطمہ نے ہچکچاتے ہوئے پوچھا۔

پہلے سے بہتر ہے۔۔۔۔۔

اسد جواب میں اتنا ہی بولا۔

انکل وہ مجھے بیا کیوں بول رہی تھی؟؟؟؟

کیونکہ شاذر نے اسے کہا تھا کہ آپ بیا ہو۔۔ میرا مطلب میری چھوٹی بیٹی اور اس کی بہن اریب۔۔۔۔۔۔۔

اسد نے سنجیدہ انداز میں جواب دیا۔

شاذر؟؟؟؟

وہ نا سمجھی سے بولی۔

جو انکل کل یشفعہ کے ساتھ تھے ان کا نام شاذر ہے۔۔۔۔

اسد اس کی ادھوری بات کا مطلب سمجھتے ہوئے بولا۔

انکل بیا کی دیتھ ہوئی ہے؟؟

فاطمہ نے معصومیت سے پوچھا۔

ہاں۔۔۔۔۔

اسد نے کرب سے جواب دیا۔

پھر دونوں میں خاموشی چھا گئی جس کو اسد کی آواز نے توڑا۔۔

فاطمہ بیٹا مجھے آپ سے کچھ بات کرنی تھی؟؟؟

جی بولیں انکل۔۔۔۔

وہ اسد کی ہچکچاہٹ دیکھ کر بولی۔

آپ مجھے غلط مت سمجھنا لیکن آپ یہ سمجھ لیں کہ ایک باپ آپ سے فریاد کر رہا ہے۔۔۔۔۔

کیسی فریاد اور انکل آپ پلیز صاف صاف بات کریں۔۔۔

وہ جھنجھلا کر بولی۔

کیا آپ میری بیٹی بیا بن کر میرے ساتھ میرے گھر چل

سکتی ہیں کیونکہ ڈاکٹر نے یشفعہ کو کوئی بھی ٹینشن لینے سے منع کیا ہے اور اگر میں نے اسے سچ بتا دیا تو مجھے ڈر ہے کہ میں اسے بھی کھو دوں گا۔۔۔

اسد نے ایک ہی سانس میں اپنی بات مکمل کی۔

لیکن انکل میں کیسے ؟ میرا مطلب آپ۔۔۔۔۔۔۔

یشفعہ تمہیں اریب سمجھ رہی ہے اور ڈاکٹر نے بولا ہے کہ جب تک اس کا برین پراپر ورک کرنا شروع نہیں کرتا تب تک کوئی بھی ٹینشن اسے نہ دیں۔۔۔۔۔

اسد فاطمہ کی بات درمیان میں ہی کاٹ کر بولا۔

جواب میں وہ خاموش رہی۔۔۔۔

دیکھو بیٹا کوئی زبردستی نہیں ہے صرف ایک باپ کی ریکویسٹ ہے۔۔۔۔۔۔

اسد نے بے بسی سے کہا۔۔۔۔۔

انکل مجھے آپ کے ساتھ جانے میں کوئی اعتراض نہیں لیکن میری کچھ شرائط ہیں۔۔۔۔۔

وہ کچھ سوچتے ہوئے بولی۔

مجھے آپکی ہر شرط منظور ہے لیکن آپ پلیز یشفعہ کے سامنے مجھے انکل مت بولنا۔۔۔۔۔

اسد نے خوشی سے جواب دیا۔ جواب میں فاطمہ نے اپنی شرائط بتادیں اور اسد نے ان شرائط کو پورہ کرنے

کی حامی بھر لی۔۔۔۔۔۔

: حال

: لوکیشن اسلا آباد

ماما۔۔۔ دادو کدھر ہیں؟ صبح سے نظر نہیں آئے۔۔۔۔۔۔

عبداللہ نے کیچن میں داخل ہوتے ہوئے زیبا سے احمر ملک کے بارے میں پوچھا۔

ان کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے بول رہے تھے کہ سر میں درد ہے اور۔۔۔۔۔۔

دادو کے سر میں درد۔۔۔۔ ماما مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا آپ نے۔۔۔ میں دادو کے پاس جارہا ہوں۔۔

عبداللہ زیبا کی بات درمیان میں ہی کاٹ کر بولا۔اور وہاں سے چلا گیا۔

عجیب ہے یہ لڑکا۔۔۔

زیبا خود سے بڑبڑائی۔۔۔

دادو کیا ہوا ہے آپکو؟اور اتنا اندھیرا کیوں کیا ہوا ہے؟؟؟

عبداللہ جونہی احمر ملک کے کمرے میں داخل ہوا۔لائٹ آف دیکھ کر پریشانی سے بولا۔

احمر ملک جو اپنے کمرے میں موجود صوفے پر بیٹھے رو رہے تھے عبداللہ کی آواز پر بوکھلا سے اپنے گئے اور جلدی سے اپنے آنسو صاف کئے لیکن ان کے آنسو عبداللہ کی نظروں سے بچ نہ سکے۔

دادو آپ رو رہے تھے؟؟؟

عبداللہ احمر ملک کے گھٹنوں پر اپنی تھوڑی رکھ کر ان کے چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے بولا۔

نہیں تو۔۔شاید آنکھ میں کچھ چلا گیا تھا۔۔

احمر ملک نظریں چراتے ہوئے بولے۔

دادو یہ بہانا بہت پرانا ہے اور میرے سامنے تو یہ جھوٹ بولئے گا مت کیونکہ آپ جانتے ہیں کہ میں آپ کا جھوٹ آسانی سے پکڑ سکتا ہوں۔آفٹر آل لندن کا جانا مانا نیورولوجسٹ ہوں کوئی مذاق تھوڑی ہے۔۔۔۔۔۔

عبداللہ نے بات کا مذاق کا رنگ دیتے ہوئے کہا۔

جانتا ہوں میرا عابی ڈاکٹر ہے یوں بتا بتا کر کیا ثابت کرنا چاہتے ہو؟؟

یہی کہ میں اصلی والا ڈاکٹر ہوں۔۔۔۔۔

عبداللہ مسکراتے ہوئے بولا۔

ہاہاہا۔۔۔ میرا عابی آج بھی اتنا ہی پاگل ہے جتنا بچپن میں تھا۔سب کہتے ہیں کہ تو بدل گیا ہے لیکن جو یہ کہتا ہے نہ مجھے لگتا ہے کہ وہ بدل گیا ہے۔۔۔۔

احمر ملک ہنستے ہوئے بولے۔

اچھا دادو بتائیں کیا بات ہے ؟آپ اتنے اپ سیٹ کیوں ہیں؟؟؟؟

عبداللہ نے نرمی سے پوچھا۔

آج زبیر، ایمان اور ماہا کی بہت یاد آ رہی ہے۔۔۔۔

احمر ملک کے چہرے پر کرب ہی کرب تھا۔ عبداللہ جانتا تھا کہ یہی بات ہونی ہے اس لئے جواب میں خاموش ہو گیا۔۔۔

عابی تو جانتا ہے زبیر بھی تیری طرح جذباتی تھا۔اس کی طبیعت میں تھوڑی سی ضد تھی۔اس نے میری مرضی کے خلاف پولیس ڈیپارٹمنٹ جوائن کیا۔ مجھے اس کی جاب سے کوئی پرابلم نہیں تھی میں تو اس کی موت سے ڈرتا تھا۔ کہتے ہیں اللہ سے جیسی امید رکھو وہ آپکو ویسا ہی عطا کرتا ہے۔ مجھے اس کی موت کا ڈر رہتا تھا اللہ نے اسے اپنے پاس بلا کر میرا ڈر ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا۔

اور ایمان میری بہو نہیں بلکہ بیٹی تھی۔اور ماہاوہ تو جان تھی میری۔جانتے ہو جب وہ پیدا ہوئی تھی نہ ہم سب بہت خوش تھے لیکن کون جانتا تھا کہ یہ خوشیاں کب تک ہیں۔۔۔۔۔۔۔

احمر ملک نے اپنے دل کی بات عبداللہ سے شیئر کی یہ دیکھے بغیر کہ زخم اس کے بھی تازہ ہو رہے تھے۔ تکلیف اسے بھی ہو رہی تھی۔۔لیکن وہ پھر بھی مسکرادیا اور بولا۔

دادو۔۔۔جانے والے چلے جاتے ہیں لیکن ان کی یادیں ہوتیں ہیں ہمارے پاس جن کی وجہ سے ہم ان کی موت پر صبر کر لیتے ہیں۔اور ویسے بھی بڑے پاپا آپ سے اتنا پیار کرتے تھے۔آپ کو ذرا سی بھی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتے تھے اور آج آپ ان کو یاد کر کے رو رہے ہیں تو یقیناان کی روح کو تکلیف ہو رہی ہو گی۔۔۔۔

احمر ملک مسکرائے اور جھک کر عبداللہ کی پیشانی پر بوسہ لیتے ہوئے بولے۔۔۔۔

میرا بچہ تو سمجھدار ہو گیا ہے۔۔۔۔

وہ تو میں بچپن سے ہوں۔۔۔۔۔

وہ بھی جواب میں شرارت سے بولا۔

ہاں۔۔ہمیں پتہ تھا اس لئے تو تمہارا بچپن میں ہی نکاح کروادیا تھا۔۔۔۔

احمر ملک نے بھی مذاق سے جواب دیا لیکن ان کا یہ مذاق عبداللہ کا ضبط توڑ گیا تھا۔خود کو بمشکل کمپوز کرتے ہوئے وہ بولا۔

دادو۔۔۔آپ ریسٹ کریں اور اب رونا نہیں۔مجھے ایک ضروری کام ہے میں وہ کر کے آتا ہوں۔۔۔

عبداللہ یہ بول کر وہاں سے چلا گیا۔۔۔۔

۔۔۔وہ بچھڑا بھی تو کیسے ؟

نہ انتظار تھا نہ ہی اقرار تھا۔۔۔۔۔۔۔

لب خاموش تھے۔۔۔۔۔

آنکھیں خشک تھیں۔۔۔۔

سماعتیں محروم تھیں۔۔۔۔۔۔۔

وہ بچھڑا بھی تو کیسے ؟؟؟؟

جذبے سارے سرد تھے۔۔۔۔

فتوے سارے غرض کے تھے۔۔۔۔۔

نہ ہی ہوائوں نے رخ بدلا۔۔۔۔

نہ ہی موسم نے کروٹ لی۔۔۔۔۔۔۔

وہ بچھڑا بھی تو کیسے ؟؟؟؟

اب کی بارش میں بھی کچھ خالی پن تھا۔۔۔

نہ یادیں تھیں، نہ ہی پاگل پن تھا۔۔۔۔۔۔

وہ بچھڑا بھی تو کیسے؟؟؟؟

نہ انتظار تھا نہ ہی اقرار تھا۔۔۔۔۔

۔(کرن رفیق)

ٹوڈے آئی رئیلی مسنگ یو ماہا۔۔آج آٹھ فروری ہے اور

آج ہی کہ دن تم مجھے چھوڑ کر گئی تھی۔جانے سے پہلے میرا انتظار تو کیا ہوتا۔۔۔۔میں تو آج بھی اپنا وعدہ نبھا رہا ہوں لیکن تم نے بے وفائی کی ماہا۔۔۔۔اور میرے آنے سے پہلے ہی چلی گئی۔۔۔۔۔

عبداللہ موبائل پر ایک لڑکی کی تصویر سے مخاطب تھا۔جب اسے زرلال کی آواز سنائی دی۔عبداللہ نے جلدی سے موبائل آف کیا اور خود کو کمپوز کیا۔

عابی کدھر گم ہو یار؟کب سے آوازیں دے رہا ہوں؟

زرلال عبداللہ کے روم میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔

میں کہیں بھی گم نہیں تھا۔۔۔

اچھا یہ سب باتیں بعد میں کریں گے ابھی یہ کپڑے پکڑ اور جلدی سے ریڈی ہو کر نیچے آؤ کیونکہ میں گاڑی میں تمہارا ویٹ کر رہا ہوں۔۔۔۔۔۔۔

زرلال نے عبداللہ کی کبڈ میں سے ایک ڈریس نکال کر اسے دیا۔۔

او بھائی جانا کہاں ہے؟؟؟

عبداللہ نے ناسمجھی سے پوچھا۔

سرپرائز ہے۔۔۔اب پندرہ منٹ میں ریڈی ہو کر نیچے آئو۔۔۔۔

زرلال نے مسکرا کر جواب دیا اور سسپنس کری ایٹ

کر کہ وہاں سے نکل گیا اور عبداللہ بھی کندھے اچکا کر واش روم میں چلا گیا کیونکہ کچھ بھی ہو جائے زرلال کی ناراضگی عبداللہ افورڈ نہیں کر سکتا تھا۔۔۔

جانا کہاں ہے؟؟؟

عبداللہ نے گاڑی میں بیٹھتے ہی پوچھا۔

لنچ کرنے۔۔۔۔۔۔

کیا۔۔۔او کمینے انسان گاڑی روک میں تیرے ساتھ لنچ پر نہیں جانا چاہتا۔۔۔۔۔۔۔

عبداللہ زرلال کا جواب سن کر تقریبا چلایا تھا۔

کیوں نہیں جانا چاہتے میرے ساتھ لنچ پہ؟؟؟

زرلال نے معصومیت سے پوچھا۔

اتنا معصوم بننے کی ضرورت نہیں ہے جیسے تو جانتا ہی نہیں نہ کہ میں کیوں منع کر رہا ہوں۔۔۔۔۔

عبداللہ کو اس کی معصومیت ایک آنکھ نہیں بھائی تھی۔

یار عابی کیا ہو گیا تم لوگوں کو؟؟ تم، وجی بھائی اور علی بھائی مجھ معصوم کو لنچ کروانے پر مرنے کیوں لگتے ہو؟؟؟؟

کیونکہ توانسانوں کی طرح نہیں پاگلوں کی طرح کھانا کھاتا ہے۔۔اگر آٹھ نوڈشز کھانے کے بعد بھی انسان بولے نہ کہ ابھی تو کھانا صرف ٹیسٹ کیا ہے۔کھانے

کے لئے دوبارہ سے آرڈر کرو۔توسامنے والا بھی پاگل ہو جائے اور تم تو وہ کنجوس آدمی ہو جو کبھی بھی اپنا بل نہیں دیتے۔۔۔۔

عبداللہ نے دانت پیستے ہوئے جواب دیا۔

ہاہاہاہا۔۔۔۔زرلال نے بے ساختہ قہقہ لگایا۔

ویسے یہ لنچ کروا کون رہا ہے؟؟؟

تھوڑی دیر بعد عبداللہ نے پوچھا۔۔

جو کنجوسی میں میرا بھی استاد ہے۔۔۔۔۔

زرلال نے شرارت سے جواب دیا۔۔۔

کیا۔۔۔یہ لنچ علی بھائی کروا رہے ہیں؟؟؟؟؟

عابی نے بے یقینی سے پوچھا۔

ہاں میری تین دن کی محنت ہے اور مزے کی بات یہ ہے کہ ان کو بھی نہیں پتہ کہ بل وہ دیں گے۔۔۔۔۔

زرلال شریر مسکراہٹ لبوں پر سجا کر بولا۔

اچھا وہ کیسے؟؟؟

وہ ایسے۔۔۔۔۔۔

جواب میں زرلال نے اپنی ساری کاروائی عابی کے گوش گزار کی۔۔۔

زرلال آج تو پٹے گا۔۔۔

عبداللہ نے اس کا سارا پلان سن کر کہا۔۔

اگر شکل اچھی نہ ہو تو بندہ بات ہی اچھی کر لیتا ہے۔۔۔۔۔

زرلال مصنوعی خفگی ظاہر کرتے ہوئے بولا۔

اللہ کا شکر ہے کہ میری شکل بھی اچھی ہے اور میں نے بات بھی سوآنے سچ کی ہے۔۔۔۔

جواب میں زرلال نے اسے اس کی بات پر گھورا۔۔۔۔

اب ایسے کیا دیکھ رہے ہو؟ میں تو تمہیں نہیں بچاؤں گا۔۔۔۔

عبداللہ نے اسے مزید تنگ کیا۔

تیرا تو باپ بھی بچائے گا۔۔۔۔۔۔

ہاہاہا۔۔۔ نہیں اس بار بابا بھی نہیں بچائیں گے۔۔۔۔۔

عابی چپ کر جا میرے باپ کیوں دماغ کی دہی بنا رہا ہے۔۔۔۔۔۔۔

زرلال تنگ آ کر بولا۔

زرلال تمہارے پاس دماغ ہے؟؟؟

عبداللہ نے منصوعی حیرانگی سے پوچھا۔

عابی پلیز۔۔۔۔۔۔

زرلال بس رو دینے کو تھا۔

اچھا ٹھیک ہے اب نہیں بولتا کچھ بھی۔۔۔۔۔

عبداللہ اس کی شکل پر ترس کھا کر بولا۔۔۔اسی نوک جونک میں وہ ریسٹورنٹ پہنچ گئے۔۔۔۔۔

: ماضی

: لوکیشن لاہور

احمر ملک کی شادی ان کی پھوپھی زاد رافعہ سے ہوئی۔رافعہ کی بہن نے گھر سے بھاگ کر ایک پٹھان سے شادی کی تھی اسی وجہ سے رافعہ بیگم کے والدین کا انتقال ہو گیا۔شادی کے چار سال بعد ان کے ہاں بیٹا پیدا ہوا جس کا انہوں نے نام زبیر رکھا۔زبیر کی ولادت کے دو سال بعد اللہ نے انہیں ایک اور بیٹا دیا جس کا نام انہوں نے عزیر رکھا۔

دونوں بھائی بہت زیادہ ذہین تھے۔ عزیر اپنی گریجویشن کے بعد لندن چلا گیا جبکہ زبیر نے سی ایس ایس کا امتحان دے کر بحثیت ایس پی پولیس فورس جوائن کر لی۔۔ گھر والے اس کی ضد سے واقف تھے اس لئے زبیر کے سامنے انہوں نے کوئی اعتراض نہ کیا۔

ایک دن احمر ملک کو پتہ چلا کہ رافعہ بیگم کی بہن اور بہنوئی کا ایکسیڈنٹ میں انتقال ہو گیا ہے اور ان کی دونوں بیٹیاں لاوارثوں کی طرح کبھی کسی رشتہ دار کے گھر اور کبھی کسی رشتہ دار کہ ہاں ٹھوکریں کھا رہیں ہیں۔ تو انہوں نے رافعہ بیگم کو بتائے بغیر ان لڑکیوں کو اپنے گھر میں رکھنے کا فیصلہ کر لیا۔۔

جب وہ دونوں لڑکیوں کو لے کر آئے تو رافعہ بیگم نے انہیں بالکل نہیں پہچانا۔ لیکن جب احمر ملک نے رافعہ بیگم کو ساری صورتحال بتائی تو انہوں نے دونوں لڑکیوں کو اپنی آغوش میں لے لیا۔ زبیر نے جیسے ہی ایمان کی ہیزل گرین آنکھیں دیکھیں اپنا دل ہار بیٹھا۔

پھر سب گھر والوں کی رضامندی سے ایمان کی شادی زبیر سے جبکہ زیبا کا نکاح عزیر سے کر دیا گیا۔
شادی کہ تھوڑے عرصے بعد رافعہ بیگم کا انتقال ہو گیا اور وہ احمر ملک کو تنہا چھوڑ کر چلی گئیں۔

زبیر اور ایمان کے دو بیٹے تھے۔ وھاج اور زرلال جبکہ عزیر اور زیبا کا ایک ہی بیٹا تھا عبداللہ۔۔۔ جب اللہ نے زبیر اور ایمان کو اپنی رحمت سے نوازا۔۔۔

مبارک ہو مسٹر زبیر آپ کو اللہ نے بیٹی سے نوازا ہے اور آپکی مسز بھی بالکل ٹھیک ہیں

ایک لیڈی ڈاکٹر نے زبیر کو مطلع کیا جو کب سے ہوسپٹل کے کوریڈور کے چکر کاٹ رہا تھا۔

یااللہ تیرا شکر ہے۔۔۔۔۔

وہ بے ساختہ بولا۔

ڈاکٹر کیا میں ان سے مل سکتا ہوں؟؟؟

تھوڑی دیر میں ہم ان کو روم میں شفٹ کر دیں گے پھر آپ ان سے مل لیجیئے گا۔۔۔۔۔۔

ڈاکٹر یہ بول کر وہاں سے چلی گئی۔۔

زبیر کی نظر جونہی اپنی طرف آتے احمر ملک پر پڑی وہ بھاگتے ہوئے ان کے گلے ملا اور خوشی سے بولا۔

بہت بہت مبارک ہو بابا جان اللہ نے مجھے بیٹی دی ہے اور آپکو پوتی دی ہے۔۔۔

خیر مبارک اور تمہیں بھی مبارک ہو۔۔۔۔۔

احمر ملک زبیر کی پیشانی چومتے ہوئے بولے۔

بابا میں ابھی شکرانے کے نوافل پڑھ کہ آیا۔۔۔۔

یہ بول کر زبیر وہاں سے چلا گیا۔

نوافل پڑھ کہ جب وہ روم میں آیا تو عزیر اور زیبا بھی بچوں کے ہمراہ وہاں موجود تھے۔۔ وھاج بھاگتے ہوئے زبیر کی جانب آیا اور بولا۔

بابا دیکھیں گڑیا دیکھیں کتنی پیاری ہے بالکل مجھ پر گئی ہے۔۔۔۔۔

وہ زبیر کا ہاتھ پکڑ کر اسے بچی کے کاٹ کے پاس لایا۔

نہیں یہ مجھ پر گئی ہے؟؟؟

تین سالہ زرلال وھاج کی بات سن کر بولا۔

نہیں یہ تو بالکل مجھ پر گئی ہے؟؟؟

زبیر ان کی بحث ختم کرنے کے لئے بولے۔

لیکن بابا اس کی آئیز کا کلر بالکل مجھ پر گیا ہے۔۔۔۔۔

زرلال برا مناتے ہوئے بولا۔

اچھا میرے باپ تم پر گئی ہے اب ہٹو پیچھے مجھے اسے گود میں اٹھانے دو۔

زبیر زرلال کے آگے ہار مانتے ہوئے بولا۔اور اس بچی کو گود میں اٹھا کر ایمان کے پاس آیا اور بولا۔

کیسی ہو؟؟؟

میں بلکل ٹھیک ہوں۔۔۔۔

تھینکیو سو مچ ایمان فار دس بیوٹی فل ڈول۔۔۔۔۔۔۔

زبیر اس بچی کے گالوں پر پیار کرتے ہوئے بولا۔

جواب میں ایمان بس مسکرا دی۔

اچھا اس کا نام کیا ہو گا؟؟؟

عزیر نے پوچھا۔

اس کا نام آپ رکھیں گے عزیر بھائی۔ کیوں بابا جان میں ٹھیک کہہ رہی ہوں نہ؟؟؟

ایمان نے اجازت طلب نظروں سے احمر ملک کو دیکھا۔

ہاں بالکل۔۔۔۔۔

احمر ملک مسکرا کر بولے۔

نہیں اس کا نام میں رکھوں گا۔۔۔۔۔

زبیر مصنوعی رعب سے بولے۔

نہیں۔۔۔جب ایمان نے بول دیا کہ اس کا نام عزیر رکھے گا تو مطلب وہی رکھے گا۔۔۔۔۔

احمر ملک حتمی انداز میں بولے۔

عزیر نے زبیر کی گود سے بچی اٹھائی اور اسکے دونوں گالوں پر بوسہ دیتے ہوئے بے ساختہ بولا۔

ماہ روش (چاند کا ٹکڑا)

بہت خوبصورت نام ہے۔۔۔۔۔

ایمان مسکرا کر بولی۔

ہاں ہو گا کسی پرانی گرل فرینڈ کا۔۔۔۔۔

زبیر خود سے بڑبڑایا۔۔۔۔

اس کی بڑبڑاہٹ باقی تو کسی نے نہ سنی لیکن عزیر نے واضع سنی تھی۔اس لئے اس نے زبیر کو گھورا تو جواب میں زبیر کا قہقہ بے ساختہ تھا۔۔۔

سب نے چونک کر زبیر کو دیکھا پھر احمر ملک بولے۔

لگتا ہے بیٹی کی خوشی میں پاگل ہو گیا ہے۔۔۔۔۔۔

احمر ملک کی بات پر سب مسکرا دیئے۔۔۔

: حال

: لوکیشن لاہور

بابا۔۔آپ عاشو سے پوچھیں نہ کہ اس نے کب آنا ہے؟

میں اسے بہت مس کر رہی ہوں۔۔۔ لیکن اسے پرواہ ہی نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔

اریب نے لان میں داخل ہوتے ہی چائے پیتے ہوئے اسد سے کہا۔۔۔

اسد نے مسکرا کر اریب کو دیکھا جو دو سالوں میں کتنا گھل مل گئی تھی۔اسد اور یشفعہ سے۔۔

بیا بیٹا آپ خود کال کر لیں اسے؟؟؟

اسد نے اریب کا چہرہ غور سے دیکھا۔

نہیں بابا میں اس سے سخت قسم کی ناراض ہوں میں اسے کال نہیں کروں گی۔ایک دن کا بول کر گئی تھی اور اب تین دن ہوگئے ہیں لیکن عاشو کو کوئی پرواہ ہی نہیں۔۔۔۔۔۔

اریب منہ بسورتے ہوئے بولی۔

اچھا تو یہ بات ہے۔۔۔ چلو میں بھی پھر عاشو سے ناراض ہو جاتا ہوں۔

اسد اسی کے انداز میں بولے۔

بابا پھر عاشو سے واپس آنے کا کون پوچھے گا۔؟؟؟؟

اریب نے معصومیت سے پوچھا۔

اسد کو اسکی معصومیت پر ہنسی تو بہت آئی لیکن وہ دبا گیا اور سنجیدگی سے بولا۔

میں مومنہ کو کال کرتا ہوں اور اس سے پوچھتا ہوں۔۔۔۔

یہ بول کر اسد نے مومنہ کو کال کی۔۔۔

وعلیکم اسلام۔۔۔۔۔

اللہ کا شکر ہے بیٹا ہم بلکل ٹھیک ہیں آپ بتائو سب کیسے ہیں؟

کیا؟کب ؟؟؟؟

نہیں آپ اسکا خیال رکھنا۔۔۔

اللہ حافظ ۔۔۔۔۔

اسد کے چہرے پر پریشانی دیکھ کر اریب نے پوچھا۔

بابا۔۔۔سب ٹھیک ہے؟؟؟؟

وہ عاشو سیڑھیوں سے گر گئی ہے اور اسکی ٹانگ فریکچر ہوئی ہے۔۔۔۔

اسد نے پریشانی سے جواب دیا۔

او۔۔نو۔۔بابا آپ جائیں عاشو کے پاس اسے آپ کی

ضرورت ہے۔۔۔۔۔۔

اریب کچھ سوچتے ہوئے بولی۔

مانا کہ آپ میری سگی بیٹی نہیں ہو لیکن سگی سے بڑھ کر ہو۔۔میں آپکو کسی حال میں بھی اکیلا چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔۔۔۔

لیکن بابا۔۔۔۔

پلیز بیاڈونٹ فورس می۔۔۔۔اگر آپ عاشو کے لئے مجھے بابا اور خود کو بیابلوا سکتی ہیں تو کیا میں اتنا نہیں کر سکتا۔۔۔۔

اسد اریب کی بات درمیان میں ہی کاٹ کر بولا۔اور وہاں سے جانے ہی لگے تھا کہ اریب نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور بولی۔۔۔

بابا آئی وانٹ ٹو گو اسلا آباد ود یو اینڈ اٹس آر یکوسٹ۔۔

بیاڈونٹ بی ایموشنل۔۔۔۔

بابا میں ایموشنل نہیں ہو رہی بلکہ کافی دنوں سے اسی کشمکش میں تھی کہ اب مجھے میری لائف میں واپس آجانا چاہیے لیکن شروعات کہاں سے کروں یہ سمجھ نہیں آرہی تھی اور آج اللہ نے راستہ دکھا دیا ہے ۔۔دو سال بہت ہوتے ہیں خود کو قید کرنے کے لئے۔۔۔اس لئے اب میں نے ڈیسائیڈ کیا ہے آئی ہیو ٹو موو۔۔۔۔۔۔

اریب مسکرا کر بولی۔۔۔

اور آپکی شرائط؟؟؟

اسد نے پوچھا۔

وہ وقت کے ساتھ ساتھ آہستہ سے بدلیں گی۔۔۔۔۔

وہ جواب میں بولی۔

میں ابھی اسلام آباد کی پہلی فلائٹ کی ٹکٹس بک کرواتا ہوں۔۔۔۔۔

یہ بول کر اسد وہاں سے چلا گیا۔۔۔

یااللہ اب ہمت بھی دینا۔۔۔۔۔

وہ آسمان کی طرف دیکھ کر بولی۔

: لوکیشن اسلا آباد

ویسے زرلال ہم اتنی دیر سے یہاں بیٹھے ہیں۔اور اب تو میں بور بھی ہو رہا ہوں۔۔۔۔۔۔

عبداللہ نے زرلال سے کہا جو صرف لڑکیوں کو دیکھنے میں بزی تھا۔

زرلال نے اس کی بات کو سنا ان سنا کر دیا۔۔۔

زرلال خود تو تمہیں لڑکیاں تاڑنے سے فرصت نہیں ہے مجھے بھی بتا دو میں کیا کروں؟؟؟؟

عبداللہ دانت پیستے ہوئے بولا۔

بلو ٹھمکا لگا۔۔۔بلو۔۔سانو سب نو نچا۔۔۔۔

زرلال زور زور سے ٹیبل بجاتے ہوئے بولا۔جبکہ عابی اس کی حرکت پر اپنا سر پیٹ کر رہ گیا۔۔۔۔۔

ارد گرد کے لوگوں نے کافی عجیب نظروں سے زرلال کو دیکھا تو زرلال نے اپنی بتیسی دکھاتے ہوئے ٹیبل بجانا بند کر دیا۔

علی تو چل میں گاڑی پارک کر کے آیا۔۔۔

وھاج نے علی کو ریسٹورنٹ پہنچتے ہی کہا۔

ٹھیک ہے جلدی آنا ورنہ تیرا بھائی مجھے پاگل کر دے گا۔۔۔۔

علی شرارت سے بول کر گاڑی سے اتر گیا۔جبکہ وھاج اس کی بات پر مسکرا دیا۔جیسے ہی وھاج گاڑی پارک کر کے اندر کی جانب بڑھنے لگا اس کا کسی سے زبردست تصادم ہوا۔۔۔۔

اور وہ کوئی اور نہیں مس یشفعہ اسد جہانگیر تھی۔اس سے پہلے کہ وہ گرتی وھاج نے اسے تھام لیا۔۔ایک پل کو دونوں کی نظر ملی۔۔پھر اچانک وھاج نے اسے چھوڑ دیا اور وہ دھڑم سے نیچے گری۔۔۔۔۔

وھاج اندر کی جانب بڑھنے ہی لگا تھا جب پیچھے سے یشفعہ نے اسے روکا۔۔۔۔۔

او مسٹر اٹیٹیوڈ۔۔۔۔میینرز نہیں ہیں کیا کہ لڑکیوں سے ڈیل کیسے کرتے ہیں؟؟؟

یشفعہ نے کافی غصے سے کہا۔۔۔۔

وھاج پلٹا اور اسکے غصے سے سرخ چہرے کو دیکھا۔۔اس نے بمشکل اپنی مسکراہٹ کا روکا اور بولا۔۔۔

آپ نے مجھ سے کچھ کہا؟؟؟

نہیں تمہارے فرشتوں سے۔۔۔۔۔

یشفعہ دانت پیستے ہوئے بولی۔

اووو۔۔۔اسی لئے مجھے پتہ نہیں چلا کیونکہ آپ تو میرے فرشتوں سے مخاطب ہیں۔۔۔۔۔۔۔

وھاج نے اسے چڑایا۔۔۔۔

تم نے مجھے گرایا کیوں؟؟؟؟

یشفعہ اس کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے بولی۔

میں نے آپکو اس لئے گرایا میڈم کیونکہ آپ کو ٹچ کرنے کا الزام اور سزا مجھے دوبارہ نہیں بھگتنی تھی۔۔۔

وھاج اپنی عادت کے برعکس شریر لہجے میں بولا۔

تم ایک نہایت ہی فلرٹی اور لوفر انسان ہو۔۔۔۔۔۔۔

جواب میں یشفعہ بولی۔

آئی نو۔۔۔۔۔ ویسے آپکو بڑی جلدی پتہ چل گیا۔۔

وہ بات کو طول دے رہا تھا اور اس کو خود سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ ایسا کیوں کر رہا ہے۔۔۔

تم ڈھیٹ بھی ہو۔۔۔۔۔

یشفعہ کو اس کی ڈھٹائی مزید تپا رہی تھی۔۔

مجھے یہ بھی معلوم ہے۔۔۔ میرے گھر والے بھی یہی کہتے ہیں کہ میں بہت ہی ڈھیٹ ہوں۔۔۔۔۔۔

اف میں بھی کس انسان سے بات کر رہی ہوں۔۔۔۔۔۔

یشفعہ اپنا سر پکڑتے ہوئے بولی۔

وھاج ملک سے۔۔۔۔۔

وہ دوبدو بولا۔

ہٹو میرے راستے سے چھچھورے انسان؟؟؟؟

یہ بول کر وہ وہاں سے چلی گئی۔۔۔۔۔ جبکہ وھاج کی نظروں نے کافی دور تک اس کا پیچھا کیا۔۔۔۔۔

وجی ہوش میں آ۔۔۔۔۔

وہ خود سے بول کر اندر کی جانب بڑھ گیا۔

وجی کدھر رہ گیا تھا یار؟؟

علی نے اس کے بیٹھتے ہی پوچھا۔

کچھ نہیں راستے میں ایک جنگلی بلی مل گئی تھی۔۔

وہ خود سے بڑبڑایا۔۔

کیا بولا؟؟؟؟

علی نے ناسمجھی سے پوچھا۔

کچھ نہیں۔۔ تم لوگوں نے کھانا آڈر کیا۔۔۔

وھاج نے بات بدل دی۔

نہیں یار۔۔۔ تیرا یہ بھکڑ بھائی کسی اور کا بھی انتظار کر رہا ہے۔۔۔۔

علی زرلال کو گھورتے ہوئے بولا۔

ایسے نہ مجھے تم دیکھو۔۔ سینے سے لگالوں گا۔۔۔

زرلال، علی کے گھورنے پر گنگنانے لگا۔۔۔

مومنہ ہم یہاں کیا لینے آئے ہیں؟؟؟

یشفعہ نے کافی غصے سے پوچھا۔

یار علی نے میسج کر کہ لنچ پہ بلایا ہے اور میں اسے منع نہیں کر سکتی تھی اور بابا اکیلے آنے کی اجازت نہیں دیتے اسی لئے تمہیں ساتھ لے آئی۔۔۔اگر تمہیں برا لگ رہا ہے تو ہم واپس چلے۔۔۔۔۔۔

مومنہ اس کا غصہ دیکھ کر بولی۔۔۔۔

نہیں ہم اب لنچ کر کہ ہی جائیں گے۔۔۔۔

یشفعہ بمشکل مسکرا کر بولی انہی باتوں میں انکو علی

نظر آیا اور وہ دونوں اس کے ٹیبل کی طرف چل دیں۔۔۔۔

ویسے زرلال یہ لنچ کروا کون رہا ہے؟؟؟؟

علی نے پوچھا۔۔

میجر علی نعمان بیگ۔۔۔۔۔۔

زرلال نے بڑے مزے سے جواب دیا۔۔۔۔

جبکہ ادھر پانی پیتے علی کو زبردست اچھو لگ گیا۔

میں کیوں کروائوں گا؟ قطع نہیں میں بالکل بل پے نہیں کروں گا۔۔۔۔۔

علی حتمی انداز میں بولا۔۔

علی بھائی بل تو آپ ہی دو گے کیونکہ میں نے آپکا پکا انتظام کیا ہے۔۔۔۔

زرلال نے دائیں آنکھ دباتے ہوئے کہا۔۔۔۔

اس سے پہلے کہ علی کچھ بولتا مومنہ نے سب کو مشترکہ سلام کیا۔

ارے بھابھی آپ یہاں؟؟؟؟

زرلال حیران ہونے کی ایکٹنگ کرنے لگا۔

ہاں وہ علی نے بلایا تھا۔۔ لیکن آپ سب لوگ شاید بزی ہیں معازرت چاہتی ہوں میں نے آپ سب کو ڈسٹرب کر دیا۔

مومنہ چونکہ اپنی منگنی والے دن ان سب سے مل چکی تھی اس لئے وہ نارمل بیہیو کر رہی تھی۔ جبکہ یشفعہ تو زرلال اور وھاج کو دیکھ کر حیران کم اور غصے میں زیادہ لگ رہی تھی۔۔

ارے نہیں بھابھی ایسی کوئی بات نہیں۔۔آپ پلیز ہمیں جوائن کریں نہ۔۔۔۔

زرلال مسکراہٹ دبا کر بولا۔

علی زرلال کو گھور رہا تھا جبکہ عابی اور وھاج دونوں اپنے اپنے موبائلز میں مصروف تھے۔

مومنہ ناچار بیٹھ گئی اور یشفعہ کو بھی ساتھ بٹھالیا۔

علی بھائی کچھ آرڈر کریں۔۔۔۔۔۔۔

عبداللہ سنجیدگی سے بولا۔

ہاں کیوں نہیں۔۔۔۔۔

علی نے ویٹر کو بلایا اور سب نے اپنا اپنا آرڈر لکھوایا۔

اب ٹیبل پر مکمل خاموشی تھی جسے یشفعہ نے توڑا۔۔۔

علی بھائی یہ لوگ کون ہیں؟؟؟

جواب علی کی بجائے زرلال نے دیا۔

میرا نام زرلال ہے اور پورا نام زرلال زبیر ملک۔ ہم دو بھائی ہیں مجھ سے بڑے یہ وھاج زبیر ملک۔ اور یہ ہے عبداللہ عزیر ملک میرا بھائی کم اور دوست زیادہ۔۔ میں

حال ہی میں لندن سے بزنس ایڈمنسٹریشن کی ڈگری لے کر آیا ہوں اور ابھی تک کنوارہ ہوں۔۔ اور سب سے بڑی بات کہ میری آپ سے شاپنگ مال میں ملاقات ہو چکی ہے۔۔۔۔۔

زرلال کی نان سٹاپ گفتگو سن کر یشفعہ نے بمشکل اپنا قہقہ روکا اور مسکرا کر بولی۔۔

ان سب باتوں کا مطلب؟؟؟؟

نہیں وہ آپ نے پوچھا کون تو میں نے سوچا پورا بایوڈیٹا بتا دوں تاکہ اگر کوئی رشتہ وغیرہ ہو تو آپ آسانی سے مجھے ڈھونڈ سکیں۔۔۔۔۔۔

ہاہاہا۔۔۔یشفعہ اس بار اپنا قہقہ نہیں روک سکی۔۔۔

اس کے مسکراتے چہرے کو وھاج نے ایک نظر دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔

کیا کسی کی ہنسی اس قدر خوبصورت بھی ہو سکتی ہے؟؟

اس نے خود سے سوال کیا۔ تب ہی وھاج کے دل کی ایک بیٹ مس ہوئی۔۔۔ وھاج نے جلدی سے نظروں کا زاویہ بدل لیا۔۔ جسے علی نے بغور دیکھا اور مسکرا دیا۔

یو آر سو فنی۔۔۔۔۔

وہ ہنستے ہوئے بولی۔

انہی باتوں میں انہوں نے کھانا کھایا اور زرلال اور یشفعہ کی دوستی ہو گئی۔۔۔۔۔

: ماضی

: لوکیشن لاہور

ممی۔۔ یہ باتیں کب کرے گی؟

زرلال جو کب سے ماہ روش کی اوں آں سن رہا تھا نے معصومیت سے ایمان سے پوچھا۔

اس کی بات سن کر سب گھر والے مسکرا دیئے جبکہ سات سالہ وھاج بولا۔۔

جب تمہارے جتنی بڑی ہو گی۔۔۔۔۔۔

اووو۔۔۔ لیکن ممی میں تو بچپن سے ہی بولتا ہوں۔۔۔۔۔۔

زرلال آنکھیں مٹکاتے ہوئے بولا۔

اس کی بات سن کر لائونج میں موجود سب کے قہقے بلند ہوئے۔۔۔۔۔

بیٹا ایک سال کا بچہ باتیں نہیں کرتا۔ وہ بس آپکی باتوں کو سنتا ہے اور اپنے طریقے سے ریسپونس کرتا ہے۔۔۔

اس بار جواب ایمان کی بجائے زیبا نے دیا۔

اس وقت گھر کے سب بڑے لائونج میں بیٹھے چائے پی رہے تھے جبکہ سارے بچے پڑھ رہے تھے سوائے زرلال کے جو پڑھ کم اور باتیں زیادہ کر رہا تھا۔

اووووو۔۔۔۔۔۔۔۔

زرلال نے منہ کو گول کر کے کہا۔۔۔

ماما۔۔آپکو پتہ ہے جو میری ٹیچر سحر تھیں نہ وہ سکول چھوڑ کر جا رہی ہیں۔۔۔۔۔

زرلال پھر سے بولا۔

اچھا وہ کیوں؟؟؟؟

ماما وہ بول رہی تھیں کہ ان کی شادی ہو رہی ہے اس لئے۔اور وہ یہ بھی بول رہی تھی کہ لڑکیاں شادی کے بعد اپنے دلہے کے ساتھ چلی جاتی ہیں۔۔۔۔۔

وہ راز داری والے انداز میں بولا۔

اچھا یہ سب آپ کی ٹیچر نے آپکو بتایا۔۔۔

نہیں وہ تھری کلاس کو پڑھاتے ہوئے بتا رہی تھیں تو میں نے غلطی سے سن لیا۔۔۔۔۔۔

زرلال معصومیت کی انتہا پر تھا۔۔۔۔۔

زیبا نے بمشکل اپنی مسکراہٹ دبائی اور بولی۔۔۔۔۔۔

بیٹا سب لڑکیوں کو شادی کے بعد اپنا گھر چھوڑ کر اپنے دلہے کہ ساتھ جانا پڑتا ہے۔۔اب ہماری ماہا (ماہ روش) بڑی ہو گی تو اسکی بھی ہم شادی کر کے اسے اس کے دلہے کے ساتھ بھیج دیں گے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ماما۔۔۔میں ماہا کو کہیں بھی جانے نہیں دوں گا۔۔۔۔۔۔

زرلال منہ پھلاتے ہوئے بولا۔۔۔

اس کی بات پر سب کے چہروں پر بے اختیار مسکراہٹ دوڑ گئی۔

اچھا میرے باپ مت جانے دینا۔۔۔۔اب چپ کر جاؤ۔۔۔۔

زیبا ہار مانتے ہوئے بولی۔

ممی میں خود ماہا کا دولہا بنوں گا اور اسے اسی گھر میں رکھوں گا۔۔۔۔۔۔

چار سالہ زرلال کچھ سوچ کر بولا۔

زرلال آپ اس کے بھائی ہو اور آپ ماہا کے دلہے نہیں بن سکتے۔۔۔۔۔۔

ایمان نے اسے سمجھایا۔

اووووو۔۔۔۔۔۔پھر کون بنے گا ماہا کا دولہا۔۔۔۔۔

زرلال اونچی آواز میں بولا۔

میں بن جائوں گا ماہاکا دولہااب اپنی زبان بند رکھواور مجھے پڑھنے دوکب سے ڈسٹرب کر رہے ہو۔۔۔۔

پانچ سالہ عبداللہ غصے سے بولا تھا۔۔۔۔

لو مل گیا تمہیں تمہاری بہن کے لئے دولہا۔۔۔اب چپ کر کہ پڑھو۔۔۔۔

عزیر ملک نے زرلال کو پیار سے ڈانٹا۔۔۔۔

اس سے پہلے کوئی کچھ اور بولتا عزیر کے موبائل کی رنگ بجی۔۔۔

اسلام وعلیکم۔۔۔۔۔

جی بھائی۔۔۔

کونسے ہوسپٹل۔۔۔۔۔۔

جی جی میں ابھی آرہا ہوں۔۔۔

اللہ حافظ۔۔۔۔

عزیر نے پریشانی سے کال بند کی اور ٹیبل سے اپنی گاڑی کی کیز اٹھانے ہی لگا تھا جب احمر ملک نے پوچھا

۔۔

عزیر بیٹا کیا بات ہے؟اور ہوسپٹل میں کون ہے؟؟؟

بابا وہ بھائی کے دوست جہانگیر کی بیوی کی دیتھ ہو گئی ہے اور اس وقت وہ ہوسپٹل میں اسی کے پاس ہیں اور مجھے بھی آنے کا بولا ہے۔۔۔۔۔۔۔

عزیر یہ بول کر وہاں سے چلا گیا۔۔۔

¤ انا للہ وانا الیہ راجعون

احمر ملک نے افسوس سے پڑھا۔۔۔۔۔

: حال

: لوکیشن اسلا آباد

حماد جلدی ڈرائیو کرو ہمیں جلد از جلد رستم کے پاس پہنچنا ہے۔۔۔۔۔۔

عثمان نے گاڑی ڈرائیو کرتے حماد سے کہا۔

آج عثمان خان۔۔۔ رستم کو اپنا سارا پلان بتانے والا تھا

کہ کیسے سب لڑکیوں کو دبئ سمگل کیا جائے۔۔۔۔

جی سر۔۔۔۔

حماد مئودب انداز میں بولا۔

اچانک بلیک کرولا چڑڑڑڑ کی آواز سے رکی۔

حماد گاڑی کیوں روک دی؟ ہم پہلے ہی لیٹ ہو رہے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

عثمان خان نے دھیمے لہجے میں غرایا تھا۔

جی سر۔۔۔

وہ جلدی سے گاڑی سے باہر نکلا اور گاڑی کے ٹائر چیک کرنے لگا۔۔۔ گاڑی کے دو ٹائر پنکچر ہو گئے تھے۔۔۔۔۔۔

وہ ڈرتے ڈرتے عثمان کے پاس آیا اور بولا۔

سر گاڑی کا ایک اگلا اور ایک پچھلا ٹائر پنکچر ہو گیا ہے۔۔۔۔۔

عثمان غصے سے باہر نکلا اور بولا۔۔۔

تو میرا منہ کیا دیکھ رہے ہو جلدی سے دوسری گاڑی کا انتظام کرو۔۔۔۔۔۔۔۔

سر گاڑی آنے میں ایک گھنٹہ لگے گا کیونکہ یہ راستہ آپ کے گھر سے کافی دور ہے۔۔۔۔۔۔

عثمان نے ایک زوردار تھپڑ حماد کے منہ پر مار کر اپنا غصہ کم کرنے کی کوشش کی۔

اگر کوئی گاڑی آتی ہے تو اس سے لفٹ لو اور ہاں اگر آج کی میٹنگ میں۔۔۔ میں لیٹ ہوا تو یاد رکھنا تم زندہ نہیں بچو گے۔۔۔۔۔

جی۔۔۔ جی۔۔۔ سر۔۔۔۔۔ وہ ڈرتے ڈرتے بولا اور سڑک کے درمیان میں کھڑا ہو گیا۔

اس سنسان راستے میں کوئی کیوں آئے گا۔۔۔۔۔۔

حماد خود سے بڑبڑایا۔۔۔۔۔

پیٹر عثمان سے میٹنگ میں کتنا ٹائم ہے؟؟؟؟

رستم نے شراب پیتے ہوئے اپنے پی اے سے پوچھا۔

سر ابھی آدھا گھنٹہ ہے۔۔۔۔۔

پیٹر نے جواب دیا۔

اتنے میں ایک آدمی اندر داخل ہوا اور بولا۔

سر آپ کی آئس۔۔۔۔۔

پیٹر میں نے آئس کا آرڈر کتنی دیر پہلے دیا تھا؟؟؟

رستم نے پیٹر سے پوچھا۔

سر دس سیکنڈ پہلے۔۔۔۔۔

اور اب ٹائم کیا ہوا؟؟؟

رستم نے غصے سے پوچھا۔

سر ففٹین سیکنڈ ہو گئے ہیں۔۔۔۔۔۔

جانتے ہو نا مجھے انتظار سے سخت چڑ ہے۔۔۔۔۔

رستم نے ٹیبل سے اپنی پسٹل اٹھاتے ہوئے اس آدمی سے پوچھا۔۔۔

سر وہ۔۔۔۔۔۔۔۔

اس سے پہلے کہ وہ آدمی اپنی بات پوری کرتا رستم نے چھے کی چھے گولیاں اس کی چھاتی میں اتار دیں ۔۔۔۔

تب ہی اسے کسی لڑکی کی چیخنے کی آواز آئی۔۔۔۔

پیٹر یہ کون ہے جو رستم کی قید میں آواز نکال رہا ہے۔؟؟؟؟

سر وہ کل رات ماڈل ٹاؤن سے ایک لڑکی کو اغوا کیا تھا وہی چیخ رہی ہے۔۔۔۔۔

پیٹر نے مئودب انداز میں جواب دیا۔

اس کی چیخیں مجھے اپنے طریقے سے ہی بند کروانی پڑیں گی۔۔۔۔۔۔۔

یہ بول کر رستم اس کمرے کی طرف بڑھا جہاں وہ لڑکی چیخ رہی تھی۔۔اور ایک آدمی مسلسل اسے مار رہا تھا۔رستم نے اس آدمی کو اشارہ کیا تو وہ آدمی باہر چلا گیا اور جاتے ہوئے دروازہ بند کر گیا۔رستم آگے بڑھا اور اپنی شرٹ کے بٹن کھولنے لگا۔۔۔۔

وہ لڑکی اس کا ارادہ بھانپتے ہی پیچھے ہٹنے لگی۔۔۔اور ڈرتے ڈرتے بولی۔۔۔۔

دیکھو تمہیں اللہ کا واسطہ ہے مجھے جانے دو۔۔۔ میرے ابا میرا انتظار کر رہے ہوں گے۔۔۔۔۔

رستم نے اس کی ایک نہ سنی اور اس کا بازو پکڑ کر بیڈ پر دھکا دیا اور خود اس پر جھک گیا۔۔۔ چند منٹ صرف چند منٹ لگے تھے اس لڑکی کو اپنی عزت۔ اپنی عصمت۔ اپنی نسوانیت اور اپنا وقار کھونے میں ۔۔۔۔ اور صرف چند منٹ میں رستم نے اس لڑکی سے اس کی زندگی چھین لی تھی۔۔۔۔۔۔

حماد صرف دس منٹ رہ گئے ہیں رستم سے میٹنگ میں اور تم جانتے ہو نا کہ رستم کو انتظار سے کتنی چڑ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔

عثمان کے چہرے پر ڈر اور خوف واضع تھا۔

اچانک حماد کو ایک بلیک مرسیڈیز آتی دکھائی دی۔۔۔ حماد نے آگے بڑھ کر گاڑی روکنے کا اشارہ کیا۔۔ گاڑی میں موجود شخص نے حماد کو مکمل اگنور کیا اور آگے بڑھ گیا۔

گاڑی تھوڑا آگے جا کر رک گئی تو حماد جلدی سے آگے بڑھا۔۔۔ حماد نے ڈرائیونگ سیٹ والا مرر ناک کیا تو ایک شخص نے مرر نیچے کیا۔ حماد نے اس کو کچھ کچھ صورتحال بتائی اور اس سے مدد کی گزارش کی۔ اس شخص سے مثبت جواب ملنے پر حماد نے جلدی سے عثمان کو آ کر بتایا کہ سامنے والی گاڑی اسے لفٹ دینے کے لئے ریڈی ہے لیکن ان کے پاس صرف ایک ہی سیٹ ہے۔۔۔ عثمان جلدی سے اپنا لیپ ٹاپ اور فائل لے کر سامنے والی گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گیا۔۔۔

ابھی اسے گاڑی میں بیٹھے دو منٹ ہی ہوئے تھے کہ اسے ایک موبائل کی رنگ سنائی دی۔۔۔

ہاں شاہد بولو۔۔۔۔

کیا ابھی تک وہ لڑکی نہیں ملی۔۔۔ جانتے ہو اس لڑکی کے پاس ایک کڑوڑ کی ڈرگز ہیں۔۔۔۔۔۔

مجھے وہ لڑکی اگلے ایک گھنٹے میں میرے سامنے چاہیے۔۔۔ چاہے مردہ ہو یا زندہ۔۔ ورنہ یہ دنیا شاہد

مرزا اور اس کی فیملی کو بھول جائے گی۔۔۔۔۔

جبران لغاری نام ہے میرا اور غلطی کا لفظ میری ڈکشنری میں نہیں ہے۔۔۔۔۔ انڈرسٹینڈ۔۔۔۔۔۔۔

یور ٹائم لمنٹ سٹارٹ نائو۔۔۔۔۔

جبران لغاری نے دھمکی دیتے ہوئے کال بند کی۔۔۔۔

بے بی ریلیکس کیا ہو گیا۔۔۔ ڈونٹ بی لوز یور ٹیمپر۔۔۔۔۔

عثمان کو ایک لڑکی کی آواز سنائی دی جو شاید مدہوشی میں بول رہی تھی۔۔۔

جبران لغاری۔۔۔۔۔

عثمان نے زیر لب دہرایا۔۔۔

شرفو گاڑی روکو۔۔۔۔۔۔۔

جبران لغاری نے چلاتے ہوئے اپنے ڈرائیور سے کہا۔

شرفو نے ایک دم بریک لگائی۔۔ عثمان چونکہ اس بریک کے لئے ریڈی نہیں تھا اس لئے اس کی گود میں موجود لیپ ٹاپ اور فائل نیچے گر گئے اور موبائل جو اس نے ہاتھ میں پکڑا ہوا تھا ڈیش بورڈ پر گر گیا اور اس کا سر ڈیش بورڈ سے ٹکراتے ٹکراتے بچا۔۔۔۔۔۔

نان سینس گاڑی چلانی نہیں آتی کیا؟؟؟

عثمان تقریباً چلایا تھا۔۔۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی میرے ڈرائیور سے ایسے بات کرنے کی۔۔۔۔

جبران لغاری پوری طاقت سے چلایا تھا۔ عثمان خان کانپ گیا تھا اس کی آواز سن کے۔۔۔۔

شرفو اس دو ٹکے کے انسان کو اس کا یہ کاٹھ کباڑ دو اور دھکے دے کر یہاں سے نکالو۔۔۔۔۔

جبران شرفو سے بولا۔

شرفو نے عثمان کی چیزیں پکڑ کر اسے دیں اور گاڑی سے باہر نکال دیا۔۔۔۔۔۔

جیسے ہی عثمان گاڑی سے نکلا شرفو زن سے گاڑی بھگا لے گیا۔۔۔۔۔۔

ہاں حماد پتہ کرو کہ یہ جبران لغاری ہے کون؟؟؟؟

عثمان نے حماد کو کال کر ایک نیا آرڈر دیا۔۔۔۔۔۔

زرلال تو آج کل کن ہوائوں میں ہے؟؟؟؟

عبداللہ جو کب سے لان میں بیٹھا زرلال کا انتظار کر رہا تھا اسے گاڑی سے نکلتے دیکھ کر ہی اس کی طرف بڑھا۔۔۔

ہائے عابی کیا بتائوں تجھے۔۔۔۔۔

زرلال دل پر ہاتھ رکھ کر ایکٹنگ کرتے ہوئے بولا۔

وجی بھائی آج گھر پر ہی ہیں اور تمہارے بارے میں پوچھ رہے تھے۔۔۔۔۔۔۔

عبداللہ نے سنجیدہ انداز میں اسے مطلع کیا۔۔۔

کیا؟؟؟ وجی بھائی آج گھر پر ہیں مطلب میری کلاس آج پکی ہے۔۔۔۔۔۔

جی بالکل۔۔۔۔۔

عبداللہ اس کو ڈرتے دیکھ کر مزے سے بولا۔

یار عابی میں واپس جا رہا ہوں جب وجی بھائی چلے جائیں ڈیوٹی پر تو مجھے بتا دینا میں واپس آ جائوں گا۔۔۔۔

یہ بول کر زرلال گاڑی کا دروازہ کھولنے ہی لگا تھا جب اسے وھاج کی آواز سنائی دی۔۔۔

چھوٹے رکو۔۔۔۔۔۔

عابی بڑے پاپا گھر پر ہیں کیا؟؟؟

زرلال نے مڑ کر وھاج کو دیکھا جو اسی طرف آ رہا تھا اس لئے عبداللہ سے دھیمے لہجے میں پوچھا۔۔۔۔

نہ تو بابا گھر پر ہیں اور نہ ہی ماما۔۔۔ کیونکہ میں نے تیری چھترول کا پکا انتظام کیا ہے۔۔۔۔۔۔

عبداللہ یہ بول کر آگے بڑھ گیا۔۔۔۔۔ جبکہ زرلال اپنی جگہ پر ہی کھڑا رہا۔

کہاں سے آرہے ہو؟؟؟؟

وھاج نے کافی سخت لہجے میں پوچھا۔۔۔۔۔

بھا۔۔۔ بھائی وہ۔۔۔ وہ۔۔۔ میں ایک دوست کی طرف گیا تھا۔۔۔۔

زرلال گھڑبڑاتے ہوئے بولا۔

کون سا دوست ؟؟؟

بھائی وہ۔۔۔۔۔

دیکھو چھوٹے جھوٹ مت بولنا مجھ سے کیونکہ میں اچھے سے جانتا ہوں کہ تمہارا عابی کے علاوہ کوئی دوست نہیں۔۔۔۔۔۔۔۔

وھاج نے سنجیدہ انداز میں اپنی بات ختم کی۔

بھائی وہ ایک لڑکی۔۔۔۔۔

زرلال نے آدھی بات ہی بتائی اور باقی کی آدھی بات وھاج خود ہی سمجھ گیا۔

دیکھو چھوٹے تمہاری سٹڈی مکمل ہو چکی ہے۔اور میرے خیال سے تم کافی دیر فارغ بھی رہ لئے ہو اس لئے تم کل سے بڑے پاپا کے ساتھ آفس جائو گے اور اب میں مزید ایک لفظ نہیں سنوں گا۔۔۔۔۔

وھاج اسے منہ کھولتے دیکھ کر بولا۔

ہاں ایک اور بات اگر تم آفس جانے کی بجائے ادھر ادھر گئے تو یاد رکھنا مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔۔۔۔۔

از ڈیٹ کلئیر؟؟؟؟؟

وھاج نے اسے سخت لہجے میں وارننگ دی۔۔۔۔

جی۔جی بھائی۔۔۔۔۔

زرلال سر جھکا کر بولا۔

گڈ اب چلو لنچ کا ٹائم ہو رہا ہے۔۔۔۔۔۔۔

وھاج نے نرمی سے زرلال کو کہا۔۔۔

بھائی آپ چلیں میں آتا ہوں۔۔۔۔۔۔

ٹھیک ہے۔۔۔ عابی تم بھی آ جاؤ۔۔۔۔۔۔

وھاج یہ بول کر اندر کی طرف بڑھ گیا جبکہ زرلال نے اپنی کب سے رکی ہوئی سانس بحال کی اور عبداللہ کو گھورتے ہوئے بولا۔۔۔۔

وجی بھائی کو کس نے لڑکی کے بارے میں بتایا۔۔۔

میں نے۔۔۔۔۔۔عابی کمال اطمینان سے بولا۔

اور انکے دماغ میں میرے آفس جانے کا خیال کس نے ڈالا؟؟؟؟

آف کورس میں نے۔۔۔۔۔

عبداللہ مسکرا کر بولا۔۔۔۔۔

سالے۔۔۔ میں تیرا خون پی جائوں گا۔۔۔۔

ہاہاہاہا۔۔۔۔ عبداللہ نے بے ساختہ قہقہ لگایا۔

میں تیرا سالا نہیں بلکہ تو میرا سالہ ہے اس لئے تمیز سے بات کر۔۔۔۔۔۔۔

اگر مجھے پتہ ہوتا کہ تو اتنا بڑا کمینہ ہے تو میں اپنی بہن کا نکاح تجھ سے ہونے ہی نہ دیتا۔۔۔۔۔

زرلال سوچے سمجھے بغیر بول گیا۔۔۔

کیا تم واقعی ماہا کو میری زندگی سے دور کر دیتے؟؟؟؟

عبداللہ نے انتہا کی سنجیدگی سے زرلال سے پوچھا۔۔۔

پاگل ہو کیا؟ میں تو مذاق کر رہا تھا؟ اگر برا لگا تو سوری۔۔۔ لیکن ایک بات تو اچھے سے جانتا ہے کہ میں اس دنیا میں سب سے زیادہ تجھے چاہتا ہوں پھر کیسے تیری خوشیوں کو تجھ سے دور کرنے کا سوچ سکتا ہوں؟؟؟؟

زرلال نے وضاحت دی۔۔۔۔۔

جانتے ہو عابی میں نے اس سے کبھی محبت نہیں کی میں نے تو اس سے عشق کیا تھا تبھی تو آج بھی اس کے دیئے ہوئے ہجر کو خوشی سے گزار رہا ہوں۔۔۔۔ جانتے ہو میں نے کہیں پڑھا تھا۔

۔"جب نیت ہجر کی ہو تو۔۔

پھر عشق ہی ہوا کرتے ہیں۔۔۔۔۔

عابی تو زندگی میں آگے کیوں نہیں بڑھ جاتا۔۔۔۔۔

زرلال نے اس سے پوچھا۔۔۔۔

زرلال یہ چیز کہنا بہت آسان ہے کہ موو آن لیکن جو اس چیز کو سفر کر رہا ہوتا ہے نہ اس کے لئے یہ ناممکن ہوتا ہے۔۔اور ویسے بھی اگر میں زندگی میں آگے بڑھنا بھی چاہوں تو نہیں بڑھ سکتا۔۔۔ جانتے ہو کیوں؟؟؟ کیونکہ جن کی محبت سچی ہوتی ہے نہ اللہ ان کو جنت میں ایک دوسرے کا ساتھ دے گا اور مجھے یقین ہے کہ مجھے بھی ماہا کا ساتھ ضرور ملے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

عبداللہ سنجیدہ انداز میں بولا۔۔۔۔

لیکن عابی۔۔۔۔۔

پلیز زرلال اس ٹاپک پر بات مت کیا کرو۔۔ ورنہ مجھے لگتا ہے کہ ایک دن میں تم سب لوگوں کی باتوں میں آکر ماہا سے بے وفائی کر جاؤں گا جو میں مرتے دم تک نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔۔۔

عبداللہ تنگ آکر بولا۔

اچھا ٹھیک ہے۔۔ نہیں کروں گا میں بات اس بارے میں۔۔ چل اب اندر چل کیونکہ میرے پیٹ کے چوہوں نے کرکٹ میچ شروع کر رکھا ہے۔۔۔۔۔

زرلال نے آخری بات شرارت سے بولی۔ تاکہ عبداللہ پر

پہلے والی باتوں کا اثر زائل کر سکے اور وہ کامیاب بھی ہو گیا۔

بھکڑ انسان۔۔۔۔

عابی مصنوعی خفگی سے بولا تو جواب میں زرلال نے بے ساختہ قہقہ لگایا۔۔۔۔۔

: ماضی

: لوکیشن اسلام آباد

ماما۔۔۔ ماما۔۔۔۔

دس سالہ ماہ روش نے زیبا کو پکارہ جو کیچن میں سب کے لئے ناشتہ بنا رہی تھی۔۔۔۔۔۔

میرا بچہ اٹھ گیا۔۔۔۔۔

زیبا نے اس کے دونوں گالوں پر پیار کرتے ہوئے پوچھا۔

جی ماما۔۔۔ اور ہر روز کی طرح سکول کے لئے بھی ریڈی ہوں۔۔۔۔۔۔

ماہ روش نے زیبا کے گلے میں بازو ڈالتے ہوئے کہا۔

اچھا اب جلدی سے جائیں اور اپنے بھائیوں کو ناشتے کے لئے بلا کر لائیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔

جی ماما۔۔۔۔ میں بس ابھی گئی۔۔۔۔۔۔

یہ بول کر ماہ روش وھاج کے کمرے کی طرف بڑھی۔۔

دروازہ ناک کئے بغیر وہ اندر داخل ہوئی اور سامنے بیڈ پر سوئے ہوئے وھاج کے پاس پہنچی اور اسکی پیشانی پر بوسہ لیتے ہوئے بولی۔۔۔۔

وجی بھائی اٹھ جائیں۔۔ صبح ہو گئی ہے۔۔۔۔۔

وھاج جو دروازے کی آہٹ پر ہی اٹھ گیا تھا اب جان بوجھ کر آنکھیں بند کر کے لیٹا ہوا تھا تاکہ ماہا کو تنگ کر سکے۔۔۔۔۔

ماہا نے اسے ہلایا لیکن بے سود۔۔۔۔۔ وہ منہ پھلا کر پیچھے ہٹی اور غصے سے بولی۔

وجی بھائی اگر اب آپ نہ اٹھے تو میں آپ سے بات نہیں کروں گی۔۔۔۔۔۔۔۔۔

لیکن وھاج نے اب بھی کوئی حرکت نہ کی۔ ماہا غصے سے وہاں سے جانے ہی لگی تھی جب وھاج نے جلدی سے اس کا بازو پکڑا اور اسے اپنے بیڈ پر بٹھا کر گدگدی کرنے لگا۔۔۔۔۔

مجھ سے ناراض ہو گا میرا بچہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

نہیں۔۔۔۔ نہیں ہوں گی ناراض اب چھوڑ دیں۔۔۔۔۔۔

ماہا ہنستے ہوئے خود کو وھاج سے چھڑواتے ہوئے بولی۔۔۔۔

وھاج نے اسے چھوڑ دیا اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور بولا۔

گڈ مارننگ میری جان۔۔۔۔۔۔

چلیں وجی بھائی اب اٹھ جائیں۔۔ ماما ناشتے پر آپ کا ویٹ کر رہی ہیں۔۔۔۔۔۔۔

ماہا بیڈ سے اٹھتے ہوئے بولی۔۔۔

آپ چلو میں فریش ہو کر آتا ہوں۔۔۔۔۔۔

وھاج نے مسکرا کر جواب دیا۔

ماہ روش وہاں سے زرلال اور عابی کو اٹھانے کے لئے سیڑھیاں چڑتے ہوئے ان کے کمرے میں داخل ہوئی۔۔۔ لیکن سامنے کا منظر دیکھ کر ماہا کو غصہ آیا کیونکہ کمرے کی ساری چیزیں بکھری ہوئی تھیں ۔۔اور ماہا کو گندگی سے سخت الرجی تھی۔۔ وہ غصے میں آگے بڑھی اور پانی سے بھرا ہوا جگ زرلال اور عبداللہ پر الٹ دیا۔۔۔۔

وہ دونوں ہڑبڑا کر اٹھے۔۔۔ لیکن جیسے ہی نظر دروازے کے قریب کھڑی ماہا پر پڑی۔ دونوں کے غصے کا گراف ہائی ہو گیا۔

ماہا ایسے کون اٹھاتا ہے؟؟؟

عبداللہ نے غصے سے پوچھا۔

میں اٹھاتی ہوں۔۔۔۔۔۔

وہ مسکرا کر بولی۔۔۔۔

پاگل ہو کیا؟؟؟؟

اب کی بار زرلال بولا۔

دیکھو دونوں نیچے آ جائو ماما ناشتے پر بلا رہی ہیں اور آتے ہوئے اپنا کمرہ صاف کر کے آنا ورنہ میں بابا کو آپ دونوں کے روم میں بھیج دوں گی۔۔۔۔۔۔

یہ بول کر وہ دروازے کی طرف بڑھ گئی جب پیچھے سے اسے زرلال کی آواز سنائی دی۔۔۔

رکو بابا کی چمچی ابھی بتاتا ہوں۔۔۔۔

یہ بول کر وہ دونوں ماہا کے پیچھے بھاگے۔۔۔

زیبا بیٹا ناشتے کے لئے اٹھے نہیں سب ؟؟؟؟

احمر ملک ناشتے کی ٹیبل پر گھر کے تمام بچوں کی غیر موجودگی کو نوٹ کرتے ہوئے بولے۔۔۔

بابا آپکی لاڈلی گئی ہے سب کو اٹھانے۔۔۔۔۔۔

جواب زیبا کی بجائے ایمان نے دیا۔

اور تمہارا میاں کدھر ہے؟؟؟؟

احمر ملک نے ایمان سے پوچھا۔

بابا جان وہ کل رات سے گھر نہیں آئے۔ بول رہے تھے

کہ آج آئوں گا۔۔۔۔۔۔

ایمان نے جواب دیا۔

نو سال ہو گئے ہیں ہمیں اسلام آباد شفٹ ہوئے مگر مجال ہے جو یہ ایک دن بھی گھر پر ٹک کر بیٹھا ہو۔۔۔۔۔

بابا جان ڈیوٹی ہوتی ہے ان کی۔۔۔۔۔۔

عزیر بھائی کے دفاع میں بولا جو اسے مہنگا پڑ گیا۔

ہاں۔۔ ہاں۔۔ مجھے تو پتہ ہی نہیں تھا کہ اس گھر میں اس کے چمچے بھی موجود ہیں جو اس کے خلاف ایک لفظ نہیں سن سکتے۔۔۔ آ لینے دو آج اسے بتاتا ہوں اسے کے اس کا باپ ابھی زندہ ہے۔۔۔۔۔۔۔۔

احمر ملک اپنے غصے کو ضبط کرتے ہوئے بولے۔

عزیر نے چپ رہنے میں ہی عافیت جانی۔۔۔۔

اتنے میں سب گھر والوں کو ماہا کی چیخ سنائی دی تو سب لائونج کی طرف بھاگے۔۔۔۔

زبیر جو ابھی گھر میں داخل ہوا ہی تھا جلدی سے بھاگا اور اندر جا کر دیکھا تو ماہا خون میں لت پت سیڑھیوں کے پاس گھری ہوئی تھی جبکہ زرلال اور عابی تو اسے گرتا دیکھ کر وہیں رک گئے۔۔ وھاج جو کمرے سے نکل رہا تھا جلدی سے ماہا کی طرف بڑھا اور اسے اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ اس کا ہاتھ زبیر نے پکڑ لیا اور غصے سے بولا۔۔۔۔

خبردار اگر کسی نے بھی میری بیٹی کو ہاتھ لگایا۔اور کوئی بھی میرے پیچھے آنے کی غلطی نہ کرے ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔۔۔۔۔

یہ بول کر زبیر ماہا کو لے کر وہاں سے چل گیا۔

جبکہ وھاج غصے سے چیخا تھا۔۔۔۔۔

اگر میری ماہا کو کچھ ہوا تو یاد رکھنا تم دونوں کو مجھ سے کوئی بچا نہیں سکے گا۔۔۔۔۔

وھاج نے زرلال اور عبداللہ کو خونخوار نظروں سے گھورا اور وہاں سے چلا گیا۔

باقی سارے گھر والے پریشانی سے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔۔۔۔

یار زبیر۔۔ماہا بالکل ٹھیک ہے بس دو تین سٹیچز لگے ہیں۔ایک ویک بیڈ ریسٹ کرے گی تو مکمل ٹھیک ہو جائے گی۔۔۔۔۔۔

ڈاکٹر زبیر کا دوست تھا اس لئے اسے پریشان دیکھ کر بولا۔

یار جہانزیب (ڈاکٹر) ماہا کا اتنا خون ضائع ہو گیا ہے اور میں کچھ نہیں کر سکا۔۔میں سوچ رہا ہوں اگر اسے کچھ ہو جاتا تو میرا کیا ہوتا؟؟؟؟

کچھ نہیں ہوتا اور یہ بتا کہ یہ گری کیسے؟؟؟؟

ڈاکٹر نے سنجیدگی سے پوچھا۔

پتہ نہیں جب صبح گھر پہنچا تو اس کی چیخ سنائی دی میں بھاگ کر لائونج میں گیا تو ماہا کے سارے کپڑے خون سے رنگے ہوئے تھے۔۔۔لیکن شکر ہے اللہ کا اسے زیادہ چوٹ نہیں لگی۔۔۔۔۔۔

زبیر نے جواب دیا اور ساتھ ہی اللہ کا شکر ادا کیا۔

اچھا میں ماہا کی میڈیسن لکھ دیتا ہوں جب بھی یہ پین محسوس کرے اسے دے دینا۔۔۔۔

ڈاکٹر نے اسے پریسکرپشن پکڑائی۔۔۔

تھینکیو جہانزیب۔۔۔۔۔

زبیر ڈاکٹر سے ہاتھ ملاتے ہوئے بولا۔

یار ماہا میری بھی بیٹی ہے اور اب شکریہ ادا کر کے مجھے غیر محسوس مت کروا۔۔۔۔

اچھا ٹھیک ہے نہیں بولتا۔۔۔ماہا کو گھر کب تک لے جا سکتا ہوں؟؟

زبیر نے پوچھا۔۔۔

یہ بالکل ٹھیک ہے بس نیند کے انجیکشن کا اثر ہے اسی لئے ابھی تک سو رہی ہے۔۔۔تم اسے گھر لے جائو اور کوئی بھی مسئلہ ہوا تو مجھے کال کر لینا میں آ

جائوں گا۔۔۔۔

ڈاکٹر نے مسکرا کر جواب دیا۔۔۔

تھینکیو جہانزیب اب میں چلتا ہوں۔۔۔۔اللہ حافظ۔۔۔۔۔

یہ بول کر زبیر نے ماہا جو بیڈ پر بے ہوش لیٹی ہوئی تھی کو اٹھایا اور باہر کی جانب چل دیا۔۔۔۔۔۔

بابا۔۔آج ماہا کو چوٹ لگے بھی پانچ دن ہوگئے ہیں لیکن آپ کا ضدی بیٹا ماہا سے کسی کو ملنے ہی نہیں دے رہا۔۔۔۔۔۔

ایمان احمر ملک کو ڈنر سرو کر رہی تھی جب بے بسی سے بولی۔

جب سے ماہا ہوسپٹل سے گھر آئی تھی زبیر نے خود اس کا خیال رکھنے کے لئے ایک ویک کی چھٹیاں لی لیں تھیں۔ پانچ دن ہوگئے تھے اسے گھر آئے ہوئے لیکن زبیر نے ماہا سے نا تو کسی کو ملنے دیا اور نہ ہی بات کرنے دی۔انفیکٹ وہ اپنا اور ماہا کا کھانا بھی ماہا کے کمرے میں ہی لے جاتا تھا اور اس دوران گھر والے حد سے ذیادہ ماہا سے ملنے کے لئے بے چین تھے۔

اتنے میں زبیر ماہا اور اپنے لئے کھانا لینے آیا۔ابھی وہ کھانا نکالنے ہی لگا تھا جب احمر ملک بولے۔

زبیر ماہا کیسی ہے؟؟؟؟

ٹھیک ہے۔۔۔۔

وہ جواب دے کر پھر سے کھانا ڈالنے لگا جب احمر ملک ایمان سے بولے۔۔۔

ایمان بیٹا جلدی سے جاؤ اور ماہا کو لے کر آؤ وہ سب کے ساتھ کھانا کھائے گی۔۔۔۔۔۔

جی بابا۔۔۔۔۔

یہ بول کر ایمان اپنی کرسی سے اٹھنے ہی لگی تھی جب زبیر بولا۔

بابا جان ماہا کے لئے اب میں کوئی کوتاہی برداشت نہیں کر سکتا تو بہتر ہے کے اسے کمرے میں ہی رہنے دیں۔۔۔۔۔۔

زبیر نے بمشکل اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے جواب دیا۔

دیکھو زبیر وہ بچی ہے اور بچوں کو چوٹ لگتی رہتی ہے۔۔ تم اچھے سے جانتے ہو کہ سب گھر والے اس سے کتنا پیار کرتے ہیں۔۔ پچھلے پانچ دنوں سے اس کی شکل دیکھنے کو ترس گئے ہیں۔۔ سب کے چہرے مرجھا گئے ہیں لیکن تمہیں کیا تمہارے لئے تو تمہاری ضد زیادہ معنی رکھتی ہے کسی کے جذبات نہیں ۔۔۔۔۔۔

احمر ملک کافی غصے سے بولے تھے۔

بابا جان معافی چاہتا ہوں لیکن آپ جانتے ہیں کہ ماہا کے معاملے میں۔ میں کس حد تک پوزیسیو ہوں اور چھوٹی سی لاپروائی بھی برداشت نہیں کر سکتا لیکن اس دن

اس کا خون دیکھ کر مجھے احساس ہو گیا ہے کہ میری بیٹی کسی کے لئے کوئی معنی نہیں رکھتی۔۔۔۔۔۔

زبیر ابھی بھی اپنی ضد پر اڑا ہوا تھا۔

بھائی آپ یہ کیسے بول سکتے ہیں کہ وہ کسی کے لئے معنی نہیں رکھتی حالانکہ کہ آپ جانتے ہیں کہ ماہا میں ہم سب کی جان بستی ہے۔۔۔۔ مانا کہ وہ میری بیٹی نہیں ہے لیکن آپ سے زیادہ محبت کرتا ہوں میں اس سے۔۔۔۔۔۔۔

عزیر نے کافی سنجیدگی سے زبیر کو جواب دیا۔

رہنے دیں عزیر بھائی ان کو صرف اپنی محبت اور اپنے جذبات نظر آتے ہیں دوسرے لوگ تو ان کی نظر میں پتھر دل ہیں جن کہ نہ کوئی جذبات ہیں نہ ہی کوئی احساسات۔۔۔۔۔۔

ایمان روتے ہوئے بولی اور یہی چیز تو زبیر کی کمزوری تھی وہ کب ایمان کی آنکھوں میں آنسو دیکھ سکتا تھا۔۔اس لئے ہار مانتے ہوئے بولا۔

بابا جان پلیز اس سے بولیں چپ کر جائے اور جا کر لے آئے اپنی لاڈلی کو۔۔۔۔

سچی جائوں۔۔۔۔۔

ایمان اپنے آنسو پونچھتے ہوئے بولی۔۔

ہاں ہاں جائو۔۔۔۔

زبیر مسکرا کر بولا۔

ایمان جلدی سے گئی اور ماہا کو جا کر لے آئی۔سب گھر والے ماہا کو دیکھ کر ایسے خوش ہوئے جیسے کوئی خزانہ دیکھ لیا ہو۔۔۔۔

زرلال جلدی سے آگے بڑھا اور ماہا کو گلے لگا کر رونے لگا۔۔سب اس کی اس حرکت پر حیران ہوئے

۔۔۔

ایم سوری ماہا۔۔۔اب میری وجہ سے تمہیں کبھی کوئی چوٹ نہیں آئے گی کیونکہ اگر دوبارہ کبھی میری وجہ سے تمہیں چوٹ آئی تو بابا پھر سے تم سے ملنے نہیں دیں گے۔اور میں اپنی چوہیا سے دور نہیں رہ سکتا۔۔۔۔۔

اس کی بات سن کر سب نے اپنی مسکراہٹ دبائی کیونکہ ماہا کو غصہ آگیا تھا چوہیا سن کر۔۔۔۔۔

بابا جانی۔۔۔۔۔

وہ مدد طلب نظروں زبیر کو دیکھنے لگی۔۔۔۔۔

زرلال باز آجائو۔۔۔۔۔۔

زبیر مصنوعی غصے سے بولا۔

جی بابا جان۔۔۔۔

وہ مئودب انداز میں بول کر اپنی کرسی پر بیٹھا اور وھاج سے بولا۔۔۔

وجی بھائی اب تو میں نے ماہا سے سوری بھی بول دیا

ہے اب تو مجھ سے بات کر لیں۔۔۔

وھاج خاموش رہا۔

وجی بھائی پلیز بات کریں نہ ورنہ میں۔۔۔۔۔

زرلال دھمکی دینے والے انداز میں بولا۔۔۔۔

ورنہ کیا؟؟۔۔

وھاج نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

ورنہ بھائی میں کھانا نہیں کھائوں گا اور ویسے بھی آپ سب عابی سے ناراض نہیں ہو صرف مجھ سے ہو یہ بھی کوئی بات ہوئی بھلا۔۔۔۔

کیونکہ ماہا کو دھکا تمہارے ہاتھ سے لگا تھا اور رہی بات تمہارے کھانا نہ کھانے کی تو مت ہی کھائو ۔۔۔۔۔

وھاج کی ناراضگی ہنوز برقرار تھی۔۔۔

عابی تو بول نہ بھائی کو۔۔۔۔۔

زرلال نے عبداللہ کے کان میں سرگوشی کی۔

عبداللہ نے کچھ کہنے کے لیے منہ کھولا تھا جب وھاج بول پڑا۔۔۔

خبردار عابی اگر تم نے اس کی کوئی سفارش کی ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔۔۔

وجی بھائی پلیز زرلال بھائی کا سوری ایکسپٹ کر لیں نا۔۔۔۔۔۔۔

ماہا وھاج سے پیار بھرے انداز میں بولی۔

وھاج جواب میں مسکرا دیا اور بولا۔

اب تو میری گڑیا نے بول دیا ہے اب معاف نہ کرنے کی کوئی گنجائش ہی نہیں بچتی۔۔۔۔۔

سب ان بہن بھائیوں کے پیار پر رشک کر رہے تھے لیکن کون جانے ان کا یہ پیار کب تک رہنے والا تھا۔۔۔

: حال

: لوکیشن اسلا آباد

جبران لغاری دو سال پہلے تک جرم کی دنیا کا بے تاج بادشاہ تھا۔اس کا ایک بھائی اور ایک بہن ہے۔ماں باپ بچپن میں ہی مر گئے تھے اور اس نے خود اپنے بھائی اور بہن کی پرورش کی۔پیسا اس نے چھوٹی موٹی چوریاں کر کہ کمانا شروع کیا تھا اور آج ایک جانا مانا بزنس مین ہے۔۔۔بہن کی اس نے چار سال پہلے ہی ایک منسٹر کے بیٹے سے شادی کر دی تھی۔اور وہ شادی کے بعد امریکہ چلی گئی۔

تین سال پہلے جبران لغاری کا بھائی حنان ایک نفسیاتی مریض بن گیا کیونکہ اس کی منگیتر اسے چھوڑ کر کسی کے ساتھ بھاگ گئی تھی۔جبران لغاری نے اپنے بھائی کا بڑے سے بڑے سائیکاٹریس سے علاج کروایا

لیکن بے سود رہا کیونکہ وہ علاج کروانا ہی نہیں چاہتا۔

جہاں بھی وہ خوبصورت لڑکی دیکھتا ہے اسے اپنی منگیتر نظر آنا شروع ہو جاتی ہے اس لئے وہ خوبصورت لڑکیوں کو اغوا کرواتا ہے اور ان کے چہرے سیگریٹ سے جلا دیتا ہے۔۔۔اور ایک حیران کن بات یہ ہے کہ ایک لڑکی کا چہرہ جلانے کے بعد وہ ایک ماہ تک کوئی پاگل پن والی حرکت نہیں کرتا۔اور اپنے بھائی کے لئے بزنس ٹائیکون جبران لغاری لڑکیوں کو خریدتا ہے۔چونکہ اس کا بھائی آج امریکہ سے واپس آنے والا ہے اس لئے وہ رستم سے لڑکیاں خریدنے کا ارادہ رکھتا ہے۔۔۔۔

حماد نے عثمان کو جبران لغاری کے بارے میں مکمل معلومات دیں۔۔۔۔۔

لیکن دو سال پہلے یہ گیا کہاں تھا؟؟؟

سر سننے میں آیا ہے کہ دو سال پہلے اپنے بھائی کے ہمراہ امریکہ گیا تھا لیکن امریکہ میں حنان لغاری تو تھا جبران لغاری نہیں تھا۔۔۔۔۔۔

حماد نے جواب دیا۔

بندہ انٹر سٹنگ ہے لیکن ہے اٹیٹیوڈ والا۔۔۔۔۔۔

عثمان خباثت سے ہنستے ہوئے بولا۔۔۔۔۔۔۔۔

عاشو مجھے تم سے کوئی بات نہیں کرنی جاؤ یہاں سے۔۔۔۔۔۔

اریب اپنے کمرے میں داخل ہو رہی تھی جب یشفعہ بھی اس کے پیچھے پیچھے کمرے میں آئی۔۔۔۔۔یشفعہ اسے پچھلے تین دنوں سے منا رہی تھی لیکن اریب اس کی کوئی بات نہیں سن رہی تھی کیونکہ اس نے اور مومنہ نے اسد اور اریب کو اسلام آباد بلانے کے لئے جھوٹ بولا تھا۔

بیا پلیز مان جاؤ نہ۔۔۔۔مانتی ہوں کہ میں نے ایک چھوٹا سا جھوٹ۔۔۔۔۔۔

عاشو تمہاری نظر میں یہ چھوٹا سا جھوٹ ہے؟؟ جانتی ہو میں کتنی پریشان تھی۔ تمہاری وجہ سے میں نے خود سے کیا ہوا وعدہ توڑا۔۔۔اور میری بات چھوڑو تمہیں تو بابا کا بھی خیال نہیں آیا اور یہ تک نہیں سوچا

ان کے دل پر کیا گزرے گی جب ان کو یہ پتہ چلے گا کے ان کی لاڈلی بیٹی کو چوٹ لگی ہے؟؟؟

نہیں تم یہ سب کچھ کیوں سوچتی؟ تمہارے لئے تو تمہاری فیلنگز اہم ہیں باقیوں کا کیا ہے؟ وہ جائیں بھاڑ میں تمہاری طرف سے۔۔۔۔۔۔۔۔

اریب اپنا سارا غصہ یشفعہ پر نکال کر ناراضگی منہ پر سجائے اپنے بیڈ پر بیٹھ گئی۔۔۔ جبکہ ادھر یشفعہ جو اس کی ساری باتیں سر جھکا کر سن رہی تھی۔ گھٹنوں کے بل اس کے قدموں میں بیٹھ گئی اور اس کا چہرہ اپنی طرف کیا اور بولی۔۔۔۔

ٹھیک کہا تم نے بیا کہ مجھے کسی کا احساس نہیں ہے۔۔میں صرف اپنے بارے سوچ رہی تھی۔ میں صرف یہ سوچ رہی تھی کہ اسلام آباد نے ہی میری بیا کو مجھ سے چھینا تھا اور اب یہی شہر مجھے میری بیا واپس لوٹائے گا۔۔ میں خود غرض ہوں کیونکہ مجھ سے بابا کا اکیلے میں رونا نہیں دیکھا جاتا اور میں جانتی ہوں بظاہر وہ کچھ نہیں کہتے لیکن وہ بھی اپنی پرانی بیا کو مس کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔

میں تو تمہارا ہر قسم کا رویہ برداشت کرتی گئی کیونکہ میری غلطی تھی لیکن بیا بابا کی کیا غلطی ہے؟ ان کو کس چیز کی سزا دے رہی ہو؟ وہ بھی تو چاہتے ہیں کہ ان کی بیا بھی نارمل لائف گزارے اور اس کے لئے اگر میں نے جھوٹ بول دیا تو کیا غلط کیا؟؟؟؟؟

یشفعہ اریب کے سامنے اپنے آنسو نہیں روک سکی اور رو کر اسے جواب دیا۔

عاشو تم کبھی بھی بابا کے آنسوؤں کی وجہ نہیں جان سکو گی کیونکہ میں ایسا ہونے نہیں دوں گی۔ تمہیں پرانی بیا چاہیے تو میں تمہارے لئے تمہاری بیا بننے کی پوری کوشش کروں گی۔۔۔۔۔۔

اریب نے دل میں سوچا اور اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔۔۔۔

اچھا ٹھیک ہے تم جو کہو گی میں کروں گی لیکن پہلے رونا بند کرو۔۔۔۔۔

پکا جو میں بولوں گی وہ کرو گی؟؟؟

ہاں میری جنگجو پکا ویسے ہی کروں گی جیسے تم بولو گی۔۔۔۔۔

اریب نے مسکرا کر جواب دیا۔

تو پھر آج آئسکریم کھانے چلیں گے۔۔۔۔

یشفعہ خوشی سے بولی۔۔۔

ٹھیک ہے چلیں گے۔۔۔۔۔۔۔

اریب نے بھی اس کی تائید کی۔۔۔۔۔

یاہو۔۔۔۔۔۔۔

یشفعہ نے خوشی سے اسے گلے لگایا۔۔۔۔

یااللہ صرف تیرا ہی سہارا ہے اب ہر قدم پر میری ہمت بڑھانا۔۔۔۔۔۔

اریب نے دل میں اللہ سے دعا کی۔۔۔۔۔۔

مومنہ تم بیا کے ساتھ گاڑی میں رکو میں آئسکریم لے

کر آتی ہوں۔۔۔۔۔۔

یشفعہ یہ بول کر گاڑی سے اتری اور آئسکریم پارلر کے اندر چلی گئی۔۔۔۔۔۔

ویسے وجی آج آئسکریم کھلانے کس خوشی میں لایا ہے؟؟؟؟؟

وھاج جو کب سے کاؤنٹر پر کھڑا آئسکریم کے لئے ویٹ کر رہا تھا علی کی بات پر مڑا اور بولا۔۔۔۔

کیونکہ تیرے چنا منا کل رات میرے خواب میں آئے اور بولے ہمارے ہونے والے کنجوس باپ کو کل آئسکریم کھلانا۔۔۔۔۔۔۔

ہاہاہاہا۔۔۔۔۔۔۔ علی نے بے ساختہ قہقہ لگایا۔

جواب میں وھاج نے اسے گھورا۔۔۔

اچھا یار مذاق کر رہا تھا اب یہ بتا کہ تمہیں پکا پتا ہے کہ عثمان خان آج ڈیل کرنے آئے گا تم سے میرا مطلب ہے جبران لغاری سے۔۔۔۔۔۔۔۔

علی نے سنجیدگی سے لیکن کافی دھیمی آواز میں پوچھا۔

اس دن جو آڈیو ٹریکر اس کے موبائل میں لگایا تھا اسی سے پتہ چلا کیونکہ میرا نمبر تو جبران لغاری کے بھائی حنان کے پاس ہے۔۔۔ جو کل ہی اسلام آباد واپس آیا ہے۔۔۔۔

وھاج نے ادھر ادھر گردن گھما کر دیکھا اور علی کو جواب دیا۔۔ لیکن جب نظر سامنے سے آتی یشفعہ پر پڑی تو پلٹنا بھول گئی۔۔۔لائٹ لیمن کلر کے ڈریس میں وہ وھاج کے دل کی دھڑکنوں کو منتشر کر گئی تھی۔۔۔

وجی وجی۔۔۔۔۔۔۔

ہاں۔۔۔۔۔

وھاج نے گڑبڑا کر جواب دیا۔

میں کب سے پوچھ رہا ہوں کہ یہاں ہی کھڑے رہنا ہے یا کہیں بیٹھنا بھی ہے۔۔۔۔۔۔

تو اس ٹیبل پر بیٹھ میں ابھی آیا۔۔۔۔۔

وھاج یہ بول کر یشفعہ کی جانب بڑھ گیا۔اور جان بوجھ کر اس سے ٹکرایا۔۔یشفعہ ایک لمحے میں سنبھلی اور سامنے دیکھا تو مسٹر وھاج کھڑے تھے۔۔۔۔اس سے پہلے کہ وہ کچھ بولتی وھاج بول پڑا۔۔۔۔۔

تم یہاں میرا پیچھا کر رہی ہو نا؟؟ دیکھ لو میں نے تمہیں پکڑ لیا اور وہ بھی رنگے ہاتھوں۔۔۔۔۔۔۔۔

دیکھو مسٹر پاگل۔۔۔ نا تو میرے پاس فالتو وقت ہے اور نہ ہی میرا میعار اتنا گرا ہوا ہے کہ میں تمہارا پیچھا کروں۔۔۔۔۔

یشفعہ نے آخری بات حقارت سے بولی۔

سیریسلی؟؟؟

وھاج نے ایک بھنوا اچکا کر پوچھا۔

یشفعہ ایک پل کو اسکی ہیزل گرین آنکھوں میں کھو سی گئی۔ لیکن صرف ایک پل کو پھر بولی۔

بالکل۔۔اب ہٹو میرے راستے سے۔۔۔۔۔

ایک منٹ۔۔۔۔۔

وہ جانے ہی لگی تھی کہ وھاج اس کے راستے میں آ گیا۔

کیا ہے؟ جلدی بکواس کرو۔۔۔۔۔

جواب میں وھاج ادھر ادھر دیکھنے لگا۔آخر اس نے ایک لڑکی کو اشارہ کیا تو وہ لڑکی وھاج اور یشفعہ کے پاس آ گئی۔۔۔

اگر میں تمہاری یہاں کھڑے ہو کہ فالتو کی باتیں سن رہی ہوں تو صرف علی بھائی کی وجہ سے۔۔۔۔۔۔۔

ابھی یشفعہ کچھ اور بھی بولنا چاہتی تھی لیکن اس لڑکی کی آواز نے اسے خاموش کروا دیا۔

ہیلو ہینڈسم تم نے مجھے بلایا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

جی وہ ایکچوئیلی میں اس محترمہ کو گیا گزرا لگ رہا تھا تو سوچا کسی اور سے پوچھ لوں کیا واقعی ایسا ہے؟؟؟؟؟؟

وھاج دل جلانے والی مسکراہٹ سے بولا جو یشفعہ کو

ایک آنکھ نہیں بھائی تھی۔۔۔۔

اووو۔۔۔۔۔۔ یہ خود کون سا پرستان سے اتری ہوئی پری ہے۔۔ انتہا کی بری شک۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

بس بہت سن لی تمہاری بکواس۔۔۔ کیا بول رہی تھی کے پری نہیں لگتی وہ اس لئے کہ پری ہوں بھی نہیں۔۔۔ الحمداللہ ایک انسان ہوں اور رہی بات شکل کی تو مجھے اتنا تو معلوم ہے کہ تم جیسے گورے رنگ کے لوگوں کے دل کتنے کالے ہوتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

یہ بول کر یشفعہ وہاں سے آگے بڑھ گئی جبکہ وہ لڑکی غصے سے وھاج کو گھور کر چلی گئی۔۔۔۔

وجی آج تھوڑا زیادہ ہو گیا۔ آئی پرامس مس یشفعہ اسد جہانگیر سوری مسز وھاج احمد کہ آپ کو بہت جلد مجھ سے محبت ہو جائے گی۔۔۔۔۔

یہ بول کر وہ مسکرایا اور آگے بڑھ گیا۔۔۔۔

علی جو کتنے دنوں سے اس کی مشکوک حرکتیں نوٹ کر رہا تھا اپنی جگہ سے اٹھا اور سیدھا پارلر سے نکل کر گاڑی کی طرف بڑھا۔ وھاج نے اسے جاتے ہوئے دیکھ لیا تھا اس لئے اس کے پیچھے بھاگا۔۔۔۔۔۔

علی کہاں جا رہا ہے مجھے چھوڑ کر؟؟؟؟؟

وھاج گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھتے ہی علی سے بولا جو گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا۔۔۔

جواب میں علی خاموش رہا اور گاڑی ڈرائیو کرنے لگا۔

علی تم اتنے سنجیدہ کیوں لگ رہے ہو؟؟؟؟

علی نے پھر بھی کوئی جواب نہ دیا۔

علی میں تم سے بات کر رہا ہوں؟؟؟؟؟

وھاج اس کی خاموشی سے تنگ آ کر بولا۔

تو مت کرو بات۔۔۔۔۔

علی نے بمشکل اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے جواب دیا۔

وھاج کے لئے اس کا رویہ حیران کن تھا۔

علی گاڑی روک۔۔۔۔۔۔۔۔۔

علی نے گاڑی روک دی اور باہر نکل گیا۔۔۔۔

علی بات کیا ہے؟؟؟

وھاج نے سنجیدگی سے پوچھا۔

یہی اگر میں پوچھوں وجی۔۔۔۔ کہ آخر بات کیا ہے؟؟؟

مطلب میں سمجھا نہیں۔۔۔۔۔۔

وھاج ناسمجھی سے بولا۔

مس یشفعہ اسد جہانگیر۔۔۔ جس کا پیچھا آپ پچھلے دو سالوں سے کر رہے ہیں۔۔۔۔ وہ کہاں جاتی ہے؟ کیا کرتی ہے؟ کس سے ملتی ہے؟ اور یہ بھی کہ کس سے بات کرتی ہے؟ جس کے موبائل پر آپ نے ٹریکر لگایا ہوا

ہے۔۔جس کو اسلام آباد بلانے کے لئے آپ نے مومنہ کو میرے لئے چنا۔جس سے ایک پل بھی آپ بے خبر نہیں رہتے۔۔۔جس کی تصاویر سے آپکے موبائل کی گیلری بھری پڑی ہے اور جس کی خاطر آج بھی تم مجھ سے جھوٹ بولتے ہو۔۔۔۔۔۔۔

علی پھٹ پڑا تھا۔۔زندگی میں پہلی بار وہ وھاج سے غصے میں بات کر رہا تھا۔

علی تم۔۔۔

پلیز وجی اب کوئی جھوٹ نہیں۔۔ پچھلے دو سالوں سے سب برداشت کر رہا ہوں کہ شاید اب بتا دو اس یشفعہ کے بارے میں لیکن نہیں تم نے تو قسم کھائی ہوئی ہے مجھے کچھ نہ بتانے کی۔۔۔۔

جانتے ہو مجھے کبھی کبھی لگتا ہے کہ میں تمہارے بھروسے کے قابل نہیں ہوں اس لئے تم مجھے کچھ نہیں بتاتے۔۔۔۔۔۔۔

علی واقعی آج ہرٹ ہوا تھا۔اور دو آنسو ٹوٹ کر اس کے گالوں پر آئے جن کو اس نے بے دردی سے صاف کیا اور وھاج کی طرف سے منہ موڑ کر کھڑا ہو گیا۔۔۔

علی میں ابھی تمہیں سب کچھ نہیں بتا سکتا لیکن وعدہ کرتا ہوں اس مشن کے اختتام پر تمہیں سب کچھ پتہ چل جائے گا۔۔اور ہاں ابھی کے لئے اتنا جان لو کہ یشفعہ

میری منکوحہ ہے۔۔اسد انکل اور بابا نے دو سال پہلے ہمارا نکاح کروایا تھا۔۔۔۔

وھاج نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

علی نے شاک کی کیفیت میں اسے دیکھا اور بولا۔۔۔

یعنی وہ ہٹلر تیری بیوی اور میری بھابھی ہے۔۔۔۔۔

وھاج نے مسکرا کر نظروں کا زاویہ بدل لیا۔۔۔

اوو واب سمجھ آئی مجھے۔۔۔ مس یشفعہ سے جان بوجھ کر مار کھائی اور بہانے بہانے سے اسے ملنا۔۔۔۔۔

علی نے مختلف کڑیوں کو جوڑتے ہوئے کہا۔

ہاں اور ابھی میں تمہیں کچھ بھی سمجھانے کی پوزیشن میں نہیں ہوں اس لئے اب گھر چلو کل انشاء اللہ اس رستم کو بڑا دھچکا ملنے والا ہے۔۔۔۔۔۔

ہاں ہاں چلو۔۔۔ میرے آدھے ادھورے دلہے۔۔۔۔۔۔۔

یہ بول کر وہ دونوں گاڑی میں بیٹھے اور اپنی منزل کی طرف روانہ ہو گئے۔۔۔۔۔۔۔

: ماضی

: لوکیشن اسلا آباد

ماما آپکو پتہ ہے آج سامعہ بول رہی تھی کہ وہ کسی فارن ڈاکٹر سے شادی کریگی کیونکہ وہ زیادہ پڑھے لکھے اور اچھا علاج کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔

ماہ روش نے زیبا کو بتایا جو کیچن میں اس کے لئے پاستا بنا رہی تھی۔۔۔۔۔

اچھا پھر آپ نے سامعہ سے کیا بولا۔۔۔۔

زیبا اس کے لئے پلیٹ میں پاستا نکال کر بولی۔

ماما میں نے اسے بولا کہ اگر وہ فارن ڈاکٹر سے شادی کرے گی تو میں بھی کسی فارن ڈاکٹر سے شادی کروں گی۔۔۔۔۔۔۔

زیبا نے پاستے والی پلیٹ ماہا کے آگے رکھی اور بولی۔۔۔

ماہا بیٹا پہلی بات تو یہ کہ ڈاکٹرز صرف علاج کرتے ہیں باقی زندگی اور موت تو اللہ کے ہاتھ میں اور وہ جیسے چاہے شفا دے دیتا ہے اور جیسے چاہے بیماری میں رہنے دیتا ہے۔۔۔اور دوسری بات آپ ابھی بہت چھوٹی ہو اس لئے آئندہ شادی کی بات میں آپ کے منہ سے نہ سنوں۔۔۔۔۔

او کے ماما۔۔۔۔۔

یہ بول کر ماہا پاستا کھانے میں بزی ہو گئی جبکہ عبداللہ جو کیچن سے پانی پینے آیا تھا ماہا اور زیبا کی باتیں سن کر وہیں سے پلٹ گیا۔۔۔۔

رات کو سب ڈنر کر رہے تھے جب عبداللہ نے عزیر کو

پکارا۔۔۔۔

بابا۔۔۔۔

جی بیٹا۔۔۔۔۔۔ عزیر جواب میں بولا۔

بابا مجھے آپ سب سے کچھ بات کرنی ہے۔۔۔۔۔

ہاں بولو ہم سب سن رہے ہیں۔۔۔۔۔۔

جواب احمر ملک نے دیا۔

بابا۔۔۔آپ سب کو پتہ ہے کہ میں ڈاکٹر بننا چاہتا ہوں اور یہاں کے میڈیکل کالجز کی سٹڈی اچھی نہیں ہے اس لئے میں نے فیصلہ کیا ہے کہ میں اپنی باقی کی سٹڈیز لندن جا کر مکمل کروں تاکہ میں ایک بہترین ڈاکٹر بن سکوں۔۔۔۔۔

عبداللہ نے اعتماد سے اپنی بات مکمل کی جبکہ باقی گھر والوں کو تو جیسے سانپ سونگ گیا۔۔۔۔

عابی مت بھولو کہ تمہارا باپ ابھی زندہ ہے اور تمہارے لئے اچھے اور برے کا فیصلہ کر سکتا ہے اس لئے تم اپنی سٹڈیز پاکستان میں رہ کر بھی مکمل کر سکتے ہو ہاں اگر بعد میں سپیشلائزیشن کے لئے کسی فارن کنٹری جانا پڑا تو تب تم لندن چلے جانا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

عزیر نے سنجیدگی سے اسے سمجھایا۔

بابا۔۔۔میں اگر باقی کی سٹڈی کمپلیٹ کروں گا تو لندن

میں اور وائز میں بالکل سٹڈی چھوڑ دوں گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

یہ بول کر عبداللہ وہاں رکا نہیں جبکہ باقی گھر والے حیران کم اور پریشان زیادہ تھے اس کے رویے پر۔کیونکہ عبداللہ ملک خاندان کا وہ بیٹا تھا جو نہ تو ضدی تھا اور نہ ہی بدتمیزی کا مظاہرہ کرتا تھا لیکن آج وہ ضد بھی کر رہا تھا اور اپنے بابا سے بدتمیزی سے بھی پیش آیا تھا۔

میں بات کرتی ہوں عابی سے۔۔۔۔۔۔

یہ بول کر زیبا وہاں سے عبداللہ کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔۔۔۔۔

عابی میرا بچہ کیا بات ہے جو آپ لندن جانے کی ضد کر رہے ہو؟؟؟؟؟

زیبا نے کافی نرمی سے پوچھا۔

ماما میں بس سٹڈیز کے لئے جانا چاہتا ہوں اور کوئی بات نہیں۔۔۔۔۔

عبداللہ نے یہ بات زیبا سے نظریں چراتے ہوئے کہی۔

عابی ادھر دیکھو میری طرف اور بتاؤ کیا چھپا رہے ہو؟؟؟؟؟۔

ماما میں کچھ۔ نہیں چھپا رہا۔۔۔۔

عابی ماں ہوں میں تمہاری اس لئے تم مجھ سے کچھ چھپا سکتے اور ویسے بھی میں کافی دنوں سے تمہیں نوٹ کر رہی ہوں تمہارا رویہ کافی بدلتا جا رہا ہے۔۔۔۔۔۔۔

زیبا اس کی بات درمیان میں ہی کاٹ کر نرمی سے بولی۔

ماما میں جو بھی بات آپ سے کروں گا آپ پلیز وعدہ کریں کہ کسی کو بھی نہیں بتائیں گی۔۔۔۔۔ عبداللہ زیبا کے آگے اپنی ہتھیلی پھیلاتے ہوئے بولا۔

او کے وعدہ۔۔۔۔۔

زیبا نے مسکرا کر اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا۔

ماما مجھے بھی نہیں پتہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔۔اس دن جب ماہا کو چوٹ لگی تو مجھے اتنی تکلیف ہو رہی تھی کہ جیسے وہ چوٹ مجھے لگی ہو۔۔۔میں خود سمجھ نہیں پایا کہ یہ کیوں ہوا۔۔۔۔

پھر جب وہ علی بھائی کے ساتھ کرکٹ کھیل رہی تھی اور علی بھائی اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے بیٹ پکڑنا سکھا رہے تھے تو مجھے علی بھائی پر بہت زیادہ غصہ آیا اتنا کہ دل کیا ان کا ہاتھ توڑ دوں جس سے انہوں نے ماہا کو پکڑا تھا۔۔۔۔۔

اور آج جب وہ آپ سے کیچن میں شادی والی بات کر رہی تھی تو میں نے سن لی۔۔۔کیونکہ میں ماہا کو کسی بھی قیمت پر خوش رکھنا چاہتا ہوں اور اس کی ہر خواہش پوری کرنا چاہتا ہوں اور اسے خود سے دور میں کبھی نہیں ہونے دے سکتا اس لئے میں نے لندن جانے کا فیصلہ کیا ہے۔۔۔۔۔۔۔

عبداللہ نے اپنی ساری فیلنگز زیبا کے ساتھ شیئر کیں۔۔۔

جواب میں زیبا تو اپنے پندرہ سال کے بیٹے کی باتیں سن کر حیران کم اور پریشان زیادہ ہوئی تھی۔۔۔۔

تم ماہا سے شادی کرنا چاہتے ہو؟؟؟۔

زیبا نے دھیمی آواز میں پوچھا۔

ماما آپ پلیز مجھے غلط مت سمجھیے گا لیکن میں ماہا کے بغیر نہیں رہ سکتا۔آپ کو پتہ ہے جب وہ روتی ہے تو مجھے لگتا ہے میرا سانس بند ہو جائے گا اور جب وہ ہستی ہے تو اس کی مسکراہٹ سے زیادہ خوبصورت دنیا کی کوئی اور چیز نہیں لگتی۔۔۔۔۔۔

اور میں اسے ہمیشہ کے لئے اپنا بنانا چاہتا ہوں۔۔۔

عبداللہ جذباتی پن سے بولا۔

عابی تم ابھی بہت چھوٹے ہو اور یہ سب جو تم بول رہے ہو صرف تمہارے وقتی جذبات ہیں اور کچھ نہیں تو بہتر ہے کہ تم اپنی پڑھائی پر توجہ دو اور ماہا کا خیال فلحال تم اپنے دماغ میں بھی مت لانا۔۔۔۔۔۔

زیبا یہ بول کر وہاں سے جانے لگی تھی جب عابی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روکا اور بولا۔

ماما آئی کانٹ لیو وود آئوٹ ماہا پلیز ٹرائے ٹو انڈرسٹینڈ۔۔۔۔۔۔۔۔۔

عابی لیو دس ٹاپک۔۔۔۔۔۔

زیبا اپنا ہاتھ چھڑواتے ہوئے بولی۔

بٹ وائے ماما۔۔۔۔۔

کیونکہ بھائی جان ماہا کا رشتہ علی سے کرنے کا سوچ رہے ہیں اور میں نہیں چاہتی کہ کسی بھی دباؤ میں آ کر وہ اپنا فیصلہ بدلیں۔۔۔۔۔۔۔

زیبا نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

ماما آپ جھوٹ بول رہی ہیں نہ؟؟؟؟

عبداللہ نے بے یقینی سے پوچھا۔

نہیں زیبا سچ بول رہی ہے۔۔۔۔۔۔

زبیر جو نجانے کب سے عبداللہ کے کمرے کے باہر کھڑا عبداللہ اور زیبا کی باتیں سن رہے تھا بمشکل اپنا غصہ کنڑول کر کہ اندر آیا اور عبداللہ کو جواب دیا۔۔۔۔

عبداللہ اور زیبا تو زبیر کو یہاں دیکھ کر ہی گڑبڑا گئے۔

بھائی جان وہ۔۔۔۔۔

زیبا نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا جب زبیر

نے اسے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا اور بولا۔۔۔

مجھے عابی کہ ساتھ اکیلا چھوڑ دو مجھے بات کرنی ہے اس سے۔۔۔۔۔

زیبا اپنا سر اثبات میں ہلایا اور ایک نظر ڈرے ہوئے عبداللہ پر ڈال کر وہاں سے چلی گئی۔۔۔۔۔

ہاں تو کیا بول رہے تھے تم؟؟؟؟

زبیر نے اس کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے پوچھا۔۔۔

بڑے۔۔ پاپا۔۔۔۔وہ۔۔۔وہ۔۔۔۔

کیا وہ وہ لگا رکھا ہے ادھر میری طرف دیکھ کر بات کرو۔۔۔۔۔

زبیر غصے سے بولا۔

عبداللہ نے ایک نظر زبیر کی طرف دیکھا جو بمشکل اپنا غصہ ضبط کر رہا تھا۔اور پھر نظریں جھکا گیا۔

جو بات کرنے کی ہمت ہی نہیں ہے اسے سوچ بھی کیسے لیا؟؟؟؟

بڑے پاپا۔۔۔

ابھی میری بات مکمل نہیں ہوئی۔۔زبیر نے اسے درمیان میں ہی ٹوک دیا۔۔۔

گھر میں سب بڑوں کو معلوم ہے کہ میں ماہا کا رشتہ علی سے کرنے کا خواہش مند ہوں اور اب یہ بات تم بھی جان گئے ہو تو اس لئے مجھے لگ رہا ہے کہ سب گھر والوں کو اپنا فیصلہ بتا دوں۔۔۔۔۔ چلو میرے ساتھ نیچے۔۔۔۔۔۔

یہ بول کر زبیر نے عابی کا بازو پکڑا اور اسے سب کے سامنے نیچے لے آیا۔۔۔۔

سب نے زبیر اور عبداللہ کو ایک نظر دیکھا۔زبیر کے چہرے پر بلا کی سنجیدگی تھی جبکہ عابی کے چہرے پر ڈر تھا۔۔۔۔۔

کیا بات ہے زبیر تم اتنے سنجیدہ کیوں لگ رہے ہو؟؟؟

احمر ملک نے پوچھا۔

بابا جان میں نے ایک فیصلہ کیا ہے اور امید کرتا ہوں کہ آپ سب کو بھی کوئی اعتراض نہیں ہوگا۔۔۔۔

کیسا فیصلہ ؟؟؟؟

عزیر نے پریشانی سے پوچھا۔

عبداللہ اپنی سٹڈیز کے لئے لندن جانا چاہتا ہے تو اسے وہاں بھیج دوں۔۔۔۔۔۔۔

لیکن بھائی۔۔۔۔۔

عزیر میری بات مکمل نہیں ہوئی۔۔۔۔۔

زبیر نے غصے سے عزیر کو دیکھا۔

اور چونکہ زرلال عبداللہ کے بغیر ایک منٹ بھی نہیں رہ

سکتا اس لئے وہ بھی عبداللہ کے ساتھ جائے گا اور تم اور زیبا بھی ان کے ساتھ جاؤ گے۔۔۔ لیکن تم لوگوں کے جانے سے پہلے میں ماہا کا نکاح نعمان کے بیٹے علی سے کروانا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔۔۔

زبیر نے جونہی اپنی بات مکمل کی سب گھر والوں نے شاک کی کیفیت میں اسے دیکھا۔۔۔۔

بڑے پاپا میں ماہا کے بغیر نہیں رہ سکتا۔۔۔۔۔۔

عبداللہ اتنا بول کر ہی بے ہوش ہو گیا جبکہ باقی گھر والے نا سمجھی سے کبھی زبیر اور کبھی عابی کو دیکھ رہے تھے۔۔۔ زرلال آگے بڑھا اور عابی کو اٹھانے کی کوشش کرنے لگا۔۔۔ جبکہ باقی گھر والے ابھی بھی ساکت کھڑے تھے۔۔۔

عابی اوپن یور آئیز۔۔۔۔۔

زرلال نے اس کا منہ تھپتھپایا لیکن اس نے کوئی حرکت نہ کی۔۔۔۔

زرلال کی آواز سن کر گھر والوں کا سکتہ ٹوٹا اور عزیر جلدی سے آگے بڑھا اور وھاج کی مدد سے عبداللہ کو ہوسپٹل لے چلا گیا۔۔۔۔

جیسے ہی عابی ڈسچارج ہو کر گھر آیا زبیر نے سب گھر والوں سے اپنے جذباتی رویے کی معافی مانگی اور سب کی رضامندی سے ماہا اور عابی کا نکاح کروادیا۔۔۔۔

آج عزیر، زیبا، زرلال اور عبداللہ لندن جارہے تھے۔

عابی بیٹا سب سامان رکھ لیا ہے؟؟؟؟

زیبا نے عبداللہ سے پوچھا جو اپنا ہینڈ کیری پکڑ کر باہر آرہا تھا۔

جی ماما۔۔۔۔

عبداللہ ادھر ادھر دیکھتے ہوئے بولا۔

ماہا کو ڈھونڈ رہے ہو؟؟؟؟

زبیر نے پوچھا۔

نہیں تو۔۔۔

عبداللہ اپنی چوری پکڑے جانے پر شرمندہ سا نظریں جھکا گیا۔۔۔

بابا دیکھیں عابی بلش کر رہا ہے۔۔۔۔۔۔۔

زرلال عبداللہ کا چہرہ دیکھ کر بولا۔

جواب میں عبداللہ نے زرلال کو گھورنے کی ناکام کوشش کی۔ تو سب نے بے ساختہ قہقہ لگایا۔

ماما میرا وائلن روم میں رہ گیا ہے میں وہ لے کر آتا ہوں۔۔۔

یہ بول کر عبداللہ گھر کے اندر کی جانب بھاگ گیا۔

بابا مجھے ایک بات تو بتائیں؟ کہ آپ بڑے ہو یا بڑے پاپا بڑے ہیں؟ کیونکہ میں جب بھی آپ سے پوچھتا ہوں آپ بات کو گھما دیتے ہو۔۔۔۔

زرلال نے بے تکا سوال کیا۔

بابا جان بڑے ہیں۔۔۔۔۔

جواب وھاج نے دیا۔

تو پھر آپ بڑے پاپا کو بڑے پاپا کیوں بولتے ہیں؟؟؟

زرلال نے کنفیوژن سے پوچھا۔

وہ اس لئے کہ جب یہ چھوٹا تھا تو عزیر کافی ہیلدی تھا جبکہ تمہارا باپ تو فٹنس کا دالدہ تھا اس لئے اس نے عزیر کو بڑے پاپا بولنا شروع کر دیا۔۔۔۔۔

احمر ملک نے مسکراتے ہوئے زبیر کی فٹنس پر طنز کیا۔۔۔۔

جبکہ باقی سب مسکرا دیئے۔

ماہا تم یہاں کیا کر رہی ہو؟؟؟؟

عبداللہ نے ماہا کے کمرے میں داخل ہوتے ہی پوچھا۔

ڈانس کر رہی ہوں۔۔۔۔۔ نظر نہیں آ رہا کہ رو رہی ہوں۔۔۔۔۔

ماہ روش چڑ کر بولی۔

اچھا کیوں رو رہی ہو؟؟؟

کیونکہ تم ماما۔بڑے پاپا اور زرلال بھائی کو مجھ سے دور لے جا رہے ہو۔۔۔۔۔

وہ سوں سوں کرتے بولی۔۔۔

اچھا تو میں بھی تو جا رہا ہوں کیا میرے جانے کا دکھ نہیں ہو رہا۔۔۔۔

نہیں۔کیونکہ تم بہت ہی برے انسان ہو۔۔۔۔

اچھا اب تو یہ برا انسان تمہاری زندگی سے ہمیشہ کے لئے جڑ گیا ہے۔۔۔۔۔۔

عبداللہ مسکرا کر بولا۔

ماہا نے نا سمجھی سے عبداللہ کو دیکھا اور بولی۔۔۔

کیا بول رہے ہو؟؟؟

کچھ نہیں۔۔۔یہ بتاؤ مجھے مس کرو گی؟؟؟

ہاں نہ میں تم سب کو بہت مس کروں گی۔۔۔۔۔

ماہا نے معصومیت سے جواب دیا۔

عبداللہ کو اس وقت وہ اپنے دل کے بہت ہی قریب

محسوس ہو رہی تھی۔عبداللہ آگے بڑھا اور اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھامتے ہوئے بولا۔

ایک وعدہ کرو کہ میرا انتظار کرو گی ہر حال میں اور کبھی بھی مجھ سے دور جانے کا نہیں سوچو گی۔۔۔۔۔۔

ماہا نے نا سمجھی سے عبداللہ کو دیکھا۔

پرامس کرو۔۔۔۔۔

عبداللہ نے اس کے آگے ہتھیلی پھیلائی۔۔۔

ماہا نے اس کی ہتھیلی پر اپنا ہاتھ رکھا تو عبداللہ نے اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور بولا۔۔

چلو نیچے سب ویٹ کر رہے ہیں۔۔۔۔۔

یہ بول کر اس نے ماہا کا ہاتھ پکڑا اور اسے نیچے لے گیا۔۔۔۔۔

لیکن کون جانتا تھا یہ ملاقات ان دونوں کی آخری ملاقات تھی اور قسمت ایک بار پھر عبداللہ کو آزمانے والی تھی۔

ہسی تھی جس کی گلاب کی کلی

نہ جانے کہاں سے مجھ کو آ ملی۔۔۔۔۔

میں مضطرب تھا اپنے جذبوں سے

وہ پھر سے مجھ کو آ ملی۔۔۔۔۔۔۔۔۔

مجھے ڈر تھا اس کے بچھڑنے کا

نہ جانے دل نے کیسی چال چلی۔۔۔۔۔

مجھے عشق ہو گیا اس کی ذات سے

یہ حقیقت مجھ پر آ کھلی۔۔۔۔۔۔

پھر ہجر کی اک سرد ہوا چلی۔

!اور یوں

ایک نامکمل داستان عشق کی شام ڈھلی۔۔۔۔۔

۔(کرن رفیق)۔

: حال

: لوکیشن اسلام آباد

یار وجی لڑکیوں کو نہ تو سمگل کیا جا رہا ہے اور نہ ہی ان کی ڈیل وغیرہ کی جا رہی ہے۔۔رستم اور عثمان مکمل خاموش ہیں اور مجھے یہ خاموشی کسی طوفان کا پیش خیمہ لگ رہی ہے۔۔۔۔۔۔

علی اور وھاج دونوں وھاج کے آفس میں بیٹھے تھے جب علی بولا۔

وہ اس لئے کہ اب تک انہیں یہی سمجھ نہیں آ رہی کہ ان کی ساری ایلیگل فیکٹریوں میں آگ لگ کیسے گئی۔۔۔۔

وھاج ایک فائل پڑھتے ہوئے بولا۔

لیکن مجھے لگ رہا ہے کہ وہ کچھ بڑا پلان کر رہے ہیں۔۔۔۔۔۔

جانتا ہوں کہ وہ دونوں کیا پلان کر رہے ہیں؟؟؟؟

وھاج فائل ٹیبل پر رکھ کر علی کی جانب دیکھتے ہوئے بولا۔

تو پھر مجھے بھی بتا کہ ان دونوں کی کیا پلاننگ ہے؟؟؟

کل وہ لوگ لڑکیوں کی دبئ والے کلائینٹس اور جبران لغاری یعنی میرے ساتھ ڈیل کرنے والے ہیں

۔۔۔۔۔۔

وھاج نے اطمینان سے جواب دیا۔ علی کو اسکا اطمینان دیکھ کر اندازہ ہو گیا تھا کہ کل وھاج کچھ بڑا کرنے والا ہے اس لئے اس نے پوچھا۔۔۔

وجی کیا پلان ہے؟ کیونکہ تیرا اطمینان دیکھ کر مجھے لگ رہا ہے کل رستم کو بہت بڑا دھچکا لگنے والا ہے۔۔۔

جواب میں وھاج مسکرایا اور بولا۔

تو واقعی نعمان سر کا ہی بیٹا ہے۔۔۔ خیر پلان تو کل تم سب کو آن دی سپاٹ ہی پتہ چلے گا۔۔۔۔۔۔

مطلب یہ کہ میجر وھاج احمد اپنے پلان میں شراکت برداشت نہیں کر سکتے۔۔۔۔۔۔

علی نے مصنوعی غصے سے کہا۔۔

ہاں بالکل۔۔۔ نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔

وھاج دوبدو بولا۔

اچھا یہ باتیں چھوڑ اور مجھے یہ بتا کہ تو بھابھی سے واقعی محبت کرتا ہے یا انکل کی بات کا ہی مان رکھ رہے ہو۔۔۔۔۔

علی نے سنجیدگی سے پوچھا۔

سچ بتاؤں تو میں نے یہ رشتہ بابا کی وجہ سے جوڑا تھا پھر ان کے جانے کے بعد میں نے یشفعہ کو فالو کرنا شروع کیا تو مجھے پتہ چلا کہ میڈم تھوڑی ضدی ضرور ہیں لیکن جس سے محبت کرتیں ہیں اس کے لئے جان بھی حاضر کر دیتی ہیں۔۔۔۔

اور میں چاہتا ہوں کہ اسے مجھ سے محبت نہیں بلکہ عشق ہو جائے تاکہ وہ جب بھی وھاج کا نام سنے تو اسکا دل مجھے ملنے کے لئے، دیکھنے کے لئے تڑپ اٹھے۔۔۔۔۔۔۔

اور تیری محبت؟؟؟؟

علی اس کے چہرے پر کچھ کھوجتے ہوئے بولا۔

میرا جنون بن چکی ہے وہ محبت تو کہیں پیچھے رہ گئی ہے۔۔۔۔۔

اووہ تو مطلب ہمارا لڑکا پاگل ہو گیا ہے۔۔۔۔۔۔

علی مذاق سے بولا۔

جی بالکل۔۔۔آپکی طرح۔۔۔۔۔

وھاج دوبدو بولا۔

ویسے یار ایک بات ہے۔۔۔۔۔

علی بظاہر سنجیدگی سے بولا لیکن آنکھوں میں شرارت واضع تھی۔

کیا؟؟؟؟

یہی کہ جبران لغاری والا پلان ہے سولڈ۔۔۔۔۔۔۔۔

ہاں یہ تو ہے۔۔۔۔۔۔۔

وھاج نے اس کی تائید کی جو کہ اسے مہنگی پڑنے والی تھی۔۔۔

اچھا مطلب تو نے اس لئے مجھے ڈرائیور بنایا تاکہ تو خود ان خوبصورت لڑکیوں کو جی بھر کہ دیکھ سکے۔اور تجھے کوئی روکنے والا بھی نہ ہو۔۔۔۔

ہاں بالکل۔۔۔۔۔۔

وھاج نے اسے مزید چڑایا۔

وجی یشفعہ بھابھی کا نمبر ہے میرے پاس۔۔۔۔۔۔

علی نے اسے ڈرانا چاہا۔

اچھا میرے پاس نہیں ہے چل بتا میں بھی نوٹ کر لوں۔۔

وجی تو کیا اس دنیا میں کسی سے بھی ڈرتا نہیں ہے۔۔۔۔۔۔

علی ہار مانتے ہوئے بولا۔

ہاہاہاہا۔۔۔ وھاج نے بے ساختہ قہقہ لگایا اور بولا۔

ڈرتا ہوں۔۔۔ کاکروچ سے چھپکلی سے شہد کی مکھیوں سے۔اور۔۔۔۔۔

بس بس میرے اوپر ذیادہ طنز کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔۔۔

علی اسکا جواب سن کر بولا۔

چل یہ باتیں چھوڑ اور کل کے بارے میں باقی سب کو انفارم کر دے۔۔۔۔۔۔۔

تھوڑی دیر پہلے والی شرارت کی جگہ اب سنجیدگی نے لے لی تھی۔

ٹھیک ہے۔۔۔۔۔

اور ان کو صبح گیارہ بجے کا ٹائم دینا کیونکہ رستم سے ملنے سے پہلے میں سب کو کچھ پوائنٹس کلیئر کرنا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔۔

وھاج کچھ یاد آنے پر بولا۔

علی نے اپنا سر اثبات میں ہلایا اور موبائل پر نمبر ڈائل کرنے لگا جبکہ وھاج دوبارہ فائل پڑھنے میں مصروف

ہو گیا۔۔۔۔۔

بھائی آپ کہیں جا رہے ہیں؟؟؟؟

حنان جبران کو تیار ہوتے دیکھ کر بولا۔

اس مصیبت کو بھی ابھی نازل ہونا تھا۔۔۔۔۔

وھاج نے دل میں سوچا۔۔۔

ہاں ہنی (حنان) وہ ایک میٹنگ ہے اسی کے سلسلے میں جا رہا ہوں اور ہاں میں تھوڑا لیٹ ہو جاؤں گا اس لئے ڈنر پر میرا ویٹ مت کرنا۔۔۔۔

وھاج (جبران) یہ بول کر اپنے روم سے باہر نکل گیا۔۔۔۔

جیسے ہی وہ گاڑی میں بیٹھا علی یعنی شر فونے گاڑی سٹارٹ کر دی۔۔۔

اس سے پہلے کی علی وھاج سے پوچھتا کہ کہاں جانا ہے وھاج کے موبائل کا رنگ کرنے لگا۔

وھاج نے کال پک کی اور بولا۔

ہاں شہریار سب سیٹ ہے۔۔۔۔۔

اور کیمرے وغیرہ بھی لگا دیئے ہیں۔۔۔۔

گڈ اب تم اور حارث وہاں سے نکلو اور ہوٹل کے سب سے نیچے والے فلور کے روم نمبر 105۔ میں میری

اگلی انسٹرکشن کا ویٹ کرو۔۔۔۔۔

او کے۔۔۔

فی امان اللہ۔۔۔۔

یہ بول کر وھاج نے کال ڈراپ کی اور علی کو ایک ہوٹل کی جانب گاڑی لے جانے کا بولا جس پر علی نے بغیر کچھ پوچھے عمل کیا۔

وجی ایک بات پوچھوں۔۔۔۔۔

ہاں پوچھو اور ویسے بھی تمہیں کب سے اجازت کی ضرورت پڑ گئی۔۔۔۔۔

وھاج جو بیک سیٹ پر بیٹھا موبائل میں مصروف تھا علی کو اجازت دیتے ہوئے مسکرایا۔۔۔

جب سے تیری شادی ہوئی ہے۔۔۔۔۔۔

علی تیزی سے بولا۔ لیکن جب وھاج نے اسے گھورا تو بولا۔

مجھے ایک چیز سمجھ نہیں آ رہی کہ کل تو تم رستم سے آل ریڈی لڑکیوں کی ڈیل کرنے والے ہو پھر آج عثمان خان سے میٹنگ۔۔۔ بات کچھ ہضم نہیں ہو رہی۔۔۔۔۔

علی نے سنجیدگی سے پوچھا۔

جواب میں وھاج مسکرایا اور بولا۔

یو جسٹ ویٹ فار ٹو مارو میٹنگ۔۔۔۔۔۔۔

انہی باتوں میں وہ مطلوبہ ہوٹل پہنچ گئے۔۔۔۔۔

جیسے ہی وہ ہوٹل کے اندر داخل ہوا سامنے اسے عثمان کا پی اے حماد نظر آیا۔۔وہ مغرورانہ چال سے اس کی طرف بڑھا اور بولا۔۔۔

ویئر از خان؟؟؟

روم نمبر 307۔ان ففتھ فلور۔۔۔۔۔۔

جیسے ہی حماد نے جواب دیا وھاج لفٹ کی طرف بڑھا اور مطلوبہ روم تک پہنچا۔روم میں انٹر ہوتے ہی شراب کی سمیل اس کی ناک سے ٹکرائی۔۔۔۔۔

کمینہ انسان۔۔۔۔۔

وھاج بڑبڑایا اور آگے بڑھ کر بولا۔

آر یو عثمان خان؟؟؟؟

عثمان جبران کو دیکھتے ہی اپنی جگہ سے اٹھا اور ہاتھ ملانے کے لئے بڑھایا جسے وھاج نے مکمل طور پر اگنور کیا اور بولا۔

کام کی بات کرو تو بہتر ہے کیونکہ ان فالتو چیزوں کا ٹائم نہیں ہے میرے پاس۔۔۔۔۔۔

سر وہ آپ کل رستم سے ڈیل کرنے والے ہیں تو سوچا کہ پہلے مجھ سے بات کر لیں کیونکہ لڑکیوں کی پرائس میں سیٹ کروں گا۔۔۔۔۔

عثمان نے خباثت سے ہنستے ہوئے کہا۔۔۔۔۔۔۔

کیا مطلب؟؟؟؟؟

مطلب یہ سرکار کہ اگر آپ چاہیں تو آپ لڑکیوں کو اپنی مرضی کی قیمت پر خرید سکتے ہیں۔۔۔۔۔

اور تم یہ آفر مجھے کیوں دے رہے ہو؟؟؟؟

وھاج نے جان بوجھ کر ایسا بولا تاکہ عثمان کو کوئی شک نہ ہو کہ اسے ٹریپ کیا جا رہا ہے۔۔۔۔

کیونکہ رستم کے انڈر اب میں کام نہیں کر سکتا اور میں اپنا دھندہ الگ سے شروع کرنے والا ہوں۔۔۔۔۔۔۔

عثمان خان نے جواب دیا۔

تمہاری ساری باتیں ٹھیک ہیں اور میں مان بھی لوں تو کیا رستم تمہیں ایسے کرنے دے گا؟؟؟؟

پچھلے دو سالوں سے اس رستم (گالی) کے پیچھے اس کا دھندہ سنبھالا لیکن بدلے میں مجھے کیا ملا صرف بے عزتی تو جو میں کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتا۔۔۔۔۔۔اور رہی بات رستم کو پتہ چلنے کی تو اسے کبھی پتہ نہیں چلے گا کہ لڑکیاں کہاں اور کیسے غائب ہوئیں کیونکہ وہ ایک عقل سے پیدل انسان ہے۔۔۔۔۔۔

عثمان خان بمشکل اپنا غصہ ضبط کر رہا تھا۔

ٹھیک ہے مجھے تمہاری آفر منظور ہے لیکن کل کی

میٹنگ کا کیا؟؟؟؟ کیا وہ کینسل کروائو گے؟؟؟

وھاج منصوعی مسکراہٹ چہرے پر سجا کر بولا حالانکہ دل کر رہا تھا کہ عثمان خان کو زندہ زمین میں گاڑ دے۔۔۔۔

نہیں وہ سب میں ہینڈل کر لوں گا۔۔آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔۔۔۔۔

عثمان خان شیطانی مسکراہٹ سے کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

ٹھیک ہے پھر میں چلتا ہوں۔۔۔۔۔

یہ بول کر وھاج اٹھنے ہی لگا تھا جب عثمان خان بولا۔

ویسے جناب آپ نے شراب نہیں پی مطلب آپ ہم سے راضی نہیں ہیں؟؟؟؟

جبران لغاری شراب اور شباب اپنی مرضی سے استعمال کرتا ہے اتنا تو تمہیں علم ہو گا۔۔۔۔۔

یہ بول کر وھاج وہاں سے نکل گیا۔۔۔۔

کیا عثمان خان جیسے لوگ بھول گئے ہیں کہ اللہ ان جیسے لوگوں کو روز حشر اکٹھا کرنے والا ہے اور ان کے اعمال کی سزا دینے والا ہے۔جب انسان شراب پیتا ہے تو اسے کسی کی تمیز نہیں رہتی کہ اس کے لئے حلال کیا ہے اور حرام کیا ہے۔شراب تو وہ چیز ہے جو انسان کو اسکی ماں اور بیوی کا فرق بھلا دیتی ہے اس لئے تو اللہ نے قرآن پاک میں شراب کو حرام قرار دیا ہے۔۔۔۔

قرآن پاک میں ارشاد ہے:

۔"اے ایمان والو! شراب اور جوا اور بت اور حکم جاننے کے تیر ناپاک شیطانی کام ہیں تو ان سے بچتے رہو تا کہ تم کامیاب ہو جائو۔۔۔

بے شک شیطان چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان عداوت اور دشمنی ڈالے۔شراب اور جوئے میں اور تمہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے تو کیا تم باز آنے والے ہو؟۔۔"

آیت (91-90-المائدہ)۔

۔"اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدوں سے بڑھ جائے۔اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا اس میں ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے ذلت والا عذاب ہے۔"

آیت (14-النساء)۔

اور بے شک ایسے لوگوں کے لئے دنیا اور آخرت دونوں میں عذاب ہے۔۔۔۔۔۔

عاشو جلدی کرو یار میں تھک گئی ہوں۔۔۔۔۔

اس وقت اریب،یشفعہ اور مومنہ شاپنگ کرنے آئی ہوئی تھیں کیونکہ پرسوں کی فلائٹ سے یشفعہ اور اریب دونوں اسد کے ساتھ واپس لاہور جا رہی تھیں۔مومنہ اور یشفعہ ڈوپٹے میں تھیں جبکہ اریب نے عبائے کے اوپر نقاب کیا ہوا تھا۔

اچھا میری جان بس وہ اگلی شاپ سے دو تین سینڈلز دیکھ لوں پھر چلتے ہیں۔۔۔۔۔۔

یشفعہ یہ بول کر تیز تیز قدم اٹھانے لگی اور مومنہ بھی اس کے ساتھ تیز تیز چل رہی تھی جبکہ بیا جو پہلے ہی تھکی ہوئی تھی آہستہ سے ان کے پیچھے چلنے لگی۔۔۔۔۔۔۔۔

اریب بے دھیانی سے چل رہی تھی جب وہ کسی سے ٹکرائی اور اس سے پہلے کہ وہ گرتی کسی نے اسے تھام لیا۔اریب نے اپنی آنکھیں زور سے بند کر لیں لیکن جب اسے یقین ہوا کہ وہ گری نہیں بلکہ کسی کی

باہوں کے حصار میں ہے تو اس نے جلدی سے آنکھیں کھولیں تو سامنے جبران لغاری یعنی وھاج تھا۔ اریب ایک جھٹکے سے اس سے الگ ہوئی۔ وھاج نے غور سے اریب کی آنکھیں دیکھیں اور بولا۔

مس آر یو آل رائٹ؟؟؟؟

جواب میں وہ سر ہلا کر وہاں سے جانے ہی لگی تھی جب وھاج نے اس کا بازو پکڑ لیا اور بولا۔

مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ میں تمہیں جانتا ہوں۔۔۔۔۔۔

اس کی بات سن کر اریب کا چہرہ فق ہو گیا جبکہ ڈر اور خوف اس کی آنکھوں سے واضع ہو رہا تھا۔ مطلب وہ جبران لغاری کو جانتی تھی۔۔۔۔۔

شاپ میں انٹر ہوتے ہوئے جب یشفعہ نے اریب کو اپنے ساتھ نہ پایا تو اس نے نظریں دوڑا کر ادھر ادھر دیکھا تو اریب کا بازو ایک آدمی کے ہاتھ میں دیکھ کر غصے سے واپس آئی اور وھاج کا بازو پکڑ کر بیا کو اس سے الگ کیا اور ایک زوردار تھپڑ وھاج کہ منہ پر مار دیا اور چلاتے ہوئے بولی۔۔۔۔۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی میری بہن کو ہاتھ لگانے کی؟؟؟؟ آئندہ اگر میری بہن کو ہاتھ لگانے کا سوچا بھی تو تمہارے ہاتھ کاٹ کر پھینک دوں گی۔۔ سمجھے۔۔۔۔۔

یہ بول کر وہ جیسے ہی مڑی وھاج نے اس کا بازو پکڑا اور اسے اپنی طرف کھینچا۔ یشفعہ چونکہ اس افتاد کے لئے تیار نہیں تھی اس لئے اس کے سینے سے ٹکرا گئی۔ وہ وھاج کے اتنے نزدیک تھی کہ دونوں ایک دوسرے کی دھڑکنوں کی آواز باخوبی سن رہے تھے۔

وھاج اس کی طرف جھکا اور اس کے کان کی پاس جا کر بولا۔

آج بہت ہی برا کیا تم نے جبران لغاری کو تھپڑ مار کر۔ جبران لغاری اپنی انسلٹ نہ بھولتا ہے اور نہ ہی بھولنے دیتا ہے اور اس تھپڑ کا بدلہ تم اور تمہاری بہن دونوں چکائو گی۔۔۔۔۔۔

یہ بول کر وھاج نے جان بوجھ کر اپنا بایاں گال یشفعہ کے دائیں گال سے ٹچ کیا اور پیچھے ہٹتے ہوئے بولا۔۔

سی یو سون بے بی۔۔۔۔۔۔۔۔

یہ بول کر وھاج وہاں سے چلا گیا جبکہ یشفعہ نے ایک ملامتی نظر ان سب لوگوں پر ڈالی جو صرف تماشا دیکھ رہے تھے اور بیا کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے چلی گئی۔۔۔۔

عاشو تم ٹھیک ہو؟؟؟

مومنہ نے ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

یشفعہ بمشکل مسکرائی اور بولی۔

ہاں میں ٹھیک ہوں تم چلائو گاڑی۔۔۔۔۔

ایم سوری میجر احمد میں خود کو چھونے کی اجازت کسی کو نہیں دے سکتی سوائے آپ کہ لیکن آج پھر میری جلد بازی نے مجھے آپ کہ سامنے مجرم بنا دیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔

یشفعہ نے آنکھیں بند کر کہ سوچا۔ جبکہ اریب ابھی تک یہی سوچ رہی تھی کہ جبران لغاری کہیں اسے پہچان تو

نہیں گیا۔۔۔۔۔۔۔

: ماضی

: لوکیشن لندن

یار عابی کافی دن ہوگئے ہیں بابا لوگوں سے بات نہیں ہوئی۔۔۔۔۔۔

زرلال عبداللہ سے بولا جو لیپ ٹاپ پر کچھ کام کر رہا تھا۔۔۔۔۔

ہاں یہ تو ہے کافی دن ہوگئے ہیں پاکستان والوں کی خبر لئے۔۔۔۔۔۔

عبداللہ بولتے ہوئے خود بخود مسکرانے لگا۔

ویسے عابی ایک بات ہے۔۔۔۔۔۔

زرلال بولا۔

کیا۔؟؟؟؟؟

یہی کہ سات سال ہوگئے ہیں تیری شادی کو لیکن تیری محبت میں کوئی کمی نہیں آئی ماہا کے لئے۔۔۔۔۔۔۔

زرلال نے رشک سے جواب دیا۔

عبداللہ مسکرایا اور لیپ ٹاپ سائیڈ پر رکھ کر زرلال کی طرف دیکھ کر بولا۔

وہ اس لئے کہ میری محبت ہر غرض سے پاک ہے۔تم جانتے ہو زرلال جب محبت خود غرض ہوتی ہے تو انسان کو نہ تو سکون ملتا ہے اور نہ ہی وہ اپنی محبت پر اعتبار کر سکتا ہے۔اور سات سال سے میں اس کا ہجر برداشت کر رہا ہوں کیونکہ اس کی دو وجوہات ہیں ایک تو یہ کہ مجھے معلوم ہے کہ وہ بھی میرا انتظار کرتی ہے اور دوسری یہ کہ وہ مجھے خود سے زیادہ چاہتی ہے۔۔۔۔۔

اور پتہ ہے میری محبت کی شدت میں اضافہ کیوں ہو رہا ہے کیونکہ مجھے ہجر کہ بعد انعام میں ساری زندگی

اس کا ساتھ ملنے والا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔

عابی تو اور تیری فلسفانہ گفتگو میری سمجھ سے باہر ہے۔۔۔۔۔

زرلال عابی کے پاس سے اٹھتے ہوئے بولا۔

وہ اس لئے میرے بھائی کہ تم محبت جیسی بیماری میں ابھی مبتلا نہیں ہوا۔۔۔۔۔

عبداللہ نے مسکراتے ہوئے اس کو جواب دیا۔۔۔۔

عابی۔۔۔زرلال کھانا لگ گیا آ جائو۔۔۔۔۔۔

اس سے پہلے زرلال کچھ بولتا زیبا کی آواز ان دونوں کو سنائی دی۔۔۔۔۔

ماما آ رہے ہیں۔۔۔۔۔۔دونوں ایک ساتھ بولے اور روم سے

باہر نکل گئے۔۔۔۔۔

اسلام وعلیکم۔۔ایوری ون۔۔۔۔۔

دونوں نے ڈائینگ ٹیبل پر پہنچتے ہی احمر ملک۔ عزیر اور زیبا کو سلام کیا۔

وعلیکم اسلام۔۔۔۔۔

احمر ملک جواب میں بولے۔۔۔۔۔۔

ابھی زیبا کھانا ڈالنے ہی لگی تھی کہ لاؤنج میں موجود ٹیلی فون بج اٹھا۔۔۔۔

میں دیکھتی ہوں۔۔۔۔۔

زیبا یہ بول کر کال ریسیو کرنے چلی گئی۔۔۔۔

جیسے ہی زیبا نے کال ریسیو کی اس کے کانوں سے وھاج کی بھرائی ہوئی آواز ٹکرائی۔۔۔۔

اسلام وعلیکم۔۔۔۔

وعلیکم اسلام۔۔۔۔۔ کیا حال ہے وھاج اور گھر میں سب کیسے ہیں؟؟؟؟

جواب میں وھاج خاموش رہا تو زیبا کو کچھ گڑبڑ کا احساس ہوا اور وہ پریشانی سے بولی۔۔

وجی میرے چاند سب ٹھیک ہے نا؟؟؟؟

ماما۔۔۔۔بڑے پاپا کہاں ہیں؟؟؟؟

یہیں ہیں وہ بھی میں بلاتی ہوں لیکن مجھے بتائو کے سب ٹھیک ہے نا؟ میرا دل بیٹھا جا رہا ہے۔۔۔۔۔

جی ماما۔۔آپ پلیز بڑے پاپا کو بلا دیں۔۔۔۔۔۔

وھاج بمشکل اپنے آنسوؤں کو روکے ہوئے تھا۔

عزیر عزیر۔۔۔۔۔۔۔

زیبا کی آواز سن کر سب لوگ لائونج میں آ گئے۔ عزیر نے زیبا کو پریشانی میں دیکھا تو پوچھا۔۔۔

زیبا کیا ہوا ہے؟؟؟؟

عزیر وجی کی کال ہے؟ وہ مجھے بہت پریشان لگ رہا ہے۔۔آپ پلیز اس سے پوچھیئے کہ سب ٹھیک ہے نہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

زیبا نے یہ بول کر ریسیور عزیر کو تھما دیا اور خود پاس پڑے صوفے پر بیٹھ گئی۔۔۔۔

اسلام وعلیکم وجی۔۔۔بیٹا کیا حال ہے؟ اور زیبا بول رہی ہے کہ تم تھوڑے پریشان لگ رہے ہو۔۔۔۔ سب ٹھیک ہے نہ؟؟؟؟؟

عزیر نے ایک ہی بار میں سارے سوال کر ڈالے۔۔۔

جواب میں وھاج کا ضبط جواب دے گیا اور وہ زار و قطار رونے لگا۔۔۔۔

عزیر کو اس کا رونا تشویش میں مبتلا کر رہا تھا اس

لئے بولا۔

وجی رو کیوں رہے ہو؟؟؟

سب گھر والے یہ سن کر ہی پریشان ہو گئے کہ وھاج رو رہا تھا۔ مطلب بات بہت بڑی تھی کیونکہ وہ ایک سولجر تھا اتنی جلدی ہمت نہیں چھوڑتا تھا۔

بڑے پاپا آئی نیڈ یو پلیز کم بیک۔۔۔۔

وجی بتائو گے کہ بات کیا ہے؟؟؟؟

عزیر نے جنجھلا کر پوچھا۔

بڑے پاپا۔۔۔۔۔۔

بابا۔۔۔ ممی اور ماہا ہمیں اس دنیا میں چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے چلے گئے۔۔۔۔

وھاج نے بمشکل جواب دیا۔

وجی پلیز صاف صاف بات کرو مجھے کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔۔۔۔۔

بڑے پاپا میں ڈیوٹی سے کچھ دن کی چھٹی لے کر گھر آیا تھا لیکن جب گھر پہنچا تو ہر چیز جلی ہوئی تھی اور بابا لوگ بھی کہیں نہیں تھے۔ پھر میں نے محلے والوں سے پوچھا تو پتہ چلا کہ گھر میں تین دن پہلے آگ لگی تھی جس کی لپیٹ میں ممی بابا اور ماہا تینوں آ گئے تھے۔۔۔ محلے والوں کو گھر سے تین لاشیں ملیں تھیں جن کو انہوں نے کل ہی دفنایا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔

وھاج نے روتے ہوئے جواب دیا۔۔۔۔

وجی ہم ابھی آ رہے ہیں۔۔۔۔

عزیر نے یہ بول کر ریسیور رکھ دیا اور صوفے پر احمر ملک کے پاس بیٹھ کر رونے لگا۔۔۔۔

سب اس کے رونے سے پریشان ہو رہے تھے جب احمر ملک نے عزیر سے پوچھا۔۔۔

عزیر بیٹا کیا بات ہے؟؟؟؟

بابا جان۔۔۔۔۔ یہ بول کر عزیر احمر ملک کے گلے لگ گیا اور روتے ہوئے بولا۔

بابا جان۔۔۔۔ آپکا لاڈلا بیٹا۔۔ بیٹی جیسی بہو اور ہماری ماہا کا انتقال ہو گیا ہے۔۔۔ گھر میں آگ لگی تھی جس کے باعث وہ تینوں ہمیشہ کے لئے ہمیں چھوڑ کر چلے گئے۔۔۔۔۔۔

زرلال، عبداللہ اور زیبا سب سکتے کی کیفیت میں تھے۔۔۔۔۔

زرلال کا سکتا سب سے پہلے ٹوٹا اور عزیر کو احمر ملک سے الگ کر کہ اس کو جنجھوڑتے ہوئے پوچھنے لگا۔۔۔۔

بڑے پاپا یہ سب جھوٹ ہے نا؟ بولیے نا؟؟؟

بڑے پاپا وجی بھائی نے مجھ سے خود بولا تھا کہ وہ

بابا ممی اور میری چوہیا کا خیال رکھیں گے اور وہ اپنا وعدہ ہر حال میں پورا کرتے ہیں۔۔۔ میں جانتا ہوں کہ سب جھوٹ ہے بابا۔۔ ممی اور ماہا کو کچھ نہیں ہو سکتا۔۔۔۔۔بڑے پاپا آپ جھوٹ بول رہے ہیں اور وجی بھائی بھی جھوٹ بول رہے ہیں۔۔۔۔۔ایسا نہیں ہو سکتا۔۔۔۔آپ دونوں جھوٹے ہو سنا آپ نے۔۔۔۔۔ بابا۔۔۔ ممی اور ماہا مجھے چھوڑ کر نہیں جا سکتے نہیں جا سکتے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وھاج لاؤنج میں موجود چیزوں کو توڑتے ہوئے بولا۔

جبکہ عبداللہ کی آنکھوں سے ایک آنسو بھی نہیں نکلا۔۔۔

احمر ملک یہ خبر سن کر اور اپنے لاڈلے پوتے کا یہ حال دیکھ کر بے ہوش ہو گئے۔۔۔

بابا جان ۔۔۔۔۔۔۔ عابی جلدی سے گاڑی نکالو۔۔۔۔۔

عبداللہ ایک روبوٹ کی طرح آگے بڑھا اور عزیر کی مدد سے اسے ہوسپٹل لے کر چلا گیا۔۔ جبکہ زرلال زیبا کے پاس اس کے قدموں میں گھٹنوں کے بل بیٹھا اور بولا۔۔۔۔۔۔

ماما۔۔۔۔ بابا نے مجھے خود کہا تھا کہ وہ میرا انتظار کر رہے ہیں وہ مجھے سے ملنا چاہتے ہیں لیکن وہ تو مجھ سے ملے بغیر ہی چلے گئے۔ ممی مجھے ہمیشہ بولتی تھیں کہ میں آپکو تنگ نا کیا کروں۔۔۔۔

ماما میں آپکو تنگ نہیں کروں گا کبھی نہیں کروں گا آپ پلیز ممی سے بولیے نہ کہ وہ واپس آ جائیں ۔۔۔۔۔۔

زرلال ہوش میں آئو۔۔۔۔۔

زیبا اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں سے پکڑتے ہوئے بولی۔

جو آنسوؤں میں بھیگا ہوا تھا۔۔۔۔

ماما۔۔۔۔ ماہا کو میں کبھی بھی چوہیا نہیں بولوں گا اور کبھی بھی اس کے حصے کی چاکلیٹس نہیں کھائوں گا اور کبھی اسے تنگ نہیں کروں گا آپ پلیز اسے بولیں وہ واپس آ جائے ورنہ اس کا یہ بھائی مر جائے گا ماما مر جائے گا۔۔۔۔۔۔۔۔

زرلال نے روتے روتے اپنا سر زیبا کی گود میں رکھ دیا جبکہ خود زیبا بھی زار و قطار رو رہی تھی۔۔۔۔

تسلی کا ایک لفظ نہیں تھا اس کے پاس۔۔۔ اور کیسے تسلی دیتی وہ زرلال کو؟؟؟ ماں باپ اور بہن سے جدائی کا غم چھوٹا تو نہ تھا۔۔۔۔۔

: لوکیشن اسلا آباد

ماما دادو کو میڈیسن دے دی ہے ؟؟؟

وھاج نے زیبا سے پوچھا۔

دو ہفتے پہلے احمر ملک کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔۔ بہتر

علاج اور پرا پر دیکھ بھال سے احمر ملک کو ڈسچارج مل گیا تھا اور اب تین دن پہلے ہی عزیر۔ زیبا۔ اور زرلال احمر ملک کے ساتھ پاکستان آئے تھے اور وھاج کے فلیٹ میں رکے تھے۔ عبداللہ نے یہ بول کر آنے سے منع کر دیا کہ وہ بعد میں آئے گا لیکن اس کا بعد شاید کبھی نہیں آنے والا تھا۔

ہاں دے دی ہے اور تم بھی بیٹھو میں کھانا لے کر آتی ہوں۔۔۔۔

زیبا یہ بول کر کیچن کی جانب جانے لگی تھی جب وھاج نے اسے آواز دی۔

ماما۔۔ چھوٹے (زرلال) نے کھانا کھایا؟؟؟

نہیں اس نے کل صبح سے کچھ نہیں کھایا۔ میں نے عزیر نے اور بابا جان سب نے اسے کھلانے کی کوشش کی لیکن اس کی ایک ہی رٹ ہے جب بھوک لگے گی تب کھالوں گا۔۔۔۔۔

زیبا نے پریشانی سے جواب دیا۔

ماما۔۔۔ مجھے کھانا لادیں میں کھلاتا ہوں اسے۔۔۔۔۔

یہ بول کر وھاج فریش ہونے کے لئے چلا گیا۔۔جب واپس آیا تو زیبا سے کھانے کی ٹرے لے کر زرلال کے کمرے کی طرف چل پڑا۔۔۔۔۔

یا اللہ میرے بچوں کو صبر دے۔۔۔۔۔۔

زیبا نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے اللہ سے دعا کی۔۔۔۔۔

جیسے ہی وھاج زرلال کے کمرے میں داخل ہوا وہ اندھیرے میں بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے آنکھیں موندے بیٹھا تھا۔وھاج نے ایک ہاتھ سے لائٹ آن کی اور اپنے بھائی کو دیکھا جو مرجھا سا گیا تھا۔ہر وقت باتیں کرنے والا اب بالکل چپ سا ہو گیا تھا۔اور ہر وقت کمرے میں بند رہتا تھا۔

وھاج نے ٹرے کمرے میں موجود ٹیبل پر رکھی اور زرلال کے پاس بیٹھا۔۔۔

چھوٹے۔۔۔۔۔

زرلال نے آنکھیں کھولیں اور وھاج کو دیکھ کر منہ موڑ لیا۔۔۔۔۔

چھوٹے اپنے بھائی سے ناراض ہو؟؟؟

وھاج نے اس کا منہ اپنی طرف کرتے ہوئے پوچھا۔

زرلال ہنوز خاموش رہا۔۔۔

اچھا چلو اس بارے میں بعد میں بات کرتے ہیں پہلے کچھ کھا لو۔۔۔۔۔۔

وھاج نے اس کا ہاتھ پکڑتے ہوئے نرمی سے کہا۔

مجھے بھوک نہیں ہے۔۔۔۔۔

زرلال نے یہ بول کر وھاج سے اپنا ہاتھ چھڑوالیا۔

چھوٹے مجھے یقین نہیں آ رہا کہ تم کھانے کے لئے منع کر رہے ہو؟؟؟

وھاج کو اس کی سنجیدگی کاٹ کھانے کو دوڑ رہی تھی۔

بھائی یقین تو مجھے بھی نہیں آ رہا کہ آپ اپنا وعدہ توڑ سکتے ہیں۔۔۔۔۔۔

زرلال نے جواب دیا۔

ایسا کون سا وعدہ ہے جو میں نے اپنے چھوٹے سے کیا ہو اور پورا نہ کیا ہو؟؟؟؟

وھاج نے مسکرا کر پوچھا۔

بھائی آپ تو بھول بھی گئے۔ لیکن میں نہیں بھولا لندن جانے سے پہلے آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آپ بابا کا ممی کا اور ہماری گڑیا کا خیال رکھیں گے۔۔۔۔ بھائی پھر آپ کے ہوتے ہوئے وہ کیسے چلے گئے ؟؟؟

بھائی آپ جھوٹے ہیں آپ کے سارے وعدے بھی جھوٹے ہیں مجھے نہیں بات کرنی آپ سے۔۔۔۔ آپ جائیں یہاں سے۔۔۔۔۔۔۔

زرلال روتے ہوئے تقریباً چلایا تھا۔۔۔۔۔۔

وھاج سے کب اس کے آنسو برداشت ہو رہے تھے لیکن وہ زرلال کو رونے سے نہیں روک سکتا تھا کیونکہ آنسوؤں پر اختیار ہوتا ہی کب ہے۔۔۔۔

بھائی میں آپ کو کبھی معاف نہیں کروں گا۔آپ کی وجہ سے میں نے میری گڑیا کو کھویا ہے۔۔۔۔

زرلال مسلسل رو رہا تھا لیکن وھاج کی آنکھوں سے ایک بھی آنسو نہیں نکلا شاید وہ ان سب کے آنے سے پہلے اپنے دل کا غبار نکال چکا تھا یا اس کے آنسو خشک ہو چکے تھے۔۔ یا پھر اسے تقدیر پر صبر آ گیا تھا۔

وھاج نے آگے بڑھ کہ زرلال کو گلے لگایا اور بولا۔۔۔

بس چھوٹے بہت رو لیا۔۔اب بس کرو۔۔ مجھے تمہارے آنسو تکلیف دے رہے ہیں اور تمہیں کیا لگتا ہے کہ مجھے دکھ نہیں ہوا تھا ان سے بچھڑنے کا۔۔ لیکن میں نے خود کو مضبوط کیا ہے تمہارے لئے اور اب تم یوں رو کر مجھے کمزور کر رہے ہو۔۔۔۔۔۔۔۔

بھائی مجھے بابا۔۔ ممی اور ماہا کے پاس جانا ہے میں نہیں رہ سکتا ان کہ بغیر۔۔۔۔۔

زرلال بہت ہو گیا بچپنا اور بہت سن لیا میں نے اب ایک لفظ نہیں اور جلدی سے اٹھو اور فریش ہو کر آؤ میں کھانے پر انتظار کر رہا ہوں۔۔۔۔

وھاج تو اس کی بات سن کر تڑپ اٹھا تھا اس لئے غصے سے بولا تا کہ زرلال اب یہ باتیں ختم کر دے۔۔۔۔

بھائی آپ اتنے سخت دل کیسے ہو سکتے ہیں؟؟؟؟

زرلال بیڈ سے اٹھتے ہوئے بولا۔

اسلام میں بھی سوگ کی اجازت صرف تین دن تک ہے تو تم کیوں اتنے دنوں سے سوگ منا رہے ہو؟؟

میں پتھر دل؟؟؟؟

زرلال نے وھاج کی بات پر نظریں چرائیں۔۔۔۔۔

اگر قسمت پر صبر کرنا پتھر دل ہونا ہے تو ہاں ہوں میں پتھر دل۔۔۔۔اگر اللہ سے شکوہ کرنے سے یا رونے دھونے سے مرنے والے واپس آ جاتے ہیں تو چلو میں بھی تمہارے ساتھ روتا ہوں۔۔۔۔۔۔جانتے ہو اللہ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے۔۔۔۔۔

"۔"اے ایمان والو! مدد مانگو صبر اور نماز سے بے شک اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے

آیت (153۔۔۔البقرہ)۔۔

اب تم ہی بتاؤ کیا میں صبر نہ کروں؟

ایم سوری بھائی مجھے یہ سب نہیں بولنا چاہیے تھا۔۔۔۔۔۔

زرلال وھاج کے گلے لگتے ہوئے شرمندگی سے بولا۔

میرے چھوٹے کو بات سمجھ میں آ گئی مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔اچھا مجھے یاد آیا عابی سے بات ہوئی تمہاری؟؟؟؟

وھاج نے یاد آنے پر پوچھا۔

بھائی وہ عابی کی حالت ٹھیک نہیں ہے۔۔آخر اس نے

اپنی محبت، اپنی جینے کی وجہ کو کھویا ہے۔۔۔

زرلال نے کرب سے جواب دیا۔۔۔

اللہ اگر بہتر کو آپ سے لے لیتا ہے تو بہترین سے نوازتا ہے یہ بات بھی اسے سمجھ آئے گی لیکن ابھی نہیں کیونکہ ابھی اس کا غم تازہ ہے۔ وقت بہت بڑا مرہم ہوتا ہے اور وہ بھی وقت کہ ساتھ سنبھل جائے گا۔ مجھے اللہ پر اتنا یقین ہے۔۔۔۔۔۔

وھاج پر یقین لہجے میں بولا۔

جی بھائی۔۔۔ میں فریش ہو کر آتا ہوں۔۔۔۔

یہ بول کر زرلال وہاں سے چلا گیا۔۔۔ جبکہ وھاج پیچھے سوچوں میں گم ہو گیا۔۔۔۔۔

: حال

: لوکیشن اسلا آباد

وہ ایک کمرے میں زنجیروں میں قید تھی اس کمرے میں ایک چھوٹا سا سوراخ بھی نہیں تھا۔ بھوک اور پیاس سے وہ نڈھال تھی۔ اسے اس کمرے میں گھٹن محسوس ہو رہی تھی اتنے میں کوئی دروازہ کھول کر اندر آیا۔ اس نے ڈرتے ڈرتے سر اٹھایا اور سامنے کھڑے جبران لغاری کو دیکھا جس کی آنکھوں میں اس وقت صرف وحشت تھی جبکہ اریب کی آنکھوں میں

صرف ڈر اور خوف تھا۔۔۔جبران لغاری اس کہ پاس نیچے بیٹھا اور بولا۔

تمہیں کیا لگا تھا کہ جبران لغاری مر گیا اور تم آزاد ہو گئی۔

جبران لغاری نے اریب کے دونوں جبڑوں کو ایک ہاتھ سے ذور سے پکڑا اور کمینگی سے بولا۔

تم وہ نشہ ہو جو جبران لغاری چاہ کہ بھی چھوڑ نہیں سکتا اور اب تو تمہاری ایک عدد بہن بھی ہے تو کیا خیال ہے پہلے اسی کی فلم نہ دیکھیں۔۔۔۔۔۔۔۔

نہیں تم اسے کچھ نہیں کہو گے۔۔۔۔۔۔

اریب چلائی تھی۔۔۔۔

آہاں۔۔۔۔چلانا نہیں ورنہ جتنی اونچی تمہاری آواز ہو گی تمہاری بہن میرے اتنے آدمیوں کے لئے تسکین کا باعث بنے گی۔۔۔۔۔

وہ برائی کی انتہا پر تھا۔

نہیں تم اسے کچھ نہیں کرو گے۔۔۔۔۔۔۔۔

اریب نے پھر سے اپنا پہلا جملہ دہرایا۔

ہاہاہاہا۔۔۔۔۔۔چڑیا کے پر نکل آئے ہیں مطلب تمہیں قابو میں رکھنے کے لئے تمہاری اس سوکالڈ بہن کو یہاں لانا ہو گا۔۔۔۔۔۔

یہ بول کر جبران لغاری وہاں سے چلا گیا۔۔۔

نہیں تم میری عاشو کو کچھ نہیں کہو گے۔۔۔۔۔

میں تمہیں مار دوں گی۔۔۔۔۔

یشفعہ اریب کی بڑبڑاہٹ سن کر اٹھی اور لائٹ آن کر اریب کو دیکھا جو پوری کی پوری پسینے میں شرابور تھی۔یشفعہ جلدی سے اپنی جگہ سے اٹھی اور اریب کو ہلاتے ہوئے بولی۔

بیا اوپن یور آئیز۔۔۔۔۔۔

بیا اٹھو۔۔۔۔۔

اریب نے آنکھیں کھولیں اور یشفعہ کو دیکھا تو اسے جلدی سے گلے لگا لیا اور بولی۔۔۔

میں تمہیں کچھ نہیں ہونے دوں گی عاشو۔۔۔ تم میرے پاس ہی رہنا وہ۔۔۔ وہ بہت خطرناک ہے۔۔۔۔۔

بیا میں تمہارے پاس ہی ہوں۔۔۔اور کون خطرناک ہے؟؟؟

یشفعہ نے اس کے چہرے پر ڈر دیکھتے ہوئے پوچھا

اریب اس کی باتوں پر تھوڑی ہوش میں آئی تو بولی۔۔۔۔

کک۔۔۔ کوئی بھی نہیں تم پلیز مجھے ٹھنڈا پانی لا دو گی۔۔۔۔۔۔

ہاں میں لاتی ہوں۔۔۔۔۔۔۔

یہ بول کر یشفعہ کمرے سے باہر چلی گئی۔

میں اپنی وجہ سے عاشو اور بابا کو مشکل میں نہیں ڈال سکتی۔۔ میرا تو کوئی نہیں ہے مر بھی گئی تو کسی کو دکھ نہیں ہو گا لیکن اگر عاشو کو کچھ ہو گیا تو بابا تو جیتے جی مر جائیں گے۔۔۔ مجھے تم لوگوں سے دور جانا ہو گا عاشو یہی ہم سب کے لئے بہتر ہو گا۔۔۔۔۔۔

بیا خود سے بولی اور لیٹ گئی۔۔۔۔۔۔

ادھر یشفعہ جو پانی لینے جا رہی تھی اسد کے روم کی لائٹ آن دیکھ کر ٹھٹھکی۔۔۔۔۔۔

بابا اس وقت تک جاگ رہے ہیں۔ کہیں ان کی طبیعت تو خراب نہیں ہے جا کر دیکھتی ہوں۔۔۔۔۔

وہ ہال میں لگی گھڑی پر ٹائم دیکھ کر خود سے بولی

اور جونہی وہ اسد کے روم کے باہر پہنچی احمد کا نام سن کر رک گئی۔۔۔۔۔۔

احمد تم بات نہیں سمجھ رہے۔۔۔ ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن عاشو کو تم ہینڈل کر لینا پھر۔۔ ٹھیک ہے اللہ حافظ۔۔۔۔

اسد نے یہ بول کر کال بند کی اور پاس بیٹھے شاذر سے بولا۔۔۔۔

یار شاذر میں کیا کروں عاشو کا؟؟؟؟

کیوں کیا ہوا؟

وہ احمد چاہتا ہے کہ اب یشفعہ کو ساری سچائی بتا دی جائے۔۔۔۔۔۔

اسد پریشانی سے بولا۔

کیسی سچائی؟؟؟

شاذر نے نا سمجھی سے پوچھا۔

یہی کہ میجر احمد کا اصل نام وھاج احمد زبیر ہے اور وہ یشفعہ سے روبرو ملنا بھی چاہتا ہے لیکن مسئلہ سارا یشفعہ کا ہے کیونکہ وہ وھاج کو ایک برا انسان سمجھتی ہے اور احمد سے بے انتہا محبت کرتی ہے۔۔

اسد نے جواب دیا۔

یہ علی کا دوست ہے نا وھاج جو آرمی میں میجر بھی ہے۔۔۔۔۔

ہاں وہی ہے۔ لیکن۔۔۔۔۔

لیکن ویکن کو چھوڑ یار جہاں تک میں جانتا ہوں وھاج کو وہ کافی سلجھا ہوا اور اچھا لڑکا ہے اور مجھے لگتا ہے کہ اگر عاشو نے کوئی مسئلہ کری ایٹ کرنے کی کوشش بھی تو وہ ہینڈل کر لے گا۔۔۔اس لئے تو فکر مت کر۔۔۔۔۔

شاذر اس کی بات درمیان میں ہی کاٹ کر بولا۔

ہاں تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔

اسد نے سوچتے ہوئے جواب دیا۔۔۔

چلو اب میں چلتا ہوں رات کافی ہو گئی ہے۔۔۔۔۔

یہ بول کر شاذر اپنی جگہ سے اٹھا تو یشفعہ بھاگنے والے انداز میں اپنے کمرے کی طرف بھاگی اور جلدی سے دروازہ بند کر دیا۔۔۔۔

اس کے دروازہ بند کرنے کی آواز سے اریب اٹھی اور بولی۔۔۔

عاشو وہاں کیا کر رہی ہو؟؟؟

کچھ نہیں۔۔۔۔ یہ لو پانی۔۔۔۔۔

یشفعہ نے آگے بڑھ کر اسے پانی کی بوتل پکڑائی اور خود بیڈ کی دوسری سائیڈ پر آ کے لیٹ گئی۔۔۔اریب کو اس کا رویہ تھوڑا عجیب لگا لیکن وہ اسے اس وقت پوچھنا بھی نہیں چاہتی تھی۔اس لئے لائٹ آف کر کے سو گئی۔ جبکہ یشفعہ کی نیند تو اڑ چکی تھی۔۔۔۔

بابا دو سال پہلے بھی آپ نے مجھ سے جھوٹ بولا تھا اور آج بھی وہی کر رہے ہیں

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

یشفعہ یہ سوچ کر ماضی کی یادوں میں کھو گئی۔۔۔۔

: ماضی

: لوکیشن اسلام آباد

بابا یہ چھٹیاں واقعی مزیدار گزر رہی ہیں ہے نا بیا؟؟؟

شاذر کی فیملی اور اسد اور اس کی دونوں بیٹیاں بھی ناشتے کی ٹیبل پر موجود تھیں جب یشفعہ بولی۔۔۔

ہاں بالکل اور بابا آپکو پتہ ہے عاشو ڈرائیونگ بھی سیکھ رہی ہے۔۔۔۔۔

بیا نے اسد کو بتایا۔۔۔

کہاں سے سیکھ رہی ہے ڈرائیونگ؟ اور مجھ سے پوچھنا تو دور مجھے بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا عاشو آپ نے؟؟؟؟؟

اسد نے کافی سنجیدگی سے پوچھا۔۔۔

اسد انکل مجھ سے سیکھ رہی ہے اور ٹینشن نہ لیں کیونکہ جب ٹریفک کم ہوتی ہے یہ تب ہی گاڑی چلاتی ہے۔۔۔۔۔

مومنہ اسد کا سنجیدہ انداز دیکھ کر جلدی سے بولی۔۔

ٹھیک ہے۔۔۔۔۔

اسد نے کچھ مطمئن ہوتے ہوئے جواب دیا۔

بابا آپکو پتہ ہے کہ ہماری عاشو بہت اچھی ڈرائیونگ کرتی ہے۔۔۔۔۔۔۔

مومنہ نے مسکراتے ہوئے شاذر کو بتایا۔

یہ تو واقعی اچھی بات ہے۔۔۔۔۔۔۔

شاذر مسکرا کر بولا۔

ہاں اتنی اچھی ڈرائیور ہے کہ کل بیچارے ایک آدمی کو گاڑی سے ٹکر مار دی اور وہاں سے بھاگ بھی گئی۔۔۔۔۔۔

اریب منہ میں بڑبڑائی۔۔

اس کی بڑبڑاہٹ باقی سب نے تو نہیں سنی البتہ یشفعہ نے ضرور سنی تھی۔اس لئے اس کو گھورتے ہوئے دھیمی آواز میں بولی۔۔۔۔

بیا اگر اپنی سلامتی چاہتی ہو تو زبان بند رکھنا۔۔۔۔

تم دونوں کونسی گفتگو میں بزی ہو؟ ناشتہ ٹھنڈا ہو رہا ہے پہلے وہ کرلو اور جو بھی اہم بات ہے وہ ناشتے کے بعد کر لینا۔

اسد نے یشفعہ اور اریب کو سرگوشی کرتے دیکھا تو ان کو ٹوکا۔۔۔۔۔

جی بابا۔۔۔۔۔۔۔۔

دونوں ایک ساتھ بولیں۔۔۔۔۔

صاحب جی باہر پولیس آئی ہے اور بول رہی ہے کہ آپ سے ملنا ہے۔۔۔۔۔۔

ایک ملازم نے ناشتے کی ٹیبل پر آکر شاذر کو مطلع کیا۔

پولیس آئی ہے اور وہ بھی اتنی صبح صبح۔۔۔۔۔اللہ کرے سب ٹھیک ہو۔۔۔۔۔۔

یہ بول کر شاذر اپنی جگہ سے اٹھا ہی تھا کہ اسد بولا۔

رو کو شاذر میں بھی آتا ہوں۔۔۔۔۔

اسد شاذر کے ساتھ باہر چلا گیا جبکہ یشفعہ، مومنہ اور اریب نے گھبراتے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھا۔

جی بولیے۔۔۔۔۔۔۔

شاذر نے پولیس والے سے پوچھا جس کی شاذر اور اسد کی طرف پشت تھی وہ جلدی سے مڑا اور بولا۔

مسٹر شاذر شاہ کل آپکی گاڑی سے اس آدمی کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا اور بجائے آپ کہ اسے ہوسپٹل لے کر جاتے آپ نے اسے وہیں مرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ وہ تو اچھا ہوا میں وہاں تھا اور آپ کی گاڑی کا نمبر نوٹ کر لیا اور اس کو ہوسپٹل لے گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کیا میری گاڑی سے ایکسیڈنٹ ہوا۔؟؟؟ کیا آپ کو یقین ہے کہ وہ میری ہی گاڑی تھی؟؟؟؟

شاذر نے بے یقینی سے اس پولیس والے کی بات درمیان میں ہی کاٹ کر پوچھا۔۔

ایس ٹی ایم۔3690۔آپ ہی کی گاڑی کا نمبر ہے نا؟؟؟؟

ہاں یہ تو میری ہی گاڑی ہے لیکن مجھے اس ایکسیڈنٹ کے بارے میں بالکل علم نہیں ہے۔۔۔۔۔۔

شاذر اب بھی انکاری تھا۔ جبکہ اسد اس پولیس والے کو

غور سے دیکھ رہا تھا اور یاد کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ اسے کہاں دیکھا ہے۔۔۔۔۔

دیکھئیے مسٹر شاذر شاہ یا تو آپ اپنی غلطی کو مانیے اور اس آدمی کا جتنا بھی علاج پر خرچ آتا ہے اسے پے کریں یا پھر مجھے مجبوراً آپ کے خلاف ایف آئی آر کاٹنی پڑے گی جو کہ میں نہیں چاہتا کیونکہ آپ ایک عزت دار بزنس مین ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔

ایسے کیسے ایف آئی آر کاٹو گے ؟ تم کاٹ کر بتاؤ میں تمہیں کاٹ دوں گا۔۔۔۔۔

اسد اس کو پہچانتے ہوئے کافی رعب سے بولا۔

اس پولیس والے نے پہلے غصے سے اور پھر حیران ہوتے ہوئے اسد کو دیکھا اور بولا۔

جہانگیر تم یہاں؟؟؟؟

ہاں ملک صاحب میں یہاں؟؟؟؟؟

اسد نے مصنوعی خفگی سے جواب دیا۔

جبکہ شاذر دونوں کو ناسمجھی سے دیکھ رہا تھا۔

ملک نے آگے بڑھ کر اسد کو گلے لگایا اور بولا۔

مسٹر اسد جہانگیر خان تم بالکل نہیں بدلے۔۔۔۔۔

مسٹر زبیر ملک تم بہت ہی بدل گئے ہو۔۔۔۔۔۔۔

اسد نے اس کو خود سے دور کرتے ہوئے کہا۔

جو کہ ناراضگی کا واضع اظہار تھا۔۔۔

شاذر تم اس آدمی کو پانچ لاکھ کا چیک کاٹ کر دے دو اور اس ملک سے بھی بولو یہاں سے چلا جائے۔

شاذر نے اس آدمی کو چیک تو کاٹ کر دے دیا لیکن زبیر سے کچھ نہیں بولا۔

مسٹر شاہ بیٹھنے کے لئے بھی نہیں بولیں گے آپ؟؟؟

زبیر جو کافی دیر سے لان میں کھڑا تھا اکتا کر بولا۔

اوہ ایم سوری انسپیکٹر۔۔۔۔۔

انسپیکٹر نہیں ڈی ایس پی زبیر ملک۔۔۔۔۔

زبیر نے شاذر کی بات درمیان میں ہی کاٹ کر کہا اور لان میں موجود کرسیوں میں سے ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور اطمینان سے بولا۔

میرے لئے ایک کپ چائے ود آئوٹ شوگر۔۔۔۔

شاذر نے ملازم کو اشارہ کیا اور اسے چائے بنانے کے لئے بھیج دیا اور خود بھی اندر چلا گیا۔ کیونکہ اتنا تو وہ سمجھ گیا تھا کہ اسد اور زبیر ایک دوسرے کو جانتے ہیں اور کافی عرصے بعد ملے ہیں اس لئے وہ ان دونوں کو اکیلے چھوڑ کر وہاں سے چلا گیا۔

ارے جہانگیر بیٹھ جائو اور پھر بتائو اتنی ناراضگی کس بات پر۔۔۔۔۔۔

جیسے تمہیں تو معلوم ہی نہیں ہے نا کہ میں ناراض کیوں ہوں؟؟؟؟

اچھا یار مانتا ہوں کہ مجھے تمہیں بتا کر لاہور سے آنا چاہیے تھا لیکن یقین کرو رات کو میرے ٹرانسفر آرڈر آئے اور صبح ہوتے ہی میں اسلام آباد کے لئے نکل گیا۔ پھر تھوڑے عرصے بعد ساری فیملی کو مستقل یہاں ہی بلوا لیا اور رہی نمبر کی بات تو وہ اسلام آباد آتے ہی بند کرنا پڑا کیونکہ میرے کچھ دشمن مجھے ٹریس آئوٹ کرنے کی کوشش کر رہے تھے اور تو جانتا ہے نا فیملی کے لئے میں کوئی بھی خطرہ مول نہیں لے سکتا۔۔۔۔

URDUNovelians

زبیر نے اسد کو وضاحت دی۔۔۔

چل ٹھیک ہے اس بار معاف کر رہا ہوں اگلی بار نہیں کروں گا۔۔۔

اسد مسکرا کر بولا۔

اچھا میرے باپ ٹھیک ہے۔اب یہ بتایشفعہ اور اریب کیسی ہیں؟اور وہ بھی یہیں ہیں کیا؟اور کیا تم مستقل اسلا آباد میں آ گئے ہو؟؟؟

زبیر نے ایک ہی بار میں سارے سوال کر ڈالے۔

سب ٹھیک ہیں اور وہ بھی یہی ہیں۔۔۔اور رہی بات اسلام آباد مستقل شفٹ ہونے کی تو میرا دل آج بھی راضی نہیں ہوتا۔۔۔۔

چلو پھر بلوائو یشفعہ اور اریب کو مجھے ملنا ہے دونوں سے کافی بڑھی ہو گئیں ہوں گی نہ؟؟؟

زبیر نے خوشی سے پوچھا۔۔

ہاں بلواتا ہوں۔۔۔۔۔

سرمد جائو عاشو اور بیا کو بلا کر لائو۔۔۔۔

اسد نے ایک ملازم کو ان دونوں کو بلانے کا کہا اور پھر زبیر کی طرف مڑا اور بولا۔

اچھا تو بتا گھر میں سب کیسے ہیں؟؟؟؟

چچا جان، عزیر ایمان بھابھی اور تم دونوں کے بچے۔۔۔

سب ٹھیک ہیں۔۔۔۔

عزیر اپنی بیوی اور بیٹے عبداللہ کے ساتھ لندن میں ہوتا ہے میرا چھوٹا بیٹا زرلال بھی انہی کے ساتھ ہوتا ہے۔ بابا جان بھی پچھلے دنوں میں لندن گئے ہیں عزیر کے پاس۔اور وھاج آرمی جوائن کر چکا ہے

اور اگلے منتھ اس کی پروموشن میجر کی رینک پر ہو جانی ہے اور میری بیٹی ماہا کالج جا رہی ہے اور رہی تیری بھابھی کی بات تو وہ بھی بالکل ٹھیک ہے۔۔۔۔۔۔

زبیر نے اسد کو سب کے بارے میں بتایا۔

اور تم ڈی ایس پی کب بنے؟

دو سال پہلے۔۔۔۔

زبیر نے مسکرا کر جواب دیا۔

اتنے میں یشفعہ اور اریب ڈرتے ڈرتے آئیں اور یشفعہ جلدی سے زبیر کے پاس بیٹھتے ہوئے بولی۔

انکل آئی سویئر میری کوئی غلطی نہیں تھی میں نے جان بوجھ کر اس آدمی کو گاڑی سے ٹکر نہیں ماری۔۔ آپ غور سے دیکھیے مجھے اور بتایئے کیا میری جیسی معصوم لڑکی یہ ایکسیڈنٹ جان بوجھ کر کر سکتی ہے۔؟؟؟

زبیر نے ایک نظر اسد کو دیکھا جو غصے سے سرخ ہو رہا تھا اور ایک نظر یشفعہ کو دیکھا جو نان سٹاپ بول رہی تھی پھر مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا۔

نام کیا ہے آپکا؟؟؟

یشفعہ اسد جہانگیر۔۔۔۔۔۔

یشفعہ جلدی سے بولی۔

بیٹاآپ کی غلطی تھی کہ آپ نے ٹرن جلدی لے لیا لیکن اگلی دفعہ یہ غلطی بالکل نہیں ہونی چاہیے۔۔۔

زبیر نے اس کے سر پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔۔

تھینکیو سو مچ انکل اب یہ بات ذرا بابا کو بھی سمجھا دیں پلیز ورنہ یہ مجھے ڈانٹنا شروع ہو جائیں گے اور ڈرائیونگ بھی سیکھنے نہیں دیں گے۔۔۔۔۔۔

یشفعہ زبیر سے بولی۔

آپ کے بابا آپکو کچھ نہیں بولیں گے آئی پرامس۔۔

جائو اب یہاں سے اور چائے بھیجو۔۔۔۔۔

اسد نے یشفعہ کو دیکھ کر سنجیدگی سے کہا۔

اریب بھی زبیر سے مل کر یشفعہ کے ساتھ وہاں سے چلی گئی۔۔۔

یہ ہے میری بگڑی ہوئی بیٹی جس نے مجھے ٹینشن دینے کی قسم بچپن سے کھائی ہوئی ہے۔۔۔۔

اسد مصنوعی تاسف سے بولا۔

ایسے تو نہیں بولو اسد اتنی پیاری بیٹی ہے۔اور ویسے بھی بیٹیوں کے دم سے ہی تو رونق ہوتی ہے۔۔۔۔

زبیر نے مسکرا کر کہا۔۔

ملک تو جانتا نہیں ہے اسے۔۔۔ مجھے تو ڈر ہے اپنے سسرال میں جا کر پتہ نہیں کیا کرے گی؟؟؟

جہانگیر ایک بات بولوں۔۔۔۔۔۔

زبیر نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

ہاں بولو۔۔۔۔

یار اگر تجھے ٹھیک لگے میرا مطلب تمہیں کوئی اعتراض نہ ہو تو میں اسے اپنی بیٹی بنالوں۔۔۔۔۔

میں سمجھا نہیں؟؟؟؟

اسد نا سمجھی سے بولا۔

تو اپنی یشفعہ کی شادی میرے بیٹے وجی سے کروادے۔۔۔۔۔

اسد نے بے یقینی سے زبیر کو دیکھا۔

دیکھ اسد مجھے غلط مت سمجھنا لیکن تمہاری بیٹی واقعی بہت معصوم اور پیاری ہے اور میرے وجی کے لئے بالکل پرفیکٹ ہے۔۔۔۔

وہ تو ٹھیک ہے لیکن اتنی جلدی میرا مطلب ابھی تو وہ صرف اٹھارہ سال کی ہے اور اس کی سٹڈی بھی کمپلیٹ نہیں ہوئی۔۔۔۔۔

اسد کچھ جھجک کر بولا۔

بس اتنی سی بات۔۔۔اس کا بھی حل ہے میرے پاس ہم ابھی ان دونوں کا نکاح کروادیتے ہیں اور رخصتی جب تم چاہو تب ہی ہو گی۔۔۔۔۔

زبیر نے اس کی ٹینشن کا حل پیش کیا۔

ملک وھاج اور باقی گھر والوں کو کوئی اعتراض۔۔۔۔۔۔۔

اسد نے جان بوجھ کر اپنی بات ادھوری چھوڑ دی اور اس کی ادھوری بات کا مطلب سمجھ کر زبیر بولا۔

جہانگیر میرے گھر والے میرے ہر فیصلے کو دل سے

مانتے ہیں اس لئے ان کو کوئی اعتراض نہیں ہو گا اور رہی وجی کی بات تو میری بات کبھی نہیں ٹالے گا اتنا مان ہے مجھے اس پر اور اگر تم اپنی تسلی کے لئے وھاج کے بارے میں کچھ معلوم کرنا چاہو یا خود اس سے بات کرنا چاہو تو یہ ہے اس کا نمبر۔۔۔۔۔۔۔۔۔

اسد نے نمبر لیا اور بولا۔

میں عاشو سے پوچھ کر جواب دوں گا۔۔۔

ٹھیک ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن جواب ہاں میں ہونا چاہیے۔۔۔۔۔۔

زبیر مسکرا کر بولا۔اتنے میں چائے آ گئی اور وہ دونوں پھر سے باتوں میں مصروف ہو گئے۔۔۔

URDUNovelians

: حال

: لوکیشن اسلا آباد

زیبا بیٹا وجی کدھر ہے؟ وہ نہیں اٹھا ناشتے کے لئے؟؟

اس وقت سب گھر والے ناشتہ کر رہے تھے جب احمر ملک نے وھاج کی غیر موجودگی کو نوٹ کرتے ہوئے پوچھا۔۔۔

دادو۔۔۔ وجی بھائی کی کل رات کال آئی تھی کہ وہ علی بھائی کی طرف رکیں گے۔۔۔۔۔۔۔

جواب زیبا کی بجائے عبداللہ نے دیا۔

عزیر مجھے وجی کی حرکتیں کچھ ٹھیک نہیں لگتیں آپ نظر رکھیں اس پر۔۔

زیبا پریشانی سے بولی۔

جبکہ پانی پی رہے عزیر کو زبردست اچھو لگ گیا۔احمر ملک نے اپنی مسکراہٹ دبائی جبکہ عابی اور زرلال کا بھی یہی حال تھا۔زیبا نہیں جانتی تھی کہ وہ ایک سولجر ہونے کہ ساتھ ساتھ ایک خفیہ ایجنٹ بھی ہے کیونکہ زبیر ایمان اور ماہا کی وفات کے بعد وہ وھاج اور زرلال کے معاملے میں بہت زیادہ حساس ہو گئی تھی۔۔۔

بیگم ایسا کیا کیا ہے وجی نے؟؟؟؟

عزیر آپ خود دیکھیں کہ اب بھی وہ چھٹیوں پر ہے لیکن گھر پر وہ ٹکتا ہی نہیں ہے۔جب بھی پوچھو آگے سے بول دیتا ہے کہ ماما کام ہے۔۔۔۔اب کونسے کام ہیں جو چھٹیوں میں بھی اس کے ختم ہونے میں نہیں آ رہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

زیبا نے اپنی پریشانی عزیر سے شیئر کی۔

ٹھیک ہے۔۔۔۔۔

عزیر نے یہ بول کر بات ختم کر دی۔

زرلال ناشتے کے بعد ریڈی رہنا ہمیں آفس کے لئے نکلنا ہے۔۔۔۔۔

زرلال جو ناشتے کو ایسے کھا رہا تھا جیسے آخری بار کھا رہا ہو عزیر کی بات پر چونکہ اور بولا۔

بڑے پاپا ابھی رہنے دیں نا اور ویسے بھی بھائی کونسا یہاں ہے جو انہیں پتہ چل جائے گا۔۔۔۔۔

زرلال پچھلے بارہ دنوں سے تمہارا یہی جواب ہے اور کل رات مجھے وجی نے سختی سے کہا ہے کہ تمہیں آفس لے کر جاؤں اور اگر آج میں تمہیں آفس لے کر نہ گیا تو وہ تمہارا کریڈٹ کارڈ اور بینک اکاؤنٹ بلاک کروا دے گا۔۔۔۔۔۔

عزیر نے اسے وھاج کی ساری گفتگو بتائی۔

لیکن بڑے پاپا۔۔۔۔۔۔۔

لیکن ویکن کو چھوڑو اور دس منٹ میں ریڈی ہو کر باہر آئو میں گاڑی میں تمہارا ویٹ کر رہا ہوں۔۔۔۔

یہ بول کر عزیر باہر نکل گیا۔ جبکہ زرلال نے مدد طلب نظروں سے زیبا کو دیکھا تو زیبا نے کندھے اچکا دیئے۔ پھر احمر ملک کو دیکھا جو زرلال کو مکمل طور پر اگنور کر چکے تھے اور آخر میں زرلال نے عبداللہ کی طرف دیکھا جو ایسے ناشتہ کر رہا تھا جیسے ناشتے سے ضروری کام اس دنیا میں کوئی اور نہیں ہے۔۔۔۔۔

زرلال نے تینوں کو گھورا اور دانت پیستے ہوئے بولا۔

دیکھ لوں گا میں آپ سب کو۔۔۔۔۔۔۔۔

اور یہ بول کر وہاں سے واک آئوٹ کر گیا جبکہ پیچھے سب مسکرانے لگے۔۔۔۔۔۔۔

سب ریڈی ہیں اپنے اپنے ٹاسک کے لئے؟؟؟؟

وھاج نے اپنے ٹیم ممبرز سے بلیو تھت ڈیوائس کے ذریعے پوچھا۔

یس سر۔۔۔۔۔۔

سب نے جواب دیا سوائے حارث کہ۔۔۔۔

حارث اینی پرابلم؟؟؟؟

وھاج نے پوچھا۔

سر آئی ہیوون کوئسچن۔۔۔۔۔۔

حارث ڈرتے ڈرتے بولا۔

جلدی پوچھو۔۔۔۔۔۔

وھاج نے بمشکل اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے اسے اجازت دی۔۔۔

سر ہم عثمان خان کو خود کیوں نہیں مار سکتے؟ حالانکہ کہ اسے مارنا ہمارے لئے زیادہ آسان ہے۔۔۔۔۔۔

حارث نہ تو یہ تمہارا فرسٹ مشن ہے اور نہ ہی تم بچے ہو کہ تمہیں یہ بات بھی سمجھانی پڑے کہ اگر عثمان

کو ہم ماریں گے رستم چوکنا ہو جائے گا جو کہ میں کسی قیمت پر بھی نہیں چاہتا۔۔۔۔۔۔

وھاج نے کافی غصے سے جواب دیا۔۔۔۔

سوری سر۔۔۔۔۔

حارث شرمندہ سا بولا۔

اب اپنے ٹاسک پر فوکس کرو۔۔۔۔۔۔

شہریار تمہارا کیا کام ہے؟

وھاج نے اسے یاد دلانے کے لئے پوچھا۔

سر میں اور عمر پیٹر اور کوبزی رکھیں گے اور اس کہ موبائل میں آڈیو ٹریکر ڈیوائس لگائیں گے اور ہمیں یہ کام صرف دس سیکنڈ میں کرنا ہے۔۔۔۔۔

گڈ۔۔۔۔اور حارث تمہیں یاد کہ کیا کرنا ہے؟؟؟

وھاج نے شہریار کو جواب دے کر حارث سے پوچھا۔

سر میں نے اور ارتضی رستم کے فارم ہاوس سے دو لڑکیاں لے جا کر عثمان خان کے اس ہوسپٹل میں پہچانی ہیں جو ابھی تک زیر تعمیر ہے۔اور یہ کام میں حماد اور ارتضی عثمان کے روپ میں کرے گا اور ہمیں یہ کام صرف بیس منٹ میں کرنا ہے۔

پرفیکٹ اور علی تم؟؟؟؟

سر جس دوران حارث اور ارتضی لڑکیوں کو عثمان خان

کے ہوسپٹل میں منتقل کر رہے ہوں گے تب مجھے عثمان کو بزی رکھنا ہو گا اور اس کی یو ایس بی بھی چینج کرنی ہے جس میں آج کی پریزنٹیشن کی سلائیڈز ہیں اور ڈیٹیل ہے۔۔۔۔۔۔

علی نے وھاج کو بریف کیا۔۔۔۔۔۔

گڈ نائو سٹارٹ یور ورک۔۔۔۔۔

وھاج یہ بول کر گاڑی سے نکلا اور رستم کے ہوٹل کی طرف بڑھ گیا۔اسے کوئی پہچان نہیں سکتا تھا کیونکہ وہ جبران لغاری کے گیٹ اپ میں تھا۔۔۔۔۔۔

شہریار اور عمر ویٹر کہ گیٹ اپ میں تھے۔پیٹر اپنے ہی دھیان میں موبائل پر کسی سے بات کر رہا تھا جب عمر اس سے جان بوجھ کر ٹکرایا۔اسی دوران اس کا موبائل گر گیا اور پیٹر چلایا۔۔۔۔

آر یو بلائنڈ؟؟؟؟

سوری سر ایم سو سوری۔۔۔۔

عمر جلدی سے بولا۔

جبکہ اسی دوران شہریار اس کے موبائل میں آڈیو ڈیوائس لگا چکا۔۔۔

پیٹر نے عمر کو گھورا اور بولا۔۔۔

گیٹ آئوٹ فرام ہیر۔۔۔۔۔۔۔

شہریار نے عمر کو آنکھوں سے اشارہ کیا تو عمر جلدی سے وہاں سے واک آئوٹ کر گیا۔اور پیٹر اپنا موبائل اٹھا کر وہاں سے چلا گیا۔۔۔

سر کام ہو گیا۔۔۔۔

شہریار نے وھاج کو مطلع کیا۔

ہمم۔۔۔۔ نائو گو بیک ٹو آفس۔۔۔۔

وھاج نے مصروف انداز میں جواب دیا۔

حارث اور ارتضی ایک روم کے باہر پہنچے اور وہاں کے گارڈز کو دیکھ کر ارتضی بولا۔

دروازہ کھولو رستم سر نے دو لڑکیاں کو دوسری جگہ شفٹ کرنے کا آرڈر دیا ہے۔۔۔

گارڈز نے کافی غور سے دونوں کو دیکھا جب دونوں گارڈز کو یقین ہو گیا کہ سامنے عثمان اور حماد ہی ہیں تو انہوں نے دروازہ کھول دیا۔حارث اور ارتضی جلدی سے آگے بڑھے۔۔دو لڑکیوں کو اپنے ساتھ لے کر ہوٹل کے پچھلے دروازے سے نکل گئے اور ان لڑکیوں کو بے ہوش کر کہ عثمان کے ہوسپٹل میں پہنچا دیا۔۔۔

سر وی ہیو ڈن۔۔۔۔۔

ارتضی نے وھاج کو بریف کیا۔۔۔

گڈ اب آفس پہنچو۔۔۔۔

علی جو عثمان کو روکنے کے لئے جانے والا تھا اچانک اس کا ماسک اتر گیا۔۔۔۔

یا اللہ اسے بھی ابھی اترنا تھا۔کیا کروں اب میں؟ ٹائم بھی کم ہے۔۔۔۔۔

علی گھڑی کو دیکھتے ہوئے خود سے بولا۔

پھر اچانک اس کی نظر سامنے پڑے بلیک مارکر پر پڑی تو اس نے اس بلیک مارکر سے اپنے چہرے پر لائنیں لگالیں جس سے کافی حد تک اس کی پہچان چپ گئی۔۔۔۔۔

علی جلدی سے باہر نکلا اور سامنے سے آتے عثمان سے جان بوجھ کر ٹکرایا اسی دوران اس نے مطلوبہ یو ایس بی عثمان کے کوٹ کی پاکٹ سے نکال لی اور اپنی یو ایس بی اس میں ڈال دی۔۔۔۔۔۔۔

اور جلدی سے بولا۔

ایم سوری۔۔۔۔۔

عثمان نے علی کو کافی عجیب نظروں سے دیکھا اور آگے بڑھ گیا۔۔۔۔۔

یا اللہ تیرا شکر ہے تو نے بچالیا۔۔۔۔

علی خود سے بڑبڑایا اور وھاج سے بولا۔

آئی ہیو ڈن سر۔۔۔۔۔۔

او کے۔۔۔اب گاڑی میں میرا ویٹ کرو۔۔۔۔۔۔۔

وھاج اس سے بولا اور خود میٹنگ والے روم میں چلا گیا۔۔۔۔

سب آگئے ہیں۔عثمان میٹنگ سٹارٹ کرو۔۔۔

رستم نے عثمان سے کہا۔۔۔

عثمان نے یو ایس بی لگائی اور ساتھ ہی ایک ویڈیو پلے کر دی۔۔۔۔

اس ویڈیو میں عثمان اور جبران لغاری کی کل کی ملاقات کی ساری گفتگو تھی۔۔۔۔ عثمان نے ویڈیو بند کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ ایک شیخ بولا پڑا۔۔۔۔

رستم تم ہم سے چیٹنگ کرنے والے تھے۔۔۔ تم تو بول رہے تھے کہ لڑکیوں کی ڈیل کرنی ہے لیکن یہاں تو تم لڑکیوں کی ڈیل پہلے سے ہی کر چکے ہو۔۔۔۔۔۔

شیخ یہ سب جیسا دیکھ رہا ہے ویسا نہیں ہے۔۔۔۔۔

عثمان اپنی صفائی میں بولا۔

لیکن رستم کے غصے کا گراف کافی بلند ہو چکا تھا۔

ارے عثمان اب جھوٹ بولنے کی کوئی ضرورت نہیں تم نے ہی تو دو لڑکیوں کا پیسا کل وصول کیا تھا اور آج ان کو میرے فارم ہائوس بجھوانے کا بولا تھا۔۔۔۔

جبران لغاری (وھاج) اس کا فق چہرہ دیکھ کر بولا۔

سارے میٹنگ ممبرز نے ایک دوسرے کو دیکھا اور ان میں سے ایک بولا۔

رستم تم دھوکے باز ہو ہم میں سے آئندہ تم سے کوئی بھی کسی قسم کی کوئی ڈیل نہیں کرے گا۔۔۔۔۔۔

یہ بول کر سب ایک ایک کر کے وہاں سے چلے گئے جبکہ جبران لغاری اپنی جگہ سے اٹھا اور بولا۔

حیرت ہے رستم تمہارے توکتے بھی وفادار نہیں نکلے۔۔۔۔۔۔۔۔

یہ بول کر اس نے عثمان کی طرف دیکھا اور اپنی بائیں آنکھ دبائی اور ایک ہاتھ سے گلاسز لگاتے ہوئے وہاں سے چلا گیا۔۔۔۔۔۔

پیٹر تہہ خانے میں لڑکیاں کتنی ہیں؟؟؟؟

رستم نے چلاتے ہوئے پوچھا۔۔۔۔

سر دو لڑکیاں کم ہیں ابھی ابھی وہاں کے گارڈز نے بتایا ہے کہ عثمان اور حماد دو لڑکیوں کو اپنے ساتھ لے گئے تھے اور ان گارڈز کا کہنا تھا کہ عثمان نے آپ کا نام لے کر وہ لڑکیاں وہاں سے نکالیں تھیں۔

پیٹر نے جواب دیا۔

رستم نے خونخوار نظروں سے عثمان کو گھورا۔اور بولا۔

یہ تم نے اچھا نہیں کیا خان۔۔۔جس میں کھایا اسی میں چھید کر دیا۔۔۔۔۔۔

سر میرا یقین کریں میں نے کچھ بھی نہیں کیا۔؟؟؟؟

عثمان رستم کے قدموں میں بیٹھتے ہوئے بولا۔

پیٹر سی سی ٹی وی فوٹیج چیک کرو اس کے بعد ہی اس غدار کا فیصلہ کرتے ہیں۔۔۔۔۔

رستم نے عثمان کو دیکھتے ہوئے کہا۔

ہاں ٹھیک ہے سی سی ٹی وی فوٹیج سے سب سچ سامنے آ جائے گا۔۔۔۔۔

عثمان پر یقین لہجے میں بولا۔

تھوڑی دیر بعد وہ سب سیکیورٹی روم میں تھے اور عثمان اور حماد لڑکیوں کو وہاں سے لے جا رہے تھے۔۔۔۔۔۔

رستم نے اپنی پسٹل نکالی اور عثمان کے بولنے سے پہلے ہی اس کی کھوپڑی میں چھے کی چھے گولیاں اتار دیں ۔۔۔۔۔۔

عثمان خان جیسے عیار اور سفاک لوگ جب خود موت کو دیکھتے ہیں پھر ان کو پتہ چلتا ہے کہ کتنی تکلیف ہوتی ہے جب انسان مرتا ہے۔۔۔ کتنا درد ہوتا ہے جب اس کا کوئی عزیز مارا جاتا ہے اور روح تک چھلنی ہو جاتی ہے جب عورتوں کو سر بازار بے لباس کیا جاتا

ہے۔ یہ لوگ شیطان کے بہکاوے میں آ کر اپنی آخرت تباہ کر لیتے ہیں اور یہ تک بھول جاتے ہیں کہ ہم نے

بھی مرنا ہے۔ ہمیں بھی اپنے اعمال کی جزا و سزا ملنی ہے۔ جب اللہ نے خود فرمایا ہے کہ ہر نفس نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے اور ہر انسان کو اس کہ اعمال کہ مطابق جزا یا سزا دی جائے گی تو ہم لوگ کیسے بھول گئے۔ حالانکہ کہ ارشاد خداوندی ہے کہ :

"ہر جان نے موت چکھنی ہے اور بے شک تمہارے اجر قیامت کو پورے ملیں گے۔ تو جو بچایا گیا آگ سے اور داخل کیا گیا جنت میں تو وہ کامیاب ہے اور دنیا کی زندگی تو بس دھوکے کا مال ہے۔"

آیت (175۔البقرہ)

۔"اور ڈرو اس دن سے کہ کوئی جان دوسرے کا بدلہ نہ ہو گی اور نہ اس کو کچھ لے کر چھوڑیں اور نہ کافر کو کوئی سفارش نفع دے اور نہ ان کی مدد ہو گی"

آیت (123۔البقرہ)

عثمان خان تو اس دنیا سے چلا گیا لیکن رستم یہ بھول گیا کہ موت اس کو بھی آنی ہے اور رستم جیسے سفاک لوگ بھی اپنے کئے کی سزا پائیں گے اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔۔۔۔

علی تم نے منہ پر کیا لگایا ہوا ہے؟؟؟

وھاج نے گاڑی میں بیٹھتے ہی پوچھا۔

وہ میرا ماسک خراب ہو گیا تھا تو میرے پاس مارکر کا ہی آپشن تھا اس لئے منہ پر مارکر لگا لیا لیکن شاید پرمانینٹ ہے جو اتر ہی نہیں رہا۔۔۔۔

علی ایک ہاتھ سے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا اور دوسرے ہاتھ سے اپنا منہ رگڑتے ہوئے بولا۔

تمہیں کسی نے دیکھا تو نہیں؟؟؟؟

نہیں یار ایک ہی انسان نے دیکھا تھا جو اب اس دنیا میں نہیں ہے۔۔۔۔۔

علی نے جواب دیا تو وھاج کو تسلی ہوئی۔۔۔

اس رستم کو بھی عثمان کی طرح جلد ہی اس کے انجام تک پہنچائیں گے انشاء اللہ۔۔۔۔۔

وھاج چٹانوں کی سی سختی سے بولا۔

انشاءاللہ۔۔۔۔۔

اچھا یہ بتا اب کہاں جانا ہے؟؟؟

علی نے پوچھا۔

جبران کے گھر جہاں اس پاگل کو سنبھالنا پڑے گا۔۔۔۔۔

وھاج بولا۔

علی نے جونہی گاڑی جبران ہائوس کی طرف موڑی وھاج کو جبران والے نمبر سے ایک کال آنے لگی۔
وھاج نے ایک دو بار تو کال کٹ کر دی لیکن جب موبائل مسلسل بج رہا تھا تو علی بول پڑا۔۔۔۔۔

یار وجی اٹھالے کیوں سر میں درد کروا رہا ہے۔۔۔۔۔

وھاج نے علی کہ کہنے پر کال ریسیو کی۔اور کافی رعب سے بولا۔

ہاں بولو۔۔۔۔۔

کب؟؟

تم نظر رکھو حنان پر میں آرہا ہوں۔۔۔۔۔۔

یہ بول کر وھاج نے کال بند کی اور علی سے پریشانی سے بولا۔

علی یار گاڑی کی سپیڈ بڑھا ہمیں جلد از جلد جبران ہائوس پہنچنا ہے۔۔۔۔۔

کیا ہوا وجی سب ٹھیک ہے نہ؟؟؟

یار وہ میں نے ایک آدمی کو حنان پر نظر رکھنے کے لئے بولا تھا وہ بتا رہا تھا کہ آج حنان جم جا رہا تھا تو راستے میں اس کی گاڑی سے ایک لڑکی ٹکرا کر بے ہوش ہو گئی تھی۔ حنان اسے گھر لے آیا ہے اور اس لڑکی کے ہوش میں آتے ہی اسے جلانے کی کوشش کر رہا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وھاج نے علی کو تفصیل سے ساری بات بتائی۔۔

یہ کمینہ انسان مرے گا کسی دن میرے ہاتھوں سے۔۔۔۔۔۔

علی گاڑی کی سپیڈ بڑھاتے غصے سے بولا تھا۔

کام ڈاؤن علی اسے میں خود ہی دیکھ لوں گا۔۔۔۔۔

وھاج نے اس کا غصہ دیکھ کر کہا۔

اتنے میں وہ جبران ہاؤس پہنچ گئے۔۔۔۔

علی تم باہر اپنی گاڑی میں میرا ویٹ کرو میں آتا ہوں۔۔۔۔۔۔

وھاج یہ بول کر جلدی سے اندر چلا گیا۔۔۔۔۔۔

جونہی وہ حنان کہ کمرے کی طرف بڑھا اسے ایک لڑکی کی چیخوں کی آواز سنائی دی وھاج نے دروازہ کھولنے کے لئے ہینڈل پر ہاتھ رکھا ہی تھا لیکن دروازہ لاک تھا۔۔۔ وھاج نے ایک ملازم کو دوسری چابی لانے کو کہا۔ وہ ملازم جلدی سے چابی کے کر آیا تو وھاج نے دروازہ کھولا۔ سامنے کا منظر دیکھ کر وھاج کا خون کھول اٹھا وہ لڑکی کا چہرہ جلانے کی کوشش کر رہا تھا۔۔۔۔

وھاج نے ارد گرد کی پرواہ کئے بغیر گلدان پکڑا اور حنان کے سر پر دے مارا۔۔حنان گلدان لگتے ہی چکر کر گر گیا اور بے ہوش ہو گیا۔۔۔۔

وھاج آگے بڑھا اور اس لڑکی کو دیکھا تو حیرانگی سے بولا۔۔۔۔

تم۔۔۔۔۔۔

اس لڑکی نے کافی خوف سے جبران کو دیکھا اور چار قدم دور ہٹی۔۔۔۔۔

وھاج کو اس لڑکی کا خوف کچھ سمجھ نہیں آیا لیکن جونہی نظر اس کی آئینے پر پڑی تو سارا معاملہ سمجھ گیا۔۔۔

وھاج نے ایک جھٹکے سے اپنا ماسک اتارا اور مسکرا کر بولا۔

اب بھی نہیں پہچانا۔۔۔۔۔۔

وہ لڑکی حیرت سے وھاج کو دیکھنے لگی اور بولی۔۔۔۔

آپ زندہ ہیں؟؟؟؟

یہ بول کر وہ بے ہوش ہو گئی۔وھاج نے جلدی سے جبران لغاری کا ماسک پہنا اور اسے اٹھا کر باہر کی جانب گھر کے پچھلے دروازے سے چلا گیا۔۔۔

علی کی گاڑی نظر آتے ہی وہ اس کی طرف بڑھا اور اس لڑکی کو بیک سیٹ پر احتیاط سے لٹا کر اس کا سر اپنی گود میں رکھا اور علی سے بولا۔

علی میرے فلیٹ پر چلو۔۔۔۔۔

وجی یہ۔۔۔۔۔۔۔

علی کوئی سوال نہیں پلیز چلو یہاں سے۔۔۔۔۔

وھاج اس کی بات درمیان میں ہی کاٹ کر بولا۔

علی نے چپ کر کہ گاڑی سٹارٹ کی اور وھاج اس چہرے کو غور سے دیکھنے لگا اتنے میں اس کا ایک آنسو اس لڑکی کے چہرے پر گرا تو وھاج نے جلدی سے اپنی آنکھیں صاف کیں اور مسکراتے ہوئے باہر دیکھنے لگ گیا۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

یشفعہ جلدی سے اس کا نمبر ڈائل کرنے لگی۔۔ بیل تو ہو رہی تھی لیکن کوئی اٹھا نہیں رہا تھا۔یشفعہ بھاگنے والے انداز میں اریب کے روم کی طرف گئی۔۔۔ جیسے ہی وہ روم میں داخل ہوئی اسے اریب کا سیل فون ڈریسنگ ٹیبل پر پڑا نظر آیا۔یشفعہ نے جلدی سے اس کا موبائل اٹھایا تو ساتھ ایک پیپر نیچے گرا اس نے پیپر اٹھایا اور کھولا تو شاکڈ رہ گئی۔۔۔۔۔

!اسلام و علیکم

عاشو جب تک تمہیں یہ خط ملے گا میں تم سے بہت دور جا چکی ہوں گی۔ عاشو مجھے غلط مت سمجھنا لیکن تمہارے اور بابا کے لئے مجھے یہ کرنا پڑا۔ میں تمہیں ایک سچ بتانا چاہتی ہوں اور اس سچ کو سننے کے بعد تم شاید مجھے غلط سمجھو۔۔۔ میں تمہاری بہن اریب نہیں ہوں۔ وہ بیچاری تو دو سال پہلے ہی ایکسیڈنٹ کی وجہ سے انتقال کر گئی تھی۔ اسد بابا میرے محسن ہیں انہوں نے میری جان بچائی اور مجھے خود سے ملوایا میری پہچان جو کہیں کھو گئی تھی انہوں نے دی۔۔ میں ان کا جتنا بھی شکر ادا کروں کم ہے کیونکہ انہوں نے مجھے بتایا کہ ایک مسلمان کیا ہوتا ہے۔۔۔ خیر اس دن ہوسپٹل میں تمہاری حالت کافی سیریس تھی تو بابا نے مجھے اپنی بیٹی کی جان بچانے کے لئے بولا۔ انہوں نے اتنی امید سے مجھ سے پوچھا

کہ میں چاہ کہ بھی ان کو منع نہیں کر پائی۔ آپ دونوں نے مجھے وہ محبت اور عزت دی جس کی نہ تو میں حقدار تھی اور نہ اس کے قابل۔۔۔ لیکن میں آپ دونوں سے بہت محبت کرتی ہوں اور اپنی محبت کو میں خود غرض نہیں ہونے دینا چاہتی۔ اللہ نے بابا کی ایک بیٹی کو ان سے دور کر دیا ہے اور میں ان سے انکی دوسری بیٹی کو دور نہیں کر سکتی۔ وہ جبران لغاری انسان نہیں حیوان ہے اور اس دن تم نے اسے میری وجہ سے تھپڑ مارا تھا۔ عاشو وہ بہت ہی برا انسان ہے اس سے پہلے کہ وہ میرے ذریعے تم تک پہنچتا میں نے وہ ذریعہ ہی ختم کر دیا۔ ایک اور بات عاشو اپنی بہن کے بارے میں بابا سے کچھ مت پوچھنا کیونکہ وہ

اس کے غم میں بہت ٹوٹ چکے ہیں اور نہ ہی خود کو اس کی موت کا ذمے دار ٹھہرانا کیونکہ جتنے سال اس کی زندگی تھی اتنے سال اس نے جی لی تھی۔اور پلیز مجھے ڈھونڈنے کی کوشش بھی مت کرنا اور آخری بات جو مجھے بابا کو بھی بتانی تھی کہ میرا نام فاطمہ نہیں ہے۔۔۔۔اپنا اور بابا کا خیال رکھنا۔۔۔۔

تمہاری بہن جیسی دوست۔

جسے تم بیا سمجھتی ہو۔۔۔۔۔۔

اس وقت وہ خط اسد کے ہاتھ میں تھا جبکہ یشفعہ ساکت سی بیٹھی آنسو بہا رہی تھی۔شاذر جو اسد کے سامنے

ہی بیٹھا تھا پریشانی سے پوچھنے لگا۔

اسد کیا ہے اس خط میں؟؟؟

اسد نے جواب میں وہ خط شاذر کو پکڑا دیا۔۔۔۔۔

اسد یہ سب؟؟؟

شاذر اتنا ہی بولا تھا کہ اسد اٹکتے ہوئے بولا۔

ایم۔۔۔سو۔سوری عاشو۔۔۔میں۔۔۔اچھ۔۔۔ا۔۔با۔۔۔۔پ نہیں بن۔۔۔س۔۔کا۔۔۔۔

یہ۔بول کر ہی اسد نے اپنے سینے پر ہاتھ رکھا اور بے ہوش ہو گیا۔جبکہ پاس بیٹھی یشفعہ چیخی تھی۔۔۔۔۔

بابا۔۔۔۔۔۔۔۔

یار بڑے پاپا نے بھی کہاں پھنسا دیا ہے اب مجھ جیسے معصوم بندے کو کیا پتا کہ حسن انڈسٹریز کی مارکیٹ شیئرنگ کیسی ہے؟ میرے کونسا چچا کے بیٹے کی کمپنی ہے یا میں کون سا وہاں ملازم ہوں؟؟؟؟

حد ہوتی ہے ویسے خود تو صبح سے سائٹ کو بہانا بنا کر سیر سپاٹے کر رہے ہیں اور مجھے یہاں قید کر گئے ہیں

زرلال جو صبح سے اپنے آفس سے باہر نہیں نکلا تھا اب خود سے ہی باتیں کر رہا تھا۔

اس نے کچھ سوچتے ہوئے عابی کو کال ملائی اور توقع کے عین مطابق دوسری بیل پر ہی کال ریسیو کر لی گئی۔۔۔۔۔

یہ تیری صبح سے اٹھارویں کال ہے جو میں سن رہا ہوں۔۔ اگر اب بھی یہی بولنا ہے کہ تم بور ہو رہے ہو تو مجھے تمہاری قسم ہے زرلال میں وجی بھائی کو کال کر دوں گا۔۔۔۔۔۔

عبداللہ منصوعی غصے سے بولا۔۔۔۔

نہیں میں بور تو نہیں ہو رہا۔۔۔ میں تو یہ سوچ کر بار بار کال کر رہا تھا کہ تم مجھے مس کر رہے ہو گے نا کیونکہ تمہارا دل جو نہیں لگتا میرے بغیر۔۔۔۔۔

وہ زرلال ہی کیا جو عبداللہ کی دھمکیوں سے ڈر جائے۔

عبداللہ نے بمشکل اپنا قہقہ روکا اور بولا۔

زرلال میں بزی ہوں اس لئے خود بھی کام کرو اور مجھے بھی کرنے دو۔۔۔۔۔۔۔

یہ بول کر عبداللہ نے کال ڈراپ کر دی جبکہ زرلال اپنے موبائل کو گھورتے ہوئے بولا۔

آج تو مجھ سے بچ کے دکھانا۔۔۔۔

اتنے میں اس کے کیبن کا دروازہ کسی نے ناک کیا۔ زرلال نے پلٹ کر دیکھا تو سامنے ایک اکیس سال کی لڑکی تھی۔ گندمی رنگت، بڑی بڑی آنکھیں پتلے سے

ہونٹ، پرکشش نین نقش، ہاتھوں میں رنگ برنگی چوڑیاں پہنے اور آف وائٹ کلر کے کپڑوں کے اوپر ڈوپٹہ اچھے سے سیٹ کیے ہوئے وہ واقعی ایک پرکشش لڑکی تھی۔۔۔۔

زرلال نے ایک منٹ میں اسے کا مکمل جائزہ لیا اور بے اختیار بولا۔

بیوٹی فل۔۔۔۔

اس لڑکی نے نا سمجھی سے زرلال کو دیکھا تو زرلال نے جلدی سے خود کو کمپوز کیا اور اپنی چیئر پر بیٹھتے ہوئے بولا۔۔۔۔

کم ان۔۔۔۔۔

سر وہ عزیر سر کا میسیج ہے کہ آپ ان کو کال کر لیں۔۔۔۔

یہ بڑے پاپا مجھے کیوں جینے نہیں دے رہے۔۔۔۔۔۔

زرلال خود سے بڑبڑایا۔۔۔

سر آپ نے کچھ کہا؟؟؟

نہیں ٹھیک ہے میں کر لیتا ہوں۔۔۔۔۔

زرلال یہ بول کر نمبر ڈائل کرنے ہی لگا تھا جب کچھ یاد آنے پر بولا۔۔۔۔۔

آپکا نام؟؟؟

دانین یوسف۔۔۔۔۔

اس لڑکی نے جواب دیا۔

بڑے پاپا کی سیکرٹری ہو؟؟؟۔

جی۔۔۔

تمہاری تعلیم کہاں تک ہے؟؟؟

سر بی بی اے کیا ہوا ہے اور اب پرائیویٹ ایم بی اے کر رہی ہوں۔۔۔۔۔۔

ویری گڈ۔۔۔اچھا اب یہ بتاؤ کہ فیملی میں کون کون ہے؟؟؟

میں اور میری اماں؟؟؟

اماں مطلب دادی۔۔رائٹ؟؟

نہیں اماں مطلب میری امی۔۔۔۔

دانین کو اس کے سوال کچھ عجیب لگ رہے تھے لیکن وہ کیا کر سکتی تھی جواب تو دینا ہی تھا آخر سامنے اس کمپنی کا ہونے والا ایم ڈی بیٹھا تھا۔دانین کی معلومات کے مطابق ایسا ہی تھا۔

اچھا اب یہ بتاؤ کہ آفس کے پاس کوئی اچھا سا ریسٹورنٹ ہے؟؟؟

جی سر۔۔۔۔

اچھا پھر میرا آرڈر ان کو لکھوا دو کیونکہ مجھے بہت بھوک لگی ہے۔۔۔۔۔۔

زرلال معصومیت کی انتہا پر تھا۔

دانین نے جلدی سے ایک نوٹ بک اور پین پکڑا اور زرلال کے بولنے کا انتظار کرنے لگی۔۔۔۔

اس دوران اس کی چوڑیوں کا شور زرلال کو اس کی طرف متوجہ کر گیا اور وہ بے خود سا اسے دیکھنے لگا۔۔۔دانین نے اسے اپنی طرف دیکھتے پایا تو تھوڑے سے نروس انداز میں بولی۔۔۔۔۔

سر کیا آرڈر لکھوانا ہے؟؟؟؟

زرلال اس کی آواز پر ہوش کی دنیا میں واپس آیا۔اور جلدی سے بولا۔

ایک ایکسٹرا لارج پیزا، ایک پلیٹ چکن کڑاہی، ایک پلیٹ سپیگیٹی، ایک پلیٹ چکن مینچورین، تین کلب سینڈوچ، تین عدد روغنی نان اور میٹھے میں ایک پائونڈ چاکلیٹ کیک، اور دو آئسکریم چاکلیٹ وڈ سٹرابری فلیور۔۔۔۔۔۔۔۔

دانین نے اپنی بڑی آنکھیں مزید بڑی کر دیں اور منہ کھول کر زرلال کو دیکھنے لگی۔۔۔۔۔۔۔

زرلال کو اس کا اس طرح دیکھنا مسکرانے پر مجبور کر گیا۔۔۔اور بولا۔

مس دانین منہ تو بند کریں۔۔۔۔۔

سر یہ کھانا آپ کھائیں گے؟؟؟؟

دانین اب بھی شاک کی کیفیت میں بولی تھی۔۔۔۔

نہیں پورے آفس کو کھلائوں گا۔۔۔ظاہر سی بات ہے صبح سے کام کر رہا ہوں اور وہ بھی بھوکے پیٹ اس لئے اتنا سا کھانا تو بنتا ہے۔۔۔۔۔۔۔

زرلال اس کے سوال کا برا مناتے ہوئے بولا۔

ایم سوری سر۔۔۔میں ابھی کرتی ہوں آرڈر۔۔۔۔۔

یہ بول کر وہ وہاں سے جانے لگی جب زرلال نے اسے روکا۔۔۔۔

مس دانین۔۔۔۔۔

جی سر؟؟؟۔

آئندہ میرے سامنے چوڑیاں مت پہنیے گا مجھے ان کی آواز پسند نہیں۔۔۔۔

زرلال خود کو موبائل میں مصروف کرتے ہوئے سنجیدگی سے بولا۔

جی سر۔۔۔۔

یہ بول کر وہ باہر چلی گئی۔۔

زرلال مزا آئے گا یہاں کام کرنے میں۔۔۔۔۔

زرلال کچھ سوچتے ہوئے خود سے بولا اور مسکرا دیا۔

اتنا کون کھاتا ہے؟ اور کھانے کے بعد بھی اتنے فٹ؟ دانین تجھے کیا تو آرڈر کر۔۔۔ ورنہ یہ بھکڑ انسان تجھے نوکری سے نکلوا دے گا۔۔۔۔۔۔

دانین باہر نکلتے ہی خود سے بولی اور سر جھٹک کر موبائل پر نمبر ڈائل کرنے لگی۔۔۔۔۔۔۔

.....

: ماضی

: لوکیشن اسلام آباد

بیا عاشو کو میرے پاس بھیجنا مجھے اس سے کچھ ضروری بات کرنی ہے۔۔۔۔۔۔

اریب جب اسد کے روم سے جانے لگی تب اسد نے اس سے کہا۔۔۔

جی بابا۔۔۔ میں ابھی بھیجتی ہوں۔۔۔۔۔۔۔

بیا مسکرا کر وہاں سے چلی گئی۔۔۔۔

تھوڑی دیر بعد اسد کے کمرے کا دروازہ ناک ہوا۔۔۔

آ جائو۔۔۔۔۔۔

یشفعہ دروازہ کھول کر اندر آئی اور بولی۔۔۔۔

بابا آپ نے مجھے بلایا۔۔۔۔۔۔

جی بیٹا۔۔۔ادھر آئیں میرے پاس بیٹھیں۔مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔۔۔۔۔

اسد نے یشفعہ کو اپنے پاس بیڈ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔۔۔۔۔

یشفعہ اسد کے پاس بیٹھی اور اس کی سنجیدگی کو دیکھتے ہوئے بولی۔۔۔۔۔

بابا آئی سویئر میں نے جان بوجھ کر اس آدمی کو گاڑی نہیں ماری۔۔۔۔۔

عاشو اس بارے میں ہم بعد میں بات کریں گے۔ابھی مجھے آپ سے کچھ اور بات کرنی ہے۔۔۔۔۔

اسد جواب میں نرمی سے بولا۔

جی بابا بولیں میں سن رہی ہوں۔۔۔۔۔۔

عاشو تم جانتی ہو کہ میرے لیے تم اور بیا کتنی اہم ہو۔میں بہت محبت کرتا ہوں تم دونوں سے کیونکہ تم دونوں ہی میرے لئے سب کچھ ہو۔۔مجھے نہیں پتہ کہ میری زندگی کتنی ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اپنی زندگی میں ہی تم دونوں کے لئے کچھ ایسا کر جاؤں کہ کل کو تم دونوں یہ نا بولو کہ بابا ہوتے تو شاید حالات کچھ اور ہوتے۔۔۔۔۔۔۔

اسد بول رہا تھا جب یشفعہ نے ناسمجھی سے بولی۔۔۔

بابا پلیز صاف صاف بات کریں مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہا اور آپ ایسی باتیں کیوں کر رہے ہیں؟؟؟؟

آج جو انکل آئے تھے میرے کافی پرانے دوست ہیں لیکن کچھ حالات کی وجہ سے ہم دور ہو گئے۔آج وہ آپ کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔۔۔آپ جانتی ہو آپ ان کو

بہت اچھی لگی ہو اتنی اچھی کہ وہ آپکو اپنی بیٹی بنانا چاہتے ہیں۔۔۔۔۔۔

اسد نے جھجکتے جھجکتے اپنی بات مکمل کی۔۔۔

یشفعہ نے بات سمجھتے ہی اسد کو دیکھا جو یشفعہ کو ہی دیکھ رہا تھا۔

بابا ایسا کیسا ہو سکتا ہے ؟؟آپ جانتے ہیں میں ابھی پڑھنا چاہتی ہوں زندگی میں کچھ کرنا چاہتی ہوں اور۔۔۔۔

جانتا ہوں بیٹا۔۔۔ میں صرف آپ سے پوچھ رہا ہوں فائنل ڈیسین آپکا ہی ہو گا لیکن اگر پڑھائی کی بات ہے تو وہ ابھی صرف نکاح کی بات کر رہے ہیں اور شادی آپکی سٹڈی کمپلیٹ ہونے کے بعد ہو گی۔اور اگر پھر بھی آپ منع کر دو تو یہ آپکا رائٹ ہے۔۔۔۔۔۔

اسد نے یشفعہ کی بات درمیان میں ہی کاٹ کر کہا۔۔

بابا میں آپکی بیٹی ہوں اور آپکا مان کبھی نہیں توڑوں گی لیکن شادی سے پہلے تک اس نکاح کا کسی کو پتہ نہیں چلنا چاہیے اور نا ہی وہ لڑکا مجھ پر شادی سے پہلے کوئی حکم چلائے گا۔۔۔۔۔۔۔۔

یشفعہ رضامندی ظاہر کرتے ہوئے بولی۔

ٹھیک ہے جیسے آپ بول رہی ہو ویسے ہی ہو گا۔۔۔۔۔

اسد یشفعہ کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے بولا۔

بابا اس لڑکے کا نام بھی بتا دیں جس کو میں نے ساری زندگی بھگتنا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔

یشفعہ نے شرارت سے پوچھا۔

اس کا نام مجھے کنفرم نہیں کیونکہ مجھے زبیر سے پوچھنے کا یاد نہیں رہا لیکن وہ آرمی میں ہوتا ہے اور عنقریب میجر بننے والا ہے۔اور رہی فیملی کی بات تو اس کی فیملی میں تمہیں میری بھی کمی محسوس نہیں ہو گی۔۔۔۔۔۔

اسد نے یشفعہ کو اپنے ساتھ لگاتے ہوئے پیار سے کہا۔۔۔

بابا کوئی بھی آپ کی جگہ نہیں لے سکتا کبھی نہیں۔۔۔۔۔

یشفعہ اپنے آنسو روکتے ہوئے بولی۔۔۔۔

یہ تو ہے۔۔۔۔۔

اسد نے مسکرا کر کہا۔۔۔۔۔۔

بابا میں آپکا مان کبھی نہیں توڑوں گی آئی پرامس۔۔۔۔۔

یشفعہ نے دل میں سوچا اور آنکھیں بند کر لیں۔۔۔۔۔۔۔

حال :

مسٹر شاذر۔۔۔اسد جہانگیر کو ہارٹ اٹیک ہوا تھا۔آپ بروقت ان کو ہوسپٹل لے آئے جس کے وجہ سے ان کی جان بچ گئی اور اب وہ خطرے سے باہر ہیں۔۔۔

انشاءاللہ بہترین علاج اور آپکی کی دعاؤں سے وہ بہت جلد ڈسچارج بھی ہو جائیں گے۔۔۔۔۔۔۔

شاذر اور یشفعہ ڈاکٹر کے روم میں تھے جب ڈاکٹر نے شاذر کو اسد کے بارے میں بتایا۔

تھینکس ڈاکٹر۔۔۔۔۔۔۔

شاذر اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا۔

جواب میں ڈاکٹر نے مسکرا کر اپنا سر ہلا دیا۔اور شاذر یشفعہ کے ساتھ باہر چلا گیا۔۔۔۔۔

عاشو بیٹا تم ٹھیک ہو؟؟؟؟

شاذر نے مسلسل اس کی خاموشی نوٹ کر کے پوچھا۔

ماموں میری وجہ سے بیا مر گئی۔۔۔اور جسے میں بیا سمجھ رہی تھی وہ مجھے چھوڑ کر چلی گئی اور بابا آج اس حال میں ہیں۔۔۔صرف اور صرف میری وجہ سے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

یشفعہ روتے ہوئے بولی۔

عاشو ایسے نہیں کہتے۔۔۔۔۔۔

نہیں ماموں مجھے لگتا ہے میری قسمت ہی شاید خراب ہے جو پہلے میری بہن مجھ سے چھن گئی اور آج بابا۔۔۔۔۔

عاشو پھر وہی بات۔۔۔ایسا کچھ نہیں ہے۔۔۔اور اب تم ایسا

کچھ نہیں بولو گی آئی سمجھ۔۔۔اب پلیز اپنے آنسو صاف کرو تمہیں معلوم ہے نہ کہ اسد تمہاری آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا۔۔۔۔۔۔

شاذر نے اسے نرمی سے سمجھانے کی کوشش کی۔۔۔۔

ماموں وہ بیا نہیں ہے لیکن آپ جانتے ہیں نہ میں اس سے کتنی محبت کرتی ہوں۔۔۔ میں اسے بھولنا بھی چاہوں تو نہیں بھول سکتی۔۔۔۔۔۔

جانتا ہوں۔۔۔۔۔۔۔

ماموں مجھے اسے ڈھونڈنے جانا ہے۔اپنے بابا کو ان کی بیا واپس لا کر دینی ہے۔۔۔۔۔۔

یشفعہ اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

لیکن عاشو تم اسے کہاں ڈھونڈو گی ؟؟؟ یہ شہر بہت بڑا ہے اور میں تمہیں اکیلے جانے کی اجازت ہر گز نہیں دے سکتا۔۔۔۔۔۔

شاذر حتمی انداز میں بولا۔۔۔۔۔

ماموں پلیز۔۔۔۔

عاشو بالکل نہیں۔۔۔۔اگر وہ چلی گئی ہے تو مطلب صاف ہے کہ وہ واپس نہیں آئے گی اس لئے تم اسے ڈھونڈنے کہیں نہیں جاؤ گی۔۔۔انڈر سٹینڈ۔؟؟؟؟

شاذر نے کافی سخت لہجے میں کہا۔

جی ماموں۔۔۔۔۔۔

یشفعہ کچھ سوچتے ہوئے بولی۔

گڈ اب تم سیدھا گھر جاؤ گی کیونکہ رات کافی ہو گئی ہے۔۔۔ڈرائیور باہر تمہارا انتظار کر رہا ہے۔۔۔۔

یشفعہ نے اپنا سر اثبات میں ہلایا اور کچھ سوچتے ہوئے وہاں سے چلی گئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وجی اگر بابا کو پتہ چل گیا کہ تم اسے یہاں لے آئے ہو تو بینڈج جائے گی۔۔۔۔۔۔۔

وھاج جو اس لڑکی کو اپنے فلیٹ میں لے آیا تھا علی اسکی اس حرکت پر نعمان کے ڈر سے بولا۔

مجھے پرواہ نہیں ہے اور ویسے بھی سر آنے والے ہیں کیونکہ انہوں نے جس بندے کو ہم پر نظر رکھنے کا بولا تھا اس نے سر کو سب بتا دیا ہو گا۔۔۔۔

وھاج نے اطمینان سے جواب دیا۔۔۔۔

اس سے پہلے کہ علی کچھ بولتا ان دونوں کو ڈور بیل کی آواز سنائی دی۔وھاج کمرے سے نکل کر دروازہ کھولنے کہ لیے چلا گیا۔۔۔

یا اللہ اس ہٹلر سے بچا لینا۔۔۔آمین۔۔۔

علی دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر دعا مانگنے

والے انداز میں بول کر باہر کی جانب بھاگا۔جہاں کرنل نعمان وھاج کی بات سنیں بغیر اسے ڈانٹا شروع ہو چکے تھے۔۔۔۔۔۔۔

ہاں تو میجر وھاج احمد ملک آپ بتانا پسند کریں گے کہ اس حنان لغاری پر آپ نے اٹیک کیوں کیا؟؟

سر وہ ایک لڑکی کو جلا رہا تھا۔۔۔۔۔

وھاج نے سر جھکا کر جواب دیا۔۔۔

جلا رہا تھا تو تم اسے جبران بن کر ہینڈل کر سکتے تھے۔ تم یہ بات اچھے سے جانتے ہو کہ وہ تمہارے لئے اس مشن کے آخر تک کتنا اہم ہے پھر یوں اتنے غصے میں آ کر اس پر اٹیک کرنے کا مطلب ؟؟؟؟ خود کو اس رستم کی نظروں میں مشکوک کرنا۔۔۔۔۔

نعمان زندگی میں پہلی دفعہ وھاج کو ایسے ڈانٹ رہے تھے۔۔۔۔۔

سر جانتا ہوں کہ وہ کتنا اہم ہے ہمارے لئے لیکن اگر میرے بس میں ہوتا تو اسی وقت اس حنان کو جان سے مار دیتا۔۔۔۔۔۔۔

وھاج ڈھیٹ پن سے بولا۔

تو میجر وھاج آپ کے لئے آپ کے وطن سے زیادہ وہ لڑکی اہم ہے ؟؟؟

نعمان غصے سے بولا تھا۔۔۔۔۔۔

سر میرے لیے میرا وطن سب کچھ ہے۔۔۔اس کے لئے میں اپنی جان بھی دے سکتا ہوں اور کسی کی جان لے بھی سکتا ہوں لیکن اگر اس لڑکی کو کچھ ہو جاتا تو یقین مانیے سر میں اسے زندہ دفنا دیتا۔۔۔۔۔

وھاج کا انداز نعمان کو عجیب لگ رہا تھا جبکہ علی ان دونوں کی گفتگو خاموشی سے سن رہا تھا۔

وہ لڑکی کون ہے ؟ اور اس وقت کہاں ہے ؟؟

سر وہ جو کوئی بھی ہے اور جہاں بھی ہے اس سے آپکو کوئی کنسرن نہیں ہونا چاہیے۔۔۔۔۔

وھاج نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

آل رائٹ۔۔۔۔۔پھر ایک بات بھی تم اچھے سے سمجھ لو یا تو وہ لڑکی یا پھر یہ مشن۔۔۔۔۔۔

نعمان نے اسے جذباتی کیا کیونکہ وہ اچھی طرح سے جانتا تھا کہ وھاج نے کتنی کوششوں کے بعد یہ مشن حاصل کیا تھا اور اس مشن کو وہ کسی قیمت پر نہیں چھوڑے گا۔۔۔۔۔۔

بابا آپ ایسا کیسے کر سکتے ہیں؟آپ جانتے ہیں کہ وجی کے لئے یہ مشن کتنا امپورٹنٹ ہے۔۔۔۔۔

وھاج کی بجائے علی بولا۔۔۔۔۔

جبکہ وھاج نے کافی عجیب انداز سے نعمان کو دیکھا۔

میجر وھاج ٹیک یور ڈیسین ودان فائف منٹس۔۔۔۔۔

نعمان نے آخری کوشش کی کیونکہ اتنا تو وہ جان گیا تھا کہ وہ لڑکی وھاج کے لئے اہم ہے لیکن اسے نعمان سے کیوں چھپا رہا تھا یہ چیز سمجھنے سے نعمان قاصر تھا۔۔۔۔۔۔

بابا پلیز۔۔۔۔۔

علی نے پھر سے مداخلت کی۔۔۔۔

علی اگر اب تم اس ڈھیٹ کی حمایت میں بولے تو یاد رکھنا اس کے ساتھ ساتھ تمہیں بھی مشن سے نکال دوں گا۔۔۔۔۔۔

نعمان نے سختی سے کہا۔

ابھی وھاج بولنے ہی لگا تھا جب اسے آواز سنائی دی

بھائی۔۔۔۔۔۔

جیسے ہی اس لڑکی نے وھاج کو آواز دی نعمان اور علی نے مڑ کر دیکھا۔ نعمان تو اسے دیکھ کر حیران رہ گیا اور دھیمی آواز میں بولا۔

ماہا۔۔۔۔۔۔۔

بھائی۔۔۔۔۔یہ بول کر ماہا بھاگتی ہوئی وھاج کے گلے لگی اور رونا شروع کر دیا۔۔۔۔۔

وھاج نے اسے زور سے خود میں بھینچ لیا اور آہستہ آہستہ اس کے بال سہلانے لگا اور بولا۔

میرا بچہ بس بہت ہو گیا۔۔۔ بھائی ہے نا آپ کے پاس اب سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔۔۔۔۔

جب ماہ روش خوب رو لی تو وھاج سے الگ ہوئی اور علی اور نعمان کی پرواہ کئے بغیر بولی۔۔۔۔

بھائی آپ زندہ ہیں لیکن اس نے تو کہا تھا کہ آپ کی ڈیتھ ہو گئی ہے۔۔۔

کس نے کہا تھا؟؟؟

وھاج نے نرمی سے پوچھا۔

وہ۔۔اس فون کالر نے کہ آپ کی گاڑی بلاسٹ ہو گئی ہے اور اس میں آپ بھی موجود تھے۔۔۔۔۔

ماہ روش روتے ہوئے بولی۔۔۔۔۔

ماہا بس بہت رو لیا تم جانتی ہو نا کہ تمہارے آنسو مجھے تکلیف دیتے ہیں۔۔۔۔۔۔

وھاج اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے بولا۔

ماہ روش نے جلدی سے اپنے آنسو صاف کئے اور علی اور نعمان کو دیکھتے ہوئے بولی۔۔۔۔

نعمان انکل آپ کیسے ہیں؟؟؟؟؟

ماہا میری گڑیا میں بالکل ٹھیک ہوں آپ کیسی ہو؟؟؟

میں ٹھیک ہوں انکل۔۔۔اور علی بھائی آپ کیسے ہیں؟؟؟؟

ماہا میں بیچارہ ان دونوں کی لڑائی کی وجہ سے بیمار ہو گیا ہوں۔۔۔۔۔

علی اپنے مصنوعی آنسو صاف کرتے ہوئے بولا۔۔۔

جواب میں سب مسکرا دیئے۔۔۔

ماہا آپ روم میں جاؤ مجھے سر سے کچھ بات کرنی ہے۔۔۔۔۔

وھاج نے ماہا سے کہا۔

ماہا اپنا سر اثبات میں ہلا کر وہاں سے چلی گئی۔

وجی ماہا زندہ تھی؟اور اگر زندہ تھی تو یہ دو سالوں سے تھی کہاں؟اور وہ کس فون کالر کی بات کر رہی تھی؟؟

نعمان بیگ نے ماہا کے جاتے ہی وھاج پر سوالوں کی بوچھاڑ کر دی۔۔۔۔۔

سر ان سوالوں کا جواب تو میرے پاس بھی نہیں ہے لیکن انشاء اللہ بہت جلد جان لوں گا۔۔

وھاج بولا۔

نعمان نے اپنا سر اثبات میں ہلا دیا۔

سر ایم سو سوری مجھے آپ سے اس طرح بات نہیں

کرنی چاہیے تھی لیکن میں ماہا کو صرف سب کے سوالوں سے بچانا چاہتا تھا۔اور کسی قسم کا سٹریس نہیں دینا چاہتا تھا۔۔۔

وھاج نے شرمندگی سے کہا۔

جانتا ہوں وجی کہ تم اپنے باپ کی طرح ماہا کہ معاملے میں کتنے پوزیسیو ہو اور مجھے اس کی کنڈیشن دیکھ کر اتنا تو اندازہ ہو گیا ہے کہ وہ بہت پریشانیوں سے گزری ہو گی۔اس لئے تمہیں یہ سوری بولنے کی ضرورت نہیں۔ہاں ایک بات اور ماہا کو زیادہ دیر یہاں رکھنا مناسب نہیں۔۔۔اس لئے تم جلد از جلد اسے گھر لے جائو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

نعمان نے اسے نرمی سے کہا۔۔۔۔۔

تھینکس سر۔۔۔۔۔۔

وھاج مسکرا کر بولا۔

اب تم مجھے انکل بول سکتے ہو۔۔۔۔۔

سر بولنے کی عادت ہو گئی ہے اور آپ یہ بات اچھے سے جانتے ہیں۔۔۔۔۔

وھاج نے جواب دیا۔

اس حنان کا کیا کرو گے اب؟؟؟؟

نعمان نے یاد آنے پر پوچھا۔

سر آج رات اس کی موت طے ہے کیونکہ اب اس کا زندہ رہنا ہمارے لئے خطرے سے خالی نہیں ہو گا۔۔۔۔۔۔

وھاج کے چہرے پر چٹانوں کی سی سختی تھی۔

آل رائٹ بٹ بی الرٹ۔۔۔۔۔۔

نعمان یہ بول کر وہاں سے جانے لگا تھا پھر علی کو دیکھ کر بولا۔۔۔

ابھی گھر جانا ہے یا۔۔۔۔۔

بابا میں وجی کے ساتھ جبران ہائوس جائوں گا۔۔۔۔۔۔

ٹھیک ہے اپنا خیال رکھنا۔۔۔۔۔۔اللہ حافظ۔۔۔۔

یہ بول کر نعمان وہاں سے چلا گیا۔۔۔۔۔۔

URDUNovelians

وجی ماہا کو اکیلے چھوڑ کر جائو گے؟؟؟؟

علی نے کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔

ہاں فلحال کوئی چوائس نہیں۔۔۔۔۔۔

یہ بول کر وھاج ماہا کے کمرے کی طرف بڑھ گیا۔۔۔۔۔۔۔

ویسے یار وجی ہم اس حنان کو ابھی مار کر ٹھیک کر رہے ہیں؟؟؟؟؟

علی اور وھاج حنان کے کمرے کی طرف بڑھ رہے تھے جب علی نے وھاج سے پوچھا۔۔۔

بالکل ٹھیک کر رہے ہیں اور ویسے بھی جب اسے کل بھی مرنا ہے تو آج کیوں نہیں۔۔۔۔۔

وھاج نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

اسی گفتگو میں وہ دونوں حنان کہ کمرے کے دروازے کے پاس پہنچ گئے۔۔۔۔۔

وہ دونوں اس وقت جبران اور شرفو کے ماسک میں تھے۔ڈپلیکیٹ چابی سے وھاج نے دروازہ کھولا اور دونوں اندر داخل ہوئے۔۔۔ جیسے ہی وہ اندر داخل ہوئے وھاج نے دروازہ پھر سے لاک کر دیا۔اور حنان کے بیڈ کی طرف بڑھا جہاں وہ اطمینان سے سو رہا تھا۔شاید ڈاکٹر نے اسے نیند کا انجیکشن لگایا تھا اس لئے وہ گہری نیند میں تھا۔۔۔

وجی یار تو نے تو اس کے سر کی پچھلی سائیڈ پر گلدان مارا تھا پھر اسکو بینڈاج کیوں نہیں لگی؟؟؟؟

علی حنان کے سر پر بینڈاج نا دیکھ کر تشویش سے بولا۔

وہ اس لئے کہ حنان کی ڈاکٹرز کے ساتھ نہیں بنتی۔۔۔

لیکن اب تو یہ بے ہوش ہے اسے ماریں گے کیسے؟؟؟؟

علی نے ایک اور سوال پوچھا۔

بتاتا ہوں۔۔۔۔

یہ بول کر وھاج آگے بڑھا اور حنان کو ہلا کر چیک کیا کہ واقعی بے ہوش ہے یا ایکٹنگ کر رہا ہے۔ جب وھاج کو یقین ہو گیا کہ وہ واقعی بے ہوش ہے وھاج نے ایک تیز دھار چاقو اپنی پاکٹ سے نکالا اور اسے حنان کہ دائیں ہاتھ میں پکڑا کر زور سے دبایا تاکہ اس کی انگلیوں کے نشان اس چاقو پر آ جائیں۔ پھر اس نے اسی چاقو سے حنان کی بائیں کلائی اس طرح سے کاٹی کہ جیسے وہ خود کشی ہو۔۔۔۔۔۔

اس کی کلائی کاٹنے کہ بعد وہ اس کہ پاس سے اٹھا اور چاقو اس کے دوسرے ہاتھ میں پکڑا کر بولا۔۔۔

گڈ بائے مسٹر سائیکو۔۔۔۔۔۔

وجی اب جائیں گے کیسے ؟؟؟؟

علی نے بند دروازے کو دیکھ کر پوچھا۔

اس کے واش روم کی کھڑکی سے۔۔۔۔۔

یہ بول کر وھاج حنان لغاری کے کمرے کے ساتھ اٹیچ باتھ کی طرف چل پڑا۔۔۔ جیسے ہی وہ دونوں جبران ہائوس سے باہر آئے علی بولا۔

یا اللہ تیرا شکر ہے۔۔۔۔ آج اس حنان کا قصہ بھی ختم ہوا۔۔۔

وھاج علی کی طرف دیکھ کر مسکرایا اور بولا۔۔۔

بالکل۔۔۔ اب میں ماہا کو کال کر لوں۔ میرا موبائل تو اس

کے پاس ہے تم مجھے اپنا موبائل دو۔۔۔۔۔۔

علی نے موبائل لینے کے لئے پاکٹ میں ہاتھ ڈالا تو موبائل وہاں نہیں تھا۔

وجی لگتا ہے موبائل حنان کے روم میں رہ گیا ہے۔۔۔۔۔

علی نے پریشانی سے وھاج کو بتایا۔۔

مجھے تم سے ایسی بیوقوفی کی امید نہیں تھی علی۔۔۔۔۔

وھاج اپنے غصے کو کنٹرول کرتے ہوئے بولا۔

سوری یار۔۔۔ لیکن میں نے جان بوجھ کے تھوڑی کیا ہے۔۔۔۔

تم گاڑی میں میرا ویٹ کرو میں موبائل لے کر آتا ہوں۔۔۔۔۔۔

وھاج کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

نہیں میں تمہیں اکیلے نہیں جانے دوں گا میں بھی ساتھ چلوں گا تمہارے۔۔۔۔۔۔

علی تم اس وقت شرفو کے گیٹ اپ میں ہو اور تمہارا اندر جانا اب خطرے سے خالی نہیں ہے کیونکہ اب سارے سیکیورٹی کیمرے دوبارہ آن ہو گئے ہوں گے۔اور ویسے بھی ایک بیوقوفی کے بعد اب میں دوسری کی اجازت تمہیں ہرگز نہیں دے سکتا اس لئے تم جا کے گاڑی میں میرا ویٹ کرو میں موبائل لے کر آتا ہوں۔۔۔

وھاج اس کو غصے سے دیکھتے ہوئے سخت لہجے میں بولا۔

ٹھیک ہے۔ لیکن دھیان سے جانا پلیز۔۔۔۔

علی فکر مندی سے بولا۔

وھاج اپنا سر اثبات میں ہلا کر دوبارہ جبران ہائوس کی طرف بڑھ گیا۔۔۔۔۔۔

وہ مکمل احتیاط سے موبائل لے کر واپس آ رہا تھا جب اس نے کسی نقاب پوش کو جبران لغاری کے کمرے میں کھڑکی سے داخل ہوتے دیکھا۔ وھاج جلدی سے دوبارہ اندر داخل ہوا اور جبران لغاری کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔۔۔

جونہی وہ اندر داخل ہوا ایک جانی پہچانی سی خوشبو اس کی ناک سے ٹکرائی۔۔۔ وھاج اپنے شک پر یقین کی مہر لگانے کے لئے جان بوجھ کر وارڈوب کی طرف بڑھا جیسے ہی اس نے وارڈوب کھولنے کے لئے ہاتھ بڑھایا پیچھے سے اس کے سر پر کسی نے گن تان دی۔۔۔۔

خبردار ہلنے کی کوشش بھی مت کرنا ورنہ ساری کی ساری گولیاں تمہارے اس غلیظ دماغ میں اتار دوں گی۔۔۔۔۔۔۔۔

یشفعہ غصے سے غرائی تھی۔۔۔

وھاج کے کانوں سے جیسے ہی یشفعہ کی آواز ٹکرائی

اس کی پیشانی کی رگیں تن گئیں۔۔۔۔۔وہ بمشکل سے اپنا غصہ کنٹرول کر رہا تھا۔جب یشفعہ پھر سے بولی۔۔۔

تمہیں کیا لگا کہ تم میری بہن کو اغوا کر لو گے اور ہم سب مان لیں گے وہ ہمیں چھوڑ کر چلی گئی ہے۔ جانتے نہیں ہو تم مجھے جبران لغاری۔۔یشفعہ اسد جہانگیر ریٹائرڈ میجر اسد کی بیٹی ہوں اور یقین مانو کہ

میں اس پسٹل کو چلانے میں ذرا سا بھی نہیں ہچکچاؤں گی۔۔۔اب جلدی سے بتاؤ کہ میری بہن کہاں ہے؟؟؟؟؟

یہ کبھی نہیں بدل سکتی۔۔۔۔۔

وھاج نے دل میں سوچا۔اور نیچے سے اپنے پاؤں کو یشفعہ کی ٹانگ پر مارا۔۔یشفعہ اس چیز کے لئے ریڈی نہیں تھی اس لئے لڑکھڑا گئی۔ جیسے ہی اس کا دھیان بٹا وھاج تیزی سے مڑا اور اس نے یشفعہ کے ہاتھ سے پسٹل چھین لیا۔۔۔

رات کے گیارہ بجے جبران لغاری کے کمرے میں آ کر اسی پر پسٹل تاننا امیزنگ۔۔۔۔۔۔

وھاج یشفعہ کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے بولا۔

جبکہ یشفعہ پیچھے ہوتے ہوئے بالکل دیوار کے ساتھ لگ گئی تھی۔۔۔

یشفعہ نے ہمت کرتے ہوئے وھاج کو تھپڑ مارنے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ وھاج نے اسے پکڑ لیا اور

غصے سے بولا۔

یہ غلطی تو غلطی سے بھی مت کرنا کیونکہ جبران لغاری صرف ایک بار ہی اگنور کرتا ہے دوسری بار وہ انسان اس قابل نہیں رہتا کہ وہ اس چیز کی جرت کر سکے۔۔۔۔

یہ بول کر اس نے یشفعہ کا ہاتھ چھوڑ دیا اور اس کے چہرے پر سے نقاب ہٹا دیا۔۔۔۔

وھاج نے پسٹل والا ہاتھ دیوار پر ٹکایا اور دوسرا ہاتھ یشفعہ کی کمر میں ڈال کر اسے خود سے قریب کر لیا اتنا قریب کہ دونوں کی سانسیں ایک دوسرے سے الجھ رہیں تھیں۔۔۔۔۔

کیا خیال ہے آج رات کے بارے میں؟؟؟؟

وھاج نے اس کے کان میں سرگوشی کی۔۔۔۔

کمینے انسان اگر تم نے میرے بارے میں ایسا کچھ سوچنے کی جرت بھی کی تو یاد رکھنا کہ میرا شوہر تمہیں زندہ زمین میں گاڑ دے گا۔۔۔۔۔۔

یشفعہ کو رہ رہ کر خود پر غصہ آ رہا تھا لیکن وہ خود کو جبران یعنی وھاج کے سامنے کمزور ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔اس لئے جو خیال اس کے ذہن میں آیا اس نے وہی بول دیا۔

اس کی بات سن کر وھاج کہ چہرے پر ایک جاندار

مسکراہٹ آئی جیسے وہ کمال مہارت سے چھپا گیا۔اور اسے مزید خود سے قریب کر کے بولا۔

اس وقت تم میرے اتنے قریب ہو کہ چاہ کر بھی اپنا دفاع نہیں کر سکو گی اور رہی تمہاری شوہر کی بات تو اس کے تو فرشتوں کو بھی علم نہیں ہو گا کہ اس کی پیاری سی بیوی میرے پاس ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔

یشفعہ نے خونخوار نظروں سے وھاج کو گھورا۔۔۔۔

جواب میں وھاج کا قہقہ جاندار تھا۔۔۔اور اسے تنگ کرنے کے لئے جان بوجھ کر بولا۔

تم واقعی بہت حسین ہو اس لئے میرا دل کر رہا ہے کہ اس حسن کو کم از کم آج کی رات تو خراج پیش کروں۔۔۔۔۔

گھٹیا انسان میرے قریب بھی مت آنا کیونکہ مجھ پر صرف احمد کا حق ہے۔۔۔۔۔۔

یشفعہ اس کے حصار سے نکلنے کی کوشش کرتے ہوئے بولی۔۔۔۔

وھاج نے اس کی بات سن کر عجیب سا اطمینان محسوس کیا اور بے اختیار مسکرا دیا اور ایک رومال اپنی پاکٹ سے نکال کر یشفعہ کے منہ پر رکھا جس کے اوپر شاید بے ہوشی کی دوا لگی تھی۔اس لئے اسے سونگھتے ہی یشفعہ بے ہوش ہو کر وھاج کی باہوں میں جھول گئی۔

میری جنگلی بلی۔۔۔۔کیوں میرے صبر کا امتحان لینے پر تلی ہو؟

یہ بول کر وھاج نے اس کے چہرے سے بال ہٹائے اور اس کی پیشانی پر بوسہ لیتے ہوئے بولا۔

اب تم سے مزید دور رہنا میرے بس سے باہر ہو رہا ہے اس لئے تم ریڈی رہنا اپنے شوہر سے ملنے کے لئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔

یہ بول کر وھاج نے اسے اپنے کندھے پر اٹھایا اور گھر کہ پچھلے دروازے سے لے کر باہر چلا گیا۔۔۔

علی گاڑی کا لاک کھول۔۔۔۔

وھاج جیسے ہی گاڑی کے قریب پہنچا گاڑی کو لاک دیکھ کر ڈرائیونگ سیٹ پر موجود علی کا مر ر ناک کر کہ اس سے بولا۔

علی نے جلدی سے گاڑی کو جلدی سے ان لاک کیا۔وھاج نے یشفعہ کو پچھلی سیٹ پر لٹایا تو علی نے مشکوک نظروں سے وھاج کو دیکھا۔

کیا؟؟؟؟

وھاج نے علی کو اپنی طرف دیکھتا پا کر مسکرا کر اس سے پوچھا۔

یہ تمہارے ساتھ کیا کر رہی ہے اس وقت ؟؟؟

جواب میں وھاج نے اسے سارا ماجرا سنا دیا۔

یار یہ کتنی بیوقوف ہے۔۔۔۔۔

علی سب کچھ سن کر بولا تو وھاج نے غصے سے علی کو گھورا اور دانت پیستے ہوئے بولا۔۔۔۔

اب تبصرے مت کر اور تم اسے اس کہ گھر پہنچاؤ اور مجھے میرے فلیٹ پر کیونکہ ماہا انتظار کر رہی ہو گی۔۔۔۔

علی جواب میں مسکرایا اور گاڑی سٹارٹ کر دی۔۔۔۔۔۔

: ماضی

: لوکیشن اسلا آباد

یار وجی آج میں بہت تھک گیا ہوں اس لئے میں تو چلا سونے۔۔۔۔۔۔

وھاج اور علی اس وقت اپنی ڈیوٹی آف ہوتے ہی اپنے روم میں لوٹے تھے جب علی نے وھاج سے کہا اور سونے کے لئے چلا گیا۔

وھاج ابھی کپڑے چینج کرنے کے لئے جانے ہی لگا تھا جب وھاج کا موبائل رنگ کرنے لگا۔ وھاج نے بابا کالنگ دیکھ کر جلدی سے کال ریسیو کی اور بولا۔

اسلام وعلیکم۔ بابا جان۔ کیسے ہیں آپ؟؟؟؟

وعلیکم اسلام۔۔ میں ٹھیک ہوں تم کیسے ہو؟؟؟

میں بھی آپکی دعائوں سے بالکل ٹھیک ہوں۔۔آپ بتائیں گھر میں سب کیسے ہیں؟

سب ٹھیک ہیں۔۔۔۔

زبیر نے مسکرا کر جواب دیا۔

بابا جان اتنی رات کو کال کی سب ٹھیک ہے نا؟؟؟؟

وھاج نے ٹائم دیکھتے ہوئے پوچھا۔۔۔

وہ اس لئے کہ صبح کے وقت تم بزی ہوتے ہو اور تمہارے پاس کسی کا بھی حال دریافت کرنے کا ٹائم نہیں ہوتا۔۔اس لئے میں نے سوچا کہ میں ہی کال کر لوں اور پتہ کر لوں کہ میرے وجی کو گھر والے یاد بھی ہیں یا نہیں؟؟؟

زبیر نے آخری بات طنزیہ کہی۔

ایم سوری بابا جان۔۔ واقعی ٹائم نہیں ہوتا۔۔۔۔۔۔۔

وھاج شرمندگی سے جواب میں بولا۔

کوئی بات نہیں۔۔۔مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔۔۔۔۔۔

جی بابا بولیں۔میں سن رہا ہوں۔۔۔۔۔۔

وجی اگر میں تمہاری زندگی کے بارے میں کوئی فیصلہ کروں تو تمہیں کوئی اعتراض تو نہیں ہو گا؟؟؟

زبیر نے ایک امید سے پوچھا۔

بابا جان آپ جانتے ہیں کہ آپ میرے لیے کیا ہیں؟آپ سے بڑھ کر میرے لئے اس دنیا میں کوئی بھی نہیں۔۔اور رہی بات حق کی تو آپ جانتے ہیں میں خود پر سب سے پہلا حق آپ کا ہی سمجھتا ہوں

۔۔۔۔۔

وھاج نے ایک مان سے زبیر کو جواب دیا۔

وجی میرا ایک دوست ہے اسد جہانگیر لیکن میں اسے جہانگیر بلاتا ہوں وہ مجھے ایک ہفتہ پہلے اسلام آباد میں کافی عرصے بعد ملا ہے۔اس کی دو بیٹیاں ہیں۔دونوں ہی ماشاءاللہ سے بہت پیاری ہیں۔۔میں چاہتا ہوں کہ میں اس کی بڑی بیٹی کو اپنی بیٹی بنالوں۔۔۔۔۔۔۔

زبیر نے وھاج کو بتایا۔۔۔

وھاج کی بات جونہی سمجھ میں آئی بولا۔

بابا مجھے آپ کے کسی فیصلے پر نا کبھی اعتراض ہوا ہے اور نا ہو گا۔۔۔۔۔۔

وجی بیٹا تھینکیو مجھے تم سے یہی امید تھی۔ہاں ایک بات اور جس لڑکی کو میں نے تمہارے لئے چنا ہے وہ ابھی پڑھ رہی ہے اس لئے میں اور اسد چاہتے ہیں کہ ابھی صرف نکاح ہو جائے اور جیسے ہی اس کی

سٹڈی ختم ہو گی ہم اسے اپنے گھر لے آئیں گے لیکن تب تک اس نکاح کے بارے میں تم کسی سے ذکر نہیں کرو گے اور۔۔۔۔۔۔

اور۔۔۔۔۔

وھاج نے زبیر کی ہچکچاہٹ نوٹ کرتے ہوئے پوچھا۔

اور یہ کہ تم یشفعہ کو شادی سے پہلے ملو گے نہیں اور نہ ہی اس پر کسی قسم کی کوئی پابندی لگاؤ گے۔۔۔۔۔۔۔

بابا جہاں تک میرا خیال ہے یہ سب شرائط اسد انکل کی بیٹی کی ہوں گی۔۔۔۔۔۔

وھاج نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

ہاں بالکل ایسا ہی ہے تمہیں کوئی اعتراض؟؟؟

زبیر مصنوعی رعب سے بولا۔

نہیں مجھے کیا اعتراض ہو گا لیکن پھر آپ کو بھی میری کچھ باتیں ماننی ہوں گی۔۔۔۔۔

کیسی باتیں؟؟؟؟

زبیر نے پوچھا۔۔۔

یہی کہ مجھے ابھی اس کی تصویر سینڈ کریں اسکی پوری ڈیٹیلز کے ساتھ کہ وہ کہاں پڑھتی ہے؟؟۔اسے کیا پسند ہے کیا پسند نہیں ہے۔وغیرہ وغیرہ

وھاج شرارت سے بولا۔

تم تو اپنے باپ سے بھی چار قدم آگے نکلے یعنی اپنی ارینج میرج کو بھی لو بنانے کی پوری کوشش کرو گے۔۔

ہاہاہاہا۔۔۔کیوں اب آپ کو کوئی اعتراض؟؟؟؟

نہیں برخودار مجھے کیا اعتراض ہو گا۔۔۔ہاں ایک اور بات کہ تمہاری ماں اور ماہا کو بھی اس بارے میں ابھی کچھ پتہ نا چلے۔۔۔۔۔۔

اوکے بابا جان اور کوئی حکم؟؟؟؟

ہاں اگلے ویک اینڈ تمہارا نکاح ہے تو تمہیں آنا پڑے گا۔۔۔۔۔

زبیر نے سنجیدگی سے کہا۔۔۔

ایم سو سوری بابا میں اگلے دو ماہ تک واپس نہیں آ سکتا اور چھٹی ملنا مشکل ہے۔۔۔۔۔

پھر کیا کریں؟؟؟؟

زبیر بولا۔

کیا مطلب کیا کریں؟ جب آئوں گا تب کر لیجیئے گا۔۔۔۔

وہ ایکچوئیلی اسد ایک ویک بعد لاہور جا رہا ہے اور جانے سے پہلے نکاح کروانا چاہتا ہے۔۔۔۔۔۔۔

بس اتنی سی بات۔۔۔تو بابا آپ پھر موبائل پر ہی نکاح پڑھوا لیں۔۔۔۔۔

وھاج نے شرارت سے کہا۔۔

ہاں نکاح پڑھوالوں اس سے جسے ابھی تک تمہارا نام بھی نہیں معلوم۔۔۔۔۔۔۔۔

زبیر دانت پیستے ہوئے بولا۔۔۔۔۔

کیا؟ بابا جان اسے میرا نام تک نہیں معلوم ؟؟؟

وھاج مصنوعی صدمے سے بولا۔۔۔۔

نہیں۔۔۔۔ کیونکہ مجھے بتانے کا یاد نہیں رہا اور اسد نے مجھ سے پوچھا نہیں۔۔۔۔۔۔

اچھا جی پھر ایک کام کریں کہ آپ اسے میرا پورا نام نہیں بتائیں گے بلکہ میجر احمد بتائیں گے۔۔۔۔۔۔

وھاج کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

وجی کیا تم میری بیٹی کو تنگ کرنے والے ہو؟؟؟؟

زبیر نے اس کی بات سن کر پوچھا۔

بابا نہیں کروں گا اسے تنگ لیکن آپ پلیز میری بات مان لیں۔۔۔۔۔۔۔

ٹھیک ہے۔ لیکن اگر تم نے اسے ذرا سا بھی تنگ کیا تو۔۔۔۔

اوہو بابا جان نہیں کرتا تنگ۔۔ اب میں رکھتا ہوں صبح ڈیوٹی پر بھی جانا ہے۔۔۔ اپنا اور ممی کا خیال رکھیے گا۔۔۔۔۔

وھاج نے اب کال بند کرنے میں ہی عافیت جانی کیونکہ اسے اتنا تو اندازہ ہو گیا تھا کہ یشفعہ بابا کے لئے بہت اہم ہو چکی ہے۔۔۔

ٹھیک ہے تم بھی اپنا خیال رکھنا۔۔۔۔

بابا ماہا کو میری طرف سے زور سے ہگ کیجئے گا اور سر پر بھی بوسہ دیجئے گا۔۔۔۔

وھاج اپنی ماہا کے لئے محبت ظاہر کرتے ہوئے بولا۔

ٹھیک ہے اللہ حافظ ۔۔۔۔

زبیر نے مسکرا کر جواب دیا۔

فی امان اللہ۔۔۔۔

وھاج نے یہ بول کر کال ڈراپ کر دی اور مسکرا دیا۔۔۔۔۔

: حال

: لوکیشن اسلا آباد

وھاج اپنے ماضی کے بارے میں سوچ رہا تھا جب اسے ماہا نے آواز دی۔۔۔

وجی بھائی کہاں ہیں آپ؟؟

وھاج جلدی سے اپنے روم سے نکلا اور لاؤنج میں بیٹھی ماہا کے پاس جا کر بیٹھا اور اس کی پیشانی پر بوسہ دیتے ہوئے بولا۔۔۔۔۔

گڈ مارننگ۔۔۔۔ میرا بچہ کیسا ہے؟؟؟

بھائی میں ٹھیک نہیں ہوں کیونکہ مجھے بھوک لگی ہے۔۔۔۔۔

ماہا جواب میں لاڈ سے بولی۔۔۔۔۔۔۔۔

تو میری گڑیا نے کیا کھانا ہے؟؟؟

بھائی آپ اپنے ہاتھوں سے کچھ بھی کھلا دیں۔۔۔۔۔۔

تم بیٹھو میں ایک منٹ میں آیا۔۔۔۔۔

یہ بول کر وھاج لاؤنج کے ساتھ بنے کیچن میں چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد ایک ٹرے کے ساتھ واپس آیا۔۔۔۔

یہ لو ناشتہ۔۔۔۔

وھاج نے ٹرے اس کے سامنے رکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

بھائی آپ اپنے ہاتھوں سے کھلائیں۔۔۔۔۔

ماہ روش نے ناشتے کی ٹرے کو دیکھ کر کہا۔

وھاج اس کے پاس بیٹھا اور مسکرا کر اسے اپنے ہاتھوں سے ناشتہ کروانے لگا۔۔۔۔۔ ناشتہ کرواتے کرواتے وھاج کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

ماہا ایک بات پوچھوں؟؟؟

جی بھائی۔۔۔۔۔

ماہا سوالیہ نظروں سے وھاج کو دیکھنے لگی۔۔۔۔۔۔

ماہا کل تم یہ کیوں بول رہی تھی میں زندہ ہوں؟ اور تم گھر میں لگنے والی آگ سے کیسے بچی؟؟

ماہ روش نے جیسے ہی وھاج کے سوال سنے۔اس کے چہرے پر ڈر واضع تھا۔

بھا۔۔۔ بھائی۔۔۔۔ و۔۔۔وہ۔۔۔ میں۔۔۔۔۔

ماہا ہچکچاہٹ سے بول رہی تھی جب وھاج اس کے چہرے کا فق رنگ دیکھ کر سمجھ گیا کہ ماہا ابھی اس پوزیشن میں نہیں ہے کہ وھاج کہ سوالوں کے جواب دے سکے۔اس لئے اس نے کچھ سوچتے ہوئے بات بدل لی۔۔۔۔۔۔

چلو یہ باتیں بعد میں کریں گے ابھی جلدی سے ریڈی ہو جاؤ ہمیں جانا ہے؟؟؟

بھائی کہاں جانا ہے؟؟؟؟

سرپرائز ہے اب دس منٹ ہیں تمہارے پاس ریڈی ہونے کے لئے اور اچھے سے نقاب کر لینا۔۔۔۔

وھاج نے اس کے سر پر مسکراہا تھ رکھا اور اپنے روم کی طرف چلا گیا۔۔۔۔۔۔

بھائی جانا کہاں ہے ؟؟آپ کچھ بتا بھی نہیں رہے۔۔۔اور باقی سب کیسے ہیں؟ کیا ابھی تک لندن میں ہیں؟؟؟

بھائی آپ کچھ بول کیوں نہیں رہے؟؟؟؟

یہ شاید وھاج کے ساتھ کا اثر تھا جو ماہا اس طرح نان سٹاپ بول رہی تھی۔۔وھاج گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا جب ماہا اسے مسلسل خاموش دیکھ کر تقریبا چلائی تھی۔۔۔۔۔

وھاج نے مسکرا کر ماہا کی طرف دیکھا اور پھر سے گاڑی ڈرائیو کرنے لگا۔۔۔۔

وجی بھائی میں کب سے آپ سے کچھ پوچھ رہی ہوں اور آپ ہیں کہ مجھے کوئی ریسپونس ہی نہیں کر رہے۔۔ جائیں اب میں بھی آپ سے بات نہیں کروں گی۔۔۔۔۔

ماہ روش منہ پھلا کر گاڑی سے باہر دیکھنے لگی۔۔۔

وھاج اس کا پرانا انداز دیکھ کر جہاں کچھ مطمئن ہوا وہیں اپنی مسکراہٹ کو بمشکل سنجیدگی میں بدلتے ہوئے بولا۔

میرا بچہ ناراض ہو گیا ہے؟؟؟

مجھے آپ سے کوئی بات نہیں کرنی اور آپ بھی مجھ سے بات مت کریں۔۔۔۔

ماہا نے ناراضگی سے جواب دیا۔

اچھا پھر واپس چلتے ہیں کیونکہ تم اب ناراض ہو گئی ہو اور گھر والوں سے ملنا نہیں چاہو گی۔۔۔۔۔۔

بھائی ماما لوگ پاکستان میں ہیں؟؟؟؟؟

ماہ روش نے خوش ہوتے ہوئے بے یقینی سے پوچھا۔

ہاں۔۔۔ لیکن ابھی کسی نے کہا کہ مجھ سے بات مت کریں۔۔۔۔۔۔

وھاج اپنی مسکراہٹ دباتے ہوے بولا۔

وہ تو مذاق تھا بھائی۔ بھلا میں اپنے وجی بھائی سے ناراض ہو سکتی ہوں۔۔۔۔۔۔

ماہا جلدی سے بولی۔۔۔۔

اچھا اب باقی باتیں بعد میں پہلے یہ گلاسز اپنی آنکھوں پر لگاؤ کیونکہ میں سب کو سرپرائز دینا چاہتا ہوں اور ہاں جب تک میں نا بولوں تم بولو گی بھی نہیں۔۔۔۔۔

وھاج گاڑی کو ایک گھر کہ اندر روکتے ہوئے بولا۔

جی بھائی۔۔۔۔۔

ماہا تائید کرتے ہوئے بولی۔۔۔

گڈ گرل اب جلدی سے اترو اور میرے ساتھ چلو۔۔۔۔

وھاج یہ بول کر گاڑی سے اترا اور اسے ساتھ لے کر گھر کے اندر کی طرف چل دیا۔۔۔۔۔۔۔۔

میرا سر اتنا بھاری کیوں لگ رہا ہے؟؟

یشفعہ اپنا سر تھامتے ہوئے خود سے بولی۔۔۔۔

لیکن جیسے ہی اس نے ارد گرد نظر دوڑائی تو خود کو اپنے کمرے میں پا کر چونک گئی اور کل رات والا سارا منظر اس کی آنکھوں میں گھوم گیا۔۔۔۔۔

مجھے اس گھٹیا آدمی نے بے ہوش کیوں کیا تھا؟؟؟ کہیں اس نے میرے ساتھ ۔۔۔۔۔۔۔ نہیں ایسا نہیں ہو سکتا۔۔۔

لیکن مجھے یہاں کون لایا ہے؟؟؟؟

یشفعہ نے گھبراتے ہوئے مومنہ کو پکارا۔۔۔۔۔۔

مومنہ۔۔۔۔۔ مومنہ۔۔۔۔۔۔

کیا ہوا عاشو کچھ چاہیے کیا؟؟؟؟

مومنہ نے اس کے کمرے میں داخل ہوتے ہوئے پوچھا۔

مجھے یہاں کون لایا تھا؟؟؟

یشفعہ نے اپنا سر اپنے دونوں ہاتھوں میں تھامتے ہوئے پریشانی سے مومنہ سے پوچھا۔۔۔

کل رات تم روڈ پر علی کو بے ہوش ملی تو وہ اور اس کا دوست وھاج تمہیں یہاں چھوڑ کر گئے ہیں۔۔۔۔۔

روڈ پر؟؟؟ اور وھاج؟؟؟

یشفعہ خود سے بڑبڑائی۔۔۔

عاشو تم ٹھیک ہو؟؟؟

مومنہ نے فکر مندی سے پوچھا۔

ہاں میں ٹھیک ہوں پلیز ایک کپ چائے لادو میرے سر میں بہت درد ہو رہا ہے۔۔۔۔۔

میں ابھی لاتی ہوں۔۔۔۔

یہ بول کر مومنہ وہاں سے چلی گئی۔۔۔۔۔

کہیں وھاج کو پتہ تو نہیں چل گیا کہ میں کل جبران کے

گھر گئی تھی اور وہی تو مجھے اس سے بچا کر نہیں لایا؟؟؟ لیکن مومنہ بول رہی کہ میں اسے روڈ پر ملی تھی

مطلب ڈانٹے گا تو وہ ضرور۔۔۔۔۔۔۔

یااللہ پلیز وھاج کی ڈانٹ سے بچالینا۔۔۔۔۔۔

یشفعہ آسمان کی طرف دیکھ کر پریشانی سے بولی۔۔۔۔۔

وھاج اس کا ہاتھ پکڑ کر ابھی لاؤنج میں داخل ہو ہی رہا تھا جب عزیر کی آواز سن کر رک گیا جو شاید زرلال

کو ڈانٹ رہا تھا۔۔۔۔۔

زرلال تمہیں ذرا سی بھی شرم نہیں آئی اس بیچاری نے تمہیں کیا کہا تھا؟؟؟

بڑے پاپا میں نے تو بس مذاق۔۔۔۔۔

زرلال تمہارے خیال سے یہ مذاق ہے؟ دس ہزار کا کھانا تم آرڈر کرتے ہو اور اس کے بعد بل تم نے خود دینے کی بجائے دانین سے کہا پے کرنے کو۔۔۔ یہ تو اچھا ہوا کہ مجھے خرم (مینیجر) نے بتا دیا ورنہ وہ بیچاری تو کبھی بھی نا بتاتی۔۔۔۔

عزیر اس کی بات درمیان میں ہی کاٹ کر بولا۔

سوری بڑے پاپا نیکسٹ ٹائم ایسا کچھ نہیں ہو گا۔۔۔۔۔

زرلال جلدی سے بولا۔

دیکھو زرلال مذاق اپنی جگہ لیکن آئندہ تم اس قسم کی کوئی بھی حرکت آفس کے کسی بھی ممبر کے ساتھ نہیں کرو گے۔۔۔۔ اور ہاں کل تم دانین کو اس کے پیسے بھی لوٹاؤ گے اور اسے سوری بھی بولو گے۔۔۔ انڈر سٹینڈ؟؟؟؟

عزیر نے سخت لہجے میں کہا۔۔۔

جی بڑے پاپا۔۔۔۔۔

زرلال نے سر جھکا کر جواب دیا۔

مجھے تو یہ سمجھ نہیں آتی جہاں وجی اور عابی اتنے شریف اور فرمانبردار ہیں وہیں تم کس پر چلے گئے ہو؟؟؟

عزیر مصنوعی تاسف سے بولا۔

آپ پر۔۔۔۔

زرلال منہ میں بڑبڑایا۔۔

کیا کہا؟؟؟

کچھ بھی تو نہیں۔۔۔ ویسے بڑے پاپا عابی تو شریف ہے لیکن وجی بھائی کب سے شریف ہوگئے ؟ دیکھ لیجئے گا ایک دن اسی شرافت کا جیتا جاگتا ثبوت لے کر آئیں گے۔۔۔۔۔۔۔

زرلال نے آنکھیں مٹکاتے ہوئے کہا۔۔۔۔

عزیر نے نیچے جھک کر اپنا جوتا اٹھایا اور زرلال کی طرف پھینکا زرلال جلدی سے نیچے جھکا اور وہ جوتا لاؤنج کے دروازے پر موجود وھاج کو لگ گیا۔۔۔

ہاہاہاہا۔۔۔ بڑے پاپا آپ کا نشانہ پھر سے چوک گیا۔۔۔۔

زرلال ہنستے ہوئے بولا۔ جبکہ عزیر کی نظر سیدھی وھاج اور اس کے ساتھ کھڑی لڑکی پر پڑی۔

وجی۔۔۔۔۔

عزیر اپنی جگہ سے کھڑے ہوتے ہوئے بولا۔

کیا وجی بھائی اس وقت ؟؟؟

زرلال نے گردن گھما کر دیکھا تو وھاج مسکرا رہا تھا۔ وھاج نے ماہا کو ہاتھ پکڑا اور اسے اندر لے آیا۔۔۔

وجی بھائی یہ کون ہے؟؟؟؟

زرلال نے ماہا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔۔۔

خود گیس کرو۔۔۔۔۔

وھاج نے مسکراہٹ دباتے ہوے کہا۔

ماما۔۔۔۔۔ماما۔۔۔۔۔دادو۔۔۔۔جلدی لاونج میں آئیں۔۔۔۔۔

زرلال اونچی آواز سے زیبا اور احمر ملک کو پکارنے لگا۔۔۔۔

کیا ہوا ہے زرلال کیوں صبح صبح چلا رہے ہو؟؟؟

احمر ملک لاونج میں آتے ہوئے بولے۔

دادو آپکا شریف پوتا اس گھر کی بہو کو لے کر آیا ہے۔۔۔۔

زرلال نے صدمے سے جواب دیا۔

وجی کون ہے یہ؟؟؟؟

احمر ملک نے سنجیدگی سے پوچھا۔

دادو یہ۔۔۔۔۔۔۔۔

وجی بھائی یہ اس گھر کی بہو ہے نہ؟؟؟

زرلال نے وھاج کی بات درمیان میں کاٹ کر بے یقینی سے پوچھا۔

ہاں چھوٹے یہ اس گھر کی بہو ہے اور تمہاری۔۔۔۔۔۔

دیکھ لیں بڑے پاپا ابھی آپ ان کی شرافت اور فرمانبرداری کی مثال دے رہے تھے۔۔۔۔

زرلال نے پھر سے وھاج کو اس کی بات مکمل کرنے نہیں دی۔اور عزیر کو بیچ میں گھسیٹتے ہوئے بولا۔

وجی یہ لڑکی تمہارے ساتھ کب سے ہے؟؟؟۔

زیبا نے وھاج سے عجیب انداز میں سوال کیا۔

ماما یہ کل رات سے میرے ساتھ ہے مگر۔۔۔۔۔۔

زیبا نے ایک زوردار تھپڑ وھاج کے دائیں گال پر مارا

اور بولی۔۔۔

کیا یہ تربیت کی ہے ہم نے تمہاری کہ تم اس کے ساتھ کل رات سے۔۔۔۔۔۔

ماما میری بات تو سن لیں آپ لوگ۔۔۔۔۔۔۔۔

وھاج زیبا کی باتوں کا مفہوم سمجھ کر تیزی سے بولا۔

وجی ہمیں تم سے ایسی امید نہیں تھی۔۔۔۔۔۔۔

احمر ملک وھاج کو ملامتی نظروں سے دیکھتے ہوئے بولے۔

دادو پلیز میری بات۔۔۔۔۔۔۔

بس کرو وجی اور کیا سنیں؟ تم خود ہی تو بول رہے ہو کہ یہ لڑکی اس گھر کی بہو ہے اور تمہاری۔۔۔۔۔۔۔

فار گاڈ سیک بڑے پاپا۔۔۔ بس بھی کر دیں آپ لوگ۔۔۔۔۔

وھاج تقریباچلایااور بے بسی سے اپناسر دونوں ہاتھوں میں تھامتے ہوئے صوفے پر بیٹھ گیااور اپنا غصہ کنٹرول کرنے لگا۔۔۔اسے رہ رہ کے خود پر غصہ آ رہا تھا کہ اس نے ماہا کو بولنے سے کیوں روکا۔۔۔

جب تھوڑا نارمل ہوا تو بولا۔۔۔۔

بڑے پاپا یہ میری بہن آپکی بہو اور عابی کی بیوی ہے۔۔۔۔

وجی بھائی یہ عابی کی بیوی کیسے ہو سکتی ہے؟ وہ

تو صرف ماہا سے محبت کرتا ہے اور ویسے بھی جب

ہم لوگ کہتے تھے کہ شادی کر لو تب تو بڑا کہتا تھا کہ ماہا کی یادیں کافی ہیں میرے لئے اور اب شادی بھی کر لی۔۔۔۔۔۔۔

زرلال کافی غصے سے بولا۔سب گھر والے اس کی بات پر خاموش تھے۔

ادھر عابی جو صبح صبح شور کی آواز سن کر اٹھا تھا زرلال کی بات سن کر شاکڈ رہ گیااور غصے سے زرلال کے پاس آکر بولا۔

نہ تو میں ماہا کے علاوہ کسی سے شادی کی ہے اور نہ ہی تمہاری بہن کو دھوکہ دیا ہے اور رہی اس لڑکی کی بات تو میں اسے جانتا تک نہیں۔۔۔۔۔۔

ماہ روش نے غور سے عبداللہ کو دیکھا۔گندمی رنگت، عنابی لب، ہیزل براون آنکھیں، تیکھے نین نقش ،دائیں گال پر ہلکا سا ڈمپل جو اس کے مسکرانے پر ہی ظاہر ہوتا تھا۔۔۔اگر ان دو سالوں میں کوئی فرق آیا تھا تو وہ تھا گلاسز کا۔۔۔ماہا کو وہ اس وقت دنیا کا سب سے ہینڈسم لڑکا لگ رہا تھا۔

عابی وجی بھائی جھوٹ نہیں بولتے اتنا تو میں جانتا ہوں۔اور رہی تمہاری شادی کی بات تو ابھی اس لڑکی سے پوچھ لیتے ہیں۔۔۔۔۔

زرلال نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

کیا یہی ہے تمہارا شوہر ؟؟؟؟

زرلال نے عابی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔

ماہا نے اثبات میں اپنا سر ہلا دیا۔

ہو کون تم ؟کب کی میں نے تم سے شادی اور تمہاری ہمت کیسے ہوئی میری ماہا کی جگہ خود کو سوچنے کی بھی۔۔۔۔۔۔۔

عبداللہ غصے سے ماہا کا بایاں بازو دبوچتے ہوئے چلایا۔۔۔۔

اس کی گرفت اتنی سخت تھی کہ ماہا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے لیکن گلاسز کی وجہ سے کسی کو نظر نہیں آ سکے۔۔۔ماہا خاموشی سے اس کے لمس کو محسوس کرنے لگی۔۔۔

بتاؤ اب چپ کیوں ہو ؟؟؟کب کی میں نے تم سے شادی؟

عبداللہ وہاں سب کی موجودگی کو اگنور کر کے ماہا کے بازو کو جھٹکا دیتے ہوئے ایک بار پھر چلایا تھا۔

نو سال پہلے ؟؟؟

ماہا درد کی شدت کو اگنور کرتے ہوئے بولی۔

ماہا۔۔۔۔۔

عبداللہ بے ساختہ بولا۔۔۔ یہ آواز تو وہ لاکھوں آوازوں

میں پہچان سکتا تھا۔ یہی آواز تو اس کا پاگل پن تھی۔۔۔

ماہا نے اثبات میں اپنی گردن ہلائی تو عبداللہ نے جلدی سے اس کا بازو چھوڑ دیا۔

ماہا نے اپنے گلاسز اور نقاب ہٹا کر جھلملاتی آنکھوں سے عبداللہ کو دیکھا جو بے یقینی سے ماہا کو دیکھ رہا تھا۔
سب گھر والے ماہا کو ایسے دیکھ رہے تھے جیسے کوئی بھوت دیکھ لیا ہو سوائے وھاج کے جو مسکرا رہا تھا۔

ماہ روش جلدی سے احمر ملک کی طرف بڑھی اور ان کے گلے لگ کر رونے لگی۔۔۔ باقی سب اب بھی
بے یقینی سے ماہا کو دیکھ رہے تھے۔

دادو کیسے ہیں آپ؟؟؟

اس نے اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے پوچھا۔

میری گڑیا۔۔۔۔۔

احمر ملک نے ایک بار پھر اسے اپنے ساتھ لگا لیا اور اس کے سر پر بوسہ دیا۔۔۔۔

ماہا نے احمر ملک کے آنسو کئے اور بولی۔۔۔

دادو۔۔۔۔ نو مور ٹیرز۔۔۔۔۔

پھر وہ عزیر سے ملی۔۔ عزیر نے بھی اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور بولا۔۔۔

میری ماہا کیسی ہے؟؟؟

بڑے پاپا آپ لوگوں کے پاس آ گئی ہوں تو اب بالکل ٹھیک ہو جائوں گی۔۔۔۔

ماہا نے مسکرا کر جواب دیا۔

زیبا بے یقینی سے آگے بڑھی اور ماہا کے بائیں کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔۔۔۔۔

ماہا۔۔۔۔۔

ماہا جلدی سے زیبا کے گلے ملی اور اس کے روکے ہوئے آنسو پھر سے بہہ نکلے۔۔۔

ماہا میری بچی۔۔۔۔۔

زیبا اس کا چہرہ دونوں ہاتھوں میں تھام کر اس کو دیوانہ وار چومتے ہوئے بولی۔۔۔۔

ماما۔۔۔آپ کیسی ہیں؟؟؟

ماما کی جان آ گئی ہے نا ماما بالکل ٹھیک ہو گئیں ہیں۔۔۔۔

زیبا نے جھلملاتی آنکھوں سے جواب دیا۔

ماہا۔۔۔اپنے زرلال بھائی سے بھی مل لو جو زندگی میں شاید پہلی بار پچھلے پندرہ منٹ سے خاموش کھڑا ہے۔۔

وھاج نے مسکرا کر ماہ روش سے کہا۔

ماہا زرلال کی طرف بڑھی اور اس کے دونوں ہاتھ تھامتے ہوئے بولی۔۔۔۔

ماہا نے آپکو بہت مس کیا بھائی۔۔۔۔۔

اس کا اتنا بولنا تھا کہ زرلال نے اسے اپنے حصار میں لے لیا اور روتے ہوئے بولا۔

بھائی نے بھی اپنی جان کو بہت مس کیا۔۔۔ تمہارے زرلال بھائی نہیں رہ سکتے تمہارے بغیر اس لئے پلیز اب مجھے چھوڑ کر نہیں جانا۔ ورنہ تمہارا زرلال بھائی زندہ نہیں رہ سکے گا۔۔۔۔۔۔

زرلال بھائی میں کبھی نہیں جائوں گی۔۔۔۔۔

وہ زرلال کی پیشانی چومتے ہوئے بولی۔

جب وہ زرلال سے الگ ہوئی تو عبداللہ کی طرف دیکھ کر بولی۔

آپ کیسے ہیں؟؟؟؟

عبداللہ نے اپنا سر اثبات میں ہلایا اور وہاں سے چلا گیا۔۔۔۔

بھائی ماہا آپکو کہاں سے ملی؟؟؟اور یہ دو سال سے کہاں تھی؟؟

زرلال نے اپنے دماغ میں آنے والے سوال وھاج سے کئے۔۔اس کے سوال سنتے ہی ماہا کہ چہرے پر ایک سایہ آکر گزر گیا۔ جیسے سب گھر والوں نے نوٹ کیا۔

مجھے ایک یتیم خانے سے ملی۔۔۔

وھاج اسے آنکھوں سے کچھ اشارہ کرتے ہوئے بولا جیسے زرلال سمجھ گیا اس لئے بولا۔

ماما ناشتہ تو کروادیں۔ اتنی انرجی صبح صبح ویسٹ ہو گئی ہے اب پلیز جلدی سے کچھ اچھا سا کھلا دیں۔۔۔۔

میری گڑیا کیا کھائے گی ناشتے میں؟؟؟؟

زیبا نے ماہا سے پوچھا۔

جو زرلال بھائی کھائیں گے۔۔۔۔

ماہا زرلال کے گلے لگتے ہوئے بولی۔

مطلب سب کا دماغ کھائو گی۔۔۔۔۔

وھاج نے مصنوعی تاسف سے کہا۔

ماما منع کر لیں وجی بھائی کو ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔۔۔۔۔

ماہا وھاج کو گھورتے ہوئے زیبا سے بولی۔۔۔

وجی باز آ جائو۔۔۔۔۔۔

زیبا یہ بول کر کیچن میں چلی گئی۔ جبکہ وھاج مصنوعی خفگی سے بولا۔۔۔

سب کے گلے ملے لیکن اپنے وجی بھائی کو آتے ہی بھول گئی۔۔۔۔۔

ماہا زرلال کا ہاتھ پکڑ کر آگے بڑھی اور اسے وھاج کے ساتھ کھڑا کر کہ دونوں کو ایک ساتھ گلے لگاتے ہوئے

بولی۔

آئی رئیلی لو یو اینڈ مسڈ یو بھائی۔۔۔۔

جواب میں ان دونوں نے ماہا کے گرد بازو پھیلائے اور ایک ساتھ بولے۔

سیم ہیر۔۔۔۔

احمر ملک نے ان تینوں کو ایک ساتھ دیکھا تو مسکرا دیئے اور ان کی دائمی خوشیوں کے لئے دعا کرنے لگے۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

: ماضی

: لوکیشن اسلا آباد

بابا مجھے یشفعہ سے ایک دفعہ بات کرنی ہے۔۔۔۔۔

وھاج نے زبیر کو کال کر کے کہا۔۔۔۔

لیکن وجی تم۔۔۔۔۔

بابا پلیز ایک ماہ ہو گیا ہے نکاح کو اور ویسے بھی مجھے اس سے کچھ ضروری بات کرنی ہے ورنہ آپ جانتے ہیں کے میں یوں ضد نہیں کرتا۔۔۔۔

وھاج زبیر کی بات درمیان میں ہی کاٹ کر منت بھرے لہجے میں بولا۔۔۔۔

وجی ایسی بھی کونسی ضروری بات ہے جو اس سے ہی

کرنی ہے۔ مجھے بتا دو اگر کوئی میسج ہے تو میں دے دوں گا۔۔۔۔۔۔۔

زبیر اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا۔۔۔

بابا پلیز نا۔۔۔۔۔اچھا بس پہلی اور آخری دفعہ بات کروادیں۔۔۔۔۔۔

وھاج نے سنجیدگی سے کہا۔۔۔۔۔

ٹھیک ہے میں اسد کو کال کر کے بولتا ہوں۔۔۔۔

زبیر نے اس کی سنجیدگی نوٹ کرتے ہوئے کہا۔۔۔

تھینکس بابا۔۔۔۔۔اپنا اور گھر والوں کا خیال رکھیے گا۔۔۔۔اللہ حافظ۔۔۔

اللہ حافظ۔۔۔۔

زبیر نے مسکرا کر کال بند کر دی۔۔۔

ٹھیک آدھے گھنٹے بعد اسد نے وھاج کو کال کی۔۔۔۔۔

اسلام وعلیکم ! احمد بیٹا کیسے ہو؟؟؟

میں ٹھیک ہوں انکل آپ کیسے ہیں؟؟؟

وھاج نے نرمی سے پوچھا۔

میں بھی ٹھیک ہوں۔۔۔اچھا خریت تھی جو تم عاشو سے بات کرنے کی ضد کر رہے تھے۔۔۔۔۔

اسد نے بظاہر سنجیدگی سے پوچھا لیکن لہجے میں

شرارت واضع تھی۔۔۔۔

وہ انکل کچھ بات کرنی تھی۔ اگر آپکو مناسب نہیں لگا تو کوئی بات نہیں میں بات نہیں کروں گا۔۔۔

ارے نہیں بیٹا ایسی بات نہیں ہے۔۔۔ بلکہ میں تو خود تمہاری کال کا ویٹ کر رہا تھا۔ کافی دنوں سے بات جو نہیں ہوئی تم سے۔۔۔۔۔

اسد اس کی سنجیدگی نوٹ کرتے ہوئے بولا۔

انکل گھر میں سب کیسے ہیں؟

سب ٹھیک ہیں اور یہ لو عاشو آ گئی ہے اس سے بات کر لو۔۔۔

اسد یشفعہ کو موبائل پکڑا کر وہاں سے چلا گیا

یشفعہ نے کچھ جھجکتے ہوئے موبائل پکڑا اور بولی۔

اسلام و علیکم۔۔۔۔

وعلیکم اسلام۔۔۔ کیسی ہو؟؟

وھاج نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

میں ٹھیک ہوں۔۔۔۔

یشفعہ بمشکل خود کو کمپوز کرتے ہوئے بولی۔

انسان جواب میں دوسروں کا حال ہی پوچھ لیتا ہے۔۔۔۔

وھاج نے اپنے مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا۔

جی۔۔وہ۔۔۔کیسے ہیں آپ؟؟؟

یشفعہ تیزی سے بولی۔

آپکی دعائوں سے بالکل ٹھیک ہوں۔۔۔۔۔۔۔

وھاج نے جواب دیا۔

پھر دونوں میں خاموشی چھا گئی جیسے وھاج نے توڑا۔

مجھے آپ سے کچھ ضروری بات کرنی ہے اور امید کرتا ہوں کہ آپ میری بات کو سمجھیں گی۔۔۔۔

جی بولیں۔۔۔۔۔

میں ایک کام سے لاہور آیا ہوا تھا پچھلے چار دنوں سے اور میں نے تمہیں کلاس کے ایک لڑکے کہ ساتھ دیکھا تھا۔ مجھے غلط مت سمجھنا لیکن بات یہ ہے کہ وہ تمہارے لئے غیر محرم ہے اور جس طرح سے وہ بار بار تمہارے قریب آنے کی کوشش کر رہا تھا میرا دل کر رہا تھا کہ اسی وقت اسے جان سے مار دیتا۔ لیکن مجبور تھا کیونکہ غلط اگر وہ تھا تو تم بھی تھی۔

خیر مختصر یہ کہ آج کے بعد تم کسی بھی لڑکے سے نہیں ملو گی ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔اب چاہے اسے میرا حکم سمجھو یا میری گذارش مرضی ہے تمہاری۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وھاج نے کافی سخت لہجے میں آخری بات کہی۔

یشفعہ تو اس کی بات سن کر ہی غصے سے آگ بگولا ہو گئی۔۔۔۔

آپ کی اتنی ہمت کے آپ مجھ پر رعب جھاڑیں۔۔۔ میری ایک بات کان کھول کر سن لیں وہ لڑکا میرا دوست نہیں ہے بلکہ ایک پلے میں پارٹنر ہے اور اس کا پلے میں کریکٹر ایسا ہے۔ کہ اسے ایسی حرکت کرنی پڑی۔۔ اور

اس بات کا خمیازہ وہ بھگت بھی چکا ہے۔ اور رہی بات آپ کے حکم کی تو ایک بات میں یاد کروادوں کہ میں نے یہ نکاح اسی شرط پر کیا تھا کہ شادی سے پہلے آپ کسی قسم کی کوئی پابندی نہیں لگائیں گے۔ اور ویسے بھی ابھی میں نے آپکو کسی قسم کا کوئی رائٹ نہیں دیا جس کی وجہ سے آپ یوں مجھے اپنا پابند کر رہے ہیں۔۔۔۔۔

یشفعہ نے بمشکل اپنا غصہ کنٹرول کرتے ہوئے کہا۔

اچھی بات ہے کے وہ خمیازہ بھگت چکا ہے۔ اور رہی بات پابند ہونے کی تو جس دن ہمارا نکاح ہوا تھا تم اسی وقت سے میری پابند ہو گئی تھی۔ اور رائٹ کی بات تو

تم رہنے ہی دو کیوں کے جتنا رائٹ اب میرا ہے تم پر اتنا تمہارا خود کا بھی نہیں ہو گا۔ سمجھی۔۔۔۔۔

وھاج نے جان بوجھ کر اسے چڑایا اور وہ چڑ گئی۔

دیکھئے آپ۔۔۔۔۔

سوری اس وقت میں آپکو دیکھ نہیں سکتا۔۔۔۔۔

وھاج نے اس بات درمیان میں سے ہی اچک کر شرارت سے کہا۔

مسٹر احمد آپ حد سے بڑھ رہے ہیں۔۔۔۔۔

یشفعہ بے بسی سے بولی۔

ابھی تو میں اپنی حدود میں ہی ہوں اگر اس وقت آپ روبرو ہوتیں تو شاید اپنی حد سے بڑھ جاتا۔۔۔۔۔۔

وھاج اس کا غصے سے پھولا ہوا چہرہ تصور میں لا کر شرارت سے بولا۔

مجھے آپ سے کوئی بات ہی نہیں کرنی۔۔۔۔۔۔۔

یشفعہ اس کی بات کا مفہوم سمجھ کر ہی گھبرا گئی اس لئے اپنی گھبراہٹ کو چھپانے کے لئے وھاج سے غصے سے بولی۔

یشفعہ یہ بول کر کال ڈراپ کرنے ہی لگی تھی جب وھاج جلدی سے بولا۔

مسز بات تو سنو۔۔۔۔۔۔

کیا ہے؟؟؟؟

تم نے بابا سے میری تصویر کیوں نہیں مانگی یا پھر ڈائریکٹ روبرو ملنے کا ارادہ ہے۔۔۔۔۔

وھاج کے لہجے میں اب بھی شرارت تھی۔

کیونکہ مجھے آپکی تصویر میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔۔۔۔۔۔

یشفعہ دانت پیستے ہوئے بولی۔

اچھا چلو یہ باتیں چھوڑو اور مجھے یہ بتاؤ۔ کیا تم صرف میرے لئے خود کا خیال رکھو گی۔۔ میرے پاس آنے تک اپنی حفاظت کرو گی۔؟؟؟؟

وھاج نے کافی نرمی سے پوچھا۔۔۔

وھاج کی بات سن کر یشفعہ کے دل کی دھڑکن معمول سے زیادہ تیز ہو گئی تھی۔۔۔۔۔

یشفعہ تم نے جواب نہیں دیا؟؟؟؟

وھاج اس کی مسلسل خاموشی کو نوٹ کرتے ہوئے بولا۔

وہ۔۔ میں۔۔۔۔

ٹھیک ہے۔۔ کوئی جواب مت دو۔ یہ میری شاید تمہیں رخصتی سے پہلے آخری کال ہے۔اس لئے تم اپنا خیال رکھنا اور میرے لئے دعا ضرور کرنا۔۔۔۔ اللہ حافظ ۔۔۔

وھاج اس کا جواب سنے بغیر کال ڈراپ کر گیا۔ جبکہ یشفعہ ابھی تک موبائل کو گھور رہی تھی۔۔۔۔۔

کیوں سوار ہو رہا ہے یہ شخص میرے اعصاب پر؟؟؟

یشفعہ خود سے بولی۔اور پھر سر جھٹک کر اسد کے روم سے باہر نکل گئی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

کوئی منتظر ہے اس کا کتنی شدت سے۔۔۔۔۔

وہ جانتا ہے مگر انجان بنا رہتا ہے۔۔۔۔

حال :

: لوکیشن اسلا آباد

سر جبران کے بھائی نے خودکشی کر لی ہے۔۔۔۔۔۔

پیٹر نے رستم کو مطلع کیا جب رستم شراب پی رہا تھا اور ساتھ ساتھ موبائل پر کچھ چیک کر رہا تھا۔

رستم نے ایک نظر پیٹر کو دیکھا اور لاپرواہی سے بولا۔

اچھا ہوا مر گیا میرا کونسا چچا کا بیٹا تھا جو تم مجھے اطلاع دے رہے ہو۔۔۔۔۔۔

سر ایک بات اور تھی کہ جبران لغاری موقع سے ہی غائب ہے۔۔۔۔۔۔۔۔

جبران لغاری غائب۔۔۔ مطلب کیا ہے تمہارا؟؟؟؟

رستم نے موبائل سے نظریں ہٹا کر پوچھا۔

سر مجھے کچھ گڑبڑ لگ رہی ہے کیونکہ سب کو معلوم ہے کہ حنان لغاری میں جبران لغاری کی جان بستی تھی

لیکن جبران لغاری کل رات دس بج کے پینتالیس منٹ پر حنان کے روم میں جاتے ہوئے دکھائی دیا لیکن وہاں سے نکلتے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا۔۔اور حیران کن بات یہ ہے کہ اس کے ساتھ اس کا ڈرائیور بھی تھا۔

پیٹر نے رستم کو تفصیلی انداز میں جواب دیا۔

اور تم یہ سب کیسے جانتے ہو؟؟؟؟

سر جبران لغاری کے ایک آدمی نے بتایا ہے جو اس وقت حنان لغاری کے لئے پانی لینے گیا تھا۔۔۔۔

بقول جبران کی آدمیوں کے سیکیورٹی کیمرے بھی بند تھے۔۔۔۔۔

پیٹر نے جواب دیا۔

پہلے عثمان کا جبران سے میٹنگ کرنا۔ پھر ان دونوں کی میٹنگ کی ویڈیو عثمان کے ذریعے ہم تک آنا۔ اس کے بعد عثمان کا مرنا۔ اور اب حنان کا خودکشی کرنا اور جبران لغاری کا منظر عام سے غائب ہونا۔۔۔۔

ان سب میں صرف ایک چیز کامن ہے اور ہے جبران لغاری۔۔۔۔

رستم کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

سر ایک بات اور بھی ہے۔۔۔ کہ کل جب میٹنگ میں ویڈیو پلے ہوئے تھی تو جہاں عثمان کے چہرے پر ڈر تھا وہیں جبران مکمل مطمئن تھا۔ اور اس نے کافی اعتماد سے کہا کے عثمان اس سے دو لڑکیوں کی ڈیل کر چکا ہے۔ جبکہ عثمان کا کہنا تھا کہ ایسا کچھ نہیں ہے۔۔۔۔۔۔

پیٹر بھی تشویش سے بولا۔

لیکن ہم نے خود کل سیکیورٹی کیمرے میں عثمان اور حماد کو دو لڑکیوں کو لے جاتے ہوئے دیکھا ہے۔۔۔۔۔

رستم اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا۔

سر جب عثمان نے آپ کو یو ایس بی کا ڈیٹا کب چیک کروایا تھا؟؟؟؟

پیٹر نے پوچھا۔

تقریبا گیارہ پینتیس پر۔اور پندرہ منٹ بعد وہ واپس بھی چلا گیا تھا۔۔۔۔۔۔کیوں کیا ہوا؟؟؟؟

رستم نے پیٹر کی طرف دیکھ کر نا سمجھی سے پوچھا۔

مطلب وہ آپ کا روم سے گیارہ پچاس پر نکلا ہو گا۔۔۔۔سر ہم نے آپ کے روم سے باہر کوریڈور کے کیمرے کی ویڈیو تو چیک ہی نہیں کی۔۔۔کیا پتہ وہاں سے کچھ معلوم چل جائے کہ عثمان کے ساتھ ہوا کیا تھا؟

پیٹر کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

ٹھیک ہے تم سیکیورٹی روم سے جا کر چیک کر لو میں تب تک ذرامیڈیا سے بات چیت کر کے حنان لغاری کے لئے افسوس کا اظہار کر دوں۔۔۔۔۔۔

یہ بول کر رستم وہاں سے اپنے روم کی طرف چلا گیا۔۔۔جبکہ پیٹر سیکیورٹی روم کی طرف چلا گیا

۔۔۔۔۔۔

کیا ماہا واقعی زندہ ہے ؟؟؟ مجھے یقین کیوں نہیں آ رہا؟؟ کیا معجزے ایسے بھی ہوتے ہیں؟ کیا صبر کا پھل اتنا میٹھا بھی ہوتا ہے؟؟؟؟

عبداللہ کب سے اپنے کمرے کے چکر کاٹ رہا تھا اور خود سے باتیں کر رہا تھا۔۔۔

یا اللہ تیرا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ تو نے اسے میرے پاس واپس بھیج دیا۔۔۔۔

عبداللہ آسمان کی طرف دیکھ کر بولا اور پھر وارڈوب سے کپڑے لے کر واش روم کی طرف بڑھ گیا۔

ماہا بیٹا کھانا کیوں نہیں کھا رہی؟؟؟؟

احمر ملک نے نرمی سے پوچھا۔

دادو بھوک نہیں ہے۔۔۔۔۔

ماہا بمشکل مسکرا کر جواب میں بولی۔

میری گڑیا کو میں اپنے ہاتھوں سے کھلاؤں گی۔۔۔

زیبا پلیٹ میں چاول ڈالتے ہوئے پیار سے بولی۔۔۔

نہیں پہلا نوالہ میں کھلاؤں گا۔۔۔۔۔

عزیر زیبا کے ہاتھ سے پلیٹ لیتے ہوئے بولا۔

نہیں میری گڑیا تو اپنے دادو کے ہاتھ سے کھائے گی۔۔۔۔۔۔

احمر ملک عزیر کے ہاتھ سے پلیٹ لیتے ہوئے بولے۔۔۔

بابا جان مجھے کھلانے دیں نہ؟؟؟

زیبا بولی۔۔۔۔

ماہا کبھی احمر ملک، کبھی عزیر اور کبھی زیبا کو دیکھ رہی تھی جو اسے کھانا کھلانے کے لئے بحث کر رہے تھے۔۔ جبکہ زرلال۔ وھاج اور عبداللہ کبھی ماہا کو دیکھ رہے تھے تو کبھی ان تینوں کو۔۔۔۔

زرلال جلدی سے آگے بڑھا اور اپنی پلیٹ میں سے بریانی کا ایک چمچ ماہا کے منہ میں ڈال دیا۔ جس سے وھاج اور عبداللہ کی ہسی نکل گئی جبکہ باقی سب نے گھور کر زرلال کو دیکھا۔۔۔۔

دیکھیے آپ سب کی بحث میں ماہا بیچاری بھوکی رہتی اس لئے میں نے سوچا جب تک آپ لوگ لڑ رہے ہیں ماہا کو کھانا میں کھلا دیتا ہوں۔۔۔۔۔۔

زرلال ماہا کو کھانا کھلاتے ہوئے بولا۔

دادو۔۔۔ بس کریں آپ لوگ میں آپ سب کے ہاتھوں سے کھالوں گی۔۔۔۔

یہ بول کر ماہ روش اپنی جگہ سے اٹھی اور احمر ملک کے پاس جا کر بولی۔۔۔

دادو کھلائیں مجھے اپنی پلیٹ میں سے۔۔۔۔

احمر ملک نے اسے ایک نوالہ کھلایا پھر عزیر نے کھلایا۔ اس کے بعد زیبا نے اسے کھلایا تو وہ وھاج کے پاس گئی اور بولی۔۔۔۔

وجی بھائی۔ آپ بھی کھلائیں۔۔۔۔

وھاج نے مسکراتے ہوئے اسے اپنی پلیٹ میں سے ایک نوالہ کھلایا تو جواب میں وہ مسکرا دی اور اپنی جگہ پر واپس جانے ہی لگی تھی جب زرلال بولا۔

ماہا تم نے سب کے ہاتھوں سے کھانا کھایا ہے لیکن عابی کے ہاتھوں سے نہیں کھایا۔۔۔۔ حالانکہ ہم سب سے زیادہ ذائقہ اسی کی ہاتھ میں ہو گا۔۔۔۔۔۔

اس کی بات سن کر جہاں ایک پل کو عابی اور ماہا کی نظریں ملیں وہیں وھاج نے غصے سے زرلال کو گھورا۔۔۔۔

ماما میں کمرے میں جا رہی ہوں ریسٹ کرنے۔۔۔۔

یہ بول کر ماہا وہاں سے چلی گئی۔۔

لگتا ہے شرما گئی۔۔۔۔۔

زیبا مسکراتے ہوئے بولی۔

جہاں سب زیبا کی بات پر مسکرائے وہیں عبداللہ کو ماہا کی ہچکچاہٹ کچھ عجیب لگ رہی تھی۔۔۔۔۔۔

عاشو انکل کیسے ہیں؟؟؟؟

یشفعہ ہوسپٹل سے واپس آئی جب مومنہ نے پوچھا۔۔۔۔

ٹھیک ہیں۔۔۔۔

یشفعہ بمشکل مسکرا کر بولی۔

انکل کو ڈسچارج کب تک ملے گا؟؟؟؟

دو تین دن تک مل جائے گا انشاءاللہ۔۔۔۔۔

یشفعہ نے جواب دیا۔

چلو اچھی بات ہے۔ میں کھانا لگائوں تمہارے لئے ؟؟؟؟

مومنہ نے یشفعہ سے پوچھا۔

نہیں ابھی ریسٹ کروں گی۔ تم جاتے ہوئے دروازہ بند کر جانا۔۔۔۔

یشفعہ نے مومنہ سے کہا۔

مومنہ دروازہ بند کر کے چلی گئی۔۔۔۔۔

بیا پلیز واپس آ جائو آئی مسنگ یو۔۔۔۔۔۔

یشفعہ اریب کی تصویر دیکھ کر بولی۔۔۔

کس کو مس کیا جا رہا ہے مسز؟؟؟؟؟

یشفعہ وھاج کی آواز پر ایک دم پیچھے مڑی تو اس کو اپنے کمرے کی کھڑکی کے پاس کھڑا پایا۔۔۔۔۔

تم؟ تم یہاں کیسے آئے ہو اور کیوں؟

یشفعہ تقریباً چلائی تھی۔

ہاں میں۔ اس کھڑکی سے اور اس میں چلانے والی کونسی بات ہے؟؟؟

وھاج نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے مسکرا کر پوچھا۔

جواب میں یشفعہ نے اسے گھورا۔۔۔

اب چلانا مت کیونکہ اتنا تو میں جان گیا ہوں کہ تم مجھے اچھے سے پہچان گئی ہو۔۔۔۔۔۔

وھاج اس کے منہ سے ہاتھ ہٹاتے ہوئے بولا۔

نہیں میں نہیں جانتی کہ تم کون ہو؟؟؟؟

یشفعہ اس سے دو قدم دور ہٹتے ہوئے سنجیدگی سے بولی۔

اچھا واقعی میں؟؟؟؟ تو پھر آج ہوسپٹل میں اسد انکل

کو کون بتا رہا تھا کہ میجر احمد ہی وھاج ہے۔۔۔اور کون میرا ایڈریس اور پکس مانگ رہا تھا؟؟؟

وھاج نے اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے پوچھا۔

ہاں تو گناہ ہو گیا جو مانگ لیا ایڈریس اور پکس؟؟؟؟

یشفعہ اپنی خجالت مٹانے کے لئے غصے سے بولی۔۔۔

ارے۔۔ارے۔۔۔میں نے کب کہا کہ گناہ ہو گیا ہے۔۔۔تمہارا مجازی خدا ہوں اور پورا حق ہے تمہارا

مجھ پر۔۔۔۔

وھاج شرارت سے بولا۔

اوہ۔۔۔۔تو اسی لئے آپ نے بابا کو بھی منع کیا ہوا ہے۔۔۔

نہیں منع کب کیا ہے؟ میں بس خود ہی تمہارے سوالوں کے جوابات دینا چاہتا تھا اور ساری غلط فہمیوں

کو دور کرنا چاہتا تھا۔۔۔۔۔

وھاج اس کے بیڈ پر بیٹھتے ہوئے سنجیدگی سے بولا۔۔۔

جھوٹ بول رہے ہیں آپ۔۔۔۔۔ پچھلے دو سالوں سے مجھے پاگل بنا رہے ہیں یہ بول کر آپ میجر احمد ہیں اور نکاح کے وقت بھی بابا نے مجھے آپ کا نام صیح سے نہیں بتایا تھا۔ صرف احمد زبیر بتایا تھا۔ اور ویسے بھی آپ بابا سے مکمل رابطے میں تھے میں کیا کرتی ہوں؟ کیا کھاتی ہوں؟ کیا پہنتی ہوں؟ یہاں تک کہ میری ایک ایک منٹ کی رپورٹ آپ تک پہنچ جاتی تھی۔۔۔۔۔۔۔۔

یشفعہ نان سٹاپ بول رہی تھی اور وھاج خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔

اور ایک بات جب آپکو پتہ تھا کہ میں اسلام آباد میں ہوں آپ نے تب بھی مجھے بتانا ضروری نہیں سمجھا بلکہ مجھے ایک فلرٹی کی طرح مل کر مجھے آزماتے رہے کہ آیا کیا واقعی میں، میں آپکی امانت کی حفاظت کر رہی ہوں یا ایک بدکردار۔۔۔۔۔۔۔۔

شششش۔۔۔۔۔۔۔۔

وھاج نے اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے ہی اس کے لبوں پر اپنی شہادت کی انگلی رکھ دی اور گردن کو نفی میں ہلا دیا۔۔۔۔

تم میرے لئے کیا ہو؟ یہ بات میں خود بھی نہیں جانتا۔۔ لیکن ایک بات میں ضرور جانتا ہوں کہ اگر میں نے

ماہا کے علاوہ کسی سے محبت کی ہے تو وہ صرف تم ہو۔۔ کیونکہ جب وہ روتی ہے تو میرا دل کرتا ہے کہ میں پوری دنیا میں آگ لگا دوں لیکن جب تمہیں روتا ہوا دیکھتا ہوں تو مجھے اپنی سانسیں بند ہوتی ہوئیں محسوس ہوتیں ہیں۔۔۔۔۔۔

وھاج کو جب یقین ہو گیا کہ یشفعہ اس کی بات دھیان سے سنے گی تو اس نے اپنی انگلی اسکے لبوں سے ہٹائی اور اسکی طرف پشت کر کے بولا۔

دو سال پہلے تک تم صرف میری منکوحہ تھی میری محبت نہیں۔۔۔۔ بابا ممی اور ماہا کے جانے کے بعد میں بہت ٹوٹ چکا تھا مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ میں کیا کروں پھر میں نے ایک دن اسد انکل کو کال کی تو انہوں نے مجھے بتایا کے تم ہوسپٹل ہو۔ تمہارا ایکسیڈنٹ ہوا ہے۔ میں تم سے ملنے ہوسپٹل گیا تو انکل نے میری حالت دیکھی اور مجھ سے پوچھا کے مجھے کیا ہوا ہے؟؟؟

جواب میں نے انہیں سب بتا دیا کہ میرے بابا، ممی اور ماہا مجھے چھوڑ کر چلے گئے ہیں۔ اس وقت انہوں نے مجھے حوصلہ دیا اور بتایا کہ وہ بھی اپنی ایک بیٹی کو کھو چکے ہیں میں واقعی ان کا حوصلہ دیکھ کر حیران رہ گیا تھا۔ پھر تم سے ملا تو تمہیں یوں بستر پر کمزور سی حالت میں دیکھ کر مجھے بہت تکلیف ہوئی۔ اسی وقت میں نے انکل سے کہا کہ وہ تمہیں میرے بارے میں تب تک کچھ نہ بتائیں جب تک تم خود نا چاہو۔۔۔۔۔۔

جانتی ہو کہ میں نے ایسے کیوں کیا؟؟؟؟

اس نے یشفعہ کو دیکھ کر سنجیدگی سے اس سے پوچھا۔

یشفعہ نے اپنی گردن نفی میں ہلا دی۔۔

کیونکہ مجھے تم سے دور رہ کر تمہیں اپنے قریب کرنا تھا۔ اور اس کے لئے اسد انکل نے میرا کافی ساتھ دیا۔

پھر جب مجھے یقین ہو گیا کہ مسز احمد کو واقعی مجھ سے محبت ہو گئی ہے تو میں نے تمہیں اسلام آباد بلوایا علی اور مومنہ کی منگنی پر لیکن جیسے ہی میں تمہیں بتانے کے لئے تمہارے پیچھے گیا تم نے اچھا خاصی میری واٹ لگا دی۔۔۔اور پھر ہر ملاقات میں ایسے ہی ہوا۔

اور رہی نام کی بات تو میرا پورا نام میجر وھاج احمد زبیر ملک ہے لیکن آرمی میں جو لوگ جانتے ہیں ان کے لئے وھاج اور جو نہیں جانتے ان کے لئے احمد ہوں۔۔۔۔۔۔۔

وھاج نے اپنی بات مکمل کر کے یشفعہ کو دیکھا جو یک ٹک وھاج کو دیکھ رہی تھی۔۔۔۔۔

وھاج مسکرا کر آگے بڑھا اور یشفعہ کو اپنے حصار میں لے کر بولا۔

اب بھی کوئی سوال ہے تو پوچھ لو کیوں کہ آج میرے پاس اپنی مسز کے لئے فرصت ہی فرصت ہے۔۔۔۔

یشفعہ نے اپنی گردن نفی میں ہلا دی تو وھاج نے مسکرا کر اسے مزید خود میں بھینچ لیا۔کافی دیر دونوں نے ایک دوسرے کو محسوس کیا پھر وھاج اسے خود سے علیحدہ کرتے ہوئے بولا۔

مجھے تم سے کچھ پوچھنا ہے امید کرتا ہوں سچ سچ جواب دو گی۔۔۔

کک۔کیا پوچھنا ہے آپکو؟؟؟

یشفعہ گڑبڑا کر بولی۔

یہی کے تم جبران لغاری کے گھر یہاں تک کے اس کے کمرے میں کیا لینے گئی تھی؟؟؟؟؟

وہ۔۔۔میں۔۔۔وہ۔۔۔

یشفعہ اپنی انگلیاں چٹخاتے ہوئے بولی۔

دیکھو یشفعہ سب کچھ سچ سچ بتاؤ۔۔۔۔۔۔

وھاج نے کافی نرمی سے کہا۔

جواب میں یشفعہ نے شاپنگ مال سے لے کر جبران لغاری کے کمرے تک ساری روداد اسے سنا دی۔۔۔۔

تم اتنی بڑی بیوقوف کیسے ہو سکتی ہو؟ اگر میں وہاں نہ آتا تو جانتی ہو تمہارے ساتھ کیا ہو سکتا تھا؟؟؟؟

وھاج بمشکل اپنے غصے کو کنٹرول کرتے ہوئے بولا۔

مانتی ہوں کہ غلطی ہو گئی تھی لیکن برا تو کچھ بھی نہیں ہوا نہ؟؟؟؟

یشفعہ شرمندگی سے بولی۔

اس سے زیادہ برا کیا ہو سکتا ہے کہ تم اس کے کمرے میں اس کے اتنے نزدیک تھی۔اگر وہ۔۔۔۔۔

بس۔۔۔۔۔۔۔

یشفعہ نے اپنا دایاں ہاتھ اس کے منہ پر رکھا اور بولی۔

ایم رئیلی سوری۔۔۔آئندہ ایسا کچھ نہیں ہو گا آئی پرامس۔۔اور اگر آپ پھر بھی سزا دینا چاہیں تو۔۔۔

سزا تو ملے گی اس غلطی کی اور ایسی سزا دوں گا کہ آئندہ تم ایسی غلطی کرنے کا سوچو گی بھی نہیں۔۔۔۔

وھاج نے کافی سخت لہجے میں کہا تو یشفعہ نے ناسمجھی سے وھاج کو دیکھا۔

وھاج نے اپنا بایاں بازو اس کے کمر کے گرد حائل کیا اور اسے خود سے قریب کر لیا پھر اپنے دائیں ہاتھ سے اسے کے چہرے پر آنے والے بالوں کو ہٹایا اور جھک کر اس کے بائیں گال پر اپنے لب رکھ دیئے۔ یشفعہ کو ایسے محسوس ہوا جیسے پورے جسم میں کرنٹ دوڑ گیا ہو۔۔ وھاج پیچھے ہٹا اور یشفعہ کو دیکھا جس کا چہرہ حیا سے سرخ ہو چکا تھا۔۔

وھاج پھر سے جھکا اور اس کے بائیں کان میں سرگوشی کرتے ہوئے بولا۔

جبران لغاری کوئی اور نہیں بلکہ میں ہوں۔ اور میں آرمی میں میجر ہونے کے ساتھ ساتھ ایک خفیہ ایجنسی کا نمائندہ بھی ہوں اور امید کرتا ہوں کہ تم یہ بات صرف اپنے تک ہی رکھو گی۔۔۔۔۔۔

یشفعہ نے پوری کی پوری آنکھیں کھول کر وھاج کو دیکھا اور غصے سے بولی۔

آپ جبران لغاری مطلب۔۔۔۔ آپ لوگوں کو قتل اور لڑکیوں کے ساتھ۔۔۔۔ اور اس دن شاپنگ مال میں بھی آپ ہی تھے نا؟؟؟

وھاج اس کی بات سمجھ کر جلدی سے بولا۔

جبران لغاری دو سال پہلے ہی مر چکا تھا اور مجھے جبران لغاری بنے ابھی تقریبا ایک مہینہ ہی ہوا ہے۔۔۔۔۔۔

اور ان دنوں میں جو بھی لڑکی میرے کمرے میں آئی ہے وہ میری ٹیم ممبر تھی۔۔۔۔۔۔

اور جو زرلال بول رہا تھا کہ آپکی بارہ سال کی بیٹی ہے اور۔۔۔۔۔

ہاہاہاہاہا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ سیریسلی۔۔۔۔۔ عاشو۔۔ تمہیں لگتا ہے کہ میری بارہ سال کی بیٹی ہو سکتی ہے۔۔۔۔

وھاج ہنستے ہوئے بولا۔

نہیں میں تو بس۔۔۔۔۔۔۔

یشفعہ کو اپنی بیوقوفی پر جی بھر کے غصہ آ رہا تھا۔

کیا میں تو بس؟؟؟ ہاں اگر تمہیں بیٹی چاہیے تو۔۔۔۔۔

وھاج نے جان بوجھ کر اپنی بات ادھوری چھوڑ دی اور یشفعہ تو اس کی بات کا مفہوم سمجھ کر ہی لال ٹماٹر ہو گئی تھی۔۔۔۔۔

یار بار بار یہ شرمایا مت کرو۔۔ پاگل تو میں پہلے ہی ہوں تمہارے لئے اب کیا جان نکالو گی؟؟؟؟ اللہ نہ کرے۔۔۔۔۔

یشفعہ اس کے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔

وھاج کو اس کی اس حرکت پر بے پناہ پیار آیا اور بولا۔

میری آنکھوں نے پکڑا ہے کئی بار انہیں رنگے ہاتھوں۔۔۔۔ ~ ~ ~

وہ عشق کرنا تو چاہتے ہیں لیکن گھبراتے بہت ہیں۔۔۔۔۔۔

جواب میں یشفعہ بے اختیار اپنی پلکیں جھکا گئی تو وھاج نے محبت سے اسے اپنے حصار میں لے لیا

ماما وجی بھائی نہیں آئے ناشتے کے لئے؟؟؟؟

زرلال نے وھاج کی غیر موجودگی کو نوٹ کرتے ہوئے پوچھا۔

بھائی کا کل رات میسج آیا تھا وہ علی بھائی کی طرف ہیں۔۔۔۔۔

ماہا نے زرلال کو جواب دیا۔

ماما۔۔۔ عابی کہاں ہے وہ بھی نظر نہیں آ رہا؟؟؟

عابی کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے اس لئے وہ ریسٹ کر رہا ہے۔۔۔۔

زیبا نے زرلال کو جواب دیا۔

ماما۔۔۔ کیا ہوا ہے عابی کو؟؟؟؟

کافی تیز بخار ہے۔۔۔ بول رہا تھا کہ آرام کروں گا تو ٹھیک ہو جاؤں گا۔۔۔۔

ماما اسے ٹائم پر میڈیسن دے دیجئے گا میں آفس سے آ

کر اسے ملوں گا۔۔۔

زرلال اپنی جگہ سے اٹھتے ہوئے بولا۔

واہ بھئی واہ آج تو خود ہی آفس کے لئے ٹائم سے جا رہے ہو۔۔۔۔

عزیر اپنے روم سے نکلتے ہوئے زرلال کو دیکھ کر بولا۔

جی بڑے پاپا وہ کیا ہے نہ میں نے سوچا پنکچوئل بن کر بھی دیکھا جائے کہ کوئی فائدہ بھی ہوتا ہے یا نہیں

۔۔۔۔۔۔

زرلال شرارت سے جواب میں بولا۔

اچھا چلو پھر چلتے ہیں۔۔۔۔۔۔

عزیر ماہا کے سر پر بوسہ دیتے ہوئے باہر کی جانب بڑھ گیا۔

زرلال نے بھی عزیر کی طرح کو ماہا کے سر پر بوسہ دیا اور اسے اپنے ساتھ لگاتے ہوئے بولا۔

خیال رکھنا اپنا۔ رات میں ملتے ہیں۔۔۔۔۔

اللہ حافظ ماما۔۔۔۔۔

یہ بول کر وہ وہاں سے چلا گیا۔۔۔۔

ماہا کیا ہوا کوئی پریشانی ہے کیا؟؟؟

زیبا نے ماہ روش کے چہرے پر سنجیدگی دیکھتے ہوئے

پوچھا۔

نہیں ماما کوئی پریشانی نہیں۔۔۔۔

ماہا نے بمشکل مسکرا کر جواب دیا۔

اچھا پھر یہ ناشتہ عابی کو کمرے میں دے آئو میں ذرا بابا کے لئے چائے بنالوں۔۔۔۔۔

زیبا اس کے ہاتھ میں ٹرے تھما کر وہاں سے کیچن میں چلی گئی۔۔۔۔۔

میں کیسے جائوں ان کے کمرے میں؟ چل ماہا تھوڑی سی ہمت کرنی پڑے گی۔۔۔۔۔

وہ خود سے بولی اور عبداللہ کے کمرے کی طرف چل پڑی۔۔۔

اس نے کنفیوز ہوتے ہوئے دروازہ ناک کیا۔۔۔۔

آ جائیں۔۔۔۔۔

عبداللہ کی نیند میں ڈوبی آواز سنائی دی۔۔۔

ماہا دروازہ کھول کر اندر بڑھی تو اپنی جگہ پر ہی ساکت رہ گئی۔ کمرے میں ہر طرف صرف ماہا کی تصاویر تھیں۔ بچپن سے لے کر دو سال پہلے تک کی اس کی ساری تصاویر موجود تھیں۔۔۔۔

اس سراب کے پیچھے مت بھاگیں عابی کیونکہ اس سے آپکو کچھ حاصل نہیں ہونے والا۔

ماہ نے دل میں سوچا اور زور سے آنکھیں میچ کر اپنے آنسوؤں کو روکا۔۔۔۔ پھر آگے بڑھ کر عبداللہ کے کمرے میں موجود ٹیبل پر ناشتہ رکھا اور عبداللہ کی طرف دیکھ کر بمشکل مسکرائی۔۔۔۔۔

کیسی قسمت ہے میری کہ آپکی زندگی میں چاہ کر بھی نہیں آسکتی۔۔۔۔۔

اس نے دل میں سوچا اور اس سے پہلے کہ وہ کچھ اور سوچتی عبداللہ بند آنکھوں سے بولا۔

نظر لگانے کا ارادہ ہے کیا؟؟؟؟

ماہا نے اپنی آنکھیں بڑی کیں اور حیرانگی سے عبداللہ کو دیکھنے لگی۔۔۔۔

عبداللہ نے آنکھیں کھول کر ماہا کو دیکھا اور مسکرا کر بولا۔

اتنا حیران ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے پتہ چل گیا تھا کہ تم ہی آئی ہو۔۔۔۔۔۔۔۔

آپکو کو کیسے پتہ چلا؟؟؟؟

ماہا نے بے ساختہ پوچھا۔

محبوب کے قدموں کی آہٹ تو عاشق میلوں دور سے پہچان لیتے ہیں اس لئے میں بھی پہچان گیا۔

عبداللہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگاتے ہوئے مسکرا کر بولا

مجھے اب چلنا چاہیے۔ ماما نے ناشتہ بھیجا ہے وہ کر لیجئیے گا۔۔۔۔۔

ماہا سنجیدگی سے بول کر وہاں سے جانے لگی تھی جب عبداللہ نے اسے روکا۔

ماہا رکو۔۔۔۔۔۔

ماہ روش دروازے کے پاس ہی رک گئی لیکن عبداللہ کی طرف اس کی پشت تھی۔۔۔۔

ماہا مجھے تم سے بات کرنی ہے ادھر آؤ۔۔۔۔۔۔

مجھے کچھ کام ہے میں بعد میں آتی ہوں۔۔۔۔۔۔

ماہا یہ بول کر وہاں سے چلی گئی۔۔۔۔

ماہا مجھے اگنور کیوں کر رہی ہے؟جب بھی میں بات کرنے کی کوشش کرتا ہوں تم دور چلی جاتی ہو۔۔۔۔۔

ماہا کیوں کر رہی ہو ایسا؟

عبداللہ خود سے بڑبڑایا اور آنکھیں موند گیا۔۔۔۔۔

عاشو آج تم دیر سے اٹھی ہو طبیعت تو ٹھیک ہے نہ تمہاری؟؟؟؟؟

جیسے ہی یشفعہ ناشتے کی ٹیبل پر پہنچی مومنہ نے فکر مندی سے پوچھا۔

جواب میں یشفعہ کے دماغ میں کل رات والا سارا منظر گھوم گیا تو وہ بے ساختہ مسکرا دی۔۔۔۔

عاشو کہاں کھو گئی ہو؟ کچھ پوچھ رہی ہوں تم سے۔۔۔۔۔۔

مومنہ نے اس کے آگے چٹکی بجاتے ہوئے پوچھا۔

ہاں میں ٹھیک ہوں بس آنکھ ذرا دیر سے کھلی۔۔۔۔

یشفعہ نے جلدی سے خود کو کمپوز کیا اور مومنہ کو جواب دیا۔

عاشو آج تم اتنا عجیب بیہو کیوں کر رہی ہو؟؟؟؟

یشفعہ ناشتہ کر رہی تھی جب مومنہ نے اس کے چہرے پر سے کچھ کھوجتے ہوئے پوچھا۔

مطلب میں سمجھی نہیں؟؟؟؟

مطلب یہ کہ ناشتے میں تمہیں انڈہ پسند نہیں اور بنا کوئی بات کئے تم کھانے کو ہاتھ تک نہیں لگاتی اور آج دونوں کام الٹ کر رہی ہو۔۔۔۔۔۔

مومنہ نے اپنی مسکراہٹ دبا کر یشفعہ کو جواب دیا۔

وہ آج میرا دل کر رہا تھا انڈہ کھانے کو تو بس اسی لئے اور رہی بات خاموشی سے ناشتہ کرنے کی تو میری پیاری دوست کبھی کبھی انسان کو خاموش بھی رہ لینا چاہیے۔۔۔۔۔

یشفعہ نے مسکرا کر جواب دیا۔

یہ بات بھی خوب کہی۔۔۔۔

مومنہ یہ بول کر ناشتے کی طرف متوجہ ہو گئی جبکہ یشفعہ تو وھاج کی قربت کے خیالوں میں پھر سے گم ہو گئی۔۔۔۔۔

اپنا خیال رکھنا میری بلیک بیلٹ پلس جنگلی بلی۔۔۔۔۔۔

وھاج کے میسج نے یشفعہ کے خیالوں کے تسلسل کو توڑا۔۔۔۔

یشفعہ میسج پڑھ کر مسکرا دی۔۔۔۔۔۔۔۔

عاشو بابا بتا رہے تھے کہ انکل کو آج ڈسچارج مل جائے گا۔۔۔۔۔۔۔

مومنہ نے یشفعہ کو بتایا۔

ایک طرف جہاں بابا کے گھر آنے کی خوشی ہے وہیں بیا کے بارے میں بابا کی فکر مجھے پریشانی میں مبتلا کر رہی ہے۔۔۔۔۔ پتا نہیں بیا کہاں ہو گی؟ کس حال میں ہو گی؟

یشفعہ نے بمشکل مسکرا کر اپنے آنسوؤں کو باہر آنے سے روکا اور مومنہ کو جواب دیا۔

عاشو بی بریو یار۔۔۔ انشاءاللہ بیا جہاں بھی ہو گی ٹھیک ہو گی۔۔۔۔۔۔۔

انشاءاللہ۔۔۔۔۔ مومنہ میں ابھی آتی ہوں۔۔۔۔۔۔

یہ بول کر یشفعہ وہاں سے چلی گئی۔۔۔۔

یااللہ پلیز عاشو کو اسکی بیا واپس لوٹا دو۔

مومنہ نے یشفعہ کی پشت دیکھ کر دل ہی دل میں اللہ سے دعا کی۔۔۔

بیا مجھے تمہیں ڈھونڈنا ہو گا۔۔۔۔ کیونکہ میں جانتی ہوں کہ بابا کو تمہاری عادت ہو گئی ہے۔ان کی ایک بیٹی میری وجہ سے ان سے دور ہو گئی لیکن تمہیں میں ہر حال میں ڈھونڈ کر رہوں گی۔ یہ میرا تم سے وعدہ ہے۔۔۔۔۔۔

یشفعہ اپنے کمرے میں جا کر اریب کی تصویر دیکھ کر ایک عزم سے بولی۔

تو کہاں تھا کل رات سے ؟؟؟؟

جیسے ہی وھاج علی کی کھڑکی سے اس کے کمرے میں داخل ہوا علی نے مشکوک نظروں سے اس کا چہرہ بھانپتے ہوئے پوچھا۔

میں ایک کام کے سلسلے میں کہیں گیا تھا۔۔۔

وھاج نے مسکرا کر جواب دیا اور علی کے بیڈ پر گرنے والے انداز میں لیٹا۔۔۔۔۔

کیسا کام؟؟؟؟؟

تھا ایک ضروری کام اور تو اتنی تفشیش کیوں کر رہا ہے؟ اور ویسے بھی مجھے نیند آئی ہے اس لئے اب چپ کر جائو۔۔۔۔۔

وھاج نے آنکھیں بند کرتے ہوئے کہا۔۔۔

تیرے سارے ضروری کام میں اچھی طرح سے جانتا ہوں اور رہی تفشیش کی بات تو وہ میں اس لئے کر رہا ہوں کیونکہ مجھے پورا یقین ہے کہ تم یشفعہ کے پاس تھے کل رات سے۔۔۔۔

علی دانت پیستے ہوئے جواب میں بولا۔

وھاج چونک کر اٹھا اور علی کی طرف دیکھا جو چہرے پر سنجیدگی طاری کئے ہوئے تھا۔

ہاں تو وہاں ہی کسی ضروری کام سے گیا تھا۔۔۔

وھاج نے نظریں چراتے ہوئے کہا۔

وجی دیکھ میرے بھائی میں تجھے اس سے ملنے سے منع نہیں کرتا لیکن ایٹ لیسٹ مشن کے مکمل ہونے تک تو اس سے دور رہ کیونکہ میں دیکھ رہا ہوں جب سے یشفعہ بھابھی اسلا آباد آئی ہیں تو اپنے کام پر صیح سے دھیان نہیں دے پا رہا۔۔۔۔۔۔۔

اوکے باس۔۔۔اور کچھ۔۔۔۔۔

وھاج نے بمشکل اپنی مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا۔

ہاں ایک اور بات۔۔۔۔ کہ تیرے چنا منا میرے چنا منا سے پہلے آئے تو یاد رکھنا کہ تمہاری گردن اپنے ہاتھوں سے دبوچوں گا۔۔۔۔۔۔

علی اپنی ٹون میں واپس آتے ہوئے بولا۔

یار علی دیکھ یہ سب تو اللہ کی دین ہے جسے چاہے پہلے دے اور جسے چاہے بعد میں دے اور ویسے بھی کیا فرق پڑتا ہے کہ تمہارے چنا منا اس دنیا میں پہلے آئیں یا میرے۔۔۔۔۔۔۔

وھاج نے بھی شرارت سے جواب دیا۔

اس کا مطلب تم کل رات۔۔۔۔۔۔

علی نے اس کی باتوں کو اپنے انداز میں سمجھتے ہوئے پوچھا۔۔۔۔

علی میں صرف اس کو منانے گیا تھا۔اس کی ساری غلط فہمیوں کا دور کرنے گیا تھا لیکن پھر۔۔۔۔۔۔۔

وھاج سر کھجاتے ہوئے نظریں جھکا کر بولا۔

لیکن پھر یشفعہ کو دیکھ کر اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ سکا اور۔۔۔۔۔

بس علی کچھ تو شرم کر۔۔۔۔

وھاج اس کے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔

وجی ایک بات تو بتا؟؟؟؟

علی نے اس کا ہاتھ ہٹاتے ہوئے مصنوعی سنجیدگی سے پوچھا۔

کیا؟؟؟؟

یہی کہ اگر تیری اس شادی کے بارے میں انکل اور آنٹی کو پتہ چل جائے تو کیا ہو گا؟؟؟

علی دروازے کی طرف بڑھتے ہوئے شرارت سے بولا۔

علی تو ایسا کچھ نہیں کرے گا۔۔۔۔۔

وھاج نے علی کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے اس سے کہا۔

یہ تو بیٹا اب تمہیں رات کو پتہ چلے گا۔۔۔۔

یہ بول کر علی باہر کی جانب بھاگا جبکہ وھاج اس کو آوازیں دیتے ہوئے اس کے پیچھے بھاگا۔۔۔۔

ہاں پیٹر کچھ پتہ چلا؟؟؟؟

رستم نے ناشتہ کرتے ہوئے اپنے پی اے سے پوچھا۔

سر عثمان خان سچ بول رہا تھا کہ اس نے لڑکیوں کو وہاں نہیں پہنچایا تھا۔۔۔۔

لیکن پیٹر تم نے بھی دیکھا تھا عثمان کو وہ لڑکیاں وہاں سے لے جاتے ہوئے۔۔۔۔۔

سر جب ان دو لڑکیوں کو وہاں سے نکالا جا رہا تھا تب بھی عثمان خان وہاں تھا لیکن وہ عثمان نہیں تھا۔۔۔۔

پیٹر نے جواب دیا۔۔۔۔

مطلب میں کچھ سمجھا نہیں؟؟؟؟؟

رستم نے نا سمجھی سے پوچھا۔

سر عثمان خان کے ہاتھ میں کوئی چوٹ کا نشان نہیں تھا جبکہ اس ویڈیو کو غور سے دیکھنے پر پتہ چلتا ہے کہ وہ جو عثمان بن کر لڑکیوں کو وہاں سے لے کر گیا تھا وہ کوئی اور آدمی تھا۔۔۔۔اور ایک بات سر کہ جب عثمان آپ کے روم سے نکلا تھا وہ کسی سے ٹکرایا تھا اور جس آدمی سے وہ ٹکرایا تھا وہ کافی عجیب لگ رہا تھا اس نے اپنے چہرے کو بلیک مارکر سے ڈھانپنے کی کوشش کی ہے اور وہ تقریبا پانچ منٹ عثمان کے پاس کھڑا اس سے بات کرتا رہا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔

پیٹر نے وضاحت کی۔۔۔۔

اور وہ شخص کون تھا؟؟؟

رستم نے غصے سے پوچھا۔

سر اس کا چہرہ سکین کیا تو پتہ چلا ہے کہ وہ آرمی میں میجر ہے۔۔اس کا نام علی نعمان بیگ ہے۔کرنل نعمان بیگ کا اکلوتا بیٹا ہے یہ۔۔۔۔۔۔۔۔

یہ وہی کرنل نعمان بیگ ہے نہ جو اس پولیس والے کا دوست تھا اور جس کی وجہ سے میں دو سال پاکستان سے باہر رہا۔۔۔۔

رستم کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

جی سر۔۔۔۔۔۔

اس کا مطلب صاف ہے پیٹر کہ وہ ہمارے دھندے کے بارے میں سب کچھ جان گیا ہے اور اس نے اپنے بیٹے کی مدد سے ہمیں ٹریپ کیا ہے۔۔۔۔

رستم کے چہرے پر ڈر واضع تھا۔

سر اب کیا کرنا ہے؟؟؟؟

پیٹر نے پوچھا۔

کرنا کیا ہے پیٹر اس کرنل کے بیٹے پر حملہ کروا کر اسے ڈرائو اگر بات بن گئی تو ٹھیک ورنہ اسے اور اس کے بیٹے کو جان سے مار دینا۔۔اور اس سب میں میرا نام کہیں نہیں آنا چاہیے کیونکہ میں الیکشنز تک کوئی سکینڈل نہیں چاہتا۔۔۔۔

رستم سفاکی سے بولا۔

جی سر۔۔۔۔۔۔

یہ بول کر پیٹر وہاں سے جانے لگا تھا جب رستم نے اسے روکا اور بولا۔

عثمان نے جو بچے پکڑے تھے وہ کہاں ہیں؟؟؟؟؟

سر ان کو تو ایک ہفتے بعد ہی عثمان نے بیچ دیا تھا۔۔۔۔۔۔

کس کو بیچا تھا؟؟؟؟

رستم نے پوچھا۔

سر یہ تو نہیں پتہ بس اتنا ہی معلوم ہوا ہے کہ عثمان نے انہیں بیچ دیا تھا۔۔۔۔

ٹھیک ہے تم جاؤ۔۔۔۔۔

رستم نے کچھ سوچتے ہوئے اس سے کہا۔۔۔۔

پیٹر وہاں سے چلا گیا۔

کہیں یہ کرنل دو سال پہلے والے قتل کا بدلہ تو نہیں لینا چاہتا۔۔۔۔۔۔ نہیں اسے تو کچھ معلوم نہیں تھا ۔۔۔ لیکن پھر وہ دھمکی کس نے دی تھی؟؟؟اس دھمکی والے کا نمبر تو اس بیگ کا ہی تھا۔۔۔۔

رستم خود سے سوال جواب کر رہا تھا۔

مجھے اس نعمان بیگ کو بھی اس پولیس والے کی طرح اپنے راستے سے ہٹانا ہو گا۔۔۔۔۔۔۔

رستم خود سے بولا اور ایک نمبر ڈائل کرنے لگا۔۔۔۔۔

سر مے آئی کم ان۔۔۔۔۔۔

دانین نے زرلال کے آفس کا دروازہ ناک کرتے ہوئے پوچھا۔

یس کم ان۔۔۔۔۔

زرلال جو کسی فائل میں گم تھا مصروف نے سے انداز

میں جواب دیا۔۔۔۔

سر عزیر سر بول رہے ہیں کہ آج کچھ فارن ڈیلیگیشنز آرہے ہیں تو آپ ان کے ساتھ میٹنگ کریں گے کیونکہ وہ گھر واپس جارہے ہیں۔۔۔۔۔۔

بڑے پاپا گھر کیوں جارہے ہیں؟؟؟

زرلال نے فکر مندی سے دانین سے پوچھا۔۔۔

سر انکو کسی کی کال آئی تھی۔۔۔۔۔۔

کس کی کال آئی تھی؟؟؟؟

سر کوئی عبداللہ تھا شاید۔۔۔۔۔

دانین نے پروفیشنل انداز میں جواب دیا۔

او کے ٹھیک ہے تم جاؤ میں دیکھ لیتا ہوں۔۔۔۔۔

جیسے ہی وہ جانے کے لئے مڑی زرلال نے اسے روکا۔۔۔۔

مس دانین روکیں۔۔۔۔۔

جی سر؟؟؟

اس نے پلٹ کر پوچھا۔

وہ پرسوں کے لئے سوری۔۔۔ میں نے صرف مذاق کیا تھا۔۔۔۔

اٹس اوکے سر۔۔۔۔۔

دانین بمشکل مسکرا کر بولی اور جانے لگی جب زرلال اس کا پریشان چہرہ دیکھ کر بولا۔

دانین تم کچھ پریشان لگ رہی ہو سب ٹھیک ہے نا؟؟؟

زرلال کو پوچھنا تھا کہ دانین کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ زرلال ہڑبڑا کر اپنی جگہ سے اٹھا اور دانین کی طرف دیکھ کر بولا۔

مس دانین سب ٹھیک ہے نا؟؟؟؟

سر میری اماں کافی بیمار ہیں اور مجھے ان کے پاس جانا ہے لیکن میٹنگ کی وجہ سے میں چھٹی نہیں لے سکتی۔۔۔۔۔۔۔

دانین اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

آپ جائیں گھر میں دیکھ لوں گا میٹنگ۔۔۔۔۔ اور بڑے پاپا سے بھی بات کر لوں گا۔۔۔۔۔

زرلال جلدی سے بولا۔

لیکن سر۔۔۔۔۔۔

آپ جائیں میں ہینڈل کر لوں گا۔۔۔اور اگر آپ کو پیسے وغیرہ چاہیے ہوں تو بلا جھجک مجھے بتا دیں۔۔۔۔

زرلال نے نرمی سے پوچھا۔۔

تھینکیو سر۔۔۔۔

اٹس اوکے مس دانین۔۔۔۔

زرلال نے مسکرا کر جواب دیا۔

سر میں چلتی ہوں۔۔۔۔۔۔

یہ بول کر دانین وہاں سے چلی گئی۔۔۔۔

یہ کیا ہو رہا ہے مجھے ؟؟میں کیوں اس کے آنسو نہیں دیکھ سکا؟؟؟؟

زرلال اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتے ہوئے خود سے بولا۔

جیسے ہی وہ مڑا تو ٹیبل پر دانین کا موبائل پڑا دیکھا تو جلدی سے اٹھا کر باہر کی جانب چل دیا۔

دانی تمہیں سچ میں چھٹی مل گئی؟؟؟؟؟

دانین مسکرا رہی تھی جب کسی لڑکی نے اس سے پوچھا۔

ہاں بس دو چار آنسو بہائے اور اپنی بیمار اماں کا سر کو بولا تو سر فٹ سے مان گئے اور نا صرف مجھے چھٹی دے دی بلکہ مجھے پیسوں کی آفر بھی کر رہے تھے۔۔۔۔

دانین دوسری لڑکی کو بتایا۔۔۔

یار ویسے آپس کی بات ہے یہ سر زرلال ہیں بڑے بیوقوف جو یہ نہیں سمجھ پائے کہ بچی اماں کے لئے رو رہی ہے یا فائزہ کی منگنی پر جانے کی پرمیشن نہ ملنے پر رو رہی ہے۔۔۔۔۔۔۔

یہ بول کر دوسری لڑکی نے دانین کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ مارا اور دونوں نے قہقہ لگایا۔ ادھر زرلال جو دانین کا موبائل واپس کرنے آیا تھا نے بمشکل اپنا غصہ ضبط کیا اور ایک آفس ایمپلائے کو دانین کا موبائل دے کر اس تک پہنچانے کا کہا۔ اور وہاں سے اپنے آفس کی طرف چلا گیا۔۔۔۔۔

تمہیں مجھ سے جھوٹ نہیں بولنا چاہیے تھا دانین ۔۔۔ میں سب کچھ بھول سکتا ہوں لیکن چیٹنگ نہیں

۔۔۔۔۔

زرلال اپنے آفس میں چکر کاٹتے ہوئے خود سے بولا۔

یو جسٹ ویٹ مس دانین فار زرلال زبیر ریونج۔۔۔۔۔

زرلال یہ بول کر اپنے آفس کے ساتھ منسلک واش روم کی طرف چلا گیا۔۔۔۔

ہیپی برتھ ڈے ماہا۔۔۔۔۔۔۔۔

صبح جب ماہا ناشتے کے لئے آئی تو سب نے یک زبان ماہا کو وش کیا۔۔۔

ماہا مسکرا کر سب سے ملی اور بولی۔

تھینکس ایوری ون۔۔۔۔۔

بڑے پاپا ماہا کی برتھ ڈے پر پارٹی تو رکھیں گے نہ آج؟؟؟؟

زرلال نے پوچھا۔

یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے آج میری گڑیا کی برتھ ڈے ہے تو سیلیبریشن بھی دھوم دھام سے ہو گی۔۔

زرلال تم ایسے کرو اسلا آباد کے سب سے بڑے ہوٹل کی بکنگ کروادو اور۔۔۔۔۔۔

ابھی عزیر بول ہی رہا تھا جب وھاج بول پڑا۔۔۔

بڑے پاپا اگر آپ لوگ ماہا کی برتھ ڈے سیلیبریٹ کرنا چاہتے ہیں تو پلیز گھر میں پارٹی رکھ لیں کیونکہ میں زیادہ گیدرنگ نہیں چاہتا۔۔۔۔۔

وجی بیٹا لیکن۔۔۔۔۔

پلیز بڑے پاپا ٹرائی ٹو انڈرسٹینڈ۔۔۔۔۔

وھاج ملتجی ہوا۔۔۔

ٹھیک ہے زرلال تم اور عابی پارٹی کے سارے ارینجمنٹس دیکھ لو میں آفس چلتا ہوں شام میں ملاقات ہوتی ہے۔۔۔۔۔

عزیر یہ بول کر باہر کی جانب چلا گیا۔

ماہا بچے کیا ہوا؟؟؟؟

وھاج ماہا کے چہرے پر پریشانی کے آثار دیکھ کر بولا۔

کچھ نہیں بھائی بس ممی اور بابا کی یاد آ گئی۔۔۔۔۔

ماہا بمشکل مسکرا کر بولی۔

زرلال اور وھاج اپنی جگہ سے اٹھے اور اسے کھڑا کر کہ بولے۔۔۔

ہم ہیں نا اپنی گڑیا کے پاس تو ہماری گڑیا اداس کیوں ہو رہی ہے؟؟؟؟

نہیں اداس تو نہیں ہو رہی بس۔۔۔۔

اچھا یہ باتیں چھوڑو اور یہ بتاؤ وجی بھائی سے کیا گفٹ لینا ہے؟؟؟؟

زرلال اس کا دھیان بٹانے کے لئے بولا۔

وجی بھائی میں جو مانگو گی آپ سے آپ وہ دیں گے مجھے؟؟؟؟

ماہا نے وھاج کا مسکراتا چہرہ دیکھ کر پوچھا۔

میری گڑیا کے لئے تو میری جان بھی حاضر ہے۔۔۔۔

وھاج نے اس کا ناک دباتے ہوئے کہا۔۔۔

بھائی مجھے جان نہیں چاہیے مجھے آپ کی بیوی چاہیے۔۔۔۔۔

ماہ روش نے اپنی مسکراہٹ دبا کر سنجیدگی سے کہا۔

لیکن ماہا۔۔۔۔

بھائی ہاں یا نا میں جواب دیں۔۔۔۔۔۔۔۔

ماہا اس کی بات درمیان میں ہی کاٹ کر بولی۔

ٹھیک ہے جیسے تمہاری خوشی۔۔۔۔۔۔۔

وھاج اس کے سر پر بوسہ دیتے ہوئے بولا۔

ٹھیک ہے پھر لڑکی بھی میری پسند کی ہو گی۔۔۔ کیوں ماما۔؟؟؟؟

ماہا خوشی سے بولی اور آخر میں زیبا کو گفتگو کا حصہ بنایا۔

ہاں ہاں کیوں نہیں۔۔۔۔۔۔

زیبا اس کے چہرے پر خوشی دیکھ کر بولی۔

اچھا کیا مجھ سے بھی یہی گفٹ چاہیے؟؟؟؟

زرلال نے شرارت سے پوچھا۔

نہیں آپ ابھی چھوٹے ہیں۔۔۔۔۔

ماہا نے بھی شرارت سے جواب دیا۔

دس از ناٹ فیئر ماہا خود تو تم مجھ سے بھی چھوٹی ہو لیکن تمہاری شادی بھی تو ہو چکی ہے۔۔۔۔

زرلال مصنوعی خفگی سے بولا۔

زرلال کی اس بات پر عبداللہ اور ماہا کی نظریں ایک پل کو ملیں۔ تو ماہا نے جلدی سے اپنی نظروں کا زاویہ بدل لیا۔

چھوٹے بس بھی کر دو اور جاؤ جا کر پارٹی کی تیاری کرو۔۔۔۔۔۔

وھاج نے ماہا کے چہرے پر سنجیدگی دیکھتے ہوئے زرلال سے کہا۔

ماما میں روم میں جا رہی ہوں۔۔۔۔۔۔

ماہا یہ بول کر وہاں سے چلی گئی جبکہ عابی اور زرلال عبداللہ کے کمرے کی طرف چلے گئے۔۔۔۔

وجی کیا ہمارا ماہا اور عابی کی شادی کا فیصلہ ٹھیک ہے؟؟؟؟

زیبا نے پریشانی سے پوچھا۔

ماما آپ فکر نا کریں ہمارا فیصلہ بالکل ٹھیک ہے۔۔۔۔

وھاج زیبا کو اپنے ساتھ لگاتے ہوئے مسکرا کر بولا۔

اللہ کرے کہ یہ فیصلہ دونوں کے درمیان کھڑی اس دیوار کو گرا دے۔۔۔۔۔

آمین۔۔۔۔۔

وھاج نے مسکرا کر جواب دیا۔

بابا آپ نے بلوایا؟؟؟؟

یشفعہ نے اسد کے کمرے میں اس کے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا۔۔۔

جی بیٹا۔۔۔۔۔

اسد نے مسکرا کر جواب دیا۔

کچھ چاہیے آپکو؟؟؟؟

یشفعہ نے سنجیدگی سے پوچھا۔

ہاں میری عاشو چاہیے۔وہ کہیں مل نہیں رہی آپ ڈھونڈ دو اسے پلیز۔۔۔۔۔۔۔

اسد یشفعہ کا ہاتھ پکڑتے ہوئے مسکرا کر بولا۔

بابا۔۔۔ مجھے بیا بہت یاد آرہی ہے۔۔۔۔۔۔۔

یشفعہ سر جھکا کر بولی۔

یاد تو مجھے بھی آرہی ہے لیکن جانے والوں کو روکا تو نہیں جا سکتا نا۔۔۔۔۔۔

بابا۔۔۔اسے واپس آنا ہوگا۔۔۔ میرے لئے۔۔آپ کے لئے۔۔۔۔

یشفعہ اپنے آنسو پیتے ہوئے بولی۔

عاشو ضد نہیں کرتے۔اور ویسے بھی وہ جہاں کہیں ہوگی ٹھیک ہوگی میرا دل کہہ رہا ہے۔۔۔۔۔

اسد اس کو سمجھاتے ہوئے بولا۔

یشفعہ جواب میں خاموش رہی تو اسد اس کا موڈ بدلنے کے لئے بولا۔

اچھا یہ بتاؤ کہ مومنہ کے ساتھ پارٹی پر کیوں نہیں جا رہی؟؟؟؟

بابا میرا دل نہیں کر رہا۔۔۔۔۔۔

عاشو ادھر دیکھو میری طرف۔۔۔۔۔ کیا آپ کے بابا اور آپکے ماموں آپکے لئے کوئی معنی نہیں رکھتے ؟؟؟

اسد نے اسے جذباتی کیا۔

بابا آپ جانتے ہیں کہ آپ میرے لیے میرا سب کچھ ہیں اور رہی ماموں کی بات تو آپ کے اور بیا کے بعد میرے لئے کوئی امپورٹنٹ ہے تو وہ ماموں ہیں۔۔۔۔۔۔

تو پھر اپنے ماموں کا کچھ خیال کرو۔آپ جانتی ہو نہ کہ وہ آج ہی میرے ساتھ ہوسپٹل سے واپس آئے ہیں اور کافی تھکے ہوئے بھی ہیں۔ان کا پارٹی اٹینڈ کرنا بھی ضروری ہے کیونکہ عزیر ملک آپکے ماموں کا بزنس پارٹنر ہے اس لئے وہ مومنہ کو بھیج رہے ہیں لیکن آپ یہ بات بھی اچھے سے جانتی ہو کہ وہ مومنہ کو اکیلے ایسی جگہوں پر نہیں بھیجتے۔۔۔۔۔۔۔

اسد نے اسے نرمی سے سمجھایا۔

بابا وہ سب تو ٹھیک ہے لیکن آپ کا خیال کون رکھے گا؟؟؟؟

یشفعہ نے فکر مندی سے پوچھا۔

میری فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ میں ابھی میڈیسن کھا کر سو جاؤں گا اور پھر چار پانچ گھنٹے بعد اٹھوں گا اور تب تک تو آپ واپس آ چکی ہو گی۔۔۔۔

ٹھیک ہے بابا میں چلی جاتی ہوں لیکن اگر کوئی پرابلم ہوئی تو آپ مجھے فورا کال کریں گے۔۔۔۔۔۔

یشفعہ مصنوعی رعب سے بولی۔

ٹھیک ہے۔۔۔۔۔۔

اچھا بابا پھر میں چلتی ہوں رات میں ملتے ہیں۔۔۔۔۔

یہ بول کر یشفعہ وہاں سے چلی گئی۔۔۔۔

یا اللہ میری عاشو اور میری بیا کی حفاظت کرنا۔۔۔۔۔۔آمین۔

اسد خود سے بولا اور آنکھیں موند گیا۔۔۔۔۔

زرلال تو نے ماہا کو کہیں دیکھا ہے؟؟؟؟

عبداللہ نے اپنے ارد گرد نظریں دوڑاتے ہوئے زرلال سے پوچھا۔

کیوں؟؟؟؟؟

زرلال نے ایک بنھوا اچکا کر شرارت سے پوچھا۔

وہ۔۔۔۔۔ تمہیں کیوں بتائوں۔۔۔۔۔

عبداللہ نے اس کو آنکھیں دکھاتے ہوئے کہا۔

اچھامت بتائو۔۔۔۔ میں بھی نہیں بتاتا کہ ماہا کہاں ہے۔۔۔۔۔

ٹھیک ہے مت بتائو میں ڈھونڈ لیتا ہوں خود ہی۔۔۔۔۔

عبداللہ مصنوعی غصے سے بول کر وہاں سے جانے ہی

لگا تھاجب زرلال نے اسے روکا۔۔۔۔

یار عابی میں تو مذاق کر رہا تھا۔۔ ماہا ابھی اپنے کمرے میں ہی ہے۔۔۔۔۔۔۔

میں بھی مذاق ہی کر رہا تھا۔۔۔۔۔۔

عبداللہ مسکراہٹ دبا کر آگے بڑھ گیا۔۔۔۔

عبداللہ تیزی سے ماہا کے کمرے میں چلا آیا اور دروازہ ناک کرنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی اور ناک نہ کرنے کا نتیجہ بھی دیکھ لیا۔۔ ماہا اس کی نظروں کے عین سامنے اپنی تمام تر حشر سامانیوں کے ساتھ کھڑی تھی۔۔ کمر تک آتے ہوئے خوبصورت بال اس کی پشت کو ڈھانپے ہوئے تھے۔ چونکہ ماہا کی عابی کی طرف پشت تھی اس لئے وہ اسے دیکھ نہ پائی۔

عابی اپنی غیر اخلاقی حرکت پر ایک پل کو تو شرمندہ ہوا تھا۔

تو کیا ہوا یار؟ منکوحہ ہے میری۔۔۔۔

پھر ڈھٹائی سے نظریں اس کے خوبصورت سراپے پر جمائے منہ ہی منہ میں بڑبڑایا۔

عبداللہ اسے اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے جان بوجھ کر کھانسا۔۔۔۔۔۔

ماہا ایک۔ جھٹکے سے مڑی تھی۔ عبداللہ کو سامنے دیکھ کر ششدر رہ گئی۔اچانک اسے خیال آیا کہ وہ تو ڈوپٹے

کے بغیر کھڑی ہے۔ وہ جھینپ کر فوراً رخ موڑ گئی۔

عابی اس کی اس حرکت پر کافی محفوظ ہوا تھا۔ دل میں عجیب سے احساس جاگا تھا جبکہ ماہا کو الجھن ہو رہی تھی کیونکہ اس کا ڈوپٹہ صوفے پر پڑا تھا اور خود وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑی تھی۔ وہ ڈوپٹہ لینے کے لئے بھی نہیں مڑ سکتی تھی کیونکہ درمیان میں عابی کھڑا تھا۔ وہ ایک دم سے جھنجلا گئی۔اور غصے سے بولی۔

شرم تو آتی نہیں ایک تو بغیر ناک کئے اندر آ گئے اور اوپر سے ڈھٹائی سے وہیں کھڑے ہیں۔ جاتے کیوں نہیں یہاں سے؟؟؟؟

اس کے اس انداز پر عابی نے بمشکل اپنا قہقہ روکا اور جواب میں بولا۔

اس میں شرم والی کیا بات ہے میڈم؟ اگر تمہیں یاد نہیں تو میں بتا دیتا ہوں کہ تم میری منکوحہ ہو۔اگر میں بغیر دستک دیے کمرے میں آ گیا اور تمہیں بغیر ڈوپٹے کے دیکھ لیا تو اس میں حرج ہی کیا ہے؟؟ شوہر نامدار ہوں تمہارا۔۔۔۔۔۔۔

اس کے شریر انداز پر وہ جز بز ہوئی۔

عابی پلیز۔۔۔۔۔

قسم سے آج سے پہلے یہ نام کبھی اتنا خوبصورت نہیں

لگا جتنا آج لگ رہا ہے تمہارے منہ سے سن کر۔۔۔۔۔۔

کیا آپ مجھے میرا ڈوپٹہ دیں گے ؟؟؟؟

ماہا نے بات بدل کر ایک ایک لفظ پر زور دیا۔

یس۔۔۔ شیور۔۔۔ اٹس مائے اونر۔۔۔۔۔

عبداللہ خوشدلی سے بولا جبکہ ماہا جھینپ کر رہ گئی۔ عبداللہ ڈوپٹہ لے کر اس کے قریب چلا آیا۔

یہ لو۔۔۔۔

جونہی ماہا نے ڈوپٹہ لینے کے لئے ہاتھ بڑھایا عابی نے اسے ڈوپٹہ پکڑانے کی بجائے اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جانب کھینچ لیا۔ وہ عابی سے محض ایک انچ کے فاصلے پر تھی۔ ایک تو وہ عابی کے اتنے قریب تھی اوپر سے ڈوپٹے کے بغیر۔ وہ تو کانوں تک سرخ ہو گئی تھی۔

عابی کا لمس اسے بے بس کر رہا تھا اسکی بولتی ہوئی آنکھیں اسے کنفیوز کر رہی تھیں وہ بے اختیار نظریں جھکا گئی۔

عابی کیا کر رہے ہیں؟ پلیز چھوڑیں مجھے۔۔۔۔

کچھ نہیں کر رہا یار۔۔۔ بس اپنی پیاری سی بیوی کو پیار سے دیکھ رہا ہوں۔۔۔۔۔

عبداللہ بغور اسے دیکھتے ہوئے پیار سے بولا۔

دودھیا رنگت، گلابی ہونٹ، چھوٹی سی ناک، ہیزل گرین

آنکھیں، لیمن کلر کے ڈریس میں بغیر میک اپ کے وہ سیدھا عبداللہ کو اپنے دل میں اترتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔۔

عابی مجھے نیچے جانا ہے سب ویٹ کر رہے ہوں گے۔۔۔۔

ماہا اس سے تھوڑا دور ہٹ کر خود کو چھڑواتے ہوئے بولی۔

عبداللہ نے اسے کندھوں سے پکڑ کر مرر کے سامنے

کھڑا کیا اور اپنی پاکٹ سے گولڈ کا ایک پینڈنٹ نکالا۔

جو ایک ہارٹ شیپ تھا اور اس پر اے لو ایم لکھا ہوا تھا۔ عبداللہ نے اس کے بال گردن سے ہٹا کر اسے وہ پینڈنٹ پہنایا اور ستائش بھری نظروں سے بولا۔

پرفیکٹ۔۔۔۔۔۔

ماہا نے نا سمجھی سے عابی کو دیکھا۔

تمہارا برتھ ڈے گفٹ۔۔۔۔۔

عبداللہ اس کی نظروں کا مفہوم سمجھ کر بولا۔

ماہا نے محبت بھری نظروں سے عبداللہ کو دیکھا

اور بولی۔۔۔

تھینکس عابی۔۔۔۔

جواب میں عبداللہ کو شرارت سوجھی اور بولا۔

مجھے تھینکس نہیں چاہیے مجھے میرا ریٹرن گفٹ چاہیے۔۔۔۔۔۔

لیکن ابھی میرے پاس تو کچھ نہیں ہے دینے کو۔۔۔۔۔

ماہا نے معصومیت سے جواب دیا۔

عبداللہ نے اس کا رخ اپنی طرف کیا اور جھک کر اس کی پیشانی پر اپنی محبت کی مہر ثبت کر کے وہاں سے چلا گیا۔

عابی پلیز مت کریں مجھ سے اتنی محبت۔۔۔۔۔ میں آپکو ٹوٹتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی۔۔۔۔۔۔

ماہا نے اپنا آنسو صاف کیا اور ڈوپٹے کو سر پر اوڑھ کر باہر کی جانب چلی گئی۔۔۔۔۔۔

دیکھو مومنہ ہم یہاں کسی کو جانتے تو ہے نہیں پھر اس پارٹی میں اتنی دیر رکنے کا مطلب؟؟؟؟؟

ان دونوں کو پارٹی میں آئے ابھی دس منٹ ہی ہوئے تھے جب یشفعہ اپنی بے زاریت ظاہر کرتے ہوئے بولی۔۔۔۔

عاشویار تھوڑی دیر اور رک جاتے ہیں اور ویسے بھی بابا نے بولا تھا کہ عزیر انکل سے مل کر آنا ہے اور انکی طرف سے معذرت بھی کرنی ہے۔۔۔۔اس لئے پلیز آدھا گھنٹہ رک جاؤ میرے لئے۔۔۔۔۔۔۔

مومنہ منت بھرے لہجے میں بولی۔

ٹھیک ہے لیکن صرف آدھا گھنٹہ۔۔۔۔۔۔

تھینکس عاشو۔۔۔۔۔

مومنہ خوشدلی سے بولی۔

ارے یہ علی بھائی ہیں نہ؟؟؟

یشفعہ نے گردن دائیں جانب گھمائی تو علی کو دیکھ کر حیران رہ گئی اس لئے مومنہ سے پوچھا۔۔۔

ہاں لگ تو وہی رہا ہے لیکن یہ یہاں کیا کر رہا ہے؟؟؟؟

چلو چل کر پوچھتے ہیں۔۔۔۔۔

یشفعہ مومنہ کا جواب سنے بغیر اس کا ہاتھ پکڑ کر علی کے پاس پہنچ گئی جو کسی آدمی کے ساتھ بات کر رہا تھا۔ علی کی ان دونوں کی جانب پشت تھی اس لئے ان دونوں کو نہ دیکھ سکا۔

یشفعہ نے علی کو خوشی سے پکارا۔۔

علی بھائی۔۔۔۔

علی نے مڑ کر یشفعہ اور مومنہ کو دیکھا تو حیران رہ گیا۔۔۔اور اپنی حیرانگی کم کرنے کے لئے بولا۔

تم دونوں یہاں کیسے؟؟؟؟

ویسے علی بھائی بندہ پہلے سلام کرتا ہے پھر حال چال پوچھتا ہے اور اس کے بعد انٹرویو شروع کرتا ہے۔۔۔۔۔

یشفعہ شرارت سے کہا۔

اوہ۔۔۔۔ سوری۔۔ اسلام و علیکم۔۔۔ کیسی ہیں آپ دونوں؟ اور یہاں کیسے ؟

علی نے مسکرا کر پوچھا۔

وہ بابا کے بزنس پارٹنر عزیر انکل نے انوائٹ کیا تھا۔ بابا جان بزی تھے اس لئے انہوں نے مجھے اور عاشو کو بھیج دیا۔۔ لیکن آپ یہاں کیسے ؟؟؟

مومنہ نے آخر میں اس سے پوچھا۔

عزیر انکل بابا کے دوست ہونے کے ساتھ ساتھ وھاج کے بڑے پاپا بھی ہیں اور انہوں نے ہی انوائٹ کیا ہے۔۔۔۔۔

علی نے جواب یشفعہ کی طرف دیکھ کر دیا۔

یشفعہ تو وھاج کا نام سن کر ہی جھینپ گئی جبکہ مومنہ علی سے بولی۔۔۔

مجھے عزیر انکل سے ملنا ہے۔آپ پلیز مجھے ان سے ملوادیں کیونکہ عاشو بور ہو رہی ہے اور ہمیں گھر جلدی جانا ہے۔۔۔۔

اچھا واقعی میں مس یشفعہ یہاں بور ہو رہی ہیں حالانکہ اب ایسا ہونا نہیں چاہیے کیوں یشفعہ ؟؟؟؟

علی شرارت سے بولا تو یشفعہ نظریں جھکا گئی جبکہ

مومنہ نے علی کو ایسے دیکھا جیسے اس کی دماغی حالت پر شبہ ہو۔ علی نے مومنہ کو دیکھا تو جلدی سے بولا۔

اچھا چلو لے جاتا ہوں۔۔۔۔یشفعہ تم بھی چلو گی؟؟؟؟

علی نے مسکراہٹ دباتے ہوئے پوچھا۔

مجھے واش روم جانا ہے۔۔۔۔۔۔۔

یشفعہ جلدی سے بولی۔

علی کو اس کی چالاکی سمجھ میں آ گئی اس لئے وہ کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

سڑھیاں چڑھ کر رائٹ سائیڈ پر تیسرا کمرہ۔۔۔۔۔۔۔

علی ابھی مزید بولتا اس سے پہلے یشفعہ اس کی پوری بات سنے بغیر اندر کی جانب بھاگ گئی۔۔۔۔

یار وجی تو تو گیا آج کام سے۔۔۔۔۔

علی خود سے بڑبڑایا۔

کیا کہا؟؟؟

مومنہ نے ناسمجھی سے پوچھا۔

کچھ نہیں میں یہ کہہ رہا تھا کہ تم آج واقعی بہت خوبصورت لگ رہی ہو۔۔۔۔۔۔

علی بات بدلتے ہوئے بولا۔

اچھا مجھے تو پتہ نہیں تھا۔۔۔۔۔بہت بہت شکریہ بتانے کا۔۔۔اب چلیں عزیر انکل کے پاس۔۔۔۔۔۔

مومنہ اس کو گھورتے ہوئے بولی۔

یار ایک تو تمہاری تعریف کر رہا ہوں اور اوپر سے تم مجھے گھور بھی رہی ہو۔ یہ بات مجھے کچھ سمجھ نہیں آ رہی کیونکہ عموماً لڑکیوں کی تعریف کی جائے تو وہ خوش ہی ہوتیں ہیں۔۔۔۔۔۔

علی اس کے ساتھ چلتے ہوئے بولا۔

اچھا پورے دس منٹ بعد آپ جناب کو یاد آ گیا کہ میری تعریف کرنی ہے؟؟؟؟

مومنہ نے دانت پیستے ہوئے پوچھا تو علی نے حیرت کے باعث اپنی آنکھیں کھول لیں اور بولا۔

کیا تعریف کرنے کی بھی ٹائمنگ ہوتی ہے؟؟؟؟

ہاں ہوتی ہے اب چپ کر کہ چلو میرے ساتھ۔۔۔۔۔۔

علی بیٹا تیرا مستقبل مجھے کچھ اچھا نظر نہیں آ رہا۔۔۔۔

علی خود سے بڑبڑایا۔

کچھ کہا کیا؟؟؟؟

نہیں تو۔۔۔۔

علی گڑبڑا کر بولا اور اتنے میں وہ عزیر کے پاس پہنچ گئے۔۔

یشفعہ جونہی علی کے بتائے ہوئے کمرے میں داخل ہوئی اس کی نظر سیدھی وھاج کی تصویر پر پڑی جو بیڈ کرائون کے عین اوپر لگی تھی۔ وہ مسکرا کر آگے بڑھی اور کمرے کا جائزہ لینے لگی۔۔۔۔

آپ کی چوائس تو کافی اچھی ہے میجر صاحب۔۔۔۔۔۔

یشفعہ مسکرا کر خود سے بولی۔ اتنے میں وھاج واش روم کا دروازہ کھول کر باہر نکلا تو یشفعہ کو اپنے کمرے میں دیکھ کر پہلے تو حیران ہوا پھر اپنا تصور سمجھ کر وارڈوب کی طرف بڑھ گیا۔ اور یشفعہ جو سارے کمرے کو کافی ستائشی نظروں سے دیکھ رہی تھی وھاج کو دیکھ کر اپنا رخ موڑ گئی کیونکہ وھاج بغیر شرٹ کے تھا اور اپنے سر کے بال ٹاول سے رگڑ رہا تھا۔۔۔

یشفعہ جلدی سے بولی۔۔۔۔

بندہ کم از کم شرٹ پہن کر واش روم سے نکلتا ہے۔۔۔۔۔

وھاج تو اس کی آواز سن کر ہی ٹھٹھک گیا اور پلٹ کر دیکھا تو یشفعہ اس کی طرف پشت کئے کھڑی تھی۔

تم سچ میں یہاں ہو؟؟؟؟؟

وھاج نے بے یقینی سے پوچھا۔

نہیں میرا بھوت ہے یہاں۔۔۔۔۔۔

وھاج اس کی طرف بڑھا اور بولا۔

تم یہاں کیا کر رہی ہو؟؟؟؟؟

مومنہ کے ساتھ آئی ہوں۔۔۔ ماموں نے بھیجا ہے۔۔۔۔ اب پلیز جلدی سے شرٹ پہنیں۔۔۔۔۔

اور اگر نہ پہنوں تو؟؟؟؟

وھاج اس کا رخ اپنی طرف کرتے ہوئے شرارت سے بولا۔

یشفعہ نے اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ لیا اور بولی۔۔۔

تو میں یہاں سے ابھی چلی جاتی ہوں۔۔۔۔۔

یہ بول کر وہ وہاں سے جانے لگی تھی کہ وھاج نے اس کی کمر میں ہاتھ ڈال کر اس خود سے قریب کر لیا اور پیار بھرے لہجے میں بولا۔

یار تم اتنی جذباتی کیوں ہو؟ میں تو مذاق کر رہا تھا اور ویسے بھی کوئی بیوقوف ہی ہو گا جو تمہیں اس روپ میں دیکھ کر خود سے دور کرے گا۔۔۔۔۔۔

احمد پلیز چھوڑیں۔۔۔۔۔۔

یشفعہ تو اس کی قربت سے ہی گھبرا گئی تھی اس لئے خود کو چھڑواتے ہوئے بولی۔

جواب میں وھاج نے اسے خود سے مزید قریب کر لیا اور بولا۔

ایک وعدہ کرو گی مجھ سے؟؟؟

پہلے چھوڑیں پھر بات کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔

یہ لو بھئی چھوڑ دیا۔۔۔

وھاج اسے اپنے حصار سے آزاد کرتے ہوئے بولا۔

وعدہ کرو کہ کبھی مجھے غلط نہیں سمجھو گی اور ہمیشہ میرے ساتھ رہو گی چاہے حالات کیسے بھی کیوں نہ ہوں۔۔۔۔۔۔۔

جواب میں یشفعہ نے اپنا سر اثبات میں ہلا دیا۔

ویسے ایک بات ہے جب تک تمہیں معلوم نہیں تھا کہ میں ہی تمہارا احمد ہوں تم اچھا خاصہ سنا دیتی تھی مجھے لیکن جب سے پتہ چلا ہے۔۔ تم میرے سامنے بولتی کم اور شرماتی زیادہ ہو۔۔۔۔۔۔

وھاج شرارت سے بول کر اپنی شرٹ پہننے لگا جبکہ یشفعہ کو تو اس کی بات نے مانو آگ ہی لگا دی۔۔

میجر وھاج احمد اگر آپکی بیوی آپکے سامنے چپ ہے یا کچھ بول نہیں رہی تو اس کا مطلب یہ ہر گز نہیں ہے کہ آپ اسے بالکل ہی گونگا سمجھ لیں۔۔ وہ اور لڑکیاں ہوتیں ہیں جو اپنے شوہروں کے کرتوت بھول جاتیں ہیں میں ان میں سے نہیں ہوں۔۔۔اور رہی بات شرمانے کی تو میں آپ سے بالکل نہیں شرماتی۔۔۔۔۔۔

وہ نان سٹاپ بول رہی تھی جب وھاج آگے بڑھا اور

ایک شریر سے جسارت کر کے پیچھے ہٹا اور یشفعہ کو دیکھا جو کانوں تک سرخ ہو چکی تھی۔ وھاج نے کافی دلچسپی سے اسے دیکھا اور بولا۔

اگلی بار اگر اسی طرح میرے سامنے بولو گی تو ایسے ہی چپ کروائوں گا یاد رکھنا۔۔۔۔

یشفعہ اس کی آواز پر ہوش میں واپس آئی اور اپنے منہ پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولی۔

آپ انتہائی لوفر انسان ہیں۔۔۔۔۔۔

جانتا ہوں مسز کچھ اور بتائو۔۔۔۔۔۔

وھاج پر فیوم لگاتے ہوئے بولا۔

یشفعہ نے غصے سے وھاج کو دیکھا اور وہاں سے جانے لگی جب دروازے پر عزیر، زرلال اور زیبا کو دیکھ کر شاکڈ رہ گئی۔ جبکہ وھاج اس کو رکتے دیکھ کر بولا۔

لگتا ہے میرے ساتھ جانا چاہتی ہو باہر۔۔۔۔ چلو پھر سات۔۔۔۔۔

وھاج بھی سامنے تینوں نفوس کو دیکھ کر شاکڈ رہ گیا۔

زیبا آگے بڑھی اور کافی سنجیدگی سے بولی۔

وجی یہ لڑکی کون ہے اور اس وقت تمہارے کمرے میں کیا کر رہی ہے؟؟؟؟؟

ماما۔۔۔ یہ یشفعہ ہے اور یہ غلطی سے میرے کمرے میں آگئی تھی۔۔۔۔

وھاج نے جلدی سے جھوٹ بولا۔ تو زیبا نے ایک زوردار تھپڑ وھاج کے دائیں گال پر مارا اور غصے سے بولی۔

یہ تربیت کی ہے ہم نے تمہاری کہ تم ہم سے جھوٹ بولو گے۔۔۔۔۔

ماما وہ۔۔۔۔۔

بس وجی اب کوئی جھوٹ نہیں اور تم۔۔۔۔۔

زیبا غصے سے یشفعہ کی طرف پلٹی اور بولی۔

تم بتائو کے کیا تمہیں شرم نہیں آتی اس وقت کسی غیر مرد کے کمرے میں۔۔۔۔۔۔ مجھے تو سوچ سوچ کر ہی غصہ آرہا ہے۔۔۔۔ کیا یہ تربیت کی ہے تمہارے ماں باپ نے کے کسی بھی غیر مرد۔۔۔۔۔۔۔۔

فار گاڈ سیک ماما چپ ہو جائیں۔۔۔۔۔۔

وھاج یشفعہ کے آنسو دیکھ کر تقریبا چلایا تھا۔۔۔۔

وجی یہ لڑکی لگتی کیا ہے تمہاری جس کی وجہ سے تم اپنی ماما سے اس طرح بات کر رہے ہو؟؟؟؟

عزیر نے سنجیدگی سے پوچھا۔

بڑے پاپا میں آپکو ابھی نہیں بتا سکتا میری مجبوری

ہے۔۔۔۔۔۔۔

وھاج بے بسی سے بولا تو یشفعہ نے کافی غصے سے وھاج کو دیکھا۔

مجھے تو یہ کسی شریف خاندان کی نہیں لگتی کیونکہ شریفوں کی لڑکیاں ایسی نہیں ہوتیں۔۔۔۔۔۔

زیبا حقارت سے بولی۔

بس بہت ہو گیا۔۔اب میں اپنے یا اپنی فیملی کے بارے میں ایک لفظ نہیں سنوں گی۔۔اور آنٹی آپکا لحاظ کر رہی ہوں تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ میرے بابا نے میری تربیت نہیں کی۔ یہ میری تربیت ہی ہے کہ میں آپکی یہ کڑوی کسیلی باتیں چپ کر کے سن رہی ہوں۔۔۔۔اور رہی غیر مرد کی بات تو آپکی اطلاع کے لئے بتادوں کے اس وقت میں اپنے شوہر کے کمرے میں کھڑی ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔

یشفعہ کے صبر کا پیمانہ اب لبریز ہو چکا تھا اس لئے وہ بھی کافی غصے سے بولی۔

جبکہ وھاج کے علاوہ باقی تینوں اس کی بات سن کر ہی ساکت رہ گئے۔۔۔۔۔

سب سے پہلے زرلال کا سکتہ ٹوٹا تو بولا۔

وجی بھائی کیا یہ سچ ہے؟؟؟؟

ہاں یہ سب سچ ہے میرا اور یشفعہ کا نکاح ہو چکا ہے۔۔۔۔

وھاج نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

وجی میں تو تمہیں کافی سمجھدار سمجھتی تھی۔ یہاں تک کے اپنے سب بچوں سے زیادہ پیار دیا اور تم نے یہ صلہ دیا میرے پیار کا کے نکاح کے لئے اجازت کی بات تو دور بتانا بھی ضروری نہیں سمجھا۔۔۔۔۔۔۔

زیبا روتے ہوئے بولی۔

ماما پلیز مت روئیں آپ جانتی ہیں نہ کے میں آپکی آنکھوں میں آنسو نہیں دیکھ سکتا۔۔۔۔

وھاج نے زیبا کے آنسو صاف کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا جب زیبا نے اس کا ہاتھ جھٹک دیا اور بولی۔

مت کہو مجھے ماما۔۔۔۔ مر گئی تمہاری ماما۔۔۔۔

ماما پلیز ایسے تو مت بولیں۔۔۔۔۔۔۔۔

وھاج نے تڑپ کر کہا۔

میرے وجی نے مجھ سے جھوٹ بولا۔۔۔

زیبا یہ بول کر بیڈ پر بیٹھ کر رونے لگی۔

وجی بیٹا ایک بار ہم سے بول کر تو دیکھتے کے تمہیں اس سے شادی کرنی ہے۔۔۔۔۔۔

عزیر بولا۔

بڑے پاپا یہ نکاح بابا نے کروایا تھا دو سال پہلے۔۔۔۔۔

وھاج نے ان سب کو الف سے لے کر یہ تک سارا ماجرا سنا دیا۔

اور یہ رہا ہمارا نکاح نامہ۔۔۔۔

آخر میں اس نے اپنا نکاح نامہ عزیر کو دکھایا۔

لیکن تم سب نے ہم سے یہ نکاح کیوں چھپایا؟؟؟؟

عزیر نے نا سمجھی سے پوچھا۔

بابا جان کی خواہش تھی کہ یشفعہ کی سٹڈی کمپلیٹ ہونے سے پہلے گھر میں کسی کو پتہ نہ چلے کہ ہم دونوں کا نکاح ہو گیا ہے۔۔۔۔۔۔۔۔

وھاج نے نرمی سے جواب دیا۔

مجھے اب چلنا چاہیے۔۔۔۔۔

یہ بول کر یشفعہ نے اپنے آنسو صاف کئے اور وہاں سے جانے لگی جب زیبا نے اسے روکا۔۔۔

رکو۔۔۔۔۔

تمہاری سٹڈی کب تک کمپلیٹ ہو جائے گی؟؟؟

جی؟؟؟

یشفعہ نے نا سمجھی سے زیبا کو دیکھا۔

وہ تمہارے بابا سے تمہارا باقاعدہ ہاتھ مانگنے جانا ہے نہ اس لئے۔۔۔۔۔

زیبا نے مسکرا کر جواب دیا۔ تو وھاج کی اٹکی ہوئی سانسیں بحال ہوئیں جبکہ زرلال اور عزیر مسکرا دیئے۔

آنٹی وہ۔۔۔۔۔

یشفعہ تھوڑا سا ہچکچائی۔

ایم سوری بیٹا لیکن وہ کیا ہے نہ اس نالائق سے بہت محبت کرتی ہوں اور بہت زیادہ پوزیسیو بھی ہوں اس کے بارے میں اور اس کی حرکتیں بھی کافی مشکوک رہنے لگی ہیں بس اسی لئے۔۔۔۔ پلیز مجھے اپنی ماما سمجھ کر معاف کر دینا۔۔۔۔۔

زیبا شرمندگی سے بولی۔

آنٹی پلیز آپ سوری مت بولیں اور آپکا ری ایکشن نیچرل تھا اس لئے مجھے برا نہیں لگا۔۔۔۔

یشفعہ نے مسکرا کر جواب دیا۔

زیبا آگے بڑھی اور یشفعہ کے سر پر بوسہ دیتے ہوئے بولی۔

ماشاءاللہ بہت پیاری ہو اور یہ تمہارا گھر ہے جب چاہے آئو۔۔اور ایک بات مجھے آنٹی کی بجائے ماما بولو گی تو مجھے اچھا لگے گا۔۔۔۔۔

جی۔۔۔۔۔۔

یشفعہ جواب میں بولی۔

کیا جی؟؟؟؟

زرلال نے جان بوجھ کر اسے تنگ کیا۔

وہ۔۔۔۔وہ۔۔۔

زرلال مار کھائو گے مجھ سے اور میری بیٹی کو تنگ مت کرو۔۔۔اور ہاں اگر ان دونوں میں سے کوئی بھی تمہیں تنگ کرے تو مجھے بتانا میں ان نالائقوں کو دیکھ لوں گی۔۔۔۔۔۔

زیبا زرلال اور وھاج کو مصنوعی گھوری سے نوازتے ہوئے بولی۔

جی ماما۔۔۔۔۔

یشفعہ بولی۔

یہ ہوئی نہ بات اب چلو میں تمہیں ماہا سے ملواتی ہوں۔۔

یہ بول کر زیبا یشفعہ کو اپنے ساتھ لے گئی جبکہ زرلال کے چہرے پر شریر مسکراہٹ تھی جیسے وھاج نے دیکھتے ہی پوچھا۔۔

کیا؟؟؟

یہ جو آپکی پول کھلی ہے نہ یہ سارا میرا اور علی بھائی کا پلین تھا اور اب جو درگت آپکی ماہا سے بننے والی ہے مجھے تو سوچ سوچ کر ہی مزا آ رہا ہے۔۔۔۔

زرلال یہ بول کر وہاں سے بھاگ گیا کیونکہ وھاج اسے

غصے سے گھور رہا تھا۔۔۔ جبکہ عزیر نے بے ساختہ قہقہ لگایا۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

زرلال ہنستے ہوئے باہر کی جانب بھاگ رہا تھا جب وہ کسی سے ٹکراتے ٹکراتے بچا۔۔۔ جیسے ہی اس نے دیکھا تو سامنے دانین تھی جو زرلال کو دیکھ کر مسکرائی۔۔۔ زرلال کے چہرے پر پہلے والی شرارت کی جگہ اب سنجیدگی نے لے لی تھی کیونکہ اسے کل والی ساری باتیں یاد آ گئی تھیں۔

وہ وہاں سے جانے لگا تھا جب کچھ سوچتے ہوئے رکا اور دانین کی طرف دیکھ کر بولا۔۔۔

آپ کو یہاں کس نے بلایا؟

دانین اس کے سوال پر کافی حیران ہوئی پھر بولی۔

عزیر سر نے۔۔۔

آپکی اماں کی طبعیت کیسی ہے اب؟؟؟

وہ بالکل ٹھیک ہیں۔۔۔۔۔

دانین نے مسکرا کر جواب دیا۔

کل کیا ہوا تھا انہیں؟؟؟؟

زرلال نے سنجیدگی سے پوچھا۔

وہ۔۔ کل ان کا بی پی شوٹ کر گیا تھا۔۔۔۔۔

دانین نے جلدی سے جھوٹ بولا۔

آپکی اماں غالبا گھر پر اکیلی ہوں گی اس وقت اور آپ ان کو چھوڑ کر یہاں پارٹی انجوائے کرنے آ گئیں حیرت ہے۔۔۔۔۔۔

زرلال نے اس کا مذاق اڑایا۔۔۔۔

جی۔۔۔۔۔

دانین نے نا سمجھی سے زرلال کو دیکھا۔۔۔

کچھ نہیں۔۔۔ میرے سامنے آئندہ لپ سٹک لگا کر مت آنا ورنہ اچھا نہیں ہو گا۔۔۔۔۔

زرلال جس کی نظریں بار بار دانین کے چہرے کی طرف اٹھ رہی تھیں خود کو نے سرزنش کرتے ہوئے دانین کو ایک نیا آرڈر دیا اور وہاں سے چلا گیا۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔ میری شدتوں کو جو زوال ہے۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔یہ فقط اس کی وفائوں کا کمال ہے۔۔۔۔۔۔

۔(کرن رفیق)۔

ماہابیٹا کہاں ہو آپ ؟؟؟

زیبایشفعہ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے کمرے میں داخل ہوئی تو ماہ روش کو نہ پا کر اسے پکارنے لگی۔۔۔۔

ماہا۔۔۔۔ماہا۔۔۔۔۔

شاید بابا جان کے کمرے میں ہے تم رکو میں بلا کر لاتی ہوں اس کو۔۔۔۔۔۔

زیبا اسے بول کر وہاں سے چلی گئی۔۔۔۔

احمد تو بول رہے تھے کہ ماہا مر چکی تھی دو سال پہلے پھر آنٹی مجھے کس سے ملوانے والی ہیں؟؟؟؟

یشفعہ خود سے بولی۔

چل عاشو جو بھی ہو تجھے تو بس ملنا ہے۔۔۔۔۔۔

سوری بیٹا تھوڑا لیٹ ہو گئی ایکچوئیلی وہ آ رہی تھی لیکن اس کے دادو کا آرڈر ہے کہ پہلے کیک کٹ کیا جائے تو آپ بھی باہر آ جائو اور وہاں اس سے مل لینا۔۔۔۔۔۔

زیبا شرمندہ ہوتے ہوئے یشفعہ سے بولی۔

اٹس او کے ماما۔۔۔۔ چلیں باہر چلتے ہیں۔۔۔۔۔

یشفعہ نے مسکرا کر زیبا کا ہاتھ پکڑا اور باہر کی جانب بڑھ گئی۔۔۔۔۔

وہ رہی ماہا سٹیج پر اپنے بڑے پاپا اور بھائیوں کے

ساتھ۔۔۔۔۔۔

زیبا نے ماہا کی طرف اشارہ کر کے یشفعہ کو بتایا۔۔۔

یشفعہ نے جو نہی ماہا کو دیکھا تو اپنی جگہ پر ساکت رہ گئی۔اس کی گرفت زیبا کے ہاتھ پر ہلکی ہو گئی اور بے ساختہ بولی۔۔۔

بیا۔۔۔۔۔۔

کیا ہوا بیٹا؟آپ رک کیوں گئیں؟؟؟

زیبا نے نرمی سے پوچھا۔

کچھ نہیں ماما۔۔۔ چلیں۔۔۔۔۔

یشفعہ بمشکل مسکرا کر بولی۔

اتنے میں عزیر ملک سٹیج پر آئے اور مائیک تھام کر مسکرا کر بولے۔

گڈ ایوننگ لیڈیز اینڈ جینٹل مین میٹ مائے ڈاٹر ماہ روش زبیر ملک۔۔۔آج کافی سالوں بعد ہم سب ماہ روش کی سالگرہ سلیبریٹ کر رہے ہیں کیونکہ کچھ حالات کی وجہ سے پچھلے کچھ سالوں سے ہم کر نہیں پائے۔خیر اس خوشی کے موقع پر میں ایک اور اعلان کرنا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔۔

عزیر تھوڑی دیر کے لئے رکا تو سب نے سوالیہ نظروں سے عزیر کو دیکھا۔

مجھے آپ سب کو یہ بتاتے ہوئے خوشی ہو رہی ہے کہ بہت جلد ہم ماہ روش اور عبداللہ کو ایک کرنے والے ہیں میرا مطلب بہت جلد ان دونوں کی شادی کرنے والے ہیں۔۔۔اب آپ سب لوگ پارٹی انجوائے کریں۔۔۔۔۔۔

عزیر کی بات سنتے ہی جہاں عبداللہ کے چہرے پر خوشی تھی وہیں ماہ روش کے چہرے پر بے چینی تھی جسے عبداللہ کے سوا کسی نے نوٹ نہیں کیا تھا۔ عزیر اپنی بات بول کر سٹیج سے اتر گئے جبکہ وھاج اور زرلال دونوں نے ماہا اور عابی کو گلے لگا کر مبارکباد دی۔۔۔یشفعہ جونہی سٹیج پر پہنچی ماہا اسے دیکھ کر حیران رہ گئی۔۔اور اسی حیرانگی سے بولی۔

عاشو۔۔۔۔۔۔۔

یشفعہ نے چہرے پر مصنوعی مسکراہٹ سجائی اور بولی۔۔۔۔۔

کانگریجولیشن بیا۔۔۔اوہ۔۔ سوری مس ماہ روش زبیر ملک۔۔۔ مجھے پہچانا؟؟ میں یشفعہ اسد جہانگیر جسے آپ پچھلے دو سالوں سے بیوقوف بنا رہیں تھی۔۔۔۔۔۔

عاشو میری بات۔۔۔۔۔۔۔

ماہا نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا کہ یشفعہ نے اسے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا اور اپنے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

مس ماہ روش صرف آپکی وجہ سے میرے بابا کو ہارٹ اٹیک ہوا۔ میں اور بابا خود کو تمہارا مجرم سمجھ رہے تھے کہ ہم تمہیں وہ محبت نہیں دے سکے جس کی تم حقدار تھی لیکن ہم غلط تھے تم تو ایک نہایت ہی

خود غرض لڑکی ہو جس نے صرف اپنے بارے میں سوچا۔۔آئی ہیٹ یو ماہ روش آئی رئیلی ہیٹ یو۔۔۔۔۔۔

یشفعہ اپنا غصہ نکال کر وہاں سے جانے لگی تھی جب ماہا نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا اور روتے ہوئے بولی۔

عاشو پلیز میری بات سنو۔۔۔۔۔۔

جسٹ سٹاپ اٹ پلیز اینڈ ڈونٹ لائے اگین۔۔۔۔۔۔۔

یشفعہ نے غصے سے اس کا ہاتھ ہٹایا اور مومنہ کو دیکھا جو علی کے ساتھ کھڑی تھی۔یشفعہ اس کی طرف بڑھی اور اس کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے چلی گئی جبکہ ماہا پیچھے اسے آوازیں دیتی رہ گئی۔۔۔۔

ماہا کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر سب گھر والے پریشان ہو گئے جبکہ ایک سوال سب کے دماغوں میں تھا کہ یشفعہ ماہا کو کیسے جانتی ہے؟اور یہ دونوں اس طرح کیوں ری ایکٹ کر رہی تھیں۔۔۔۔۔۔

بھائی پلیز اسے روکیں وہ چلی جائے گی بھائی پلیز اس۔۔۔۔۔۔۔

ماہا بولتے بولتے بے ہوش ہو گئی۔تو زرلال پریشانی سے اس کی طرف بڑھا۔۔۔۔۔

ماہا۔۔۔۔

عاشو چپ کر جاؤ یار کب تک رو گی؟؟؟؟

مومنہ جو کب سے پارکنگ میں کھڑی یشفعہ کو چپ کروانے کی کوشش کر رہی تھی اسے مسلسل روتے دیکھ کر بولی۔۔۔۔

مومنہ تم جانتی ہو نہ کہ جب مجھے پتہ چلا تھا کہ بیا میری بہن نہیں ہے تو اس کے لئے میری محبت اور بڑھ گئی تھی اس لئے نہیں کہ اس نے میری جان بچائی تھی بلکہ اس لئے کہ اس نے میرے بابا کا مان رکھا تھا ۔۔آج اسے سالگرہ سلیبریٹ کرتے دیکھ کر مجھے غصہ آگیا کیونکہ مجھے لگا کہ بابا کی آج جو بھی حالت ہے اسی کی وجہ سے ہے۔۔ میں اور بابا وہاں اس کے لئے پریشان ہو رہے تھے اور وہ یہاں اپنی دنیا میں خوش ہے۔۔۔۔ مومنہ میں اس سے نفرت نہیں کرتی تم جانتی ہو نہ۔ میں اس سے نفرت کر ہی نہیں سکتی ۔۔۔۔ مومنہ مجھے میری بیا واپس چاہیے مومنہ مجھے بیا واپس چاہیے۔۔۔۔۔۔

یشفعہ روتے روتے کار کے ساتھ ٹیک لگا کر نیچے

بیٹھ گئی جبکہ مومنہ اسے پھر سے چپ کروانے کی

کوشش کرنے لگی۔اور وھاج جو یشفعہ سے بات کرنے آیا تھا۔اس کی حالت دیکھ کر وہاں سے چلا گیا۔۔۔۔۔

ڈاکٹر ماہا کو ہوش کب تک آئے گا؟؟؟؟

زیبا نے پریشانی سے پوچھا۔

دیکھیں مجھے لگتا ہے انہوں نے کسی چیز کا کافی سٹریس لیا ہے اسی وجہ سے بے ہوش ہو گئی ہیں لیکن آپ فکر نہ کریں میں نے انجیکشن دے دیا ہے تھوڑی دیر تک ان کو ہوش آجائے گا۔۔۔۔

ڈاکٹر نے پروفیشنل انداز میں جواب دیا۔

ڈاکٹر پکا کوئی گھبرانے والی بات نہیں؟؟؟؟

وھاج نے پوچھا۔

نہیں مسٹر وھاج۔۔۔۔ یہ کچھ میڈیسنز ہیں آپ لے آئیں اور ان کے ہوش میں آتے ہی ان کو دے دیجئیے گا۔اب میں چلتا ہوں۔۔۔۔۔۔

ڈاکٹر یہ بول کر وہاں سے جانے لگا جب وھاج نے زرلال کو اشارہ کیا تو وہ ڈاکٹر کو باہر تک چھوڑنے کے لئے چلا گیا۔۔۔۔۔

پتہ نہیں کس کی نظر لگ گئی ہے میری بچی کو۔۔۔۔۔۔

زیبا ماہا کی پیشانی چومتے ہوئے بولی۔

زیبا بیٹا تم تو سنبھالو خود کو۔۔۔۔۔۔۔

احمر ملک نے نرمی سے کہا۔

عاشو۔۔۔ عاشو۔۔۔۔۔۔

ماہا آہستہ آہستہ بڑبڑا رہی تھی جب زیبا بولی۔۔۔

میری گڑیا آنکھیں کھولو ماما پریشان ہو رہی ہیں۔۔۔۔۔

ماہا نے آہستہ سے آنکھیں کھولیں اور بولی۔۔۔۔

ماما۔۔۔عاشو کہاں ہے؟مجھے اس سے ملنا ہے؟

ماہا ابھی وہ چلی گئی ہے ہم صبح چلیں گے اس کے پاس۔۔۔۔۔

وھاج نے اسے پیار سے سمجھایا۔۔۔

لیکن بھائی وہ۔۔۔۔۔

ماہا پلیز اپنے بھائی کی بات مان لو صبح چلیں گے نہ ابھی آرام کو۔۔۔۔۔

وھاج نے اس کی منت کی۔۔۔

جواب میں ماہا نے سر ہلا کر آنکھیں موند لیں۔۔۔۔۔۔

وجی ماہا یشفعہ کو کیسے جانتی ہے؟؟؟؟

سب لائونج میں بیٹھے تھے جب عزیر نے وھاج سے پوچھا۔

بڑے پاپا ماہا پچھلے دو سالوں سے اسد انکل کے پاس تھی۔۔۔۔۔۔

وجی بھائی اگر ماہا ان کے پاس تھی تو انہوں نے ہمیں بتایا کیوں نہیں؟؟؟

زرلال نے نا سمجھی سے پوچھا۔

کیونکہ اسد انکل نہیں جانتے تھے کہ وہ ہماری ماہا ہے۔۔ماہا دو سال پہلے ان کو ایک روڈ پر ملی تھی نہایت ہی بری حالت میں۔۔۔۔۔۔اس کے فیس کو بری طرح جلایا گیا تھا۔اسد انکل نے اس کی سرجریز

کروائیں اور اسے سنبھالا۔۔۔ان دنوں یشفعہ اور اس کی چھوٹی بہن کا کار ایکسیڈنٹ ہوا تھا جس کے نتیجے میں اس کی چھوٹی بہن کی دیتھ ہو گئی۔اور یشفعہ کا برین ڈیمج ہوا۔

یشفعہ نے ایک دن اسد انکل کو ماہا کے ساتھ دیکھ لیا تو اسے اپنی بہن سمجھ بیٹھی کیونکہ شاذر انکل نے اس سے کہا تھا اسکی بہن کی فیس سرجری ہوئی ہے جس کے باعث اس کا چہرہ بدل چکا ہے۔۔ پھر اسد انکل یشفعہ کی جان بچانے کے لئے ماہا کو اپنے ساتھ لے گئے۔۔۔۔۔۔۔۔۔

وھاج نے سب کو تفصیلی جواب دیا۔۔۔۔

لیکن بھائی آپ یہ سب کیسے جانتے ہیں؟؟؟؟

عابی نے پوچھا۔

اسد انکل سے ہوسپٹل میں ملنے گیا تھا تو انہوں نے سب بتایا۔۔۔۔

وجی بھائی ہمیں ماہا کو سٹریس سے نکالنے کے لئے اور بہتر زندگی کے لئے اسے اس کے پچھلے دو سالوں کے واقعات کو اس کے دماغ میں سے نکالنا ہو گا۔

عبداللہ کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

لیکن وہ کچھ بھی بتانے کے لئے تیار نہیں ہے۔ تم خود اس کی کنڈیشن دیکھ رہے ہو کہ کیسے صرف یشفعہ کے دور جانے کے ڈر سے ہی وہ بے ہوش ہو گئی تھی اور اب تم اس سے دو سال پچھلے والے واقعات کو جاننا چاہتے ہو۔۔۔۔۔۔۔آخر کیوں؟؟؟؟

وھاج نے سنجیدگی سے پوچھا۔

وہ اس لئے بھائی کہ میں ایک ڈاکٹر بھی ہوں اور یہ بات اچھے سے جانتا ہوں کہ اگر ہم نے اب تھوڑی سی ہمت نہیں دکھائی تو ہم اسی سٹریس کی وجہ سے ماہا کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے کھو بھی سکتے ہیں۔۔۔۔۔۔

عبداللہ نے نرمی سے وھاج کو سمجھایا۔

لیکن عابی۔۔۔۔۔

ہاں بھائی عابی بالکل ٹھیک کہہ رہا ہے۔۔ ہمیں اپنی پرانی ماہا کو واپس لانا ہو گا جو کسی سے نہ تو ڈرتی تھی اور نہ ہی چھوٹی چھوٹی باتوں پر گھبراتی تھی اور اس کے لئے اگر ماہا کو تھوڑی سی تکلیف برداشت کرنی پڑے تو میرے خیال سے اس تکلیف سے بہت بہتر

ہو گی جو وہ ساری زندگی برداشت کرے گی۔۔۔۔۔۔۔

زرلال نے بھی عبداللہ کی بات کی تائید کی۔۔۔۔

وھاج نے اجازت طلب نظروں سے احمر اور عزیر کو دیکھا تو وہ دونوں مسکرا دیئے جبکہ زیبا نے آنکھوں سے ہی اسے مثبت اشارہ کر کے اپنا جواب بتایا۔۔۔۔

جب آپ سب کو کوئی اعتراض نہیں تو مجھے بھی کوئی پرابلم نہیں لیکن ایک بات کا خیال رہے کہ ماہا کو ذرا سا بھی نقصان نہ پہنچے۔۔۔۔۔۔۔۔

وھاج نے عبداللہ اور زرلال دونوں کو تنبیہ کی۔۔

جی بھائی۔۔۔۔۔

وہ دونوں ایک ساتھ بولے اور پھر ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرا دیئے۔۔۔۔۔۔

مومنہ بیٹا عاشو نہیں اٹھی ناشتے کے لئے؟؟؟

اسد ناشتے کی میز پر یشفعہ کی غیر موجودگی کو نوٹ کرتے ہوئے بولا۔

انکل وہ سو رہی ہے۔۔۔۔۔

مومنہ نے نظریں چراتے ہوئے جواب دیا۔

طبعیت ٹھیک ہے نہ اس کی؟؟؟

شاذر نے پوچھا۔

جی بابا بس پارٹی کی تھکاوٹ ہو گئی ہے اسے۔۔۔

مومنہ نے پھر سے جھوٹ بولا جبکہ اسد مومنہ کو دیکھ کر سمجھ گیا تھا کہ کوئی نہ کوئی بات ضرور ہے جو مومنہ چھپا رہی ہے پھر کچھ سوچتے ہوئے کھانے کی طرف متوجہ ہو گیا۔

یشفعہ نے جیسے ہی اپنا موبائل دیکھا میجر احمد کالنگ دیکھ کر موبائل بند کر دیا۔۔۔

یار کل رات سے کال کر رہا ہوں لیکن مجال ہے جو یہ لڑکی کبھی میری بات سن لے۔ ہمیشہ جذباتی کیوں ہو جاتی ہے؟ خیر ماہا کا معاملہ سنبھل جائے تو اس کی بھی عقل ٹھکانے لگاتا ہوں۔۔۔۔۔۔

وھاج خود سے بول کر اپنے کمرے سے باہر نکل گیا۔

جھوٹ بولا آپ نے مجھ سے احمد۔۔۔۔آپ اور بیا نے مل کر مجھے دھوکہ دیا میں کبھی معاف نہیں کروں گی آپکو۔۔۔ کبھی نہیں۔۔۔۔۔

یشفعہ نے روتے روتے اپنے بیڈ کراؤن سے ٹیک لگالی اور آنکھیں بند کر لیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔اسے وصل کی خوشی سے کیا؟؟؟

۔۔۔۔۔۔۔۔جس نے ہجر یار نہ جھیلا ہو۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔اسے عاشق کے جذبوں سے کیا؟؟؟؟

۔۔۔۔۔۔۔۔جس نے فقط دلوں سے کھیلا ہو۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔وہ وفائوں کو نبھا رہا ہے ایسے۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔جیسے عشق اس کا سوتیلا ہو۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔تو مرتا ہے اس شخص پر کیا؟؟؟؟

۔۔۔۔۔۔۔جو بھری محفل میں بھی اکیلا ہو۔۔۔۔۔۔۔۔

۔(کرن رفیق)۔

ماما مجھے عاشو سے ملنے جانا ہے لیکن گھر پر کوئی بھی نہیں ہے۔۔۔اب میں اس سے ملنے کیسے جائوں؟؟؟

ماہا عبایا پہن کر کیچن میں زیبا کے پاس گئی جو ماہا کے لئے ناشتہ بنا رہی تھی۔۔۔۔۔۔۔

سب آپ کا انتظار کر رہے تھے لیکن آپ سو رہی تھی اس لئے میں نے آپ کو اٹھانا مناسب نہیں سمجھا۔ اور رہی بات عاشو سے ملنے کی تو عابی ابھی گھر پر ہی ہے میں اسے بول دیتی ہوں وہ لے جائے گا آپکو

۔۔۔۔۔۔۔

زیبا نے مسکرا کر ماہا کو جواب دیا۔

لیکن ماما وہ۔۔۔۔۔۔۔

کیا ہوا کوئی پرابلم ہے کیا؟

زیبا نے اس کی ہچکچاہٹ دیکھ کر پوچھا۔

نہیں ماما۔۔۔آپ ان کو بول دیں میرے ساتھ جانے کا تب تک میں ناشتہ کر لیتی ہوں۔۔۔۔۔۔۔

ماہا کیچن میں موجود کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

ٹھیک ہے میرا بچہ۔آپ ناشتہ کرو میں اسے بول کر آتی ہوں۔۔۔۔۔۔۔

زیبا یہ بول کر وہاں سے چلی گئی جبکہ ماہا کو عبداللہ کے ساتھ جانے کا سن کر ہی پریشانی لاحق ہو گئی تھی۔۔۔۔۔۔۔

اکیلے اکیلے ناشتہ ہو رہا ہے۔۔۔مجھے بھی دو ناشتہ کیوں کے میں نے بھی ابھی نہیں کیا۔۔۔۔۔۔

عبداللہ اس کا چائے کا مگ اٹھاتے ہوئے اس کے سامنے بیٹھ کر نرمی سے بولا۔

آپ۔؟؟؟آپ کب آئے؟ میرا مطلب وہ۔۔۔۔۔۔

ماہا اس کی اچانک آمد پر ہڑبڑا گئی۔۔۔۔

جی میں۔۔۔آپ کا شوہر جیسے آپ منہ تک نہیں لگاتی اور رہی آنے کی بات تو میں اس دنیا میں تئیس سال پہلے ہی آگیا تھا۔۔۔۔۔

عبداللہ نے اس کے چہرے کو کافی دلچسپی سے دیکھا اور شرارت سے جواب دیا۔

یہ میری جھوٹی چائے ہے۔۔۔۔۔۔

ماہا سے کوئی جواب نہ بن پڑا تو چائے کے مگ کو دیکھ کر بولی جو عابی کے ہاتھ میں تھا۔

کوئی بات نہیں۔۔۔۔۔کیونکہ میں تو پھر بھی یہی چائے پیوں گا۔۔۔۔۔۔

عبداللہ نے یہ بول کر چائے کا مگ اپنے منہ کو لگا لیا۔۔۔۔

ماہا نے کافی حیرانگی سے عبداللہ کو دیکھا کیونکہ اسے اچھے طرح یاد تھا کہ بچپن سے ہی عابی کسی کی استعمال شدہ چیز کو دیکھتا تک نہیں تھا۔۔۔۔۔

نظر لگاؤ گی کیا؟؟؟؟

عبداللہ نے اسے مسلسل اپنی طرف دیکھتا پایا تو شرارت سے بولا۔

محبت کی نظر نہیں لگتی عابی۔۔۔۔۔۔۔

ماہا نے دل میں سوچا اور اپنی گردن کو نفی میں ہلا دیا۔

اچھا چلو تمہیں تمہاری عاشو سے ملوالائوں۔۔۔۔۔۔

عبداللہ اس کی خاموشی کو دیکھ کر بولا۔

جواب میں ماہا اپنی جگہ سے اٹھی اور باہر کی جانب چلی گئی۔۔۔۔۔

ماہا اس طرح اگنور مت کرو۔۔۔۔۔ کیونکہ یہ اگنورینس مجھے تکلیف دے رہی ہے۔۔۔۔۔

عابی نے دل میں سوچا اور اس کے پیچھے چلا گیا۔۔۔۔۔

ماہا ایک بات پوچھوں؟؟؟؟

عبداللہ جو کب سے گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا ماہا کی خاموشی کو نوٹ کرتے ہوئے سنجیدگی سے بولا۔

جواب میں ماہا خاموش رہی تو عبداللہ نے ہاں سمجھ کر پوچھا۔۔۔

ماہا تم جب سے واپس آئی ہو سب کے ساتھ پہلے جیسی ہو مطلب سب کے ساتھ ہنستی ہو مذاق کرتی ہو لیکن میرے ساتھ اتنا اجنبی بن کر کیوں رہتی ہو؟ تم جب سے آئی ہو مجھے مسلسل اگنور کر رہی ہو؟ تم ایسا کیوں کر رہی ہو ماہا حالانکہ اب ہماری شادی بھی ہونے والی ہے۔۔۔۔۔۔۔۔

میں پہلے جیسی ہی ہوں یہ صرف آپکی نظر کا دھوکا ہے اور کچھ نہیں۔۔۔۔۔

ماہا نے سرد لہجے میں جواب دیا۔

اچھا پھر تم مجھے میری ماہا کب لوٹائو گی؟ شادی کے بعد یا پہلے۔۔۔۔۔۔۔۔

عبداللہ نے شرارت سے پوچھا۔

فار گاڈ سیک عابی ہو کیا گیا ہے آپکو ؟کب سے ایک ہی بات پکڑ کر بیٹھے ہیں شادی۔۔۔۔۔شادی۔۔۔۔ شادی۔۔۔۔

نہیں کرنی مجھے کوئی شادی۔۔۔۔اور اگر آپ کو اتنا ہی شوق ہے شادی کو تو میری طرف سے جس سے مرضی کر لیں کیونکہ میں آپ سے شادی نہیں کروں گی۔۔۔۔۔۔

ماہا ایک دم غصے سے چلائی تھی۔ عبداللہ نے جلدی سے گاڑی کو بریک لگائی اور ماہا کو کافی شاکڈ نظروں سے دیکھا کیونکہ زندگی میں پہلی بار وہ عابی پر یوں چلائی تھی۔۔۔۔۔

ماہا کیا ہو گیا ہے یار میں تو مذاق۔۔۔۔۔۔۔

نہیں سمجھ میں آتا مجھے کوئی مذاق اس لئے جب میں آپ سے کوئی مذاق نہیں کرتی تو آپ بھی مت کیا کریں۔۔۔۔۔۔

ماہا گاڑی سے باہر دیکھتے ہوئے سرد لہجے میں بولی۔۔۔

ماہا ادھر دیکھو میری طرف۔۔۔۔۔۔۔

جواب میں ماہا نے اس کی بات کو سنا ان سنا کر دیا۔۔۔

ماہا میں نے کہا ادھر دیکھو میری طرف۔۔۔۔۔۔۔

عابی نے بمشکل اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے اس کا چہرہ اپنی طرف کیا۔

ماہا کیوں کر رہی ہو ایسا؟ اگر کوئی پرابلم ہے تو مجھے بتاؤ ہم مل کر اسے حل کریں گے۔۔۔۔۔۔

عبداللہ اس کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے بولا۔

سچ جاننا چاہتے ہیں تو سنیں۔۔۔ وحشت ہوتی ہے مجھے آپکی قربت سے۔جب جب آپ میرے قریب آنے کی کوشش کرتے ہیں مجھے خود سے نفرت ہونے لگتی ہے۔۔۔۔۔۔

ماہا اپنے ہاتھ اس کے ہاتھوں سے نکالتے ہوئے غصے سے بولی۔۔۔

الفاظ تھے یا ایٹم بم جو عبداللہ کی سماعتوں پر گرے تھے۔۔۔ عبداللہ کو اس کے لفظوں نے توڑ دیا تھا۔۔۔

عبداللہ رونا چاہتا تھا لیکن اس سنگ دل کے سامنے وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا اس لئے وہ جلدی سے پیچھے ہٹا اور گاڑی کو ڈرائیو کرنے لگا۔۔۔ جیسے ہی ماہا اترنے لگی عبداللہ اس کی طرف دیکھے بنا بولا۔

وجی بھائی یا زرلال تمہیں لینے آ جائیں گے۔۔۔۔۔۔

یہ بول کر وہ گاڑی زن سے آگے لے گیا جبکہ ماہا کے کب سے رکے ہوئے آنسو بند توڑ کر بہہ نکلے۔۔۔

ایم سوری عابی۔ مجھے معاف کر دیں۔۔۔ میں نہیں چاہتی کہ آپ کو زندگی بھر اس تکلیف کا سامنا کرنا پڑے جو آپکو اندر ہی اندر ختم کر ڈالے۔۔۔ آپ کی محبت واقعی بے مثال ہے لیکن میں آپ سے آپکی خوشیاں

نہیں چھین سکتی۔۔۔۔ اس لئے آج جو مجھے ٹھیک لگا میں نے کیا۔۔ میں جانتی ہوں اللہ آپکو وہ ساری خوشیاں دے گا جو آپ ڈیزرو کرتے ہیں بس افسوس کے میں ان خوشیوں کا حصہ کبھی نہیں بن سکتی

۔۔۔۔۔۔۔

ماہا اپنے آنسو صاف کر کے اندر کی جانب بڑھ گئی۔۔۔

عاشو بیٹا کیا بات ہے آپ نے ناشتہ کیوں نہیں کیا؟؟؟؟

اسد نے یشفعہ سے پوچھا جو لائونج میں اسد کے کندھے پر سر رکھ کر اس کے ساتھ صوفے پر بیٹھی تھی۔۔۔۔

بابا دل نہیں چاہ رہا تھا۔۔۔۔۔

یشفعہ نے بمشکل مسکرا کر جواب دیا۔۔۔

عاشو مجھے آپ کچھ پریشان لگ رہی ہو۔۔۔ سب ٹھیک ہے نہ؟؟؟؟

اسد نے اس کا چہرہ اپنی طرف کرتے ہوئے پوچھا۔

اس سے پہلے یشفعہ کوئی جواب دیتی ماہا بول پڑی۔۔۔۔۔

میں بتاتی ہوں بابا آپکو۔۔۔۔۔۔

اسد اور یشفعہ دونوں نے ایک ساتھ گردن گھما کر دیکھا تو لائونج کے دروازے پر ماہا کھڑی تھی۔۔۔۔

اسلام وعلیکم۔۔۔۔ بابا۔۔۔۔ کیسے ہیں آپ؟؟؟؟

ماہا اسد کے پاس صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

میری گڑیا میں ٹھیک ہوں۔آپ کیسی ہو؟؟؟

میں بھی ٹھیک ہوں بابا۔۔ عاشو تم کیسی ہو؟؟؟؟

اللہ کا شکر ہے کہ کچھ لوگوں کے دھوکے کے بعد بھی زندہ ہوں۔۔۔۔

یشفعہ طنزیہ لہجے میں بولی اور وہاں سے جانے لگی جب ماہا نے جلدی سے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے گلے لگایا اور رونے لگی۔۔۔

ایم سوری عاشو۔۔۔۔۔ پلیز مجھے معاف کر دو۔۔۔۔

جواب میں یشفعہ کے آنسو بھی روانی سے بہنے لگے جو بھی تھا وہ ماہا کو روتے ہوئے نہیں دیکھ سکتی تھی۔۔۔۔

پلیز ماہ روش چپ کر جاؤ۔۔۔۔۔۔

یشفعہ اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

پہلے یہ بولو کہ تم نے مجھے معاف کر دیا۔۔۔۔۔

ماہا کی بات پر اسد نے بمشکل اپنی مسکراہٹ دبائی جبکہ یشفعہ نے اسے گھورا اور دانت پیستے ہوئے بولی۔۔۔۔۔

تم اور تمہارا بھائی دونوں ہی بہت برے ہو۔۔۔۔۔۔

میرا بھائی؟؟؟؟

ماہا نے ناسمجھی سے پوچھا۔

جواب میں یشفعہ خاموش ہو گئی تو اسد اس کی خاموشی کو دیکھ کر بولا۔

عاشو بیٹا جاؤ ماہا کو کمرے میں لے جاؤ میں مومنہ کے ہاتھ ناشتہ بجھوا دیتا ہوں۔۔۔۔

یشفعہ نے اثبات میں سر ہلایا اور ماہا کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے لے گئی۔۔۔۔

تم میرے کس بھائی کی بات کر رہی تھی؟؟؟؟

تمہارے وھاج بھائی جو ایک نمبر کے دھوکے باز انسان ہیں۔۔۔۔۔۔

یشفعہ وھاج سے خفگی ظاہر کرتے ہوئے بولی۔

عاشو مجھے تمہاری بالکل سمجھ نہیں آ رہی پلیز صاف صاف بتاؤ کے بات کیا ہے؟؟؟

جواب میں یشفعہ نے اسے دو سال پہلے سے لے کر کل رات تک سب کچھ بتا دیا۔

ماہا کا حیرانگی کے باعث منہ کھل گیا تو یشفعہ بولی۔

ماہا یار منہ تو بند کرو۔۔۔۔۔

تم۔۔۔۔ میری۔۔۔ بھابھی۔؟؟؟ مطلب وجی بھائی کی بیوی ہو؟؟؟

ماہا خوشی اور حیرت کے ملے جلے جذبات سے بولی۔

جواب میں یشفعہ نے اپنا سر اثبات میں ہلایا اور مسکرا

دی۔۔۔۔

یا اللہ تیرا شکر ہے۔۔ تم جانتی ہو عاشو ابھی کل ہی میں بھائی کو بول رہی تھی کہ آپ میری پسند کی لڑکی سے شادی کرنا لیکن مجھے کیا پتہ تھا کہ بھائی اتنے چھپے رستم نکلیں گے۔۔۔۔۔آج بھائی کو گھر تو آ لینے دو دیکھنا تم میں کیا حشر کرتی ہوں ان کا؟؟؟؟

ماہا خفگی سے بولی۔

میں کیسے دیکھوں گی تمہارے بھائی کا حشر؟؟؟؟

اوو ہو مطلب میرے بھائی کے بغیر گزارہ نہیں ہو رہا۔۔۔۔۔۔

ماہا شرارت سے بولی تو یشفعہ اس کی بات پر جھینپ گئی۔۔۔

عاشو تم شرما رہی ہو؟؟؟؟

ماہا نے اسے مزید تنگ کیا۔

ماہا چپ کر جاؤ۔۔۔۔۔

اچھا۔۔۔ تم شرماؤ اور میں بولوں بھی نہیں۔۔۔۔۔۔

نہیں۔۔۔۔۔

یشفعہ نے مسکراہٹ دباتے ہوئے کہا۔

ہا۔۔۔۔۔۔۔۔ عاشو تم تو ابھی سے بدل گئی ہو۔۔۔۔

ماہا نے مصنوعی خفگی سے جواب دیا۔

اچھا میری ماں جو چاہے بول لینا لیکن ناراض نہیں ہونا۔۔۔۔۔

یشفعہ اس کا پھولا ہوا منہ دیکھ کر بولی۔

اچھا جاؤ معاف کیا۔۔۔ کیا یاد کرو گی کس نند سے پالا پڑا تھا۔۔۔۔۔۔

ہاہاہاہا۔۔۔۔۔۔۔۔

جواب میں یشفعہ نے قہقہ لگایا۔۔۔

اچھا ایک بات پوچھوں ماہا؟

ہاں پوچھو۔۔۔۔۔۔

ماہا نے مسکرا کر اسے اجازت دی۔

مجھے احمد نے بتایا تھا کہ تم دو سال پہلے ایک حادثے کی وجہ سے ان سے بچھڑ گئی تھی لیکن مجھے ایک بات سمجھ نہیں آئی کہ تم جب بچ گئی تھی تو تم نے بابا سے جھوٹ کیوں بولا۔۔۔ میرا مطلب ہے اگر تم انہیں سچ بتاتی تو ہم تب ہی تمہاری فیملی تک پہنچ سکتے تھے۔۔۔۔۔۔

یشفعہ کی بات سن کر ماہا کے چہرے پر کرب ہی کرب پھیل گیا تھا۔۔۔۔

عاشو دو سال پہلے ہونے والے حادثے کو میں یاد نہیں کرنا چاہتی اس لئے ہم اس بارے میں بات نہیں کریں گے اور رہی بابا کو بتانے کی بات تو یوں سمجھ

لو اللہ نے میرے پچھلے دو سال تم لوگوں کے ساتھ لکھے تھے اور اسی لئے تم لوگوں کو پتہ نہیں چلا۔۔۔۔۔

ماہا نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

اچھا چھوڑو ان باتوں کو میں ناشتے کا پتہ کرتی ہوں کیونکہ مجھے یقین ہے بابا بھول گئے ہوں گے۔۔۔۔۔

یشفعہ یہ بول کر باہر کی جانب چلی گئی جبکہ ماہا نے کرب سے آنکھیں موند لیں۔۔۔۔۔

یا اللہ مجھے ہمت دینا۔۔۔۔۔۔

عابی ماہا کو لینے نہیں گئے تم ؟؟؟؟

ماما وہ میں نے زرلال کو بول دیا ہے وہ جا کر لے آئے گا۔۔۔۔

عبداللہ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

عابی تم دونوں کا جھگڑا ہوا ہے کیا؟؟؟

نہیں تو۔۔۔۔ لیکن آپ کیوں پوچھ رہی ہیں ؟؟؟،

عبداللہ بمشکل مسکرا کر بولا۔

کچھ نہیں۔۔۔۔ تم چائے پیو گے ؟؟؟

زیبا نے بات بدل دی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ عابی نے اگر ایک بار پوچھنے پر نہیں بتایا تو وہ ہزار بار بھی پوچھ لے عابی نہیں بتائے گا۔۔۔۔

جی ماما۔۔۔۔۔آپ بنائیں میں آتا ہوں۔۔۔۔۔

عبداللہ یہ بول کر لیپ ٹاپ میں مصروف ہو گیا۔۔۔ تو زیبا وہاں سے چلی گئی۔

۔۔۔۔۔۔ محبت کے جذبے میں وہ صرف اتنا ہی

۔۔۔۔۔۔ تو جان پائیں ہیں۔۔۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔ جہاں شدت زیادہ ہو وہاں

۔۔۔۔۔۔ چھوڑ جایا کرتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔(کرن رفیق)۔

۔۔۔۔۔۔۔۔۔

جی بڑے پاپا۔۔۔آپ نے بلوایا؟؟؟؟

زرلال عزیر کے آفس میں داخل ہوتے ہوئے بولا۔

ہاں وہ تم ماہا کو پک کرنے جارہے ہو تو دانین کو بھی ساتھ لے جائو اس کی اماں کی طبعیت کچھ ٹھیک نہیں ہے اسے راستے میں اتار دینا۔۔۔۔

عزیر وہاں موجود دانین کی طرف اشارہ کر کے بولا۔

زرلال نے ایک نظر اسے دیکھا اور بولا۔

بڑے پاپا میں لیٹ ہو رہا ہوں آپ پلیز کسی اور کو بول دیں مس دانین کو ڈراپ کرنے کے لئے۔۔۔۔

URDUNovelians

زرلال نے کافی سنجیدگی سے جواب دیا۔

لیکن زرلال۔۔۔۔

اٹس اوکے سر میں چلی جائوں گی۔۔۔

دانین زرلال کے تیور دیکھ کر بولی۔

نہیں زرلال تمہیں چھوڑ دے گا۔۔۔اب جاؤ اور کوئی بحث نہیں۔۔۔۔۔

عزیر زرلال کی طرف غصے سے دیکھتے ہوئے بولا۔

اگلے پانچ منٹ میں باہر آ جائیں۔۔۔۔۔

زرلال نے بمشکل اپنا غصہ ضبط کیا اور باہر چلا گیا۔

ڈرائیور نہیں ہوں تمہارا جو تم پیچھے بیٹھ رہی ہو۔۔۔۔۔

زرلال اس کو پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولتے دیکھ کر بولا۔

سر میں وہ۔۔۔۔۔

پلیز مس دانین جلدی سے بیٹھیں کیونکہ مجھے لیٹ ہو رہا ہے۔۔۔۔۔

وہ دانین کو سوچ میں پڑے دیکھ کر بولا۔

دانین کو زرلال کا رویہ کافی عجیب لگ رہا تھا لیکن وہ چاہ کے بھی اس سے پوچھ نہیں سکتی تھی کیونکہ زرلال سے اس وقت کچھ بھی پوچھنا دانین کو اپنی شامت بلانے کے مترادف لگ رہا تھا اس لئے اس نے خاموش رہنے میں ہی عافیت جانی۔۔اور جلدی سے

گاڑی کی فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی۔۔۔۔۔

زرلال نے بھی ڈرائیونگ سیٹ سنبھالی اور گاڑی ڈرائیو کرنے لگا۔۔۔وہ اپنے غصے کو کم کرنے کے لئے کافی تیز گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا جب دانین بولی۔۔۔

سر پلیز گاڑی آہستہ چلائیں مجھے تیز ڈرائیونگ سے ڈر لگتا ہے۔۔۔۔۔۔

زرلال نے ایک دم سے بریک لگائی تو دانین کا سر ڈیش بورڈ سے ٹکرا گیا زرلال غصے سے دانین کی طرف مڑا اور بولا۔

تمہارے باپ کا نوکر نہیں ہوں میں۔۔۔یہ میری گاڑی ہے اور اسے میں اپنی مرضی سے ہی چلاؤں گا ۔۔

۔انڈر سٹینڈ۔۔۔

دانین نے آہستہ سے سر اٹھایا تو اسے اپنی پیشانی پر کچھ سرسراہٹ محسوس ہوئی اس نے ہاتھ لگا کر دیکھا تو خون نکل رہا تھا۔۔دانین نے زرلال کی باتوں کو اگنور کیا۔تکلیف کے باعث اس کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے اس نے زرلال کو دیکھا جس کے چہرے پر شرمندگی تھی۔۔۔۔۔۔

ایم سو سوری۔۔۔۔میری وجہ سے تمہیں چوٹ لگ گئی۔۔۔

اٹس اوکے سر۔۔۔۔۔

دانین یہ بول کر اترنے لگی جب زرلال بولا۔

کہاں جا رہی ہو؟ بیٹھو میں بینڈیج کر دیتا ہوں۔۔۔۔۔

سر میرا گھر اگلی گلی میں ہی ہے اور رہی بینڈیج کی بات تو سر یہ چوٹ اندرونی چوٹ سے بہت چھوٹی ہے۔۔۔۔۔

دانین یہ بول کر وہاں سے بھاگنے والے انداز میں چلی گئی۔۔۔۔۔

ڈیم اٹ۔۔۔۔ کیوں میں اس کے چھوٹے سے مذاق کو سر پر سوار کر کے بیٹھا ہوں؟؟آج اسے میرے غصے کی وجہ سے اتنی چوٹ لگ گئی ہے۔۔۔ لعنت ہے تیری ڈرائیونگ پر زرلال۔۔۔۔۔۔

زرلال سٹیرنگ پر ہاتھ مارتے ہوئے خود سے بولا۔

ایم سوری دانین۔۔۔۔۔آئی ول میک شیور کہ نیکسٹ ٹائم میری وجہ سے تمہیں کوئی چوٹ نہ آئے۔۔۔۔۔۔۔۔

یہ بول کر اس نے گاڑی سٹارٹ کی اور وہاں سے چلا گیا۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔شدت عشق اس قدر ہے آج۔۔۔۔۔۔

کہ ان کا سایہ بھی انکے ساتھ دیکھا نہ گیا۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

۔(کرن رفیق)۔

وھاج ابھی سویا ہوا تھا جب اس کا موبائل رنگ کرنے لگا۔۔۔۔۔

وھاج نے لائٹ آن کر کے موبائل دیکھا تو حارث کالنگ لکھا تھا۔۔ وھاج نے کال پک کی اور بولا۔

ہاں حارث بولو کیا ہوا؟؟؟؟؟

سر میجر علی کی گاڑی پر فائرنگ ہوئی ہے اور ڈاکٹرز کے مطابق ان کو تین گولیاں لگی ہیں آپ پلیز جلدی آجائیں۔۔۔۔۔

وھاج تو حارث کی بات سن کر ہی حواس باختہ ہو گیا تھا۔۔۔اس لئے بولا۔

حارث کیا بول رہے ہو؟ علی کی گاڑی پر فائرنگ؟؟؟کب ہوئی؟ابھی رات کو ہی تو میری بات ہوئی تھی اس سے۔۔۔۔۔

سر رات کو وہ جب آفس سے نکل رہے تھے تب ان کی گاڑی پر فائرنگ ہوئی تھی۔اور سر نعمان نے آپکو بتانے سے منع کیا تھا لیکن اب ان کی حالت بھی کافی بری ہو گئی ہے۔۔۔آپ پلیز جلدی سے آجائیں ۔۔۔۔۔

حارث پریشانی سے بولا۔

وھاج نے کال ڈراپ کی اور جلدی سے جوتا پہنا اور گاڑی کی چابی پکڑ کر باہر کی جانب بھاگا۔۔

وجی بیٹا کیا ہوا ہے؟اتنی صبح صبح کہاں جا رہے ہو؟؟؟؟

سب ناشتے کی ٹیبل پر تھے سوائے عبداللہ کہ جب احمر ملک نے پوچھا۔۔۔

دادو۔۔۔۔ علی کی گاڑی پر فائرنگ ہوئی ہے اور اس کی حالت کافی سیریس ہے۔۔۔میں ہوسپٹل جا رہا ہوں۔۔۔۔۔

وھاج یہ بول کر باہر کی جانب بھاگا۔۔۔۔

علی بھائی۔۔۔۔۔۔

زرلال بھی وھاج کے پیچھے بھاگا جبکہ احمر ملک بولے عزیر گاڑی نکالو ہمیں ابھی ہوسپٹل جانا ہوگا۔۔۔۔۔۔

احمر ملک نے عزیر سے کہا۔

جی بابا جان۔۔۔۔۔

عزیر یہ بول کر وہاں سے چلا گیا۔۔۔

بابا جان ناشتہ تو کر لیں۔۔۔۔۔۔

زیبا بولی۔

زیبا بیٹا تم جانتی ہو علی بالکل مجھے وجی کی طرح ہے اور تب تک میرے حلق سے نوالہ نہیں اترے گا جب تک میں اسے دیکھ نہ لوں۔ میرا بچہ پتہ نہیں کس حال میں ہوگا؟؟؟؟

یہ بول کر احمر ملک بھی باہر چلے گئے۔۔۔۔

اللہ علی کو شفاء کاملہ عطا فرمائے۔۔۔۔۔

زیبا بولی۔

آمین۔۔۔۔۔

ماہا جواب میں بولی۔۔۔۔۔

حارث علی کہاں ہے؟؟؟؟

وھاج کو حارث ہوسپٹل کے باہر ہی مل گیا تھا اس لئے اسے دیکھتے ہی پریشانی سے بولا۔

سر وہ ابھی آئی سی یو میں ہیں۔۔۔۔۔

حارث نے سر جھکا کر جواب دیا۔۔۔

زرلال اور وھاج اندر کی جانب بڑھنے ہی والے تھے جب حارث نے وھاج کو روکا۔۔۔۔

سر آپ سے کچھ بات کرنی ہے؟؟؟

وھاج نے ایک نظر حارث کو دیکھا جو زرلال کو دیکھ کر ہچکچا رہا تھا۔اس کی ہچکچاہٹ کو دور کرنے کے لئے وھاج زرلال سے بولا۔

چھوٹے تم سر کے پاس چلو میں آتا ہوں۔۔۔۔۔

زرلال اپنا سر اثبات میں ہلا کر وہاں سے اندر کی جانب بڑھ گیا۔۔۔۔

ہاں بولو۔۔۔۔۔

وھاج حارث کی طرف دیکھ کر بولا۔

سر میجر علی پر فائرنگ رستم نے کروائی ہے۔۔۔۔۔

کیا؟ لیکن اس کی علی سے کیا دشمنی ہے؟؟؟؟

وھاج نے پوچھا۔

سر کل شام میں نے پیٹر کے موبائل کی ایک کال ٹریپ کی تھی جس میں اس نے کسی کو علی پر فائرنگ کرنے کا بولا تھا۔ جیسے ہی میں نے وہ کال سنی میں نے فورا علی کو کال کرنے کی کوشش کی لیکن اس کا موبائل بزی آ رہا تھا۔۔۔ پھر آپکو کال کی لیکن آپ بھی کال ریسیو نہیں کر رہے تھے۔۔۔اور پھر میں نے کچھ سوچ کر نعمان سر کو کال کی اور انہیں سب بتایا لیکن تب تک علی پر فائرنگ ہو چکی تھی۔۔۔۔۔۔۔

حارث نے وھاج کو وضاحت دی۔۔۔۔

مطلب رستم کو ہمارے بارے میں پتہ چل چکا ہے؟؟؟؟

وھاج کچھ سوچ کر بولا۔

نہیں سر میرا نہیں خیال کیونکہ اگر اسے پتہ چل چکا ہوتا تو وہ سب سے پہلے آپکو ٹارگٹ کرتا نہ کہ علی کو۔۔۔۔۔

اس رستم کا میں وہ حال کروں گا کہ دنیا یاد رکھے گی۔۔۔۔۔

وھاج چٹانوں کی سی سختی سے بولا۔

انشاءاللہ سر ایسا ہی ہو گا۔۔۔۔

مجھے اس رستم کی پل پل کی رپورٹ دو اور

وہ پیٹر شام تک مجھے چاہیے۔۔۔۔۔

وھاج یہ بول کر اندر کی جانب بڑھ گیا۔۔۔۔۔۔۔

انکل کیا بول رہے ہیں ڈاکٹر ؟؟؟؟

وھاج نے کوریڈور میں بینچ پر بیٹھے نعمان بیگ سے پوچھا۔

وجی ڈاکٹرز کچھ مثبت جواب نہیں دے رہے۔۔۔۔۔۔۔

نعمان ملک نے بمشکل اپنے آنسو روک کر وھاج کو جواب دیا۔

وھاج نے نعمان کی حالت دیکھ کر مزید کچھ نہ پوچھا۔

وجی تمہاری بات تو وہ سنتا ہے اور تمہارے لئے تو وہ کچھ بھی کر سکتا ہے پلیز اسے بولو کے اپنے بابا کو چھوڑ کر مت جائے ورنہ اس کے بابا ٹوٹ جائیں گے۔۔۔۔۔

تھوڑی دیر بعد جب نعمان کا ضبط جواب دے گیا تو وہ وھاج کے گلے لگ کر رو دیا۔۔۔۔۔

سر پلیز سنبھالیں خود کو اور علی کو کچھ نہیں ہو گا۔۔

وجی تم سچ بول رہے ہو نہ ؟؟؟؟

ہمیں اللہ سے اچھے کی امید کرنی چاہیے۔۔۔۔۔

وھاج کا دل خود اس وقت خون کے آنسو رو رہا تھا لیکن وہ نعمان کے سامنے کمزور نہیں پڑنا چاہتا تھا۔

لوگ کہتے ہیں کہ سخت دل انسان روتا نہیں ہے۔ غلط کہتے ہیں لوگ کیونکہ جب بات اولاد پر آتی ہے تو پتھر سے پتھر دل انسان بھی پگھل جاتے ہیں۔۔۔۔۔۔

وجی تیرے چنا منا میرے چنا منا سے پہلے نہیں آ سکتے۔۔۔۔

تو جتنی مرضی کوشش کر لے شادی تو پہلے میری ہی ہو گی۔۔۔۔۔

وہ دن آخری دن ہو گا میرا۔۔۔۔۔۔

وھاج کے دماغ میں علی کی باتیں گونج رہی تھیں جب ڈاکٹر آئی سی یو سے باہر نکلا۔۔۔۔۔زرلال بھاگ کر ڈاکٹر کے پاس پہنچا اور بولا۔

ڈاکٹر علی بھائی کیسے ہیں؟؟؟؟

دیکھیئے ان کو تین گولیاں چیسٹ پر لگی ہیں اور ایک گولی ان کے برین کے پچھلے حصے میں لگی ہے۔ ہم نے وہ گولی سرجری کے ذریعے نکال دی ہے لیکن ان کے برین کی بلیڈنگ نہیں رک رہی۔۔ ہم نے کافی کوشش بھی کی ہے لیکن بے سود۔۔۔اور مجھے افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے اگر ان کا خون اسی طرح سے نکلتا رہا تو مشکل سے ہی وہ چوبیس گھنٹے تک سروائیو کر سکیں گے۔۔۔۔۔۔۔۔

ڈاکٹر نے زرلال کو کافی تفصیلی جواب دیا۔

لیکن ڈاکٹر کوئی تو طریقہ ہو گا بلیڈنگ روکنے کا؟؟؟؟

وھاج نے ایک امید سے پوچھا۔

دیکھیں ہم سے جو ہو سکتا تھا ہم نے کیا لیکن گولی شاید ان کے برین کی کافی وینز کو متاثر کر چکی ہیں بحر حال ہم نے پوری کوشش کی ہے باقی اللہ کی مرضی ہے۔۔۔۔۔ایکسکیوزمی۔۔۔۔۔۔

ڈاکٹر یہ بول کر وہاں سے چلا گیا۔۔۔۔۔ جبکہ باقی سب پریشانی سے ایک دوسرے کے چہرے دیکھنے لگے۔۔۔۔

چھوٹے عابی کو کال کرو اور اسے بولو اگلے بیس منٹ میں وہ ہو سپٹل پہنچے۔۔۔۔۔۔

کافی دیر سوچنے کے بعد وھاج زرلال سے بولا۔

جی بھائی۔۔۔۔۔

زرلال یہ بول کر وہاں سے کاونٹر کی طرف آگیا اور عبداللہ کو کال کرنے لگا۔۔۔۔۔

شٹ یار یہ عابی کا نمبر بند کیوں آ رہا ہے؟؟؟؟

گھر کے نمبر پر ٹرائی کرتا ہوں۔۔۔۔۔

زرلال خود سے بول کر نمبر ڈائل کرنے لگا۔

ہاں ہیلو ماہا۔۔۔۔ عابی کو بولو وجی بھائی بول رہے ہیں کہ اگلے بیس منٹ میں سی ایم ایچ ہو سپٹل پہنچے ۔۔۔۔۔

زرلال ماہا کی آواز سنتے ہی تیزی سے بولا۔

جی بھائی۔۔۔۔

ماہا یہ بول کر عبداللہ کے کمرے کی طرف چلی گئی۔۔۔۔

ماہا نے دروازہ ناک کیا تو اندر سے عابی کی آواز آئی

کم ان۔۔۔۔۔

ماہااندر داخل ہوئی تو عبداللہ آئینے کے سامنے کھڑا تیار ہو رہا تھا۔ عبداللہ نے ایک نظر ماہا کو دیکھا اور پھر سے اپنے کام میں مشغول ہو گیا۔۔۔۔۔

کوئی کام تھا؟؟؟؟

وہ علی بھائی کی گاڑی پر فائرنگ ہوئی ہے اور وہ اس وقت ہوسپٹل میں ہیں۔ وجی بھائی نے آپکو فوراسی ایم ایچ ہاسپٹل بلایا ہے۔۔۔۔۔۔

ماہاپریشانی سے بولی۔۔۔

علی بھائی کو گولی۔۔۔۔۔۔کب ہوا یہ؟؟؟؟

مجھے نہیں معلوم۔۔۔۔۔

ماہانے نرمی سے جواب دیا۔

عبداللہ نے جلدی سے اپنی کار کی کیز پکڑیں اور باہر کی جانب بھاگا۔۔۔۔

اگلے بیس منٹ میں وہ ہاسپٹل میں تھا۔۔۔

بھائی کیا ہوا ہے علی بھائی کو؟؟؟؟؟

عابی ابھی ان باتوں کا وقت نہیں ہے تو میرے ساتھ چل۔۔۔۔

وھاج اس کا بازو پکڑ کر اسے اس ڈاکٹر کے روم میں لے گیا جو علی کا علاج کر رہا تھا۔

ڈاکٹر یہ لندن کا بیسٹ نیورولوجسٹ ہے آپ اس کو علی کی رپورٹ دکھائیں۔۔۔۔

وھاج نے ڈاکٹر سے کہا۔

آر یو شیور میجر وھاج؟؟؟؟

ڈاکٹر نے پوچھا۔

یس ڈاکٹر بی کاز وی ہیو نو این ادر چوائس۔۔۔۔

جواب میں ڈاکٹر نے علی کی تمام رپورٹس عبداللہ کو دے دیں۔۔۔۔

بھائی ہمیں علی بھائی کے برین کی فلفور سرجری کرنی پڑے گی۔۔۔۔

عابی علی کی ساری رپورٹس دیکھتے ہوئے بولا۔

لیکن ڈاکٹر اس طرح ان کی بلیڈنگ ان کے برین کی وینز مزید ڈیمج ہو سکتی ہیں۔۔۔۔

ڈاکٹر نے عبداللہ سے کہا۔

دیکھیں ڈاکٹر اس وقت ہمیں میجر علی کے برین کی سرجری کرنی ہو گی کیونکہ اگر ہم یہ سرجری نہیں کرتے تو ان کے زندہ رہنے کے چانسز بہت کم ہوں گے۔

اور اگر یہ سرجری ہو جاتی ہے تو زیادہ سے زیادہ وہ کوما میں جائیں گے۔۔۔اس کے بعد وہ زندہ رہتے ہیں یا نہیں یہ اللہ جانتا ہے لیکن ہمیں ایک کوشش تو کرنی چاہیے۔۔۔۔

عبداللہ نے ڈاکٹر کو سمجھایا۔۔۔۔

ٹھیک ہے۔۔۔ پھر میں سرجری کی تیاری کرتا ہوں۔۔۔۔

ڈاکٹر نے جواب دیا اور وہاں سے چلا گیا۔

عابی علی کو کچھ نہیں ہونا چاہیے۔۔۔۔۔۔

وھاج نے اسے سخت لہجے میں کہا۔

بھائی میں پوری کوشش کروں گا کیونکہ وہ میرے بھی بھائی ہیں باقی آپ سب دعا کرنا۔۔۔۔

یہ بول کر عابی نے وھاج کو گلے لگا لیا۔۔۔۔۔

مومنہ تم چلو گی علی کو دیکھنے؟؟؟

مومنہ اپنے کمرے کی بالکنی میں بیٹھی ہوئی تھی جب یشفعہ نے اس سے پوچھا۔

نہیں میں نہیں جائوں گی۔۔۔۔۔۔

مومنہ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

لیکن مومنہ کیوں نہیں جائو گی؟؟؟؟

تم جانتی ہو عاشو مجھے لگتا تھا کہ ہمارا رشتہ صرف

ہماری انڈر سٹینڈنگ کی وجہ سے جڑا تھا لیکن میں غلط تھی کیونکہ کب علی میرے لئے اہم بنا میں خود بھی نہیں جانتی۔۔۔ہاں بس اتنا جانتی ہوں کہ میں اس سے بہت محبت کرتی ہوں اور اپنی محبت کو تکلیف میں دیکھنا دنیا کا سب سے مشکل کام ہوتا جو میں چاہ کے بھی نہیں کر سکتی۔۔۔۔۔۔۔۔

مومنہ بول رہی تھی جب اس کے آنسو بھی روانی سے بہنے لگے۔۔۔

مومنہ علی بھائی ٹھیک ہو جائیں گے۔۔۔۔

یشفعہ اس کے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔

اس کے بچنے کے چانسز صرف دس فیصد ہیں عاشو اور مجھے نہیں لگتا کے۔۔۔۔۔

مومنہ اللہ پر بھروسہ رکھو وہ علی بھائی کو جلدی ٹھیک کر دے گا۔۔۔۔

یشفعہ اس کی بات درمیان میں ہی کاٹ کر بولی۔

انشاءاللہ۔۔۔۔۔

مومنہ نے مسکرا کر کہا۔۔۔

عابی علی کو ہوش تو آ جائے گا نہ؟؟؟؟؟

عبداللہ علی کی رپورٹس دیکھ رہا تھا جب وھاج نے اس سے پوچھا۔

بھائی میں نے آپ سے کل بھی کہا تھا کہ علی بھائی کی سرجری کافی کریٹیکل تھی اور ان کے بچنے کے چانسز صرف دس فیصد ہیں۔۔۔چیسٹ پر گولیاں ان کو دائیں جانب لگی تھیں اس لئے ان کا ہارٹ ابھی

بھی کام کر رہا ہے لیکن جو گولی ان کی برین کے پچھلے حصے کو لگی تھی اس نے ان کی زندگی کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔۔۔۔۔۔۔

عبداللہ نے علی کی طرف دیکھ کر وھاج کو سمجھانے کی کوشش کی۔۔۔

لیکن عابی کوئی طریقہ تو ہو گا جس سے علی ہوش میں آ جائے۔۔۔۔۔۔

وجی بھائی میری بات سنیں۔۔۔۔ڈاکٹرز نے اپنی پوری کوشش کی ہے لیکن زندگی اور موت صرف اللہ کے ہاتھ میں ہے۔۔آپ ان کے لئے دعا کریں کیونکہ اللہ دعا سے قسمت بدل دیتا ہے۔۔۔۔۔۔

عبداللہ نے اسے سمجھایا۔

جواب میں وھاج نے اپنا سر اثبات میں ہلا دیا۔اس سے پہلے کہ عابی مزید کچھ بولتا حارث کمرے میں داخل ہوا۔۔۔۔۔

سر نعمان سر کے موبائل پر رستم کی کال آ رہی ہے۔۔۔۔۔

رستم؟؟سر کو کال کیوں کر رہا ہے؟؟؟اور تمہیں پکا یقین ہے کہ یہ نمبر رستم کا ہی ہے؟؟؟

وھاج نے موبائل پکڑ کر پوچھا۔

سر پیٹر کو کل رات ہی پکڑ کر آپکے سیل میں پہنچا دیا ہے اور اسی کے موبائل سے یہ نمبر ملا ہے۔۔۔۔۔

وھاج نے اپنا سر ہلایا اور وائس چینجر آن کر کے کال ریسیو کی۔۔۔۔۔

کرنل سنا ہے تمہارا بیٹا آخری سانسیں لے رہا ہے؟؟؟اب دیکھو بھئی میں نے تو صرف ایک اٹیک کرنے کا کہا تھا مجھے کیا معلوم تھا کہ تمہارا بیٹا لڑکیوں سے بھی زیادہ نازک نکلے گا۔۔۔۔خیر آج میں پریس

کانفرنس کر کہ تمہارے بیٹے پر حملہ کرنے والوں کے خلاف کاروائی کا مطالبہ کرنے والا ہوں۔۔۔تو سوچا تمہیں بتادوں۔۔۔۔۔۔۔

رستم خباثت سے ہنستے ہوئے بولا۔۔۔

رستم تو نے علی پر حملہ کروا کے اپنی موت کو مزید بھیانک بنالیا ہے یاد رکھنا صرف اگلے چار دنوں میں تم اپنی زندگی کی بھیک مانگ رہے ہو گے۔۔۔۔۔

وھاج غصے سے غرایا تھا۔

نہ۔۔۔کرنل نہ۔۔۔جانتا ہے نا کے تو میرے خلاف کچھ نہیں کر سکتا۔اور ویسے بھی تمہیں اپنے دوست کی موت تو یاد ہو گی۔۔۔۔اگر نہیں ہے تو کر لینا کیونکہ

رستم اپنے خلاف سر اٹھانے والوں کر سر کچلنا جانتا ہے۔۔۔۔۔۔

رستم تیری الٹی گنتی شروع ہو چکی ہے اب بس اپنی زندگی کو بچا۔۔۔۔

وھاج نے یہ بول کر کال بند کر دی۔۔۔۔۔۔

کیا یہ نہیں جانتا کہ پیٹر ہمارے قبضے میں ہے؟؟؟؟

وھاج نے حارث سے پوچھا۔

سر شہریار وہاں پیٹر کے ماسک میں رستم کے پاس ہے۔۔۔۔۔

گڈ جاب حارث۔۔۔۔اب تم علی کا خیال رکھنا اور کسی کو بھی بغیر چیکنگ کے اندر نہیں آنے دینا۔۔۔میں نعمان سر کے پاس جا رہا ہوں۔۔۔۔۔

وھاج حارث کو آرڈر دے کر عبداللہ کے ساتھ وہاں سے چلا گیا۔۔۔۔۔۔

وجی بھائی یہ رستم کون ہے اور کس دوست کی بات کر رہا تھا؟؟؟؟؟

عبداللہ جو وھاج کے ساتھ نعمان کے گھر کی طرف جا رہا تھا نے نا سمجھی سے پوچھا۔

رستم۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ لیکن یہ کس دوست کی بات کر رہا تھا یہ صرف نعمان سر ہی بتا سکتے ہیں۔۔۔۔۔

وھاج نے اسے رستم کے متعلق سب کچھ بتا دیا۔۔۔اس سے پہلے کہ عابی کچھ بولتا اس کا موبائل بج اٹھا۔

ماما کالنگ دیکھ کر اس نے کال پک کی اور بولا۔

اسلام و علیکم۔۔۔۔جی ماما۔۔۔۔۔کب؟ ٹھیک ہے ہم آ رہے ہیں۔۔۔۔۔

جیسے ہی عابی نے کال ڈراپ کی وھاج نے اس کے چہرے پر پریشانی دیکھ کر پوچھا۔

عابی کیا ہوا ہے؟ سب ٹھیک ہے؟

بھائی ماہا اور ماما ٹی وی دیکھ رہی تھیں کہ اچانک ماہا ٹی وی دیکھتے دیکھتے چلانے لگی اور پھر بے ہوش ہو گئی۔۔۔۔۔ ہمیں جلدی گھر پہنچنا ہو گا۔۔۔۔

عبداللہ نے جواب دیا۔

جواب میں وھاج خاموش رہا اور گاڑی کو ملک ہائوس کی جانب موڑ لیا۔۔۔۔۔

ماما کیا ہوا ہے ماہا کو؟؟؟؟

وھاج اور عبداللہ نے ماہا کے کمرے میں داخل ہوتے ہی ایک ساتھ پوچھا۔۔۔

پتہ نہیں بیٹا۔۔۔اپنا دھیان بٹانے کے لئے میں نے ٹی وی آن کیا اور چینل سرچ کر رہی تھی جب ایک نیوز

چینل پر کوئی پریس کانفرنس کر رہا تھا علی کے بارے میں۔۔۔میں نے ابھی والیوم بڑھایا ہی تھا کے ماہا نے چلانا شروع کر دیا اور چلاتے چلاتے بے ہوش ہو گئی۔۔۔۔۔۔

زیبا نے جواب دیا۔

اس سے پہلے کہ وھاج مزید کچھ پوچھتا اس کے کانوں سے ماہا کی آواز ٹکرائی۔۔۔

وہ مار دے گا مجھے۔۔۔وہ بہت خطرناک ہے۔۔۔۔

وھاج جلدی سے آگے بڑھا اور ماہا سے بولا۔

ماہا کیا ہوا ہے؟؟؟ ماہا کون مار دے گا؟؟؟

جواب میں ماہا نے اپنی آنکھیں کھولیں جن میں ڈر اور خوف واضع تھا۔۔۔اسی ڈر کے ساتھ وہ بولی۔

بھائی وہ مار دے گا مجھے۔۔۔وہ بہت خطرناک ہے اس نے بابا اور ممی کو بھی مار دیا تھا۔۔۔وہ مجھے بھی مار دے گا۔۔۔۔۔

ماہا وھاج کے سینے پر سر رکھ کر بے ربط جملے بول رہی تھی۔۔۔ جبکہ وھاج عابی اور زیبا اس کے انکشاف پر ہی شاکڈ رہ گئے تھے۔۔۔۔

وھاج نے اسے خود سے الگ کیا اور جھنجھوڑتے ہوئے پوچھا۔

ماہا بابا اور ممی کو قتل کیا گیا تھا؟؟؟

جواب میں ماہا نے روتے ہوئے اپنا سر اثبات میں ہلا دیا۔۔۔

کس نے کیا یہ سب ؟؟؟؟

وھاج کو اپنی آواز کسی کھائی میں سے آتی ہوئی معلوم ہو رہی تھی۔۔۔۔۔

اس نے جو ٹی وی پر تھا۔۔۔۔۔

ماہا ڈرتے ہوئے بولی۔

ماما ٹی وی پر کون پریس کانفرنس کر رہا تھا۔

کوئی رستم پاشا تھا شاید۔۔۔۔۔۔۔

زیبا نے سوچتے ہوئے جواب دیا۔

ماہا مجھے سب کچھ بتاؤ کے دو سال پہلے کیا ہوا تھا؟ ایسا کیا ہوا تھا میرے جانے کے بعد ان بیس دنوں میں ؟؟؟

وھاج نے نرمی سے پوچھا تو ماہا نے روتے روتے سب بتانا شروع کر دیا۔۔۔۔

: ماضی

: لوکیشن اسلا آباد

ممی۔۔۔ بابا جان کیوں نہیں آئے ناشتے کے لئے؟؟؟

ماہ روش نے ایمان سے ناشتے کی میز پر بیٹھتے ہی پوچھا۔۔۔

بیٹا ان کی طبعیت کچھ ٹھیک نہیں ہے اس لئے وہ نہیں آئے۔۔۔۔

ایمان نے اسے ناشتہ سرو کرتے ہوئے کہا۔

کیا ہوا ہے بابا جان کو؟ کل رات تک تو بالکل ٹھیک تھے۔۔۔۔

ان کے سر میں درد ہے۔۔ لیکن تم کہاں جا رہی ہو؟ ناشتہ تو کر لو۔۔۔۔

ایمان نے اسے اپنی جگہ سے اٹھتے دیکھ کر پوچھا۔

ممی۔۔۔ بابا کے پاس جا رہی ہوں۔۔۔

ماہا یہ بول کر زبیر کے کمرے کی طرف بھاگ گئی۔

بابا جان کیا ہوا ہے آپکو؟؟؟؟

زبیر اپنے بیڈ کرائون سے ٹیک لگائے آنکھیں بند کر کے بیٹھا تھا جب ماہا نے اس کے پاس بیٹھتے ہوئے پوچھا۔

زبیر نے آنکھیں کھولیں اور اسے اپنے قریب کر کے اس کے سر پر بوسہ دیا اور مسکرا کر بولا۔

میں ٹھیک ہوں بابا کی جان بس سر میں ہلکا سا درد ہے

بابا میں آپکا سر دبا دوں؟؟؟؟

ماہا نے فکر مندی سے پوچھا۔

نہیں بیٹا میں ٹھیک ہوں ابھی ناشتہ کر کے میڈیسن لے لوں گا۔۔۔اور ویسے بھی میری گڑیا کے کالج کا ٹائم ہو رہا ہے اس لئے آپ ڈرائیور کے ساتھ کالج جاؤ اور آپ کے آنے تک بابا انشاءاللہ بالکل ٹھیک ہوں گے۔۔۔۔۔

زبیر نے اس کو اپنے ساتھ لگاتے ہوئے پیار سے کہا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ماہا کتنی ضدی ہے۔۔۔۔۔

ٹھیک ہے بابا جان ابھی تو میں جا رہی ہوں لیکن پرامس کریں کے آپ ناشتہ کر کے میڈیسن لینا نہیں بھولیں گے اور آج کوئی کام نہیں کریں گے اور گھر پر مکمل ریسٹ کریں گے۔۔۔۔۔

ماہا اپنا ہاتھ زبیر کے آگے پھیلاتے ہوئے کہا۔

ٹھیک ہے پکا پرامس اب جاؤ لیٹ ہو رہی ہو۔۔۔۔۔

زبیر نے اس کے ہاتھ پر اپنا رکھا اور مسکرا کر بولا۔

اللہ حافظ بابا جان۔۔۔۔

ماہا یہ بول کر کمرے سے چلی گئی۔۔۔

سامعہ۔(ماہا کی دوست)۔تم اتنی پریشان کیوں ہو؟میں کافی دنوں سے نوٹ کر رہی ہوں کہ تم بیٹھے بیٹھے

کہیں گم ہو جاتی ہو۔۔۔۔۔

ماہا نے کالج سے نکلتے ہوئے سامعہ سے پوچھا۔

آں۔۔۔۔ہاں۔۔۔کچھ کہا تم نے؟؟؟؟

سامعہ نے چونک کر ماہا سے پوچھا۔

تم ٹھیک ہو نہ؟؟؟؟

ہاں میں بالکل ٹھیک ہوں مجھے کیا ہونا ہے؟؟؟؟

سامعہ بمشکل مسکرا کر بولی۔۔۔

کہیں کوئی محبت وحبت کا سین تو نہیں ہے نہ؟؟؟

ماہا نے شرارت سے پوچھا۔

یہ سب تمہیں اور تمہارے عابی کو ہی مبارک ہو۔میں بچی اس محبت سے۔۔۔۔۔

اچھا یہ باتیں چھوڑو مجھے کچھ نوٹس کاپی کروانے ہیں چلو سامنے بک ڈپو پر چلتے ہیں۔۔۔۔۔

ماہا نے بات بدل کر سامعہ کا ہاتھ پکڑا اور اسے اپنے ساتھ بک ڈپو پر لے گئی۔۔۔۔

بھائی یہ نوٹس کاپی کر دیں؟؟؟

ماہا کچھ ڈاکومینٹس شاپ کیپر کے آگے رکھتے ہوئے بولی۔

ماہا یار کتنا ٹائم لگے گا؟؟؟

سامعہ اپنی گھڑی دیکھ کر بولی۔

ٹھہرو پوچھتی ہوں اس شاپ کیپر سے۔۔۔

ماہا یہ بول کر شاپ کیپر کی طرف متوجہ ہوئی اور بولی۔

بھائی کتنا ٹائم لگے گا؟؟؟

پندرہ بیس منٹ لگ جائیں گے ابھی۔۔۔۔

شاپ کیپر نے جواب دیا۔

اس کا جواب سن کر سامعہ نے ماہا کو گھورا اور دانت پیستے ہوئے بولی۔

اسی لئے کہتی ہوں کہ اپنے نوٹس خود بنا لیا کرو لیکن وہ ماہا ہی کیا جو کسی کی بات سن لے۔۔۔۔۔۔

اچھا اب غصہ تو نہ کرو۔۔ میرے پاس اس چیز کا ایک سیلوشن ہے۔۔۔۔۔۔

ماہا اس کے بگڑے تیور دیکھ کر بولی۔

کیا؟؟؟؟

یہاں سامنے ہی ایک فاسٹ فوڈ ریسٹورنٹ اوپن ہوا ہے جب تک یہ نوٹس کاپی کرتا ہے ہم لوگ کچھ کھا پی کر آ جاتے ہیں۔۔۔۔۔

ماہا پر جوش لہجے میں بولی۔

جواب میں سامعہ نے اسے گھورا اور بولی۔۔۔

اگر کوئی پنگا کیا نہ کسی سے تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا سمجھی۔۔۔۔۔

یار ایک تو تم ڈرتی بہت ہو۔ میری طرح بنو بہادر۔۔۔اور ویسے بھی کسی کی شامت ہی آئی ہو گی جو ڈی ایس پی کی بیٹی سے پنگا لے گا۔۔۔۔۔۔

ماہا ایک ادا سے بولی اور انہی باتوں میں وہ دونوں ریسٹورنٹ پہنچ گئیں۔۔۔۔

دو زنگر برگر اور کوک۔۔۔۔۔

ماہا نے اپنا آرڈر لکھوایا۔۔۔۔۔

ماہا چلو یہاں سے پلیز۔۔۔۔

ابھی اسے آڈر لکھوائے تھوڑا ہی ٹائم ہوا تھا جب سامعہ ڈرتے ہوئے بولی۔

سامعہ کیا ہوا ہے ؟ تم اس طرح کیوں ری ایکٹ کر رہی ہو؟؟؟؟

ماہا نے اس کے فیس پر ڈر دیکھتے ہوئے پوچھا۔

جواب میں سامعہ ماہا کو دیکھنے کی بجائے کہیں اور ہی دیکھ رہی تھی۔ماہا نے جب اس کی نظروں کا تعاقب کیا تو اسے اپنے سے دور ایک ٹیبل پر ایک نوجوان نظر آیا جو کافی عجیب نظروں سے سامعہ کو دیکھ رہا تھا۔۔ماہا نے ارد گرد کی پرواہ کئے بغیر سامعہ کا ہاتھ پکڑا اور اس نوجوان کے پاس پہنچ گئی۔۔۔

او مسٹر۔۔۔کیا مسئلہ ہے ؟ کبھی لڑکیاں نہیں دیکھی کیا؟؟؟

وہ لڑکا ابھی بھی سامعہ کو ہی دیکھ رہا تھا۔ماہا کو یہ چیز کافی بری لگی تھی۔۔اس لئے وہ بولی۔۔۔

او مسٹر۔۔۔اٹھو اپنی جگہ سے۔۔۔۔۔

وہ لڑکا اپنی جگہ سے اٹھا اور کافی غصے سے ماہا کو دیکھنے لگا۔۔۔۔

آنکھیں نیچی۔۔۔۔ورنہ نکال کر ہاتھ میں رکھ دوں گی۔جانتے نہیں ہو تم مجھے ڈی ایس پی زبیر ملک کی بیٹی ہوں اور تم جیسے آوارہ لڑکوں کو ڈیل کرنا اچھے سے آتا ہے۔۔۔۔۔۔

یہ بول کر ماہا نے سامعہ کا ٹھنڈا برف ہاتھ پکڑا اور وہاں سے جانے لگی جب اس لڑکے نے ماہا کا بازو پکڑ لیا ۔اس کا بازو پکڑنا تھا کہ ماہا نے ایک زوردار تھپڑ اس لڑکے کے دائیں گال پر مار دیا اور غصے سے بولی۔۔۔۔

تمہاری ہمت کیسے ہوئی ماہ روش زبیر ملک کو ہاتھ لگانے کی۔۔۔

تم جانتی نہیں ہو مجھے ؟ حنان لغاری نام ہے میرا اور اس تھپڑ کا بدلہ بہت برا ہو گا یاد رکھنا۔۔۔۔۔

یہ بول کر حنان نے ارد گرد دیکھا تو سب لوگ اسی

طرف متوجہ تھے۔۔ حنان نے غصے سے دونوں کو گھورا اور وہاں سے چلا گیا۔۔ جبکہ ماہا ارد گرد کی پرواہ کئے بغیر سامعہ کا ہاتھ پکڑ کر وہاں سے چلی گئی۔۔۔

اب بتائو کہ یہ حنان لغاری ہی تمہاری ساری ٹینشن کی وجہ ہے نہ؟؟؟؟

ماہا نے سامعہ سے پوچھا۔

سامعہ نے اپنا سر اثبات میں ہلایا اور رو دی۔۔۔

سامعہ رو کیوں رہی ہو یار؟ اور اب پلیز مجھے ڈیٹیل سے بتائو کہ ماجرا کیا ہے؟؟؟؟

ماہا تمہیں یاد ہے نہ کہ ایک ماہ پہلے میں اپنی خالہ کے پاس کراچی گئی تھی۔۔۔

ہاں تو؟؟؟

وہاں ایک دن پارک میں میری ملاقات اس حنان لغاری سے ہو گئی۔ مجھے یہ شخص کافی عجیب لگا اور اپنی پر تجسّس طبعیت کی وجہ سے میں نے اس کا پیچھا اس کے گھر تک کیا تو مجھے پتہ چلا کہ یہ سائیکو ہے اور لڑکیوں کو جلاتا ہے۔ پھر ایک دن میں اس سے شاپنگ مال میں ٹکرائی اور شاید یہ مجھے بھی جلانا چاہتا تھا اس لئے تب سے یہ میرے پیچھے پڑا ہے۔۔۔۔

سامعہ نے اسے ساری بات بتائی۔

سامعہ کچھ نہیں ہو گا۔ مجھے امید ہے کہ جو تھپڑ آج اسے میں نے مارا ہے وہ زندگی بھر اسے یاد رکھے گا اور کبھی بھی تمہارے راستے میں نہیں آئے گا۔۔۔۔

ماہا اس کو ہلکا پھلکا کرنے کے لئے بولی۔

ماہا وہ بہت خطرناک آدمی ہے اور اوپر سے تم نے اسے بھرے ریسٹورنٹ میں تھپڑ مار دیا ہے۔۔۔۔۔ مجھے تو بہت ڈر لگ رہا ہے۔۔۔۔

اوفو۔۔۔ سامعہ کچھ نہیں ہوگا اور تمہاری تسلی کے لئے میں بابا جان سے بھی بات کر لوں گی۔اب پلیز یہ ڈرنا چھوڑ دو۔۔۔

ماہا لاپروائی سے بولی۔

اس کی بات نے سامعہ کو کافی حد تک مطمئن کر دیا تھا اس لئے اس نے مسکرا کر ماہا کو گلے لگایا اور اسے تھینکس بول کر وہاں سے گھر کی جانب چلی گئی۔۔۔۔۔۔

رشید انکل چلیں۔۔۔۔۔

ماہا نے ڈرائیور سے کہا اور سوچ میں ڈوب گئی کہ زبیر سے بات کرے یا نہ کرے۔۔۔۔۔

آئی تھینک مجھے بابا کو آج کے واقعے کے بارے میں بتا دینا چاہیے تاکہ کل کو کوئی بڑا مسئلہ نہ ہو۔۔۔۔۔۔

ماہا سونے کے لئے لیٹی تھی جب اسے دوپہر کا واقعہ یاد آگیا۔۔وہ خود سے بول کر زبیر کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔۔۔

ابھی اس نے دروازہ ناک کرنے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ ایمان کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔

زبیر آپ چھوڑ کیوں نہیں دیتے یہ کیس؟آپ جانتے ہیں نہ کہ وہ کتنے خطرناک آدمی کا نمائندہ ہے۔۔۔۔۔

ایمان تم کیا چاہتی ہو کہ میں اس لڑکی کی ہمت توڑ دوں جو میں نے خود بندھائی ہے۔ جانتی ہو صرف سولہ سترہ سال کی ہو گی وہ جسے اس درندے نے اپنی درندگی کا نشانہ بناڈالا۔ وہ میرے لئے بالکل میری ماہا کی طرح ہے۔اب تم ہی بتاؤ میں کیسے اسے انصاف نہ دلاؤں؟؟؟؟؟

زبیر نے سنجیدگی سے ایمان کو جواب دیتے ہوئے آخر میں اس سے سوال کیا۔

زبیر یہ بات آپ بھی جانتے ہیں اور میں بھی کہ اس ملک کا قانون انصاف کو کس معنی میں لیتا ہے۔ یہاں جرم کرنے والے تو بچ جاتے ہیں لیکن بے قصور کو قصوروار ٹھہرایا جاتا ہے۔رہی اس لڑکی کی بات تو آپ خود ہی بول رہے تھے کہ اس لڑکی کو بدکردار اور بدچلن کا سرٹیفیکیٹ دے دیا گیا ہے۔وہ بیچاری تو مظلوم ہوتے ہوئے بھی ظالم بنائی جارہی ہے۔آپ پلیز

اس آدمی کی بات مان لیں اور اس کیس سے دستبردار ہو جائیں۔۔۔۔۔۔

ایمان نے اس سے پریشانی شیئر کی۔

ایمان تم نے ایسا سوچ بھی کیسے لیا کہ میں اس کیس سے دستبردار ہو جاؤں گا۔۔ میری بھی ایک بیٹی ہے ۔اور تم خود سوچو یہی سب اگر ہماری ماہا کے ساتھ ہوا ہوتا تب بھی تم یہی کہتی کیا؟

اللہ نہ کرے ہماری ماہا کے ساتھ کبھی ایسا کچھ ہو۔۔۔اور آپ کچھ تو سوچ سمجھ کر بولیں۔۔۔۔۔

ایمان نے ماہا کا ذکر آتے ہی دہل کر اپنے دل پر ہاتھ رکھا اور غصے سے زبیر کو دیکھتے ہوئے بولی۔

جانتی ہو ایمان تمہیں تکلیف کیوں ہوئی ہے کیونکہ یہاں تمہاری بیٹی کا ذکر آیا ہے۔اب تم خود سوچو ان مائوں کا کیا حال ہوتا ہو گا جب کی بیٹیاں نہ صرف بے لباس کر دی جاتی ہیں بلکہ ان کو بد کردار بھی بنا دیا جاتا ہے۔ میں تو صرف ایک عائشہ کے لئے کھڑا ہوں۔ ہمارے ملک میں پتہ نہیں کتنی عائشہ ہوں گی جو عثمان جیسے جانوروں کی ہوس کی بھینٹ چڑھی ہوں گی۔اور ایک بات اور مجھے اللہ کے سوا نہ تو کسی کا ڈر ہے نہ خوف کیونکہ جس نے مجھے اتنی ہمت دی ہے کہ میں اس لڑکی کے لئے کچھ کر سکوں وہ آگے بھی میری مدد ضرور کرے گا۔ عائشہ کے لئے انصاف کی لڑائی تو میں ہر حال میں لڑوں گا چاہے کوئی میرا ساتھ دے یا نہ دے۔۔۔۔۔۔۔

زبیر نے آخری بات ایمان کو دیکھ کر کہی اور وہاں سے اپنے کمرے سے منسلک سٹڈی روم میں چلا گیا۔

جبکہ ایمان مسلسل رو رہی تھی۔ماہ روش جو سب کچھ سن چکی تھی اپنے کمرے میں واپس چلی گئی۔

بابا جان پہلے ہی اتنے پریشان ہیں اس کیس کو لے کر مجھے یہ بات بتا کر ان کو مزید پریشان نہیں کرنا چاہیے۔ یااللہ پلیز میرے بابا جان کی مدد کرنا اس لڑکی کو انصاف دلانے میں۔۔۔۔۔۔آمین۔۔۔۔۔

ماہا یہ بول کر اپنے بیڈ پر لیٹ گئی۔۔۔۔

بابا جان مجھے سامعہ کے گھر جانا ہے آپ پلیز رشید انکل کو میرے ساتھ بھیج دیں۔۔۔۔۔۔۔

زبیر لائونج میں بیٹھا شام کی چائے پی رہا تھا جب ماہا نے پوچھا۔

لیکن بیٹا اس وقت۔؟؟؟

بابا جان وہ کچھ ضروری کام ہے پلیز جانے دیں۔۔۔۔۔

ماہا زبیر کے سینے پر سر رکھ کر پیار سے بولی۔

ٹھیک ہے جائو لیکن دھیان سے۔۔۔۔اور جلدی واپس آنا

کیونکہ میں تمہاری ماں سے زیادہ دیر تک جھوٹ نہیں بول سکوں گا۔۔۔۔۔

زبیر نے شرارت سے کہا۔

رات کے نو بجے تھے جب ماہا سامعہ کے گھر سے واپس آ رہی تھی کہ اس کے موبائل پر ایک انجان نمبر سے کال آئی۔۔۔ماہا نے اسے بار بار ڈسکنکٹ کیا لیکن آخر ساتویں بار اس نے غصے سے کال ریسیو کر لی اور بولی۔۔۔۔

جی کون؟؟؟

مس آپکے بھائی کی گاڑی میں بلاسٹ ہوا ہے اور ان کی دیتھ ہو گئی ہے۔۔۔۔۔۔

ماہا تو بھائی کا نام سن کر ہی حواس باختہ ہو گئی اور بولی۔

وجی بھائی کی گاڑی میں بلاسٹ ہوا ہے؟؟؟

جی۔اور ان کی دیتھ بھی ہو گئی ہے۔یہ سارا واقعہ ان کے آفس کے سامنے ہوا ہے۔۔۔۔

دوسری طرف جو کوئی بھی تھا وہ کافی جلدی جلدی بول رہا تھا۔

دوسری طرف والا شخص اور کچھ بھی بول رہا تھا لیکن ماہا کو سنائی کہاں دے رہا تھا۔اس کے دماغ میں صرف ایک نام گونج رہا تھا اور وہ تھا وھاج کا نام۔۔۔۔۔۔

وہ اپنی سوچوں میں گم تھی جب ڈرائیور بولا۔

ماہا بی بی وہ سر کی کچھ فائلیں لانی ہیں پولیس سٹیشن سے۔اگر آپکو ٹھیک لگے تو یہاں سے پیدل چلی جائیں۔۔۔۔

گھر چند قدم کے فاصلے پر تھا اس لئے وہ گاڑی سے اتری اور اپنے حواس بحال کرتی ہوئی گیٹ تک پہنچی۔ گیٹ کھلا ہوا تھا۔اگر وہ ہوش و حواس میں ہوتی تو چوکیدار کی اچھی خاصی کلاس لیتی لیکن وہ تو وھاج کے بارے میں ہی مسلسل سوچ رہی تھی۔۔۔

ابھی وہ چند قدم ہی اندر کی طرف بڑھی تھی کہ اسے ایک نسوانی چیخ سنائی دی۔وہ جلدی سے ہال کے دروازے کی طرف بڑھی لیکن اندر کا منظر دیکھ کر وہیں ساکت رہ گئی۔اندر کافی سارے آدمی تھے جنہوں نے بلیک تھری پیس سوٹ پہنے ہوئے تھے جبکہ ایک آدمی سامنے صوفے پر بیٹھا سگار پی رہا تھا۔اس نے وائٹ شلوار قمیض کے اوپر بلیک واسکوٹ پہنی ہوئی تھی جبکہ چہرے پر جہاں بھر کی درندگی واضع ہو رہی تھی۔۔۔۔

اس آدمی کے دائیں طرف ایک اور آدمی کھڑا تھا جس کے چہرے پر جگہ جگہ زخم کے نشان تھے۔ماہا کو اسے دیکھ کر ابکائی آئی۔وہ جلدی سے دروازے کی اوٹ میں چھپ گئی۔۔۔

سفید شلوار قمیض والا شخص بولا۔

ہاں بھئی ڈی ایس پی آخری بار پوچھ رہا ہوں کہ جو ثبوت تم کل عدالت میں پیش کرنے والے ہو وہ کہاں ہیں؟

تو جو چاہے کر لے رستم میں نہیں بتاؤں گا کہ وہ ثبوت کہاں ہیں۔۔۔۔۔

زبیر خون میں لت پت تھا لیکن پھر بھی وہ پختہ لہجے میں بولا۔

مجھے لگتا ہے ڈی ایس پی تو موت سے ڈرتا نہیں ہے؟؟؟؟

رستم خباثت سے ہنستے ہوئے بولا۔

موت برحق ہے۔آج اگر زندہ بچا تو کل مر جاؤں گا۔اس لئے تم مجھے موت سے مت ڈراؤ۔۔۔۔

زبیر کا جواب سن کر رستم ایک دم طیش سے اپنی جگہ سے اٹھا اور زبیر جو گھٹنوں کے بل بیٹھا ہوا تھا کو دھکا دیا اور اس کے منہ پر اپنا جوتا رکھا اور حقارت سے بولا۔۔۔۔

اب تو دیکھ ڈی ایس پی کہ میں تیرا کیا حشر کرتا ہوں۔۔۔۔۔

زبیر۔۔۔۔۔۔

ایمان روتے ہوئے چلائی تھی۔اسے عثمان نے دونوں ہاتھوں سے پکڑا ہوا تھا۔۔۔۔

رستم غصے سے ایمان کی طرف بڑھا اور اس کا بازو پکڑ کر اسے زبیر کے سامنے دھکا دیا اور عثمان سے بولا۔

عثمان مجھے ایک قینچی دو۔۔۔۔

عثمان نے پہلے تو کافی عجیب نظروں سے رستم کو دیکھا لیکن پھر اس کے خطرناک تیور دیکھ کر جلدی سے اسے قینچی پکڑائی۔۔۔رستم قینچی لے کر ایمان کی طرف بڑھا جو زبیر کی حالت دیکھ کر رو رہی تھی۔ رستم اس کے پاس نیچے بیٹھا اور اس کے سر سے ڈوپٹہ کھینچ کر اتارا۔۔۔زبیر چلایا تھا۔۔۔

رستم۔۔۔۔۔۔

دیکھ ڈی ایس پی میں نے تجھ سے پوچھا تھا کہ وہ ثبوت کہاں ہیں؟ لیکن تم نے بتانے سے منع کر دیا۔اور جس لڑکی کی وجہ سے تمہارا یہ حال ہوا ہے وہ بیچاری دیکھو تمہارے سامنے مری پڑی ہے۔۔۔میں نے تمہیں بہت چانسز دیئے لیکن تم باز نہیں آئے اس لئے اب بھگتو اپنی ضد کا انجام۔۔۔۔۔۔۔

یہ بول کر رستم نے ایمان کے بال پکڑ کر کاٹ دیئے۔۔ایمان روتی رہی گڑگڑاتی رہی لیکن رستم کو رحم نہیں

آیا۔۔۔۔

ماہا کی آنکھوں سے آنسو روانی سے بہہ رہے تھے وہ آگے بڑھنے ہی لگی تھی جب زبیر نے اس دیکھا اور اپنا سر نفی میں ہلا دیا۔۔۔ماہا وہیں رک گئی۔۔۔۔

ویسے آپس کی بات ہے ڈی ایس پی کہ تیری بیوی ہے بڑی خوبصورت۔۔۔۔۔

رستم ایمان کے دائیں گال پر ہاتھ پھیرتے ہوئے خباثت سے بولا۔

ایمان مجھے معاف کر دینا میں تمہاری حفاظت نہیں کر سکا۔۔۔۔۔

یہ بول کر زبیر آنکھیں موند گیا جبکہ رستم نے ایمان کو سب کے سامنے اپنی درندگی کا نشانہ بنایا۔۔۔

اگر کسی اور کو بھی اپنی خواہش پوری کرنی ہے تو کر لے۔ لیکن بعد میں اس گھر کو آگ لگا دے کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ کوئی ثبوت باقی رہے۔۔۔۔

رستم اپنی واسکوٹ پہنتے ہوئے بولا اور باہر کی جانب چل دیا۔ ادھر ماہا جو دروازے کی اوٹ میں کھڑی تھی اسے اپنی سانسیں بند ہوتی ہوئیں محسوس ہو رہی تھیں۔ وہ چیخنا چاہتی تھی چلانا چاہتی تھی لیکن وہ یہ سب نہ کر سکی۔ جیسے ہی اس کی نظر رستم پر پڑی وہ وہاں سے بھاگی تھی۔ وہ سڑک پر بھاگ رہی تھی اور سوچ رہی تھی کہ آج زمین کیوں نہ پھٹی ؟ کیوں رستم جیسے درندے کو خدا نے سزا نہ دی؟؟؟

لیکن وہ اس وقت یہ نہیں جانتی تھی کہ اللہ بہتر کارساز ہے۔ وہ صرف ظالموں کی رسی دراز کرتا ہے اور اس سے کہتا ہے جس حد تک تو ظلم کر سکتا ہے کر آخر تو میرے پاس ہی آئے گا اور میری پکڑ بہت ہی سخت ہے۔۔۔ اللہ تعالی کا ارشاد ہے۔۔۔۔۔

۔" وہ جو اللہ کے عہد کو توڑ دیتے ہیں پکا ہونے کے بعد اور وہ کاٹتے ہیں اس چیز کو جس کے جوڑنے کا خدا نے حکم دیا اور وہ زمین میں فساد پھیلاتے ہیں وہی نقصان میں ہیں "

۔(البقرہ۔27۔)۔

۔" اور ڈرو اس دن سے جس میں تم لوٹائے جاؤ گے اللہ کی طرف پھر پورا بدلہ دیا جائے گا ہر نفس کو جو اس نے کمایا اور ان سے ناانصافی نہ ہو گی"

۔(البقرہ۔281۔)

۔"اور جو اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرے اور اس کی حدوں سے بڑھ جائے اللہ اسے آگ میں داخل کرے گا اس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لئے ذلت والا عذاب ہے"

۔(النساء۔14۔)

۔"بے شک بدلہ ان لوگوں کا جو لڑتے ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور زمین میں فساد کی کوشش کرتے ہیں کہ وہ قتل کئے جائیں سولی چڑھائے جائیں یا ان کے ہاتھ پائوں مخالف سمت سے کاٹے جائیں یا نکال دیئے جائیں اس زمین سے یہ ان کی رسوائی ہے دنیا میں اور آخرت میں ان کے لئے بڑا عذاب ہے"

۔(المائدہ۔33)۔

اللہ کے ہر کام میں حکمت ہے کسی بندے کی وہ آزمائش لینا چاہتا ہے اور کسی کو اپنی رحمت سے دور کر کے سزا دیتا۔ہے۔اللہ رستم جیسے بندوں کی پکڑ سخت کرنے والا ہے۔۔

ماہا بھاگتے بھاگتے ایک گاڑی سے ٹکرا گئی اور بے ہوش ہو گئی۔۔۔۔۔

URDUNovelians

جیسے ہی اسے ہوش آیا اس نے خود کو ایک کمرے کے بیڈ پر لیٹے پایا۔۔۔

میں کہاں ہوں؟

ماہا اپنا سر اپنے دونوں ہاتھوں میں تھامتے ہوئے خود سے بولی۔

جیسے ہی اس کے حواس بحال ہوئے اسے زبیر اور ایمان پھر سے یاد آ گئے۔۔ وہ جلدی سے بیڈ سے اٹھی اور دروازے کی طرف بڑھی جو کہ لاک تھا۔

ماہا نے ذور ذور سے دروازہ کھٹکھٹانا شروع کر دیا اور روتے ہوئے بولی۔

کوئی ہے ؟ پلیز دروازہ کھولو مجھے میری ممی اور میرے بابا جان کے پاس جانا ہے۔۔۔۔ پلیز اوپن دا ڈور۔۔۔۔۔

کافی دیر کھٹکھٹانے کے بعد بھی جب دروازہ نہ کھلا تو ماہا کمرے میں موجود صوفے پر بیٹھ گئی اور اللہ سے شکوہ کرنے لگی۔

یااللہ تو نے کیوں میرے بابا اور ممی کہ ساتھ یہ کیا؟ تو جانتا ہے نہ کہ ان کی مجھے کتنی ضرورت تھی۔۔۔ میرے

بھائی کو تو تو نے اپنے پاس بلا لیا تھا پھر میرے ممی اور بابا کو کیوں بلایا۔۔۔۔۔۔

بابا جان تو کہتے تھے کہ تیرے ہر کام کے پیچھے کوئی بہتری ہوتی ہے لیکن آج جو کچھ ہوا اس میں کیا بہتری تھی؟؟؟؟؟

ماہا بول رہی تھی جب کمرے کا دروازہ کھلا اور ایک تیس سال کا آدمی اندر داخل ہوا۔۔۔ ماہا نے آہٹ پر سر اٹھایا اور اس آدمی کو دیکھا جو ہوس بھری نظروں سے ماہا کو دیکھ رہا تھا۔۔۔۔ ماہا ایک آخری کوشش کرنے کے لئے آگے بڑھی اور بولی۔۔۔۔

پلیز مجھے جانے دو۔ میرے ممی بابا کو میری ضرورت

ہے۔۔۔۔۔

اس آدمی نے ایک زوردار تھپڑ ماہا کے گال پر مارا جس کے نتیجے میں ماہا اس سے چار قدم کے فاصلے پر گری اور اس کے ہونٹ سے خون نکلنا شروع ہو گیا۔۔۔

ماہا نے ڈر اور نا سمجھی کے ملے جلے تاثرات سے اس شخص کو دیکھا۔۔۔

میرے بس میں ہوتا تو تمہیں جان سے مار دیتا کیونکہ تم نے حنان لغاری مطلب جبران لغاری کے چھوٹے بھائی کے منہ پر تھپڑ مارا تھا۔ لیکن میں ایسا کروں گا نہیں جانتی ہو کیوں ؟؟؟؟

جبران لغاری نے ماہا کے دونوں جبڑے ایک ہاتھ میں زور سے دبوچتے ہوئے پوچھا۔

جواب میں ماہا کی تکلیف کی شدت بڑھتی جا رہی تھی۔۔۔

میں بتاتا ہوں۔۔۔جب مجھے پتہ چلا تھا نہ کہ ڈی ایس پی زبیر ملک کی بیٹی نے میرے بھائی کو تھپڑ مارا ہے تو یقین جانو اسی وقت تمہیں جان سے مارنے کا سوچ لیا تھا۔ لیکن جب تمہیں پہلی بار دیکھا تو اپنا فیصلہ بدلنے پر مجبور ہو گیا۔۔۔ پھر میں نے فیصلہ کیا کہ اس چڑیا کے سارے پر کتر کر اسے ماروں گا۔۔۔اور خدا کو بھی شاید یہی منظور تھا اس لئے تو تم آج میری گاڑی سے ٹکرا گئی تھی۔۔۔۔۔۔۔

جبران لغاری اس کے دائیں گال کو انگوٹھے سے سہلاتے ہوئے شیطانی مسکراہٹ لبوں پر سجا کر بولا۔

جبکہ ماہا کے آنسو روانی سے بہہ رہے تھے۔۔۔

ویسے ماننا پڑے گا تم ہو بہت ہی خوبصورت۔۔۔۔۔۔

یہ بول کر جبران لغاری نے اس کا چہرہ اپنے چہرے کے نزدیک کیا ہی تھا کہ کسی نے دروازہ ناک کیا۔۔
جبران لغاری نے غصے سے ماہا کو دیکھا اور اسے چھوڑتا ہوا دروازے کی جانب بڑھ گیا۔۔۔۔

کیا ہے؟؟؟؟

سامنے ایک آدمی کو کھڑا دیکھ کر جبران لغاری چلانے والے انداز میں بولا۔

سر معافی چاہتا ہوں لیکن حنان سر کی حالت کافی خراب ہو گئی ہے۔۔۔۔۔۔

وہ آدمی نظریں جھکا کر بولا۔

جبران لغاری نے ایک نظر ماہا کو دیکھا پھر وہاں سے چلا گیا۔۔۔۔۔۔

میں کہاں جائوں؟؟؟ ماما۔۔۔۔ عابی۔۔۔ زرلال بھائی کہاں ہیں آپ پلیز یہاں آ کر مجھے بچا لیں۔۔۔
یا اللہ پلیز ان کو بھیج دے۔۔۔۔۔

ماہا روتے ہوئے خود سے بولی۔۔۔۔

لیکن کون جانے کے اللہ نے ایک انسان کی آزمائش کہاں تک لکھی ہوتی ہے؟ جب بھی انسان پر کوئی مصیبت آتی ہے تو بجائے اللہ سے شکوہ کرنے کے صبر مانگنا چاہیے کیونکہ شکوہ کرنے سے کچھ حاصل نہیں ہوتا پھر بھی انسان صبر ہی کرتا ہے تو پہلے ہی صبر مانگ لو۔۔۔

کیونکہ اللہ صبر کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔۔۔۔۔

سر اس لڑکی نے کھانا کھانے سے منع کر دیا ہے۔۔۔۔

جبران اس وقت اپنے روم میں تھا جب ایک آدمی نے اسے آکر بتایا۔۔۔۔

کیا مصیبت ہے؟ پچھلے ایک ہفتے سے وہ یہاں ہے لیکن مجال ہے جو تم لوگوں سے سنبھالی جا سکے۔۔۔۔۔

جبران غصے سے اس آدمی کو گھورتے ہوئے اس کمرے کی جانب بڑھ گیا جہاں اس نے ماہا کو بند کیا ہوا تھا۔۔۔۔ جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوا ماہا کو دیکھا جو ڈری ہوئی نیچے فرش پر گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھی تھی۔۔۔۔

کیا مسئلہ ہے تمہارا کھانا کیوں نہیں کھا رہی؟؟؟؟

جبران لغاری ماہا کو بالوں سے پکڑ اٹھاتے ہوئے بولا۔

پلیز مجھے جانے دو یہاں سے۔۔۔۔۔۔

ماہا پچھلے ایک ہفتے سے یہی جملہ بار بار دہرا رہی تھی۔۔۔۔

جانے کیسے دوں تمہیں؟؟ تم تو وہ نشہ ہو جس کو چھوڑنے کا جبران لغاری سوچ بھی نہیں سکتا۔۔۔۔۔

جبران لغاری خباثت سے ماہا کے قریب ہوتے ہوئے بولا۔

ماہا نے اس زور سے دھکا دیا اور بولی۔۔۔

خبردار میرے قریب مت آنا۔۔۔۔۔۔

ہاہاہاہا۔۔۔۔۔ پچھلے ایک ہفتے سے تم میری راتوں کو حسین بنا رہی ہو اور اب بول رہی ہو کہ قریب مت آنا۔۔۔۔۔

جبران نے شیطانی قہقہ لگایا اور ماہا کا بازو پکڑ کر اسے خود سے قریب کر لیا۔۔۔ جس کے باعث ماہا کی ہلکی سی چیخ نکلی۔۔۔

آہ۔۔۔۔۔۔۔

اووو۔۔۔۔۔ سوری میری جان میں تو بھول ہی گیا تھا کہ تمہیں چوٹ لگی ہے۔۔۔۔۔۔

جبران اس کی بائیں کلائی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے مصنوعی فکر مندی سے بولا۔

جواب میں ماہا خاموش رہی اور اس سے ہاتھ چھڑوانے لگی۔۔۔۔۔ جس کے باعث اس کی کلائی سے خون نکلنا شروع ہو چکا تھا۔۔۔۔۔

چی چی۔۔۔۔۔ اگر اس دن کلائی کاٹنے کی کوشش نہ کرتی تو آج اتنا خون نہ نکل رہا ہوتا۔۔۔۔۔۔

خیر بہت ٹائم ویسٹ کر دیا تم نے میرا۔۔۔ مجھے ایک کام سے جانا ہے اس لئے چپ کر کہ کھانا کھاؤ۔۔۔ مجھے تمہاری کوئی شکایت نہ ملے۔۔۔ سمجھی۔۔۔۔۔۔

جبران ماہا کو خونخوار نظروں سے گھورتے ہوئے بولا۔

جواب میں ماہا نے اپنا سر اثبات میں ہلا دیا۔۔۔۔

گڈ گرل۔۔۔۔ رات کو ملتے ہیں۔۔۔۔۔

جبران اس کا گال تھپتھپا کر وہاں سے چلا گیا۔۔۔۔

تم کون ہو اور بھائی کے کمرے میں کیا کر رہی ہو؟؟؟؟

حنان ماہا کی جبران کے کمرے پر موجودگی پر نا سمجھی سے اس سے پوچھنے لگا۔۔

وہ میں وہ۔۔۔۔۔۔

ماہا ڈرتے ہوئے اتنا ہی بولی تھی کہ حنان لغاری نے ایک سیگریٹ سلگھایا اور ماہا کی طرف دیکھ کر بولا۔

تم مجھے چھوڑ کر چلی گئی تھی نہ؟ اب دیکھو کیا حال کرتا ہوں تمہارا۔۔۔۔

جب تک ماہا کو اس کی بات سمجھ میں آئی اس نے سیگریٹ سے ماہا کا چہرہ جلانا شروع کر دیا۔۔۔ ماہا روتی رہی لیکن کسی نے اس کی پکار نہ سنی۔۔۔ یہاں

تک کے اس نے ماہا کا چہرہ کافی حد تک جلا دیا تھا۔۔

ماہا نے کافی مزاحمت کی اور اسی مزاحمت میں حنان کی پسٹل نیچے فرش پر گئی۔۔۔ حنان اپنا کام کر کے وہاں سے جا چکا تھا جبکہ ماہا پیچھے اپنی قسمت پر آنسو بہا رہی تھی۔۔۔

رات کو جیسے ہی جبران اپنے کمرے میں داخل ہوا اور دروازہ بند کیا ماہا نے سوچے سمجھے بغیر اس پر حنان کی پسٹل سے یکے بعد تین فائر کر دیئے۔۔۔ چونکہ زبیر اور وھاج نے اسے پسٹل چلانا سکھایا ہوا تھا اس لئے اس نے سیدھے جبران کے بائیں سائیڈ پر فائر کئے۔۔۔ جبران وہیں گر گیا۔۔ کمرہ ساونڈ پروف ہونے کی وجہ سے فائر کی آواز کسی کو سنائی نہ دی۔۔ ماہا نے کافی حقارت سے اسے دیکھا پھر باتھ روم سے تیزاب کی ایک بوتل لا کر اس کے چہرے پر انڈیل دی اور وہاں سے چھپتے چھپاتے باہر کی جانب بھاگ گئی۔۔۔۔

اسے اپنی زندگی بے معنی لگ رہی تھی۔۔اس لئے وہ دوبارہ خودکشی کی نیت سے ایک گاڑی کے آگے کھڑی ہو گئی لیکن خوش قسمتی سے وہ گاڑی اسد کی تھی۔۔جس نے ماہا کی زندگی یکسر بدل دی۔۔۔۔

: حال

:لوکیشن اسلام آباد

بھائی میں نے آپ سب کو پکارا آپ میں سے کوئی میری مدد کو نہیں آیا اور اس حیوان نے مجھ سے میری عزت میرا وقار میری عصمت، میری معصومیت یہاں تک مجھ سے ماں بننے کا حق بھی چھین لیا۔۔۔۔

جس دن میں اسد انکل کو ملی تھی انہوں نے میرا علاج کروانا شروع کیا۔۔جیسے ہی میں ہوش میں آئی ڈاکٹر نے مجھے بتایا کے میں پریگننٹ تھی۔لیکن گاڑی کے دھکے کی وجہ سے پریگننسی کنسیو نہیں کر سکی۔۔۔۔

میری زندگی ختم ہو گئی تھی بھائی۔۔۔لیکن اسد انکل مجھے زندگی جینے کی وجہ دی۔۔مجھے سکھایا کہ اللہ سے شکوہ کرنے کی بجائے اس کا شکر کرو کہ اس نے تمہیں چنا ہے اپنی آزمائش کے لئے۔۔۔۔۔۔

ماہا پچھلے دو سال کا غبار نکال رہی تھی جب اچانک روتے روتے وہ پھر سے بیہوش ہو گئی۔۔۔۔

وھاج نے بمشکل ماہا کو خود سے الگ کیا اور زیبا کی طرف بنا دیکھے بولا۔

ماما۔۔۔ماہا کا خیال رکھیے گا۔۔۔میں ہاسپٹل جا رہا ہوں۔۔۔

وھاج یہ بول کر باہر نکل گیا کیونکہ اسے لگ رہا تھا کہ اگر وہ مزید یہاں رکا تو اس کی ہمت ٹوٹ جائے گی۔۔۔ جبکہ عابی کی آنکھوں سے آنسو مسلسل نکل رہے

تھے۔۔۔

ماما۔۔۔ میں رکتا ہوں ماہا کے پاس آپ جا کر ریسٹ کر لیں۔۔۔۔

عبداللہ زیبا کی طرف دیکھ کر بولا۔ جبکہ زیبا جو مسلسل رو رہی تھی نفی میں گردن ہلانے لگی۔۔۔

ماما۔۔۔ پلیز۔۔۔۔

عبداللہ باضد ہوا۔۔۔

زیبا وہاں سے چلی گئی جبکہ عبداللہ ماہا کو غور سے دیکھنے لگا۔۔۔۔

۔۔۔۔ عادتوں میں شامل ہوتا تو ممکن تھا بدل ڈالتے۔۔۔۔

۔۔۔ مگر تجھ سے عشق کرنا ہماری فطرت میں شامل ہے۔

۔(کرن رفیق)۔

زرلال اپنے آفس میں چیئر پر آنکھیں بند کئے لیٹے تھا جب دانین نے دروازہ ناک کیا۔۔۔۔

کم ان۔۔۔۔

زرلال بھاری آواز میں بولا۔

سر یہ کچھ فائلز ہیں۔۔ سر خرم نے دیں ہیں آپ دیکھ لیجئیے۔۔۔۔۔۔

ہاں ٹھیک ہے رکھ دو یہاں پر۔۔۔۔۔۔

زرلال سیدھے ہوتے ہوئے سرخ آنکھوں سے بولا۔

سر۔۔۔۔آپ ٹھیک ہیں نہ؟؟؟؟

دانین نے اس کی سرخ آنکھوں کو دیکھ کر پوچھا۔

ہاں ٹھیک ہوں۔۔۔ پلیز ایک کپ بلیک کافی کا بجھوا دو۔۔۔۔

جی سر ابھی بھجواتی ہوں۔۔۔۔

یہ بول کر دانین وہاں سے جانے کے لئے مڑی ہی تھی کہ پھر کچھ یاد آنے پر رکی۔۔۔

اگر آپ برا نہ مانیں تو ایک بات پوچھوں؟؟؟؟

ہاں پوچھو۔۔۔۔۔

زرلال نے بمشکل مسکرا کر کہا۔

سر آپ کی آنکھیں کافی ریڈ ہیں۔۔ جس سے یہ محسوس ہو رہا ہے کہ آپ کافی روئے ہیں۔۔ اگر کوئی پریشانی ہے تو آپ مجھ سے شیئر کر سکتے ہیں۔۔۔۔۔ کیونکہ میں نے سنا ہے کہ پریشانی بانٹنے سے ختم تو نہیں لیکن کم ضرور ہو جاتی ہے۔۔۔۔۔۔

ٹھیک سمجھی ہو تم رویا تو میں واقعی بہت ہوں کیونکہ میرے علی بھائی ہاسپٹل میں ہیں اور ان کی کنڈیشن کافی سیریس ہے۔۔۔ خیر تم ان کے لئے دعا کرنا کہ وہ جلد ٹھیک ہو جائیں کیونکہ ان کے بغیر کچھ بھی اچھا نہیں لگ رہا۔۔۔۔۔

زرلال بمشکل اپنے آنسو روک کر دانین سے بولا۔

سر میری اماں کہتی ہیں کہ جب اللہ ہم پر کوئی آزمائش ڈالتا ہے تو ہمیں صرف اسی سے مدد اور صبر مانگنا چاہیے۔۔۔ سر اللہ تو خود قرآن پاک میں فرماتا ہے۔۔۔۔

۔" بے شک ضرور تمہاری آزمائش ہو گی تمہارے مالوں اور تمہاری جانوں میں اور ضرور تم اگلے کتاب والوں اور مشرکوں سے بہت کچھ برا سنو گے اور اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو تو یقینا یہ بڑی ہمت کا کام ہے"

۔(ال عمران۔۔۔176۔)

ایک اور جگہ ارشاد فرمایا۔۔

۔" اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اسے کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر بھلائی پہنچائے تو وہ سب کچھ کر سکتا ہے"

۔(الانعام۔۔۔17)۔

۔" اور اگر اللہ تجھے کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کا کوئی ٹالنے والا نہیں اس کے سوا اور اگر وہ تیرا بھلا چاہے تو اس کے فضل کو رد کرنے والا کوئی نہیں۔ اسے پہنچاتا ہے اپنے بندوں میں جسے چاہے اور وہی

"بخشنے والا مہربان ہے۔

۔(یونس۔۔۔107۔)

سر اس طرح کی اور بھی آیات ہیں۔ جن سے ہمیں اللہ کی صفات کا پتہ چلتا ہے۔۔۔ خیر اپنی بات کو مختصر کروں گی اور آپ کو بتادوں کہ اللہ نے قرآن پاک میں بھی صرف اسی سے مانگنے اور اسی پر بھروسہ کرنے کی تاکید کی ہے۔۔۔۔آزمائش تو ہر انسان کی زندگی میں آتی ہے لیکن آپ اس آزمائش میں کیسا رویہ اختیار کرتے ہو یہ معنی رکھتا ہے۔۔ مجھے امید ہے کہ آپ میری بات سمجھ گئے ہوں گے۔۔۔۔

آخری بات دانین نے مسکرا کر بولی۔۔۔

تم بہت اچھا بولتی ہو دانین۔۔۔۔۔

زرلال اس کے الفاظ کی تاثیر کو محسوس کرتے ہوئے بولا۔

سر۔۔۔اچھا بولنے کا تو مجھے نہیں پتہ لیکن اتنا ضرور معلوم ہے کہ اس کی کتاب (قرآن پاک) کے ہر لفظ میں تاثیر ہے اور سمجھنے والوں کے لئے نشانیاں۔۔۔۔

شکریہ دانین تمہاری وجہ سے واقعی میرا مائنڈ تھوڑا ریلیکس ہوا ہے۔۔۔۔

دانین نے اثبات میں سر ہلایا اور مسکرا کر وہاں سے چلی گئی۔۔۔۔

میں بھی کتنا بڑا پاگل ہوں۔۔۔اللہ سے مدد مانگنے کی بجائے اس سے شکوہ کر رہا تھا۔ مجھے اللہ سے معافی مانگنی چاہیے اور علی بھائی کی تندرستی بھی۔۔۔۔

زرلال یہ بول کر اپنی جگہ سے اٹھا اور اپنے آفس کے ساتھ منسلک واش روم کی طرف چلا گیا۔۔۔

۔"اللہ کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتا مگر اس کی ہمت کے مطابق۔اسی کے لئے ہے جو اس نے اچھا کمایا اور اس پر بوجھ ہے جو اس نے برا کیا۔اے ہمارے رب ہمیں نہ پکڑ اگر ہم بھولیں یا خطا کریں۔اے ہمارے رب ہم پر بھاری بوجھ نہ ڈال جیسے کہ ہم سے پہلے لوگوں پر ڈالا۔اے ہمارے رب ہم پر وہ بوجھ نہ ڈال جس کی ہم میں ہمت نہ ہو اور ہمیں معاف فرما دے اور ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم فرما تو ہمارا مولی ہے "تو کافروں پر ہماری مدد فرما

۔(البقرہ۔۔۔286۔)

وھاج ہاسپٹل کی مسجد میں سورت البقرہ کی تلاوت کر رہا تھا۔۔جب آخری آیت پر اس نے دعائیہ انداز میں ہاتھ اٹھا کر اللہ سے دعا مانگی۔۔۔اس کی آنکھوں سے آنسو روانی سے بہہ رہے تھے۔۔وہ صرف اپنے خدا کے سامنے رو رہا تھا کیونکہ اسے یقین تھا کہ اللہ ہی اس کو ہمت اور طاقت دے گا۔۔۔کافی دیر یونہی گزر گئی

پھر کچھ سوچ کر اس نے اپنے آنسو صاف کئے اور وہاں سے اٹھ کر علی کے پاس آ گیا۔۔۔

علی تو بہت برا ہے۔۔۔آج مجھے تیری ضرورت ہے اور تو اس طرح مجھ سے موڑ کر بیٹھا ہے۔تو جانتا ہے نہ اگر اس دنیا میں کسی پر سب سے زیادہ یقین کرتا ہوں تو وہ تم ہو۔۔پھر کیوں میرے ساتھ کھڑے نہیں ہو تم؟

پلیز علی اپنے دوست وجی کے لئے واپس آ جاو ورنہ تیرا یہ دوست گھٹ گھٹ کر مر جائے گا علی پلیز واپس آ جا۔۔۔۔۔۔۔۔

وھاج بھرائی ہوئی آواز میں علی سے بول رہا تھا لیکن علی نے کوئی حرکت نہ کی۔۔۔

علی تو کیوں میری بات نہیں سن رہا؟ دیکھ اگر تو نے میری بات نہ مانی تو میں تم سے کبھی بھی بات نہیں کروں گا اور نہ ہی اپنی شکل دکھاؤں گا۔اور تو جانتا ہے جو میں بولتا ہوں اس پر عمل بھی کرتا ہوں۔۔۔۔ اچھا میرے لئے نہ صحیح اپنے بابا کے لئے آنکھیں کھول دے۔۔وہ تم سے بہت محبت کرتے ہیں علی پلیز اٹھ جا۔۔

میں جانتا ہوں تو میری بات سن رہا ہے۔۔ علی میری آخری بار بول رہا ہوں اٹھ جا یار۔۔۔۔۔۔

وھاج علی کو جھنجھوڑتے ہوئے بولا لیکن علی نے پھر بھی کوئی حرکت نہ کی۔۔۔۔۔

اتنے میں حارث کمرے میں داخل ہوا اور وھاج کی طرف دیکھ کر بولا۔

سر آپ ٹھیک ہیں؟؟؟

ہاں میں ٹھیک ہوں تم یہ بتاؤ کہ کیا پروگریس ہے؟؟؟

وھاج نے خود کو نارمل کرتے ہوئے پوچھا۔

سر رستم کی ساری ڈرگز کی فیکٹریوں کے خلاف ثبوت مل گئے ہیں۔اور جن بچوں کو عثمان نے اغوا کیا ہوا تھا ان کو ہم نے ان کے پیرینٹس تک پہنچا دیا ہے اور اب آپ بتائیں کہ ہمارا اگلا لائہ عمل کیا ہوگا؟؟؟

گڈ۔۔۔اب مجھے بتاؤ کہ اس پیٹر نے منہ کھولا کہ نہیں؟؟

نہیں سر سب کچھ ٹرائی کر لیا یہاں تک کہ اسے الیکٹرک شاک بھی دیئے ہیں لیکن کوئی فائدہ نہیں ہوا وہ کچھ بھی بتانے کو تیار نہیں۔۔۔۔۔

حارث نے وھاج کو مطلع کیا۔

اس کا تو باپ بھی بتائے گا۔۔۔۔ تم یہاں رکو میں دیکھتا ہوں اس کمینے کو۔۔۔۔۔

وھاج نے ایک نظر علی پر ڈالی اور وہاں سے چلا گیا۔۔

۔۔۔ وہ کیوں بے رخی دکھاتا ہے مجھے؟؟؟

۔۔۔ میں نے تو اس رخ کے سوا کچھ دیکھا نہ تھا۔۔۔۔

ماہا کو جیسے ہی ہوش آیا اسے اپنے ہاتھ پر دباؤ محسوس ہوا۔اس نے سائیڈ لیمپ آن کیا تو دیکھا کے بیڈ کی بائیں سائیڈ پر عبداللہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر سویا ہوا ہے اور اس کا بایاں ہاتھ عبداللہ کے ہاتھ میں ہے۔۔ پہلے تو اسے سمجھ نہ آئی لیکن جب اسے صبح والا سارا واقعہ یاد آیا تو وہ شرمندگی سے سر جھکا گئی اور اپنا ہاتھ عبداللہ کے ہاتھ سے نکالنے لگی جب عبداللہ کی آنکھ کھل گئی اور اس نے مسکرا کر ماہا کو دیکھا اور اپنی گرفت اس کے ہاتھ پر مزید مضبوط کر دی۔۔۔۔۔ماہا نے التجائیہ نظروں سے عابی کو دیکھا تو عبداللہ مسکرایا اور نرمی سے بولا۔۔۔۔

میں نے کہیں پڑھا تھا۔۔۔

دیوانہ پن تھا اس میں سو ختم ہوا۔۔۔۔۔

عشق ہوتا تو لازوال ہوتا۔۔۔۔

۔(کرن رفیق)

تم میری دیوانگی نہیں ہو اور نہ ہی میرا پاگل پن ہو۔بلکہ تم تو میرا عشق ہو اور ایسا عشق جو کبھی زوال پذیر نہ ہوا ہے اور نہ کبھی ہو گا۔۔۔۔جانتی ہو پچھلے نو سال میں نے صرف اس امید میں گزارے کے تم میرا انتظار کر رہی ہو گی۔۔ لیکن جب وجی بھائی نے بتایا کہ تم مجھے چھوڑ کر جا چکی ہو تو خود اپنی کیفیت پر حیران ہوا تھا کیونکہ میری آنکھوں سے ایک بھی آنسو

نہیں نکلا پتہ ہے کیوں؟

کیونکہ تم مجھ میں زندہ تھی۔ بابا لوگ واپس پاکستان آ گئے لیکن میں نہیں آ سکا۔ مجھے رونا تھا اپنا غبار نکالنا تھا جو میں ان سب کے سامنے نہیں کر سکتا تھا۔۔جب وہ سب پاکستان آ گئے میں نے اپنا سارا غبار آنسوئوں کی صورت میں نکالا۔۔۔اس کے بعد میں ہنسنا رونا سب بھول گیا۔۔میں ایک احساسات سے عاری شخص بن چکا تھا۔نہ کسی کی خوشی میں خوش ہو سکتا تھا نہ کسی کے غم میں دکھی۔۔۔۔مجھے خود پر حیرت ہوتی تھی کہ جب میرے سارے احساسات دفن ہو چکے ہیں تو میں زندہ کیوں ہوں؟؟؟؟

جانتی ہو کیوں زندہ تھا میں؟؟؟

عبداللہ نے ماہا کا چہرہ اپنی طرف کر کے پوچھا۔۔۔تو ماہا نے نفی میں گردن ہلا دی۔۔۔

کیونکہ تم اس ہوا میں سانسیں لے رہی تھی۔۔اگر دادو۔۔ پاکستان آنے کی ضد نہ کرتے تو شاید میں کبھی واپس نہ آتا لیکن اللہ نے مجھے تم سے واپس ملوانا تھا میرے احساسات کو دوبارہ زندہ کرنا تھا۔۔۔۔۔تم میرے لئے ایک جذبہ نہیں ہو بلکہ تم میری سانسوں میں بستی ہو۔ میری زندگی میرا عشق ہو۔۔۔۔ پچھلے دو سال اسی عشق پر تو گزارے ہیں میں نے۔۔۔۔۔۔

عبداللہ جذبات سے بھرپور لہجے میں بولا۔

میں آپکی محبت کے قابل نہیں ہوں عابی؟؟؟

ماہا روتے ہوئے اتنا ہی بولی جب عبداللہ نے اس کے لبوں پر اپنی انگلی رکھ دی۔۔۔۔

تم کس قابل ہو اور کس قابل نہیں ہو اس کا فیصلہ میرے دل کو کرنے دو۔۔۔اور میرا دل کبھی بھی تمہارے خلاف نہیں جا سکتا۔۔۔۔

میں آپکو کوئی خوشی نہیں دے سکوں گی اور نہ ہی آپکو اولاد دے سکوں گی کیونکہ ڈاکٹر نے بولا تھا کہ ارلی ایج پر یگنینسی اور پھر مس کیرج کی وجہ سے میں کبھی بھی ماں نہیں بن پاؤں گی۔۔۔اور میں اتنی خود غرض نہیں ہوں کہ آپ سے آپکے حصے کی خوشیاں چھین لوں۔۔۔۔۔۔۔۔

ماہا روتے ہوئے بولی۔۔۔

بول لیا جتنا بولنا تھا؟؟؟اب میری سنو۔۔۔۔انسان کی قسمت میں اولاد مرد کے نصیب سے ہوتی ہے اور اگر میرے نصیب میں اولاد ہوئی تو اللہ مجھے دے دے گا ورنہ تم میرے لئے کافی ہو۔۔اس لئے دو سال پہلے جو کچھ بھی ہوا اس کو بھول جاؤ کیونکہ جس چیز میں تمہارا قصور ہی نہیں اس کی سزا میں تمہیں نہیں

دے سکتا۔۔۔اور ایک بات ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا کیونکہ مجھے لگتا ہے تمہارے ساتھ جو کچھ ہوا اس میں قصور میرا بھی ہے۔۔نہ میں باہر جانے کی ضد

کرتا اور نہ یہ سب ہوتا۔۔۔۔

عبداللہ نے آخری بات شرمندگی سے بولی۔

عابی نہ قصور آپکا تھا نہ میرا تھا بس حالات ہی ایسے تھے اور ہمارے رشتے میں جدائی لکھی تھی جو ہر حال میں آنی تھی۔اگر ایسے نہ آتی تو کسی اور طرح سے آجاتی۔۔۔

ماہا یہ سب باتیں چھوڑو اور مجھے بتاؤ۔۔۔اب تو مجھ سے شادی کرو گی نہ؟؟؟

عبداللہ ماحول سے اداسی کی کیفیت کم کرنے کے لئے شریر لہجے میں بولا۔

عابی وہ میں۔۔۔۔۔

ماہا تھوڑا سا ہچکچائی۔۔۔

کیا میری جان؟؟؟

عبداللہ اسے خود سے قریب کرتے ہوئے خمار آلود لہجے میں بولا۔

عابی مجھے بھوک لگی ہوئی ہے۔۔۔۔

ماہا نے جلدی سے بہانہ گھڑا۔۔۔۔

یار بعد میں کھا لینا ابھی تم صرف میرے سامنے رہو۔۔۔۔

عبداللہ اس کے اور اپنے درمیان فاصلہ سمیٹتے جارہا

تھا۔ یہاں تک کہ ان دونوں میں فاصلہ چند انچ کا رہ

گیا تھا۔ ماہا کے دل کی دھڑکنوں کی آواز عبداللہ کو باآسانی سنائی دے رہے تھی۔۔۔ عبداللہ جان بوجھ کر

بولا۔

ماہا اتنا گھبرا کیوں رہی ہو؟؟؟؟

وہ میں۔۔۔۔۔

تمہیں تو پسینہ بھی آ رہا ہے۔۔۔۔

عبداللہ مسکراہٹ دباتے ہوئے ماہا کو مزید تنگ کرنے لگا۔

مجھے ٹھنڈ لگ رہی ہے۔۔۔۔

ماہا بمشکل اتنا بولی۔۔

اچھا۔۔ اتنی گرمی میں ٹھنڈ لگ رہی ہے۔۔۔۔

عبداللہ نے اس کا جواب سنے بغیر اسے مزید خود سے قریب کر لیا اور اس پر اپنی محبت نچھاور کرنے

لگا۔۔۔۔

ماماماہا کہاں ہے ؟اپنے کمرے میں بھی نہیں ہے۔۔۔۔

زرلال صبح صبح کیچن میں داخل ہوتے ہوئے فکر مندی سے زیبا سے ماہا کے بارے میں پوچھنے لگا۔۔۔

وہ۔۔۔

گڈ مارننگ ماما۔۔۔۔

اس سے پہلے کہ زیبا کوئی جواب دیتی عبداللہ مسکراتے ہوئے کیچن میں داخل ہوااور زیبا سے بولا۔

خیر تو ہے عابی آج تو تم اس طرح خوش ہو رہے ہو جیسے کوئی خزانہ مل گیا ہو۔۔۔۔

زرلال اس کے چہرے کی خوشی دیکھ کر بولا۔

کچھ ایسا ہی سمجھ لو۔۔۔۔۔

زرلال اس کو بازو سے پکڑ کر باہر لان میں لے گیااور اس کو گھورتے ہوئے بولا۔

ماجرا کیا ہے؟؟؟

پہلے وعدہ کر کہ تو سننے کے بعد مجھے کچھ نہیں کہے گا۔۔۔

عبداللہ اس کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہوئے بولا۔

اچھا ٹھیک ہے اب جلدی بتاورنہ میرا تجسّس کا کیڑا مزید بڑھا ہو جائے گا۔۔۔۔

تم ماما سے ماہا کا پوچھ رہے تھے نہ؟؟؟

ہاں تو؟؟؟

زرلال نا سمجھی سے بولا۔

تو یہ کہ کل رات سے وہ میرے ساتھ میرے کمرے میں تھی۔۔۔۔

عبداللہ تیزی سے بولا۔

اووواچھا۔۔۔۔۔کیا؟؟؟؟

زرلال تقریباچلایا تھا۔

سوری یار۔۔۔۔۔وہ بس۔۔۔ عبداللہ کا اتناہی بولنا تھا کہ زرلال نے اسے پول میں دھکا دے دیا۔۔اور دانت پیستے ہوئے بولا۔

سوری گیا بھاڑ میں۔۔۔۔۔

وہ مصنوعی غصے سے بولا۔

اچھا پھر میں جو بات تجھے بتانے والا تھاوہ نہیں بتائوں گا۔۔۔۔

کیسی بات؟؟؟

یہی کہ لندن سے ساشاآرہی ہے۔۔۔۔

عبداللہ نے اسے مسکرا کر جواب دیا۔

کیا۔۔۔۔واقعی ساشاآرہی ہے؟؟؟

زرلال نے پریشانی اور حیرانی کے ملے جلے تاثرات سے پوچھا۔

ہاں صبح صبح کال آئی تھی اس کی کہ وہ پاکستان آ رہی ہے ایک ویک کے لئے۔۔ تو میں نے اس سے کہا کہ وہ ہمارے گھر رہ سکتی ہے۔۔۔۔

عبداللہ ڈرنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے بولا۔

سالے۔۔۔ کمینے ۔۔۔ مجھے معلوم تھا تو میرا سب سے بڑا دشمن ہے اسی لئے تو اسے یہاں بلا رہا ہے۔۔۔ تو جانتا ہے نہ کہ وہ ایک نمبر کی چیپکو لڑکی ہے جسے نہ ماحول کی پرواہ ہوتی ہے نہ اگلے بندے کی عزت کی۔۔۔۔

یار وہ بیچاری تو اتنی سویٹ ہے اور تم جیسے فلرٹی شخص سے اتنی محبت بھی کرتی ہے پھر کیوں بھاگتے ہو اس سے؟؟؟؟

عبداللہ نے مسکراہٹ دبا کر زرلال سے جان بوجھ کر پوچھا حالانکہ جانتا تھا کہ زرلال کو ساشا میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے۔۔۔۔

یار وہ بس ایک نمبر کی چیپکو ہے اور اگر اس نے بھائی کے سامنے کچھ ایسا ویسا بول دیا تو بھائی میری گردن اتارنے سے پہلے ایک منٹ کے لئے بھی نہیں سوچیں گے۔۔۔۔۔

زرلال کے چہرے پر ہوائیاں اڑی ہوئیں تھیں۔۔۔۔

اس سے پہلے کہ عابی کچھ بولتا اس کا موبائل بج اٹھا۔۔

عبداللہ نے کال ریسیو کی اور بولا۔۔۔

وعلیکم اسلام۔۔۔۔۔جی۔۔۔جی۔۔۔کب۔؟؟ کتنے بجے؟؟؟؟جی جی میں آرہا ہوں۔۔۔اوکے۔۔اللہ حافظ۔۔۔

عابی کیا ہوا سب ٹھیک ہے؟؟؟

زرلال نے اس سے پوچھا۔۔۔

جواب میں جو خبر عابی نے اسے سنائی وہ واقعی شاکڈ ہو گیا تھا۔۔۔۔

سر پیٹر کی ڈیڈ باڈی کا کیا کرنا ہے؟؟؟

وھاج ابھی ہاسپٹل پہنچا ہی تھا جب حارث نے اس سے پوچھا۔۔

حارث بیوقوفی والے سوال مت کیا کرو۔۔۔ظاہر سی بات ہے کے اسے دفنائیں گے۔۔ ہم مسلمان ہیں اور ہمارا مذہب لاشوں کی بے حرمتی کی اجازت نہیں دیتا۔۔۔۔

وھاج نے اس کو آنکھیں دکھاتے ہوئے جواب دیا۔

جی سر۔۔ لیکن دفنائیں گے کہاں؟؟؟

جہاں کل اسے میں نے قتل کیا تھا۔۔۔۔۔

وھاج تنگ آکر بولا۔۔۔

جی سر۔۔۔ سمجھ گیا۔۔۔

حارث معصومیت کی انتہا کرتے ہوئے بولا۔

شکر ہے حارث مصطفیٰ کو سمجھ آ گئی ورنہ مجھے لگ رہا تھا کہ مجھے کسی نفسیاتی ڈاکٹر کو بلانا پڑے گا تمہیں سمجھانے کے لئے۔۔۔۔۔

وھاج نے اس کی معصومیت پر چوٹ کی۔

سوری سر۔۔۔۔

علی کیسا ہے؟ کوئی پروگریس وغیرہ؟؟؟؟

وھاج نے علی کے روم کی طرف جاتے ہوئے حارث سے پوچھا۔

سر کل رات ایک بجے ان کی طبعیت کافی خراب ہو گئی تھی اور۔۔۔۔۔۔

اتنا بول کر حارث چپ ہو گیا جبکہ وھاج اس کی ادھوری بات سن کر پریشانی سے بولا۔

اور۔۔۔

سر آپ خود۔۔۔۔

حارث کی بات ابھی منہ میں تھی کہ وھاج جلدی سے آگے بڑھا اور علی کے روم کا دروازہ کھولا۔۔ جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا اندر کا منظر دیکھ کر ساکت رہ گیا۔۔۔۔

احمر ملک، عزیر ملک، نعمان بیگ، زرلال اور عبداللہ علی کے بیڈ کو گھیرے ہوئے تھے جبکہ وھاج کے ہاتھ پائوں پھول گئے۔۔وہ علی کے بارے میں کچھ الٹا سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا اس لئے آگے بڑھا اور فق چہرے سے بولا۔

کیا ہو رہا ہے یہاں؟؟؟

وھاج کی آواز پر سب نے پلٹ کر اس کو دیکھا جس کے چہرے کا رنگ ایسے ہو گیا تھا جیسے کاٹو تو بدن میں خون ہی نہ ہو۔۔۔۔۔

وجی بھائی وہ ہم علی بھائی کو۔۔۔۔۔۔

زرلال کی بات ابھی منہ میں تھی جب وھاج آگے بڑھا اور علی کو ہوش میں دیکھ کر حیران رہ گیا۔۔وہ بے ساختہ بولا۔

الحمداللہ۔۔۔۔۔

علی نے مسکرا کر وھاج کو دیکھا اور آہستہ آواز میں بولا۔

کیسے ہو وجی؟؟؟؟

وھاج مسکرایا اور بولا۔۔۔

تمہیں دیکھ لیا ہے تو مطلب بالکل ٹھیک ہوں۔۔۔۔۔۔

بھائی اپنا رومینس بعد میں جھاڑ لینا کیونکہ ابھی یہاں بڑے اور بچے سارے موجود ہیں۔۔۔۔

زرلال شرارت سے بولا۔جب وھاج نے اسے غصے سے دیکھا اور دانت پیستے ہوئے بولا۔

بیٹا تم دونوں اپنی خیر منائو۔۔۔۔

کیوں دونوں کیوں؟؟؟

اس بار عابی نے پوچھا۔

تم دونوں نے مجھے کیوں نہیں بتایا کہ علی کو ہوش آ چکا ہے؟؟؟

وھاج دونوں کی گردنیں دبوچتے ہوئے بولا۔

جبکہ احمر ملک عزیر اور نعمان ان کو دیکھ کر مسکرا دیئے اور کمرے سے چلے گئے۔۔۔

بھائی کیا کر رہے ہیں آپ؟ کیوں اپنی بہن کو بیوہ کرنے پر تلے ہیں؟؟؟ قسم سے ہماری کوئی غلطی نہیں ہے یہ سب علی بھائی کا پلین تھا۔

عبداللہ ایکٹنگ کرتے ہوئے بولا۔

بیٹا اس وقت تم لوگوں کو مجھ سے اس دنیا میں کوئی نہیں بچا سکتا۔۔۔۔۔

وھاج ابھی بول رہا تھا جب کمرے کا دروازہ کھلا اور یشفعہ اور مومنہ اندر داخل ہوئیں۔۔ وھاج نے یشفعہ کو دیکھتے ہی ان دونوں کو چھوڑ دیا اور جلدی سے بولا۔

تم دونوں یہاں؟؟؟

کیوں ہم یہاں نہیں آ سکتے؟؟؟

یشفعہ وھاج کو دیکھتے ہوئے خفگی سے بولی۔

نہیں میں تو بس ایسے ہی بول رہا تھا۔۔۔

وھاج گڑبڑا کر بولا۔

صحیح کہتے ہیں لوگ کہ بندہ چاہے فقیر ہو یا وزیراعظم بیوی کے سامنے آتے ہی بیچارے کی ہوا ٹائٹ ہو جاتی ہے۔۔اب وجی بھائی کو ہی دیکھ لو۔۔۔

زرلال نے عبداللہ کے کان میں سرگوشی کی۔۔ جسے وھاج نے باخوبی سنا اور زرلال کو گھورا۔۔۔۔۔

علی کیسے ہو؟؟

مومنہ نے مسکرا کر پوچھا۔۔

ٹھیک ہوں لیکن تم دونوں کو کس نے بتایا میرے ہوش میں آنے کا؟؟

علی نے جواب دے کر اس سے سوال پوچھا۔

وہ زرلال کی کال آئی تھی اسی نے بتایا۔۔۔

مومنہ نے علی کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

علی کو اس کا رویہ تھوڑا عجیب لگ رہا تھا۔

عابی مجھے تم سے ایک بات کرنی ہے ذرا میرے ساتھ باہر چلو۔۔

وھاج نے مومنہ کی ہچکچاہٹ دیکھ کر عبداللہ سے کہا تاکہ دونوں کو کچھ وقت مل سکے آپس میں بات کرنے کے لئے۔۔۔

جی بھائی۔۔۔۔

عبداللہ وھاج کا اشارہ سمجھ کر بولا۔۔

بھابھی ہم بھی چلیں باہر ؟ایکچوئیلی مجھے بہت بھوک لگی ہوئی ہے اس لئے۔۔۔۔۔

زرلال سعادت مندی کی انتہا کرتے ہوئے بولا۔

ہاں چلو مجھے بھی بھوک لگی ہے۔۔۔۔

یشفعہ یہ بول کر اس کے ساتھ باہر نکل گئی۔۔۔

اب کمرے میں صرف علی، مومنہ اور خاموشی تھی جسے علی نے توڑا۔۔۔

مومنہ کیسی ہو تم؟؟؟

میں ٹھیک ہوں۔۔۔۔

مومنہ علی سے اپنے آنسو چھپاتے ہوئے دھیمے لہجے میں بولی۔۔

مومنہ ادھر آؤ میرے پاس۔۔۔۔

علی اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا۔

مومنہ آہستہ سے آگے بڑھی اور اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیا۔۔

ناراض ہو کیا؟؟؟

علی نے محبت بھرے لہجے میں پوچھا۔

علی کا پوچھنا تھا کہ مومنہ کا ضبط جواب دے گیا اور

اس کی آنکھوں سے آنسو روانی سے بہنے لگے۔۔

علی نے بھی اسے رونے دیا۔۔جب وہ رو لی تو علی

بولا۔۔۔

ویسے آپس کی بات ہے تم روتے ہوئے بہت اچھی لگتی ہو۔۔۔۔۔۔

علی۔۔۔۔۔۔۔۔

مومنہ قریبا روتے ہوئے چلائی تھی۔۔

جی علی کی جان۔۔۔۔۔

نہیں ہوں میں تمہاری جان۔۔۔ جھوٹ بولتے ہو تم۔۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو تم مجھے یو چھوڑ کر نا جا رہے ہوتے۔۔۔ تم بہت برے ہو۔۔۔۔۔

مومنہ ناراضگی سے بولی۔۔۔

علی تو اس کی بات سن کر خوش کم اور حیران زیادہ ہو رہا تھا کیونکہ آج تک صرف علی نے اس سے اپنی محبت کا اظہار کیا تھا اور آج مومنہ کر رہی تھی۔۔۔۔

محبت کرنے لگی ہو مجھ سے ؟؟؟

علی نے سنجیدگی سے پوچھا۔

نہیں کرتی میں تم جیسے دھوکے باز سے محبت۔۔۔جو دو دن پہلے مجھے چھوڑ کر جانے والا تھا۔۔ تمہیں پتہ ہے تمہارے بارے میں جب مجھے بابا نے بتایا کیا حال ہو گیا تھا میرا؟؟ نہیں تمہیں نہیں پتہ۔۔۔پتہ ہو گا بھی کیسے ؟اپنی محبت سے بچھڑ جانے کا دکھ کیا ہوتا ہے

تم کبھی نہیں سمجھ سکتے۔۔۔سانیس بند ہوتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں جب آپکی محبت آپ سے دور جا رہی ہوتی ہے۔۔۔ علی میں تم سے واقعی بہت محبت کرتی ہوں پلیز مجھے چھوڑ کر مت جانا۔۔ ورنہ میں واقعی مر جائوں گی۔۔۔۔۔۔۔

مومنہ علی کے ہاتھ پر اپنا سر رکھ کر روتے ہوئے بولی۔۔

تم اس لئے تو رہی ہو کہ ابھی ابھی میں نے تم سے کہا کہ تم روتے ہوئے بہت اچھی لگتی ہو۔۔ یار چپ کر جائو اب اتنی بھی اچھی نہیں لگتی ہو۔۔۔۔۔۔

علی منہ بگاڑتے ہوئے بولا۔۔۔

جواب میں مومنہ نے ایک تھپڑ اس کے بازو پر مارا اور مصنوعی غصے سے بولی۔۔۔

علی میں سیریس ہوں۔۔۔۔

اچھا تو پھر ذرا قریب آنا۔۔۔۔۔۔۔

علی شرارت سے بولا۔۔۔

کیوں؟؟؟

مومنہ نے ناسمجھی سے پوچھا۔

ارے آئو تو سہی۔۔۔۔

علی کے چہرے پر سنجیدگی تھی لیکن آنکھوں میں

شرارت واضع تھی۔۔

مومنہ اس کے تھوڑا قریب آئی تو علی بولا۔۔۔

یار تھوڑا اور قریب آئو نہ؟؟؟

مومنہ نے جیسے ہی علی کی آنکھوں سے چھلکتی شرارت دیکھی فورا پیچھے ہٹی۔۔۔ جبکہ علی نے بے ساختہ قہقہ لگایا۔۔۔۔

تم ڈر کیوں گئی؟؟؟

علی ہنستے ہوئے بولا۔

کیونکہ مجھے تمہارے ارادے نیک نہیں لگ رہے تھے۔۔۔

مومنہ نے اسے گھورتے ہوئے جواب دیا۔۔

اچھا جی۔۔۔۔

جی۔۔۔

مومنہ اسی کے انداز میں بولی۔

پھر تو جلدی سے ٹھیک ہونا پڑے گا تاکہ اپنے نیک ارادے سوری بقول آپکے جو نیک نہیں ہیں ان کو جلدی سے سرانجام دیا جائے۔۔۔کیا خیال ہے؟؟؟

مومنہ کو پہلے تو اس کی بات سمجھ میں نہ آئی لیکن جیسے ہی اسے سمجھ آئی وہ کانوں تک سرخ ہو گئی اور علی کو گھورتے ہوئے بولی۔

بستر پر بھی سکون نہیں ہے تمہیں؟؟؟

جواب میں علی بولا۔

نہیں۔۔۔

ٹھیک ہے پھر تم رہو یہاں اکیلے میں جا رہی ہوں۔۔۔

مومنہ یہ بول کر وہاں سے جانے لگی جب علی نے اسے روکا۔۔

مومنہ۔۔۔

مومنہ رک گئی مگر پلٹی نہیں۔۔۔

تھینکس فار یور کنویشن۔۔۔

علی کی بات سن کر مومنہ کے چہرے پر ایک دلفریب مسکراہٹ دوڑ گئی اور مومنہ وہاں سے چلی گئی۔۔۔

جیسے ہی مومنہ گئی وھاج کمرے میں داخل ہوا اور علی کے چہرے پر سکون اور خوشی دیکھ کر بولا۔

جناب سب ٹھیک ہے نا؟؟؟اور بھابھی بڑی تیزی سے یہاں سے گئی ہیں۔۔۔

ہاں ہاں سب ٹھیک ہے۔۔۔۔

علی جلدی سے بولا۔

اگر سب ٹھیک ہے تو تم گڑبڑا کیوں رہے ہو؟؟؟

وھاج نے ایک آبرو اچکا کر علی سے پوچھا۔

اپنے آنے والے چنا منا کا انتظام کر رہا تھا۔۔۔

اب خوش۔۔۔۔

علی مصنوعی غصے سے بولا۔۔۔

ہاہاہاہا۔۔۔۔۔۔

وھاج نے جاندار قہقہ لگایا۔۔

دیکھ وجی۔۔۔۔میں تیرا لحاظ کر رہا ہوں کیونکہ تم میری سالی کے شوہر ہو ورنہ تو جانتا ہے کہ تیری شکایت آنٹی سے کرنے میں ایک منٹ نہیں لگاؤں گا۔۔۔۔

کیسی شکایت؟؟؟

یہی کہ جناب راتوں کو ان کی بہو کے پاس ہوتے ہیں اور نام میرا بدنام کرتے ہیں۔۔۔۔

علی مزے سے بولا۔

جبکہ وھاج نے اسے گھورا اور دانت پیستے ہوئے بولا۔۔

دنیا میں پتہ نہیں کتنے بلیک میلر مرے ہوں گے جب تم پیدا ہوئے ہو گے۔۔۔

ہاں یہ سوال اکثر میرے ذہن میں بھی آتا ہے لیکن جواب آج تک نہیں ملا۔اگر تجھے جواب ملے تو مجھے بھی بتا دینا۔۔۔۔۔

علی نے آنکھیں بند کرتے ہوئے اسے چڑایا۔۔

اگر تو اس وقت بالکل ٹھیک ہوتا تو میں تجھے بتاتا کہ اس کا جواب کیا ہے۔۔۔۔۔

اچھا اب بک بک بند کر اور مجھے سونے دے کیونکہ میرے خواب میں میرے چنا منا آنے والے ہیں ۔۔۔۔

علی تو کبھی نہیں سدھر سکتا۔۔۔۔

وھاج نے مصنوعی تاسف سے کہا۔۔۔

الحمدللہ۔۔۔۔

علی دوبدو بولا۔

چل تو آرام کر میں چلتا ہوں اور اگر کوئی بھی چیز چاہیے ہو تو حارث باہر ہی ہے۔۔۔۔

وھاج نے مسکرا کر کہا اور وہاں سے جانے لگا جب علی نے اسے روکا۔

وجی۔۔اس رستم کا کیا کرنا ہے۔۔کیونکہ مشن مکمل ہونے میں صرف دو دن باقی ہیں۔۔۔۔

علی میں جانتا ہوں کہ دو دن باقی ہیں اور اگلے دو دنوں میں رستم جیسا شخص اس دنیا کے لئے ایسے ہو گا جیسے کبھی پیدا ہی نہ ہوا ہو۔۔اور تو اس چیز کی ٹینشن نہ لے۔۔اب آرام کر۔۔۔

وھاج یہ بول کر وہاں سے چلا گیا۔۔۔۔جبکہ علی نے بھی اطمینان سے آنکھیں بند کر لیں کیونکہ وہ جانتا تھا

چاہے کچھ بھی ہو جائے وھاج اس رستم کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔۔۔۔

۔۔۔وہ کیوں بے رخی دکھاتا ہے مجھے؟؟؟

۔۔۔میں نے تو اس رخ کے سوا کچھ دیکھا نہ تھا۔۔۔

ماہا کو جیسے ہی ہوش آیا اسے اپنے ہاتھ پر دباؤ محسوس ہوا۔اس نے سائیڈ لیمپ آن کیا تو دیکھا کے بیڈ کی بائیں سائیڈ پر عبداللہ بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر سویا ہوا ہے اور اس کا بایاں ہاتھ عبداللہ کے ہاتھ میں ہے۔۔پہلے تو اسے سمجھ نہ آئی لیکن جب اسے صبح والا سارا واقعہ یاد آیا تو وہ شرمندگی سے سر جھکا گئی اور اپنا ہاتھ عبداللہ کے ہاتھ سے نکالنے لگی جب عبداللہ کی آنکھ کھل گئی اور اس نے مسکرا کر ماہا کو دیکھا اور اپنی گرفت اس کے ہاتھ پر مزید مضبوط کر دی۔۔۔۔۔ماہا نے التجائیہ نظروں سے عابی کو دیکھا تو عبداللہ مسکرایا اور نرمی سے بولا۔۔۔۔

میں نے کہیں پڑھا تھا۔۔۔

دیوانہ پن تھا اس میں سو ختم ہوا۔۔۔۔

عشق ہوتا تو لازوال ہوتا۔۔۔

۔(کرن رفیق)

تم میری دیوانگی نہیں ہو اور نہ ہی میرا پاگل پن ہو۔بلکہ تم تو میرا عشق ہو اور ایسا عشق جو کبھی زوال پذیر نہ ہوا ہے اور نہ کبھی ہو گا۔۔۔۔۔جانتی ہو پچھلے نو سال میں نے صرف اس امید میں گزارے کے تم میرا انتظار کر رہی ہو گی۔۔لیکن جب وجی بھائی نے بتایا کہ تم مجھے چھوڑ کر جا چکی ہو تو خود اپنی کیفیت پر حیران ہوا تھا کیونکہ میری آنکھوں سے ایک بھی آنسو

نہیں نکلا پتہ ہے کیوں؟

کیونکہ تم مجھ میں زندہ تھی۔بابا لوگ واپس پاکستان آ گئے لیکن میں نہیں آ سکا۔مجھے رونا تھا اپنا غبار نکالنا تھا جو میں ان سب کے سامنے نہیں کر سکتا تھا۔۔جب وہ سب پاکستان آ گئے میں نے اپنا سارا غبار آنسوئوں کی صورت میں نکالا۔۔۔اس کے بعد میں ہنسنا رونا سب بھول گیا۔۔میں ایک احساسات سے عاری شخص بن چکا تھا۔نہ کسی کی خوشی میں خوش ہو سکتا تھا نہ کسی کے غم میں دکھی۔۔۔۔مجھے خود پر حیرت ہوتی تھی کہ جب میرے سارے احساسات دفن ہو چکے ہیں تو میں زندہ کیوں ہوں؟؟؟؟

جانتی ہو کیوں زندہ تھا میں؟؟؟

عبداللہ نے ماہا کا چہرہ اپنی طرف کر کے پوچھا۔۔۔تو ماہا نے نفی میں گردن ہلا دی۔۔۔

کیونکہ تم اس ہوا میں سانسیں لے رہی تھی۔۔اگر دادو۔۔پاکستان آنے کی ضد نہ کرتے تو شاید میں کبھی واپس نہ آتا لیکن اللہ نے مجھے تم سے واپس ملوانا تھا میرے احساسات کو دوبارہ زندہ کرنا تھا۔۔۔۔۔تم میرے لئے ایک جذبہ نہیں ہو بلکہ تم میری سانسوں میں بستی ہو۔میری زندگی میرا عشق ہو۔۔۔۔پچھلے دو سال اسی عشق پر تو گزارے ہیں میں نے۔۔۔۔۔۔

عبداللہ جذبات سے بھرپور لہجے میں بولا۔

میں آپکی محبت کے قابل نہیں ہوں عابی؟؟؟

ماہا روتے ہوئے اتنا ہی بولی جب عبداللہ نے اس کے لبوں پر اپنی انگلی رکھ دی۔۔۔۔

تم کس قابل ہو اور کس قابل نہیں ہو اس کا فیصلہ میرے دل کو کرنے دو۔۔۔اور میرا دل کبھی بھی تمہارے خلاف نہیں جا سکتا۔۔۔۔

میں آپکو کوئی خوشی نہیں دے سکوں گی اور نہ ہی آپکو اولاد دے سکوں گی کیونکہ ڈاکٹر نے بولا تھا کہ ارلی ایج پریگنینسی اور پھر مس کیرج کی وجہ سے میں کبھی بھی ماں نہیں بن پاؤں گی۔۔۔اور میں اتنی خود غرض نہیں ہوں کہ آپ سے آپکے حصے کی خوشیاں چھین لوں۔۔۔۔۔۔۔۔

ماہا روتے ہوئے بولی۔۔۔

بول لیا جتنا بولنا تھا؟؟؟اب میری سنو۔۔۔۔انسان کی قسمت میں اولاد مرد کے نصیب سے ہوتی ہے اور اگر میرے نصیب میں اولاد ہوئی تو اللہ مجھے دے دے گا ورنہ تم میرے لئے کافی ہو۔۔اس لئے دو سال پہلے جو کچھ بھی ہوا اس کو بھول جاؤ کیونکہ جس چیز میں تمہارا قصور ہی نہیں اس کی سزا میں تمہیں نہیں دے سکتا۔۔۔اور ایک بات ہو سکے تو مجھے معاف کر دینا کیونکہ مجھے لگتا ہے تمہارے ساتھ جو کچھ ہوا اس میں قصور میرا بھی ہے۔۔نہ میں باہر جانے کی ضد

کرتا اور نہ یہ سب ہوتا۔۔۔۔۔

عبداللہ نے آخری بات شرمندگی سے بولی۔

عابی نہ قصور آپکا تھا نہ میرا تھا بس حالات ہی ایسے تھے اور ہمارے رشتے میں جدائی لکھی تھی جو ہر حال میں آنی تھی۔اگر ایسے نہ آتی تو کسی اور طرح سے آجاتی۔۔۔۔

ماہا یہ سب باتیں چھوڑو اور مجھے بتاؤ۔۔۔اب تو مجھ سے شادی کرو گی نہ؟؟؟

عبداللہ ماحول سے اداسی کی کیفیت کم کرنے کے لئے شریر لہجے میں بولا۔

عابی وہ میں۔۔۔۔۔۔

ماہا تھوڑا سا ہچکچائی۔۔۔

کیا میری جان؟؟؟

عبداللہ اسے خود سے قریب کرتے ہوئے خمار آلود لہجے میں بولا۔

عابی مجھے بھوک لگی ہوئی ہے۔۔۔۔

ماہا نے جلدی سے بہانہ گھڑا۔۔۔۔

یار بعد میں کھا لینا ابھی تم صرف میرے سامنے رہو۔۔۔۔

عبداللہ اس کے اور اپنے درمیان فاصلہ سمیٹتے جا رہا

تھا۔یہاں تک کہ ان دونوں میں فاصلہ چند انچ کا رہ

گیا تھا۔ماہا کے دل کی دھڑکنوں کی آواز عبداللہ کو باآسانی سنائی دے رہے تھی۔۔۔عبداللہ جان بوجھ کر بولا۔

ماہا اتنا گھبرا کیوں رہی ہو؟؟؟؟

وہ میں۔۔۔۔۔

تمہیں تو پسینہ بھی آ رہا ہے۔۔۔۔

عبداللہ مسکراہٹ دباتے ہوئے ماہا کو مزید تنگ کرنے لگا۔

مجھے ٹھنڈ لگ رہی ہے۔۔۔۔

ماہا بمشکل اتنا بولی۔۔

اچھا۔۔اتنی گرمی میں ٹھنڈ لگ رہی ہے۔۔۔۔

عبداللہ نے اس کا جواب سنے بغیر اسے مزید خود سے قریب کر لیا اور اس پر اپنی محبت نچھاور کرنے لگا۔۔۔۔

ماما ماہا کہاں ہے ؟اپنے کمرے میں بھی نہیں ہے۔۔۔۔

زرلال صبح صبح کیچن میں داخل ہوتے ہوئے فکر مندی سے زیبا سے ماہا کے بارے میں پوچھنے لگا۔۔۔

وہ۔۔۔

گڈ مارننگ ماما۔۔۔۔

اس سے پہلے کہ زیبا کوئی جواب دیتی عبداللہ مسکراتے ہوئے کیچن میں داخل ہوااور زیبا سے بولا۔

خیر تو ہے عابی آج تو تم اس طرح خوش ہو رہے ہو جیسے کوئی خزانہ مل گیا ہو۔۔۔۔

زرلال اس کے چہرے کی خوشی دیکھ کر بولا۔

کچھ ایسا ہی سمجھ لو۔۔۔۔۔

زرلال اس کو بازو سے پکڑ کر باہر لان میں لے گیا اور اس کو گھورتے ہوئے بولا۔

ماجرا کیا ہے؟؟؟

پہلے وعدہ کر کہ تو سننے کے بعد مجھے کچھ نہیں کہے گا۔۔۔

عبداللہ اس کے آگے ہاتھ پھیلاتے ہوئے بولا۔

اچھا ٹھیک ہے اب جلدی بتاو ورنہ میرا تجسّس کا کیڑا مزید بڑھا ہو جائے گا۔۔۔۔

تم ماما سے ماہا کا پوچھ رہے تھے نہ؟؟؟

ہاں تو؟؟؟

زرلال نا سمجھی سے بولا۔

تو یہ کہ کل رات سے وہ میرے ساتھ میرے کمرے میں تھی۔۔۔۔

عبداللہ تیزی سے بولا۔

اوووا چھا۔۔۔۔۔کیا؟؟؟؟

زرلال تقریباچلایا تھا۔

سوری یار۔۔۔۔۔وہ بس۔۔۔ عبداللہ کا اتناہی بولنا تھا کہ زرلال نے اسے پول میں دھکا دے دیا۔۔اور دانت پیستے ہوئے بولا۔

سوری گیا بھاڑ میں۔۔۔۔۔

وہ مصنوعی غصے سے بولا۔

اچھا پھر میں جو بات تجھے بتانے والا تھا وہ نہیں بتائوں گا۔۔۔۔

کیسی بات؟؟؟

یہی کہ لندن سے ساشا آ رہی ہے۔۔۔۔

عبداللہ نے اسے مسکرا کر جواب دیا۔

کیا۔۔۔۔واقعی ساشا آ رہی ہے؟؟؟

زرلال نے پریشانی اور حیرانی کے ملے جلے تاثرات سے پوچھا۔

ہاں صبح صبح کال آئی تھی اس کی کہ وہ پاکستان آ رہی ہے ایک ویک کے لئے۔۔تو میں نے اس سے کہا کہ وہ ہمارے گھر رہ سکتی ہے۔۔۔۔

عبداللہ ڈرنے کی ایکٹنگ کرتے ہوئے بولا۔

سالے۔۔۔ کمینے ۔۔۔ مجھے معلوم تھا تو میرا سب سے بڑا دشمن ہے اسی لئے تو اسے یہاں بلا رہا ہے۔۔۔ تو جانتا ہے نہ کہ وہ ایک نمبر کی چیپکو لڑکی ہے جسے نہ ماحول کی پرواہ ہوتی ہے نہ اگلے بندے کی عزت کی۔۔۔۔

یار وہ بیچاری تو اتنی سویٹ ہے اور تم جیسے فلرٹی شخص سے اتنی محبت بھی کرتی ہے پھر کیوں بھاگتے ہو اس سے؟؟؟؟

عبداللہ نے مسکراہٹ دبا کر زرلال سے جان بوجھ کر پوچھا حالانکہ جانتا تھا کہ زرلال کو ساشا میں کوئی انٹرسٹ نہیں ہے۔۔۔۔

یار وہ بس ایک نمبر کی چیپکو ہے اور اگر اس نے بھائی کے سامنے کچھ ایسا ویسا بول دیا تو بھائی میری گردن اتارنے سے پہلے ایک منٹ کے لئے بھی نہیں سوچیں گے۔۔۔۔۔

زرلال کے چہرے پر ہوائیاں اڑی ہوئیں تھیں۔۔۔۔

اس سے پہلے کہ عابی کچھ بولتا اس کا موبائل بج اٹھا۔۔

عبداللہ نے کال ریسیو کی اور بولا۔۔۔

وعلیکم اسلام۔۔۔۔۔جی۔۔۔جی۔۔۔کب۔؟؟ کتنے بجے؟؟؟ جی جی میں آرہا ہوں۔۔۔اوکے۔۔اللہ حافظ۔۔۔

عابی کیا ہوا سب ٹھیک ہے؟؟؟

زرلال نے اس سے پوچھا۔۔۔

جواب میں جو خبر عابی نے اسے سنائی وہ واقعی شاکڈ ہو گیا تھا۔۔۔

سر پیٹر کی ڈیڈ باڈی کا کیا کرنا ہے؟؟؟

وھاج ابھی ہاسپٹل پہنچا ہی تھا جب حارث نے اس سے پوچھا۔۔

حارث بیوقوفی والے سوال مت کیا کرو۔۔۔ظاہر سی بات ہے کے اسے دفنائیں گے۔۔ ہم مسلمان ہیں اور ہمارا مذہب لاشوں کی بے حرمتی کی اجازت نہیں دیتا۔۔۔

وھاج نے اس کو آنکھیں دکھاتے ہوئے جواب دیا۔

جی سر۔۔ لیکن دفنائیں گے کہاں؟؟؟

جہاں کل اسے میں نے قتل کیا تھا۔۔۔۔

وھاج تنگ آ کر بولا۔۔۔

جی سر۔۔۔ سمجھ گیا۔۔۔

حارث معصومیت کی انتہا کرتے ہوئے بولا۔

شکر ہے حارث مصطفیٰ کو سمجھ آ گئی ورنہ مجھے لگ رہا تھا کہ مجھے کسی نفسیاتی ڈاکٹر کو بلانا پڑے گا تمہیں سمجھانے کے لئے۔۔۔۔

وھاج نے اس کی معصومیت پر چوٹ کی۔

سوری سر۔۔۔۔

علی کیسا ہے؟ کوئی پروگریس وغیرہ؟؟؟؟

وھاج نے علی کے روم کی طرف جاتے ہوئے حارث سے پوچھا۔

سر کل رات ایک بجے ان کی طبعیت کافی خراب ہو گئی تھی اور۔۔۔۔۔۔

اتنا بول کر حارث چپ ہو گیا جبکہ وھاج اس کی ادھوری بات سن کر پریشانی سے بولا۔

اور۔۔۔

سر آپ خود۔۔۔۔

حارث کی بات ابھی منہ میں تھی کہ وھاج جلدی سے آگے بڑھا اور علی کے روم کا دروازہ کھولا۔۔ جیسے ہی اس نے دروازہ کھولا اندر کا منظر دیکھ کر ساکت رہ گیا۔۔۔۔

احمر ملک، عزیر ملک، نعمان بیگ، زرلال اور عبداللہ علی کے بیڈ کو گھیرے ہوئے تھے جبکہ وھاج کے ہاتھ پائوں پھول گئے۔۔وہ علی کے بارے میں کچھ الٹا سوچنا بھی نہیں چاہتا تھا اس لئے آگے بڑھا اور فق چہرے سے بولا۔

کیا ہو رہا ہے یہاں؟؟؟

وھاج کی آواز پر سب نے پلٹ کر اس کو دیکھا جس کے چہرے کا رنگ ایسے ہو گیا تھا جیسے کاٹو تو بدن میں خون ہی نہ ہو۔۔۔۔۔

وجی بھائی وہ ہم علی بھائی کو۔۔۔۔۔۔

زرلال کی بات ابھی منہ میں تھی جب وھاج آگے بڑھا اور علی کو ہوش میں دیکھ کر حیران رہ گیا۔۔۔ وہ بے ساختہ بولا۔

الحمداللہ۔۔۔۔۔

علی نے مسکرا کر وھاج کو دیکھا اور آہستہ آواز میں بولا۔

کیسے ہو وجی؟؟؟؟

وھاج مسکرایا اور بولا۔۔۔

تمہیں دیکھ لیا ہے تو مطلب بالکل ٹھیک ہوں۔۔۔۔۔

بھائی اپنا رومینس بعد میں جھاڑ لینا کیونکہ ابھی یہاں بڑے اور بچے سارے موجود ہیں۔۔۔۔

زرلال شرارت سے بولا۔ جب وھاج نے اسے غصے سے دیکھا اور دانت پیستے ہوئے بولا۔

بیٹا تم دونوں اپنی خیر منائو۔۔۔۔

کیوں دونوں کیوں؟؟؟

اس بار عابی نے پوچھا۔

تم دونوں نے مجھے کیوں نہیں بتایا کہ علی کو ہوش آچکا ہے؟؟؟

وھاج دونوں کی گردنیں دبوچتے ہوئے بولا۔

جبکہ احمر ملک عزیر اور نعمان ان کو دیکھ کر مسکرا دیئے اور کمرے سے چلے گئے۔۔۔

بھائی کیا کر رہے ہیں آپ؟ کیوں اپنی بہن کو بیوہ کرنے پر تلے ہیں؟؟؟ قسم سے ہماری کوئی غلطی نہیں ہے یہ سب علی بھائی کا پلین تھا۔

عبداللہ ایکٹنگ کرتے ہوئے بولا۔

بیٹا اس وقت تم لوگوں کو مجھ سے اس دنیا میں کوئی نہیں بچا سکتا۔۔۔۔۔

وھاج ابھی بول رہا تھا جب کمرے کا دروازہ کھلا اور یشفعہ اور مومنہ اندر داخل ہوئیں۔۔ وھاج نے یشفعہ کو دیکھتے ہی ان دونوں کو چھوڑ دیا اور جلدی سے بولا۔

تم دونوں یہاں؟؟؟

کیوں ہم یہاں نہیں آ سکتے؟؟؟

یشفعہ وھاج کو دیکھتے ہوئے خفگی سے بولی۔

نہیں میں تو بس ایسے ہی بول رہا تھا۔۔۔

وھاج گڑبڑا کر بولا۔

صحیح کہتے ہیں لوگ کہ بندہ چاہے فقیر ہو یا وزیر اعظم بیوی کے سامنے آتے ہی بیچارے کی ہوا ٹائٹ ہو جاتی ہے۔۔ اب وجی بھائی کو ہی دیکھ لو۔۔۔

زرلال نے عبداللہ کے کان میں سرگوشی کی۔۔ جسے وھاج نے باخوبی سنا اور زرلال کو گھورا۔۔۔۔۔

علی کیسے ہو؟؟

مومنہ نے مسکرا کر پوچھا۔۔

ٹھیک ہوں لیکن تم دونوں کو کس نے بتایا میرے ہوش میں آنے کا؟؟

علی نے جواب دے کر اس سے سوال پوچھا۔

وہ زرلال کی کال آئی تھی اسی نے بتایا۔۔۔۔

مومنہ نے علی کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

علی کو اس کا رویہ تھوڑا عجیب لگ رہا تھا۔

عابی مجھے تم سے ایک بات کرنی ہے ذرا میرے ساتھ باہر چلو۔۔

وھاج نے مومنہ کی ہچکچاہٹ دیکھ کر عبداللہ سے کہا تاکہ دونوں کو کچھ وقت مل سکے آپس میں بات کرنے کے لئے۔۔۔

جی بھائی۔۔۔۔

عبداللہ وھاج کا اشارہ سمجھ کر بولا۔۔

بھابھی ہم بھی چلیں باہر؟ ایکچوئیلی مجھے بہت بھوک لگی ہوئی ہے اس لئے۔۔۔۔۔

زرلال سعادت مندی کی انتہا کرتے ہوئے بولا۔

ہاں چلو مجھے بھی بھوک لگی ہے۔۔۔۔

یشفعہ یہ بول کر اس کے ساتھ باہر نکل گئی۔۔۔

اب کمرے میں صرف علی، مومنہ اور خاموشی تھی جسے علی نے توڑا۔۔۔

مومنہ کیسی ہو تم؟؟؟

میں ٹھیک ہوں۔۔۔۔

مومنہ علی سے اپنے آنسو چھپاتے ہوئے دھیمے لہجے میں بولی۔۔

مومنہ ادھر آئو میرے پاس۔۔۔۔

علی اس کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے بولا۔

مومنہ آہستہ سے آگے بڑھی اور اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دیا۔۔

ناراض ہو کیا؟؟؟

علی نے محبت بھرے لہجے میں پوچھا۔

علی کا پوچھنا تھا کہ مومنہ کا ضبط جواب دے گیا اور

اس کی آنکھوں سے آنسو روانی سے بہنے لگے۔۔

علی نے بھی اسے رونے دیا۔۔جب وہ رو لی تو علی

بولا۔۔۔

ویسے آپس کی بات ہے تم روتے ہوئے بہت اچھی لگتی ہو۔۔۔۔۔۔

علی۔۔۔۔۔۔۔۔

مومنہ قریبا روتے ہوئے چلائی تھی۔۔

جی علی کی جان۔۔۔۔۔

نہیں ہوں میں تمہاری جان۔۔۔ جھوٹ بولتے ہو تم۔۔ کیونکہ اگر ایسا ہوتا تو تم مجھے یو چھوڑ کر نا جا رہے ہوتے۔۔۔ تم بہت برے ہو۔۔۔۔۔

مومنہ ناراضگی سے بولی۔۔۔

علی تو اس کی بات سن کر خوش کم اور حیران زیادہ ہو رہا تھا کیونکہ آج تک صرف علی نے اس سے اپنی محبت کا اظہار کیا تھا اور آج مومنہ کر رہی تھی۔۔۔۔

محبت کرنے لگی ہو مجھ سے ؟؟؟

علی نے سنجیدگی سے پوچھا۔

نہیں کرتی میں تم جیسے دھوکے باز سے محبت۔۔۔ جو دو دن پہلے مجھے چھوڑ کر جانے والا تھا۔۔ تمہیں پتہ ہے تمہارے بارے میں جب مجھے بابا نے بتایا کیا حال ہو گیا تھا میرا؟؟ نہیں تمہیں نہیں پتہ۔۔۔ پتہ ہو گا بھی کیسے ؟اپنی محبت سے بچھڑ جانے کا دکھ کیا ہوتا ہے

تم کبھی نہیں سمجھ سکتے۔۔۔ سانیس بند ہوتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں جب آپکی محبت آپ سے دور جا رہی ہوتی ہے۔۔۔ علی میں تم سے واقعی بہت محبت کرتی ہوں پلیز مجھے چھوڑ کر مت جانا۔۔ ورنہ میں واقعی مر جائوں گی۔۔۔۔۔۔

مومنہ علی کے ہاتھ پر اپنا سر رکھ کر روتے ہوئے بولی۔۔

تم اس لئے تو رہی ہو کہ ابھی ابھی میں نے تم سے کہا کہ تم روتے ہوئے بہت اچھی لگتی ہو۔۔ یار چپ کر جاؤ اب اتنی بھی اچھی نہیں لگتی ہو۔۔۔۔۔۔

علی منہ بگاڑتے ہوئے بولا۔۔۔

جواب میں مومنہ نے ایک تھپڑ اس کے بازو پر مارا اور مصنوعی غصے سے بولی۔۔۔

علی میں سیریس ہوں۔۔۔۔

اچھا تو پھر ذرا قریب آنا۔۔۔۔۔۔۔

علی شرارت سے بولا۔۔۔

کیوں؟؟؟

مومنہ نے ناسمجھی سے پوچھا۔

ارے آؤ تو سہی۔۔۔۔

علی کے چہرے پر سنجیدگی تھی لیکن آنکھوں میں

شرارت واضع تھی۔۔

مومنہ اس کے تھوڑا قریب آئی تو علی بولا۔۔۔

یار تھوڑا اور قریب آؤ نہ؟؟؟

مومنہ نے جیسے ہی علی کی آنکھوں سے چھلکتی شرارت دیکھی فورا پیچھے ہٹی۔۔۔ جبکہ علی نے بے ساختہ قہقہ لگایا۔۔۔۔

تم ڈر کیوں گئی؟؟؟

علی ہنستے ہوئے بولا۔

کیونکہ مجھے تمہارے ارادے نیک نہیں لگ رہے تھے۔۔۔

مومنہ نے اسے گھورتے ہوئے جواب دیا۔۔

اچھا جی۔۔۔۔

جی۔۔۔

مومنہ اسی کے انداز میں بولی۔

پھر تو جلدی سے ٹھیک ہونا پڑے گا تاکہ اپنے نیک ارادے سوری بقول آپکے جو نیک نہیں ہیں ان کو جلدی سے سرانجام دیا جائے۔۔۔۔ کیا خیال ہے؟؟؟

مومنہ کو پہلے تو اس کی بات سمجھ میں نہ آئی لیکن جیسے ہی اسے سمجھ آئی وہ کانوں تک سرخ ہو گئی اور علی کو گھورتے ہوئے بولی۔

بستر پر بھی سکون نہیں ہے تمہیں؟؟؟

جواب میں علی بولا۔

نہیں۔۔۔

ٹھیک ہے پھر تم رہو یہاں اکیلے میں جا رہی ہوں۔۔۔۔

مومنہ یہ بول کر وہاں سے جانے لگی جب علی نے اسے روکا۔۔

مومنہ۔۔۔

مومنہ رک گئی مگر پلٹی نہیں۔۔۔۔

تھینکس فار یور کنویشن۔۔۔۔

علی کی بات سن کر مومنہ کے چہرے پر ایک دلفریب مسکراہٹ دوڑ گئی اور مومنہ وہاں سے چلی گئی۔۔۔۔

جیسے ہی مومنہ گئی وھاج کمرے میں داخل ہوا اور علی کے چہرے پر سکون اور خوشی دیکھ کر بولا۔

جناب سب ٹھیک ہے نا؟؟؟ اور بھابھی بڑی تیزی سے یہاں سے گئی ہیں۔۔۔

ہاں ہاں سب ٹھیک ہے۔۔۔۔

علی جلدی سے بولا۔

اگر سب ٹھیک ہے تو تم گڑبڑا کیوں رہے ہو؟؟؟

وھاج نے ایک آبرو اچکا کر علی سے پوچھا۔

اپنے آنے والے چنا منا کا انتظام کر رہا تھا۔۔۔

اب خوش۔۔۔۔

علی مصنوعی غصے سے بولا۔۔۔

ہاہاہا۔۔۔۔۔۔

وھاج نے جاندار قہقہ لگایا۔۔

دیکھ وجی۔۔۔۔ میں تیرا لحاظ کر رہا ہوں کیونکہ تم میری سالی کے شوہر ہو ورنہ تو جانتا ہے کہ تیری شکایت آنٹی سے کرنے میں ایک منٹ نہیں لگاؤں گا۔۔۔۔

کیسی شکایت؟؟؟

یہی کہ جناب راتوں کو ان کی بہو کے پاس ہوتے ہیں اور نام میرا بدنام کرتے ہیں۔۔۔۔

علی مزے سے بولا۔

جبکہ وھاج نے اسے گھورا اور دانت پیستے ہوئے بولا۔۔

دنیا میں پتہ نہیں کتنے بلیک میلر مرے ہوں گے جب تم پیدا ہوئے ہو گے۔۔۔

ہاں یہ سوال اکثر میرے ذہن میں بھی آتا ہے لیکن جواب آج تک نہیں ملا۔اگر تجھے جواب ملے تو مجھے بھی بتا دینا۔۔۔۔۔

علی نے آنکھیں بند کرتے ہوئے اسے چڑایا۔۔

اگر تو اس وقت بالکل ٹھیک ہوتا تو میں تجھے بتاتا کہ اس کا جواب کیا ہے۔۔۔۔۔

اچھا اب بک بک بند کر اور مجھے سونے دے کیونکہ میرے خواب میں میرے چنا منا آنے والے ہیں

۔۔۔۔

علی تو کبھی نہیں سدھر سکتا۔۔۔۔

وھاج نے مصنوعی تاسف سے کہا۔۔۔

الحمدللہ۔۔۔۔

علی دوبدو بولا۔

چل تو آرام کر میں چلتا ہوں اور اگر کوئی بھی چیز چاہیے ہو تو حارث باہر ہی ہے۔۔۔۔

وھاج نے مسکرا کر کہا اور وہاں سے جانے لگا جب علی نے اسے روکا۔

وجی۔۔اس رستم کا کیا کرنا ہے۔۔کیونکہ مشن مکمل ہونے میں صرف دو دن باقی ہیں۔۔۔۔

علی میں جانتا ہوں کہ دو دن باقی ہیں اور اگلے دو دنوں میں رستم جیسا شخص اس دنیا کے لئے ایسے ہو گا جیسے کبھی پیدا ہی نہ ہوا ہو۔۔اور تو اس چیز کی ٹینشن نہ لے۔۔اب آرام کر۔۔۔

وھاج یہ بول کر وہاں سے چلا گیا۔۔۔۔جبکہ علی نے بھی اطمینان سے آنکھیں بند کر لیں کیونکہ وہ جانتا تھا

چاہے کچھ بھی ہو جائے وھاج اس رستم کو زندہ نہیں چھوڑے گا۔۔۔۔۔

جی بیٹا آپ کون؟؟؟

زیبا ڈرائنگ روم میں داخل ہوئی اور ایک انجان لڑکی کو دیکھ کر اس سے پوچھنے لگی۔۔۔

ٹاپ کے نیچے جینز پہنے اور شولڈر کٹ بالوں میں دودھیا رنگت۔ وہ لڑکی کافی اٹریکٹیو لگ رہی تھی۔۔ وہ آگے بڑھی اور بولی۔۔۔

آپ زیبا آنٹی ہیں؟ رائٹ؟؟؟

وہ لڑکی خوش دلی سے بولی جبکہ زیبا نے اسے ناسمجھی سے دیکھا۔۔

میں ساشا ہوں۔۔۔ زرلال کی کلاس فیلو تھی۔۔ یہاں ایک ویک کے لئے آئی ہوں۔ اور عابی نے مجھے یہاں آنے کا بولا تھا۔۔۔

ساشا نے زیبا کو تفصیل سے بتایا۔۔۔

سوری بیٹا مجھے عابی نے بتایا نہیں تھا۔۔۔ کیسی ہیں آپ؟؟؟؟

زیبا نے مسکرا کر پوچھا۔۔

میں بالکل ٹھیک ہوں آنٹی۔۔۔ مجھے یہ بتائیں زرلال اور

عابی نظر نہیں آ رہے۔۔۔۔

میں ان کو کال کر دیتی ہوں۔ آپ مجھے یہ بتاؤ کیا کھاؤ پیو گی؟؟؟

کچھ نہیں آنٹی فلحال ریسٹ کروں گی۔۔آ گر آپ کو کوئی اعتراض نہ ہو تو پلیز مجھے میرا کمرہ دکھادیں

۔۔۔

ساشا تھکاوٹ ظاہر کرتے ہوئے بولی۔۔۔

ہاں ہاں کیوں نہیں۔۔۔۔۔۔رشیدہ۔۔۔۔

یہ بول کر زیبا نے ایک کام والی کو آواز دی۔

جی بی بی جی۔۔۔

رشیدہ یہ ہماری مہمان ہیں کچھ دن ہمارے ساتھ رہیں گی۔ان کو گیسٹ روم دکھادو۔۔۔۔

زیبا کام والی سے بولی۔

جی بی بی جی۔۔۔آئیں میم صاحبہ۔۔۔

تھینکس آنٹی۔۔۔۔

ساشا زیبا کے گلے مل کر اس کا شکریہ ادا کر کہ وہاں سے چلی گئی۔۔۔

ماما۔۔۔ماما۔۔۔کہاں ہیں آپ؟؟؟

ماہا زیبا کو ڈھونڈتے ہوئے کیچن میں آئی۔۔۔

جی ماما کی جان۔۔۔

زیبا اس کے سر پر بوسہ دیتے ہوئے محبت بھرے لہجے میں بولی۔۔

ماما۔۔۔ مجھے بھوک لگی ہے ناشتہ بنادیں۔۔۔۔

ماہا زیبا کو ہگ کرتے ہوئے لاڈ سے بولی۔۔

ہاں کیوں نہیں لیکن ٹائم تو لنچ کا ہو رہا ہے۔۔۔۔

سوری ماما۔۔۔ وہ بس دیر سے آنکھ کھلی۔۔۔

ماہا نظریں چراتے ہوئے جواب میں بولی۔۔

ویسے وجہ جان سکتی ہوں دیر سے آنکھ کھلنے کی؟؟؟

زیبا نے شرارت سے مسکرا کر پوچھا۔۔

ماما۔۔ وہ۔۔۔ سر میں درد تھا۔۔۔

ماہا نے جلدی سے جھوٹ بولا۔

اچھا لیکن عابی تو کچھ اور ہی بتا رہا تھا۔۔۔۔۔

زیبا نے مزید اسے تنگ کیا۔۔۔

کیا بول رہے تھے وہ؟؟؟

یہی کہ تم کل رات اس کے کمرے میں تھی اور دیر سے سوئی تھی اور تمہیں نہ جگایا جائے۔۔۔

زیبا نے مسکراہٹ دبا کر ماہا کو جواب دیا۔

جبکہ ماہا تو زیبا کی بات سن کر ہی کانوں تک سرخ ہو گئی تھی۔۔۔

اوو تو میری گڑیا کو شرمانا بھی آتا ہے۔۔۔۔؟

ماما نہیں کریں نہ؟؟؟

ماہا تنگ آ کر بولی۔۔

اچھا اچھا۔۔ نہیں بولتی کچھ بھی۔۔ لیکن ایک بات تو ہے کہ عابی کی وجہ سے ہمیں ہماری پرانی ماہا واپس مل گئی ہے۔۔۔۔

زیبا اس کے آگے ناشتے کی ٹرے رکھتے ہوئے بولی۔

ماما۔۔آپ کھلائیں نہ۔۔۔

ماہا نے بات بدلنے میں ہی عافیت جانی۔۔

ہاں کیوں نہیں۔۔۔۔

یہ بول کر زیبا ماہا کو ناشتہ کروانے لگی۔۔۔

ماما۔۔آج لنچ میں بنائوں گی۔۔۔

ماہا جوش سے بولی۔

لیکن تمہیں تو کھانا بنانا نہیں آتا اور ویسے بھی میرے ہوتے ہوئے کوئی ضرورت نہیں ہے تمہیں کہ تم اتنی گرمی میں کیچن میں آ کر کھانا بنائو۔۔۔۔۔

زیبا سنجیدگی سے بولی۔۔۔

ماما میں پچھلے ڈیڑھ سال سے کوکنگ کر رہی ہوں اور یقین مانیں بابا اور عاشو کو میرے ہاتھ کا کھانا بھی بہت پسند تھا۔۔اب پلیز مان جائیں نہ۔۔۔

ماہا زیبا کو مناتے ہوئے بولی۔

ٹھیک ہے لیکن صرف آج۔۔۔

تھینکیو ماما۔۔۔ایک اور ریکویسٹ کہ آپ کسی کو نہیں بتائیں گی کہ آج لنچ میں نے بنایا ہے۔۔۔۔

ماہا خوشی سے زیبا سے گلے ملتے ہوئے بولی۔۔

ٹھیک ہے۔۔۔۔

زیبا اس کو خوش دیکھتے ہوئے بولی اور کیچن سے باہر چلی گئی۔۔۔۔

رشیدہ خالہ سب چیزیں ڈائنگ ٹیبل پر لگا دی ہیں نہ؟؟؟

ماہا نے کیچن سے باہر نکلتے ہوئے پوچھا۔

جی چھوٹی بی بی جی۔۔۔

ٹھیک ہے تم ایک دفعہ پھر دیکھ لو میں کپڑے بدل کر آئی۔۔۔

ماہا یہ بول کر اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔۔۔۔

چونکہ اتوار تھا اس لئے گھر کے سب لوگ ڈائنگ ٹیبل پر لنچ کے لئے موجود تھے۔۔۔

ماما۔۔آج تو بڑی خوشبوئیں آ رہی ہیں۔۔

زرلال خوشی سے بولا۔

تمہیں کھانے کی خوشبو کب نہیں آتی بھکڑ۔۔۔۔

وھاج اس کو گھورتے ہوئے بولا۔

اچھا بس بس اب کھانا شروع کرو۔۔۔۔

زیبا بولی۔۔

ماما ویسے کھانے میں کیا کیا ہے؟؟؟

زرلال نے بے چینی سے پوچھا۔

بریانی، کوفتے، مٹن کڑاہی، کباب رائتہ، سلاد اور میٹھے میں فروٹ ٹرافل۔۔۔۔۔۔۔

زیبا نے مسکرا کر جواب دیا۔

سب کھانا کھا چکے تھے اور اب میٹھا کھا رہے تھے سوائے زرلال کے جو ابھی بھی بریانی اور کباب کے ساتھ انصاف کر رہا تھا۔۔

ماما آج تو کھانا واقعی زبردست تھا۔۔۔۔

سب سے پہلے وھاج بولا۔

ہاں زیبا بیٹا آج تو واقعی مزہ آ گیا۔۔۔

احمر ملک نے بھی وھاج کی تائید کی۔۔

بابا جان آج لنچ میں نے نہیں بنایا بلکہ ماہا نے بنایا ہے۔۔۔

زیبا ماہا کی طرف دیکھ کر خوشی سے بولی۔ جبکہ احمر ملک سمیت سب کے منہ کھل گئے اور عابی جو پانی پی رہا تھا اس کو زبردست اچھو لگ گیا۔۔۔

ماما۔۔۔ یار جھوٹ تو نہ بولیں اس چھپکلی کو کھانا بنانا کب آتا ہے۔۔۔۔

زرلال کھانا کھاتے ہوئے سب سے پہلے بولا۔

زرلال کھانا ماہا نے ہی بنایا ہے۔۔۔

زیبا نے ماہا کو اترا ہوا چہرہ دیکھ کر زرلال کو ڈانٹا۔۔

ماہا بیٹا کیا کھانا واقعی آپ نے بنایا ہے؟؟؟

عزیر نے پوچھا۔

جی بڑے پاپا۔۔۔

ماہا اتری ہوئی شکل سے بولی۔

ماہا ادھر آئو میرے پاس۔۔۔

احمر ملک نے ماہا سے کہا۔ ماہا اپنی جگہ سے اٹھ کر احمر ملک کے پاس آئی۔۔۔

میری گڑیا نے اتنا مزیدار کھانا بنایا ہے اس لئے انعام تو بنتا ہے کیوں عزیر؟؟؟

جی بابا جان بالکل۔۔۔۔۔۔

عزیر نے بھی احمر ملک کی ہاں میں ہاں ملائی۔

احمر ملک نے پانچ ہزار کا نوٹ نکال کر ماہا کو دیا تو ماہا نے سوالیہ نظروں سے احمر ملک کو دیکھا۔۔۔

یہ میری گڑیا کا انعام ہے۔۔۔

پھر عزیر اور زیبا نے بھی اس کو پانچ پانچ ہزار دیئے۔

وھاج نے اسے دس ہزار روپے دیئے۔۔ عبداللہ نے ماہا کو ستائش بھری نظروں سے دیکھا اور پورا بٹوہ ہی پکڑا دیا جسے پہلے تو ماہا واپس کرنے لگی پھر کچھ سوچ کر اس نے اسے اپنے پاس رکھ لیا۔اب باری تھی زرلال کی جو ابھی بھی کھانے میں مصروف تھا۔۔۔

سب نے زرلال کو گھورا تو زرلال نے نا سمجھی سے سب کو دیکھا۔۔۔

کیا؟؟؟

ماہا کا انعام؟؟؟

وھاج دانت پیستے ہوئے بولا۔

اتنا بھی مزے کا نہیں ہے کہ میں اس چھپکلی کو انعام دوں۔۔۔۔

زرلال نے جان بوجھ کر ماہا کو چڑایا اور حسب عادت وہ چڑ گئی۔۔۔۔۔

بھائی ان کو بولیں مجھے چھپکلی نہ بولیں ورنہ میں ان کے ساتھ بہت برا کروں گی۔۔۔۔

اچھا۔۔۔ کیا کرو گی چھپکلی؟؟؟

زرلال پھر بولا۔

چھوٹے باز آ جائو۔۔۔۔

وھاج نے اسے منع کیا۔

بتاتی ہوں۔۔۔۔

یہ بول کر ماہا نے پانی کا جگ اٹھایا اور زرلال پر الٹ دیا۔ یہ سب اتنی جلدی میں ہوا کہ زرلال کو سمجھ میں ہی نہ آیا کہ پانی پہلے اس پر گرایا ماہا پہلے اس کے پاس پہنچی۔۔۔ جبکہ باقی سب نے جاندار قہقہ لگایا۔

انعام تو اب دور کی بات تم مجھ سے بچ کر دکھائو۔۔۔۔

زرلال ماہا کو گھورتے ہوئے اس کے پیچھے بھاگا۔۔۔۔۔

اب ماہا آگے آگے تھی جبکہ زرلال پیچھے سب ماہا کے لئے بہت خوش تھے کیونکہ وہ پہلے کی طرح مسکرا رہی تھی۔۔۔ وہ دونوں آگے پیچھے بھاگ رہے تھے جب ماہا اچانک سے گری اور اس کے گھٹنے پر چوٹ لگ گئی۔۔۔ زرلال جلدی سے آگے بڑھا جبکہ باقی سب بھی ان دونوں کی طرف بڑھے۔۔۔۔

ماہا زیادہ لگی ہے کیا؟؟ یار اتنا تو مت رو۔۔۔۔

زرلال پریشانی سے ماہا کو روتے دیکھ کر بولا۔

حد ہوتی ہے زرلال۔۔۔ گرا دیا نہ اسے۔۔۔ اب ہٹو پیچھے میں دیکھتا ہوں۔۔۔۔

عبداللہ بمشکل اپنے غصے کو کنٹرول کرتے ہوئے زرلال سے بولا۔

آپ ہٹیں پیچھیں۔۔۔اور آپ اس طرح زرلال بھائی سے کیسے بات کر سکتے ہیں؟ میری غلطی تھی میرا دھیان نہیں تھا اس میں بھائی کی کیا غلطی۔۔۔۔

ماہا عبداللہ کا ہاتھ ہٹا کر غصے میں عابی سے بولی کیونکہ اسے عابی کا زرلال سے اس طرح بات کرنا پسند نہیں آیا تھا۔۔۔

ماہا نے اٹھنے کی کوشش کی تو وھاج نے اسے پکڑا اور اٹھا کر اس کے روم میں لے گیا۔۔۔

سوری عابی۔۔۔ میری وجہ سے ماہا تم سے ناراض ہو گئی۔۔۔۔

زرلال شرمندگی سے بولا۔

اوو ہو زرلال۔۔۔ کیا ہو گیا ہے یار۔۔۔ تیری بہن تھوڑی کھسکی ہوئی ہے اور اس کے سکرو مجھے ٹائٹ کرنے پڑیں گے۔۔۔۔۔۔۔۔

عبداللہ مسکرا کر بولا۔

مجھے یاد آیا ایک لڑکی آئی ہے عابی۔۔۔

زیبا وہاں سے جانے لگی جب کچھ یاد آنے پر بولی۔

کونسی لڑکی؟؟؟

زرلال اور عبداللہ ایک ساتھ بولے۔۔۔

ساشا نام ہے شاید اس کا۔۔

کیا وہ آ بھی گئی۔۔۔۔

زرلال ڈرتے ہوئے بولا۔

ماما کہاں ہے وہ؟؟؟

عبداللہ نے پوچھا۔

گیسٹ روم میں آرام کر رہی ہے۔ میں نے لنچ کے لئے بھی بلوایا تھا لیکن نہیں آئی شاید سو رہی تھی۔۔۔۔۔

ٹھیک ہے ماما۔۔۔ جب وہ اٹھ جائے تو مجھے بتا دیجیئے گا میں اپنے کمرے میں جا رہا ہوں۔۔۔۔

عبداللہ یہ بول کر وہاں سے چلا گیا۔۔۔

اس چیپکو سے کیسے بچوں گا میں، ؟؟؟

زرلال سر پر ہاتھ پھیرتے ہوئے خود سے بڑبڑایا۔ اور کچھ سوچتے ہوئے باہر کی جانب بڑ گیا۔۔۔۔

ماہا تمہارا گھٹنا کیسا ہے اب؟؟؟

عبداللہ نے ماہا سے پوچھا جب وہ سونے کی تیاری کر رہی تھی۔۔۔

ماہا جواب میں خاموش رہی۔۔ جو کہ ناراضگی کا واضع اظہار تھا۔۔۔

عبداللہ آگے بڑھا اور ماہا کا ہاتھ پکڑنے لگا جسے ماہا نے غصے سے جھٹک دیا۔۔۔

مطلب سخت والی ناراضگی ہے آج۔۔۔۔۔

عبداللہ مسکراہٹ دبا کر سنجیدگی سے بولا۔

ہاں بالکل۔۔۔۔۔

ماہا منہ بناتے ہوئے بولی۔

تو یہ ناراضگی کیسے دور ہو گی؟؟؟

کان پکڑ کر معافی مانگیں پھر دور ہو گی۔۔۔۔

اچھا بس اتنی سی بات۔۔یہ لو۔۔۔

عبداللہ کان پکڑنے ہی لگا تھا جب ماہا بولی۔۔

ایسے نہیں گھٹنوں کے بل بیٹھیں اور جیسے لڑکے لڑکیوں کو پرپوز کرتے ہیں بالکل ویسے بیٹھ کر کان پکڑیں۔۔۔۔۔

ماہا یہ تو بالکل بچوں والی ضد ہے۔۔۔۔

ہاں تو میں بھی تو بچی ہی ہوں۔۔۔ صرف انیس سال عمر ہے میری۔۔اب آپ بتائیں بچی ہی ہوں نہ؟؟؟

ماہا معصومیت سے بولی۔۔

عبداللہ کو اس کی معصومیت پر پیار تو بہت آیا لیکن خود کو کنٹرول کرتے ہوئے بولا۔

اگر معافی مانگ لی تو مجھے کیا ملے گا؟؟؟

آپکو صرف معافی ملے گی اور کچھ نہیں۔۔۔

ماہا تیزی سے بولی۔۔

ابھی عبداللہ کان پکڑنے ہی لگا تھا جب ماہا کے کمرے میں ساشا داخل ہوئی اور نان سٹاپ بولنا شروع ہو چکی تھی۔۔۔

ارے عابی تم یہاں ہو میں کب سے تمہیں ڈھونڈ رہی ہوں۔۔۔وہ تو مجھے زیبا آنٹی نے بتایا کہ تم اس کمرے میں ہو اس لئے میں ادھر آ گئی ورنہ تو شاید میں تم سے مل ہی نہ پاتی۔۔۔ خیر یہ سب چھوڑو اور یہ بتاؤ تم کیسے ہو؟؟؟اور اس ایک مہینے میں مجھے مس کیا یا نہیں؟؟؟

ساشا ماہا کو اگنور کرتے ہوئے عبداللہ سے گلے ملتے ہوئے بولی۔

عبداللہ نے جلدی سے ساشا کو خود سے الگ کیا اور بولا۔۔

میں ٹھیک ہوں تم کیسی ہو؟؟

عبداللہ نے ساشا سے پوچھ کر ماہا کو دیکھا جس کے غصے کا گراف بلند ہوتا جا رہا تھا۔۔

میں بالکل ٹھیک ہوں۔۔ تمہیں پتہ میں صبح سے آئی ہوں۔نہ تم نظر آئے اور نہ زرلال۔۔۔

ساشا عبداللہ کے بازو کو دونوں ہاتھوں سے تھام کر بولی۔

ساشا اس سے ملو یہ ہے ماہا۔۔۔زرلال کی بہن اور میری۔۔۔۔

تمہاری کزن۔ہے نہ؟؟؟

ساشا عابی کی بات درمیان میں ہی کاٹ کر بولی۔۔ جبکہ ماہا کھا جانے والی نظروں سے عابی کو گھور رہی تھی۔

ہاں کزن بھی ہے لیکن یہ میری بیوی بھی ہے۔۔۔

عبداللہ اپنا بازو چھڑواتے ہوئے بولا۔

واو عابی یہ ہے وہ لڑکی۔۔۔ یہ کتنی پیاری ہے عابی۔۔۔۔

ساشا ماہا کی طرف دیکھ کر بولی۔

ہاں یہ تو ہے۔۔۔

عبداللہ نے اس کی تائید کی۔۔۔

عابی مجھے نیند آ رہی ہے آپ لوگ پلیز باہر چلے جائیں۔۔۔

ماہا اپنا غصہ کنٹرول کرتے ہوئے بولی۔

ماہا بری بات۔۔ یہ کس طرح بات کر رہی ہو تم ساشا سے۔۔۔

عبداللہ کو اس کا انداز بالکل اچھا نہیں لگا تھا۔اس لئے نرمی سے بولا۔

ایم سوری لیکن مجھے نیند آ رہی ہے۔۔۔۔

ماہا بمشکل اپنا غصہ کنٹرول کرتے ہوئے بولی تو عبداللہ اور ساشا وہاں سے چلے گئے۔۔۔۔

ماہا نے غصے سے اپنے کمرے کے کشن ادھر ادھر پھینکنا شروع کر دیئے۔۔

مجھے اس کے سامنے ڈانٹا۔۔۔ میں اب بات نہیں کروں گی آپ سے۔۔۔

ماہا عابی کے تصور سے بولی اور اپنا غصہ کم کرنے کے لئے واش روم کی طرف چلی گئی۔۔۔۔

ماما۔۔۔ میرا ناشتہ بن گیا ہے کیا؟؟؟

ماہا نے ناشتے کی میز پر بیٹھتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔

ہاں بیٹا بن گیا ہے۔۔ میں ابھی لاتی ہوں۔۔۔۔

زیبا یہ بول کر کیچن میں چلی گئی۔

ماہا گڑیا گھٹنا کیسا ہے اب آپکا؟؟؟

احمر ملک نے پیار سے پوچھا۔

ٹھیک ہے دادو۔۔۔۔

کوئی پین وغیرہ تو نہیں ہو رہی؟؟

وھاج نے پوچھا۔

نہیں بھائی ٹھیک ہوں میں ویسے بھی درد سہنے کی عادت ہے مجھے۔۔۔۔

ماہا نے مسکرا کر وھاج کو جواب دیا لیکن اس کے الفاظ نے ناشتے پر موجود سب کو چونکا دیا۔۔۔۔

یہ لو تمہارا ناشتہ۔۔۔۔

زیبا اس کے آگے ناشتے کی ٹرے رکھتے ہوئے بولی۔

تھینکس ماما۔۔۔

ماہا یہ بول کر ناشتے میں مصروف ہو گئی۔۔۔۔

زرلال نہیں اٹھا ناشتے کے لئے؟؟؟

عزیر اسکی غیر موجودگی کو نوٹ کرتے ہوئے بولا۔

بابا جان وہ آج صبح ہی آفس چلا گیا تھا۔ بول رہا تھا کچھ ضروری کام ہے اس لئے جلدی جا رہا ہوں۔۔۔۔

عبداللہ نے جواب دیا۔

مجھ سے ملے بغیر چلا گیا۔۔ خیر عابی تم مجھے اس کے آفس چھوڑ دو گے؟؟؟؟

ساشا نے پوچھا۔۔۔

بڑے پاپا جا رہے ہیں آفس آپ ان کے ساتھ چلی جائیں۔۔

ماہا جل کر بولی۔۔

ایکچوئلی اتنی صبح صبح میں ٹریول نہیں کرتی اس

لئے میں بول رہی تھی۔۔۔۔

کوئی پرابلم نہیں میں لے جاؤں گا۔۔۔۔۔

عبداللہ مسکرا کر بولا تو ساشا نے اس کا شکریہ ادا کیا اور وہاں سے گیسٹ روم کی کہ طرف چلی گئی جبکہ زیبا بولی۔

لیکن عابی ماہا کی آج ڈاکٹر کے ساتھ اپائنمنٹ ہے اس کا گھٹنہ چیک کروانا تھا۔۔ وھاج کے پاس بھی ٹائم نہیں ہے کیونکہ آج وہ بھی اپنے کام سے آوٹ آف سٹی جا رہا ہے اور اس کی واپسی بھی ایک ہفتے سے پہلے نہیں ہونی تو میں سوچ رہی تھی کہ تم چلے جاتے اس کے ساتھ۔۔۔۔۔

الٹس او کے ماما۔۔ میرا گھٹنہ بالکل ٹھیک ہے۔اور ڈاکٹر کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔

ماہا زیبا کی بات درمیان میں ہی کاٹ کر مسکرا کر بولی۔

ایسا کرتے ہیں پہلے ساشا کو آفس چھوڑ دوں گا پھر ماہا کو ڈاکٹر کے پاس لے جائوں گا۔۔۔۔

عبداللہ اپنی ماں کے غصے والے ایکسپریشن دیکھ کر بولا۔

مجھے کہیں نہیں جانا اور پلیز ماما کسی کو بھی فورس مت کریں۔میں نہیں چاہتی کسی کو میری وجہ سے زحمت ہو۔۔۔۔۔

ماہا یہ بول کر اپنے کمرے کی طرف چلی گئی۔۔۔۔

اسے کیا ہوا ہے؟؟؟

عزیر نے عبداللہ کو جانچتی نظروں سے پوچھا۔

بابا جان مجھے نہیں پتہ کیا ہوا ہے اس لئے مجھے اس طرح مت دیکھیں۔۔۔۔۔

عبداللہ گڑبڑا کر بولا۔

تمہیں نہ ہی پتہ ہو تو تمہارے لئے اچھا ہو گا ورنہ اپنے باپ کے جوتوں کا نمبر تو تم جانتے ہی ہو۔۔۔۔

عزیر اسے دھمکی دے کر باہر کی جانب چلا گیا۔۔

ماما۔۔۔ یہ کیا بات ہوئی بھلا۔۔۔

عابی نے مدد کے لئے زیبا کی طرف دیکھا جو اسے گھور کر ماہا کے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔۔۔

لے بھئی عابی تیری قسمت میں لکھے جوتے تجھے پڑنے والے ہیں۔۔۔۔

عابی خود سے بڑبڑایا۔۔۔

سرپرائز۔۔۔۔۔۔

ساشا زرلال کے آفس کا دروازہ کھولتے ہوئے خوشی سے بولی۔۔۔

ارے ساشا تم یہاں؟؟؟

زرلال چہرے پر مصنوعی حیرانگی سجاتے ہوئے بولا۔

ہاں میں یہاں۔۔۔ تم سے ملنے آئی ہوں۔۔۔ ساشا اسکے سامنے کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

کیسی ہو؟؟؟

تمہارے بغیر کیسی ہو سکتی ہوں؟؟؟

ساشا جذباتی پن سے بولی۔

چائے پیو گی؟؟؟

زرلال نے بات بدلنے میں ہی عافیت جانی۔۔۔

نہیں۔۔ایک کپ بلیک کافی۔۔۔

اوکے۔۔۔

زرلال نے سامنے پڑے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھایا اور دو کپ کافی کا آرڈر دے کر ساشا کی طرف متوجہ ہوا۔۔۔

تم یہاں کیسے آئی؟ میرا مطلب ہے تمہیں میرے آفس کے بارے میں کس نے بتایا۔۔۔

عابی چھوڑ کر گیا ہے۔۔۔۔

ساشا نے اطمینان سے جواب دیا۔۔

یہ عابی مرے گا کسی دن میرے ہاتھوں۔۔۔۔

زرلال منہ میں بڑبڑایا۔۔۔

کچھ کہا تم نے؟؟؟

نہیں تو۔۔۔اچھا یہ سب باتیں چھوڑو اور یہ بتاؤ پاکستان کیسے آنا ہوا؟؟؟

زرلال نے مسکرا کر پوچھا۔

موم اور ڈیڈ میری شادی کرنا چاہتے ہیں اور تم جانتے ہو کہ میں تمہارے علاوہ کسی اور کا سوچ بھی نہیں سکتی۔۔۔انہوں نے زبردستی کرنے کی کوشش کی تو میں پہلی فلائٹ پکڑ کر سیدھے پاکستان آگئی۔۔۔۔

ساشا زرلال کو بغور دیکھتے ہوئے بولی۔۔۔

ساشا یہ کیا بچپنا ہے یار؟؟ وہ تمہارے ماں باپ ہیں اور تمہارے لئے اچھا ہی فیصلہ کریں گے۔۔۔۔۔۔ اور ویسے بھی میں تمہیں تب ہی بتا چکا تھا کہ میں نے تم سے دوستی کی صرف بیٹ لگائی تھی۔۔۔۔۔

زرلال نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

تمہارے لئے وہ بیٹ تھی لیکن میرے لئے وہ محبت تھی زرلال پلیز ٹرائے ٹو انڈرسٹینڈ۔۔۔۔۔۔

ساشا پاگلوں جیسی باتیں مت کرو۔۔ تم ایک بہت اچھی لڑکی ہو اور میں نہیں چاہتا تمہاری زندگی خراب ہو۔اور ویسے بھی میں جس رشتے میں محبت نہیں ہوتی نہ وہ زیادہ دیر تک چلتا نہیں ہے۔۔۔۔۔

زرلال شاید آج اس سے دوٹوک بات کرنے کے موڈ میں تھا۔۔

تو میں کرتی تو ہوں تم سے محبت۔۔۔۔

ساشا بے بسی سے بولی۔

یہ محبت نہیں ہے ساشا یہ صرف تمہاری ضد ہے۔۔۔۔

زرلال بمشکل خود کو نارمل ظاہر کرتے ہوئے بولا۔

زرلال کیا تم کسی اور میں انوالو ہو؟؟؟؟

ساشا نے جانچتی نظروں سے پوچھا۔

زرلال بیٹا یہی تھا تیرے لیکچر کا انجام اب وہ جھوٹ بول جو تجھ جیسا فلرٹی کبھی نہیں بول سکتا۔۔۔

زرلال نے اپنے دل میں سوچا۔۔۔۔

ہاں۔۔۔۔

زرلال تم جھوٹ بول رہے ہو نہ؟؟؟

ساشا کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے جب اس نے بے یقینی سے پوچھا۔

نہیں یہ سچ ہے۔۔اگر تمہیں یقین نہیں ہے تو میں ابھی ملواتا ہوں۔۔۔۔۔

یہ بول کر زرلال نے ایک نمبر ملایا اور بولا۔۔۔

یور جان مسنگ یو پلیز کم ان مائے کیبن۔۔۔

تھوڑی دیر بعد آفس کا دروازہ کھلا تو دانین گرین اور پرپل کمبینیشن کی فراک پہنے اور سر پر ڈوپٹہ اوڑھے

اندر داخل ہوئی اور بولی۔۔

آپ نے بلایا؟؟؟

ہاں وہ تمہارے بغیر دل نہیں لگ رہا تھا تو سوچا ایک نظر تمہیں دیکھ لوں۔۔۔

زرلال اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے مقابل کھڑا ہوتے ہوئے بولا۔

جواب میں دانین مسکرا کر نظریں جھکا گئی۔۔۔۔

یار اس طرح شرمایا مت کرو۔۔ورنہ واقعی کسی دن ہارٹ اٹیک سے مر جائوں گا میں۔۔۔۔

زرلال کمال کی ایکٹنگ کر رہا تھا۔

اللہ نہ کرے آپکو کچھ ہو۔۔ میں تو دعا کرتی ہوں کہ آپ سے پہلے میری جان چلی جائے۔

دانین نے اس کے لبوں پر اپنا ہاتھ رکھا اور بے ساختہ بولی۔۔۔

اتنی محبت کرتی ہو مجھ سے؟؟؟

زرلال نے جذباتی پن سے پوچھا۔۔۔

جواب میں دانین نے اپنا سر ہلا دیا۔۔

اچھا یہ باتیں چھوڑو اور اس سے ملو یہ ہے ساشا میری بہت ہی اچھی دوست اور کلاس فیلو۔۔۔۔

اور ساشا یہ ہے دانین یوسف۔۔۔زرلال زبیر ملک کی جان

اور ملک فیملی کی ہونے والی چھوٹی بہو۔۔۔

زرلال نے دونوں کا تعارف بہت ہی بڑھا چڑھا کر کروایا۔۔۔

ساشا نے ایک نظر زرلال کو دیکھا جو دانین کو دیکھنے میں مصروف تھا۔۔ پھر خود کو کمپوز کرتے ہوئے بولی۔۔۔

ہیلو دانین۔۔ کیسی ہو؟؟؟

میں ٹھیک ہوں آپ کیسی ہیں؟؟؟

دانین نے مسکرا کر جواب دیا۔

میں بھی ٹھیک ہوں۔۔۔۔اچھا لگا تم سے مل کر۔۔تم واقعی خوش نصیب ہو کہ تمہیں تمہاری محبت مل گئی۔۔خیر اب میں چلتی ہوں مجھے کچھ کام ہے۔۔۔۔

ساشا یہ بول کر وہاں سے چلی گئی جبکہ زرلال اور دانین دونوں جلدی سے ایک دوسرے سے دور ہٹے۔۔۔

تھینکیو دانین۔۔۔۔آج تمہاری ہیلپ کی وجہ سے دو دو زندگیاں خراب ہونے سے بچ گئیں۔۔۔

سر شکریہ کس بات کا۔۔اور ویسے بھی آپ نے میری اماں کی سرجری کے لئے پیسے دے کر میری مدد کی اور بدلے میں یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔۔۔

دانین سنجیدگی سے بولی۔۔

تمہاری اماں سے یاد آیا اب ان کی طبعیت کیسی ہے؟؟

ابھی بے ہوش ہیں انجیکشنز کی وجہ سے۔انشاءاللہ شام تک ہوش میں آجائیں گی۔۔۔

انشاءاللہ۔۔۔

زرلال مسکرا کر بولا۔

سر آپ سے ایک بات پوچھوں؟؟؟

ہاں پوچھو؟؟؟

زرلال نے اسے اجازت دیتے ہوئے کہا۔

سر ساشا آپ سے بہت محبت کرتی ہے۔ میں نے اس کی آنکھوں میں آپکے لئے وہ جذبات دیکھے ہیں جو شاید آپ نہیں دیکھ سکے۔۔اور جہاں تک مجھے معلوم ہے آپ کسی میں انوالو بھی نہیں ہیں۔ پھر آپ اس سے دور کیوں بھاگ رہے ہیں؟؟؟

دانین نے سنجیدگی سے پوچھا۔۔

ویسے تو یہ میرا پرسنل معاملہ ہے لیکن چونکہ تم نے میری مدد کی ہے اس لئے میں بتا دیتا ہوں۔۔ میری اور ساشا کی ملاقات ہماری کلاس میں ہوئی۔ ساشا سب سے الگ الگ رہتی تھی کسی کو بھی اپنا دوست نہیں بناتی تھی۔۔ مجھے ایک دن میرے کلاس فیلو نے چیلنج کیا کہ ساشا سے دوستی کرنی ہے اور میں نے ایک ایڈونچر سمجھ کر اس چیلنج کو ایکسیپٹ کر لیا۔۔ پھر ہر روز

میں اس کے آگے پیچھے گھومتا یہاں تک کے جہاں وہ ہوتی وہاں میں پہلے سے موجود ہوتا۔۔۔آہستہ آہستہ وہ میری طرف مائل ہونا شروع ہو گئی۔ پھر ہماری دوستی ہو گئی۔۔ لیکن مجھے نہیں پتہ تھا کہ وہ اس دوستی کو کچھ اور ہی سمجھ رہی ہے۔۔ جیسے ہی ہماری سٹڈی کمپلیٹ ہوئی۔اس نے مجھے اپنی فیلنگز کے بارے میں بتایا۔۔اور اونیسٹلی بتاؤں تو محبت وحبت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔۔۔

اور رہی بات اس کو اپنی زندگی میں شامل کرنے کی تو اگر میں یہ کر بھی لیتا نہ وہ خوش رہتی نہ ہی میں کیونکہ ہم دونوں میں ایک بات بھی کامن نہیں ہے۔۔۔۔۔

زرلال نے اطمینان سے جواب دیا۔۔۔

سر محبت بہت خود غرض ہوتی ہے یہ انسان سے وہ کچھ کروالیتی ہے جو وہ سوچ بھی نہیں سکتا۔ لیکن یہی محبت جب بے غرض ہوتی ہے تو انسان خودی کو بھول جاتا ہے۔ جہاں تک میرا خیال ہے آپکو اسے ایک موقع دینا چاہیے تھا باقی آپکی مرضی ہے۔۔۔۔۔

میں چلتی ہوں سر۔۔۔۔۔

دانین اپنی بات مکمل کر کہ وہاں سے چلی گئی تھی جبکہ زرلال پیچھے دانین کی باتوں میں الجھ کر رہ گیا تھا۔۔۔۔۔

۔۔۔۔مجھے وفائوں کا سبق دیتے اسے زمانہ ہو گیا۔۔۔

!!! پھر یوں ہوا

۔۔۔۔۔مجھے عشق ہوا وہ بیگانہ ہو گیا۔۔۔۔۔

۔(کرن رفیق)۔

ماہا میری جان کیا ہوا ہے؟ کیوں اتنا رو رہی ہو؟ میں جب سے آئی ہوں تم بس روئے جا رہی ہو۔۔ کچھ تو بتائو پلیز۔۔۔۔۔۔

یشفعہ اور ماہ روش اس وقت ماہا کے کمرے میں بیٹھیں تھیں۔ جہاں ماہا مسلسل رو رہی تھی وہیں یشفعہ اس کے رونے سے پریشان تھی۔ وہ کب سے اس سے پوچھ رہی تھی لیکن ماہا بس رونے میں مصروف تھی۔۔

ماہا اگر مجھے کچھ بتانا ہی نہیں تھا تو یوں کال کر کے بلانے کی کیا ضرورت تھی؟؟؟

یشفعہ جھنجھلا کر بولی۔۔۔

عاشو میں ہی پاگل ہوں جو سب پر آنکھ بند کر کے یقین کر لیتی ہوں۔ تمہیں پتہ ہے زرلال بھائی کی کوئی کلاس فیلو آئی ہے لندن سے۔۔۔۔۔

ہاں مجھے بتایا تھا ماما نے۔۔ تو کیا ہوا؟؟؟

یشفعہ نے نا سمجھی سے پوچھا۔

مجھے لگتا ہے کے عابی اس سے محبت کرتے ہیں۔۔

ماہا روتے ہوئے بولی۔۔۔

پاگل ہو کیا؟؟ تمہیں ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہو گی۔۔۔۔

مجھے کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی بلکہ اب تو میری آنکھیں کھلی ہیں۔۔ تمہیں پتہ ہے کل رات اس کے سامنے عابی نے مجھے ڈانٹ دیا اور اب اس چڑیل کو زرلال بھائی کے آفس لے کر گئے ہیں۔۔۔۔

ماہا نے اسے اپنی پریشانی بتائی۔۔۔

مطلب تو ماہا جیلس ہو رہی ہے؟؟؟

یشفعہ نے مسکراہٹ دباتے ہوئے پوچھا۔

میں کوئی جیلس ویلس نہیں ہو رہی میں تو بس یہ بول رہی ہوں کہ عابی جب اس سے محبت کرتے ہیں تو انہوں نے مجھے کیوں چیٹ کیا؟ میرے جذبات سے کیوں کھیلا۔؟؟؟

ماہا غلط فہمی کی انتہا پر تھی۔۔

دیکھو ماہا ایسا کچھ۔۔۔۔۔۔۔

بھابھی آپ پلیز مجھے ماہا کے ساتھ دس منٹ کے لئے اکیلا چھوڑ سکتی ہیں۔۔۔۔

یشفعہ کی بات منہ میں تھی جب عبداللہ ماہا کے کمرے میں آیا اور بمشکل اپنا غصہ کنٹرول کر کے یشفعہ سے بولا۔یشفعہ نے ایک نظر ماہا کو دیکھا اور پھر وہاں سے واک آئوٹ کر گئی۔۔۔۔

عبداللہ نے دروازہ بند کیا اور ماہا کی طرف بڑھا اور اس کے دونوں بازئوں کا کافی ذور سے پکڑا۔یہاں تک کہ

ماہا کو اس کی انگلیاں اپنے بازئوں میں دھنستی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔۔۔۔

کیا بول رہی تھی تم۔؟ میرے سامنے بولو۔۔۔۔

عبداللہ سرخ آنکھوں سے اسے گھورتے ہوئے بولا۔

عابی مجھے درد ہو رہا ہے۔۔۔۔

ماہا کے درد کی شدت اس کے چہرے پر سے صاف نظر آ رہی تھی لیکن عبداللہ اسے رعایت دینے کے موڈ میں بالکل نہیں تھا۔۔۔

مجھے بھی درد ہو رہا ہے ماہا تمہارے الفاظ سے۔۔۔

عبداللہ اسے کو چھوڑتے ہوئے بولا۔

تم نے سوچ بھی کیسے لیا کہ تمہارا عابی تمہیں چیٹ کر سکتا ہے؟؟ میں پاگل ابھی تک سمجھ رہا تھا کہ ماہا جیلس ہو رہی ہے کیونکہ وہ بھی مجھ سے بہت محبت کرتی ہے لیکن میں غلط تھا ماہا۔۔ تم مجھ سے محبت نہیں کرتی کیونکہ محبت کی پہلی شرط اعتبار کرنا ہوتا ہے جو تم مجھ پر نہیں کرتی۔۔۔۔۔

عبداللہ بول رہا تھا اور ماہا سر جھکا کر سن رہی تھی۔۔۔

ماہا جس رشتے میں اعتبار نہیں ہوتا وہ رشتہ صرف سزا کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا۔ اور ہمارے رشتے کا بھی یہی حال ہے۔ اس لئے اگر تم چاہو تو اس رشتے سے اور مجھ سے آزادی حاصل کر سکتی ہو۔۔۔

عبداللہ نے آخری بات ماہا کی طرف دیکھے بغیر کہی۔۔۔

عابی مجھے آپ سے اور رشتے سے آزادی نہیں چاہیے۔ لیکن اگر آپ اس کو نبھا نہیں سکتے تو میں آپکو مجبور نہیں کروں گی۔۔۔ لیکن آپ اپنا نام مت چھینیں مجھ سے کیونکہ اس کے بغیر ماہا واقعی جی نہیں سکے گی۔۔۔۔

ماہا اس کی بات کا الٹا مطلب نکال کر بولی۔

تو کیا میرے بغیر زندہ رہ لو گی۔؟؟؟

عبداللہ نے اس کا چہرہ پڑھنے کی کوشش کی۔۔

پچھلے دو سالوں سے رہ رہی تھی تو آگے بھی رہ لوں گی۔۔۔۔۔

ماہا سرد لہجے میں بولی۔

ماہا کتنا آسان ہے نہ تمہارے لئے کہنا کہ میں آپکے بغیر زندہ رہ سکتی ہوں لیکن یہ الفاظ سننا میرے لئے موت کے برابر تھا۔ خیر مجھے نہیں لگتا اب کچھ سننے اور کہنے کو باقی بچا ہے اس لئے میں جا رہا ہوں اور یاد رکھنا ماہا عابی نے صرف ایک لڑکی سے محبت کی ہے اور وہ صرف تم تھی۔ میں کوشش کروں گا کہ تمہیں اپنی شکل دوبارہ نہ دکھاؤں۔۔۔۔۔۔

عبداللہ یہ بول کر وہاں سے چلا گیا۔۔۔۔

جبکہ ماہا اسکے الفاظ سن کر ہی دہل گئی تھی۔۔۔۔

ماہا یہ کیا کر دیا تم نے۔۔۔۔۔

ماہا خود سے بولی۔۔۔۔

یہ ماہا بھی نہ فالتو میں مجھے اتنی دیر روکے رکھا۔ جب خود ہی صلح کرنی تھی تو مجھے بلانے کی کیا ضرورت تھی۔۔۔۔۔

یشفعہ خود سے بول کر جیسے ہی اپنے کمرے میں داخل ہوئی کسی نے زور سے اسے اپنی طرف کھینچا۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ اور کوئی نہیں وھاج ہی ہو گا۔۔۔

اس لئے خاموش رہی۔۔۔۔

کیسی ہو مسز؟؟؟

الحمداللہ بالکل ٹھیک ہوں۔۔۔۔

یشفعہ اس کے حصار سے نکلتے ہوئے بولی۔۔۔

ناراض ہو کیا جو اس طرح دور دور جا رہی ہو؟؟؟؟

وھاج اس کے خود سے دور ہٹنے پر بولا۔

اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟؟؟

وھاج نے اس کا چہرہ اپنی طرف کیا اور دونوں ہاتھوں سے تھام کر بولا۔۔۔

ابھی تمہاری ناراضگی دور کرنے کا وقت نہیں ہے میرے پاس۔۔۔ میں بس تم سے ملنے آیا ہوں کیونکہ کل ایک بہت ہی اہم مشن کا اختتام ہونا ہے۔۔۔اور مجھے نہیں معلوم کہ میں تم سے دوبارہ مل سکوں گا یا نہیں اس لئے ہو سکے تو اپنا خیال رکھنا۔۔۔۔۔۔

آپ کہاں جا رہے ہیں احمد؟؟؟

یشفعہ نے خود کو اس کے قریب کرتے ہوئے پوچھا۔

وھاج نے اس کی پیشانی پر اپنے لب رکھے تو یشفعہ نے آنکھیں بند کر لیں۔ کیونکہ اس وقت وھاج چاہتا تھا کہ یشفعہ صرف اسے محسوس کرے۔۔۔۔

بتا دیا نہ ایک مشن کو مکمل کرنے جا رہا ہوں اس لئے اب دعا کرنا۔۔ کہ اللہ مجھے اس مشن میں کامیاب کرے۔۔۔۔

آمین۔۔۔۔

یشفعہ بے ساختہ بولی۔۔۔

اچھا اب میں چلتا ہوں کیونکہ باہر میرے ٹیم ممبرز میرا ویٹ کر رہے ہیں۔۔۔۔۔

یہ بول کر وھاج نے اسے اپنے حصار میں لیا۔۔۔

اللہ حافظ۔۔۔۔۔

وھاج یہ بول کر کھڑکی سے باہر کی جانب چلا گیا۔۔۔

جبکہ یشفعہ کی آنکھ سے ایک آنسو نکلا جیسے یشفعہ نے مسکرا کر صاف کیا اور خود سے بولی۔

اب تو ہر دن اسی ڈر کے ساتھ جینا ہے اس لئے بی بریو عاشو۔۔۔۔

دل بھرتا نہیں۔۔۔۔۔

آنکھیں رجتی نہیں۔۔۔۔۔

چاہے جتنا بھی دیکھتی جاؤں۔۔۔۔۔

وقت جائے میں روک نہ پائوں۔۔۔۔۔

تو تھوڑی دیر اور ٹھہر جا سونیا۔۔۔۔۔

تو تھوڑی دیر اور ٹھہر جا۔۔۔۔۔

ماما۔۔۔ میں اور ساشا آج رات کی فلائٹ سے لندن واپس جا رہے ہیں۔۔۔

عبداللہ نے گویا ناشتے کی میز پر دھماکہ کیا تھا۔۔

لیکن بیٹا ساشا کو تو ابھی رکنا تھا نہ؟؟؟

عزیر نے پوچھا۔

جی انکل میں ضرور رکتی لیکن ڈیڈ کی طبعیت کچھ

ٹھیک نہیں ہے اس لئے مجھے جانا ہے۔۔۔

ساشا مصنوعی مسکراہٹ لبوں پر سجا کر بولی۔۔

بیٹا کیا ہوا ہے آپکے ڈیڈ کو؟؟؟

احمر ملک نے فکر مندی سے پوچھا۔۔۔

دادوان کانروس بریک ڈائون ہوا ہے اور چونکہ وہ میرے پیشنٹ رہ چکے ہیں اس لئے ساشا کی ماما چاہتی ہیں کہ میں ان کا علاج کروں۔۔۔۔اسی لئے میں بھی ساتھ جا رہا ہوں ساشا کے۔۔۔۔

جواب ساشا کی بجائے عابی نے دیا۔۔

عابی تمہارا وہاں کتنی دیر رکنے کا ارادہ ہے؟؟؟

زیبا نے ماہا کو ایک نظر دیکھ کر عابی سے پوچھا۔

ماما۔۔ارادہ کیا مطلب؟؟؟ وہاں جاب ہے میری۔۔اور ویسے بھی میری چھٹی ختم ہونے والی ہے اس لئے زیادہ دن یہاں نہیں رک سکتا۔۔۔۔

عبداللہ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔۔

کیا تم ریزائن کر کے نہیں آئے تھے؟؟؟

احمر ملک نے شاکڈ لہجے میں پوچھا۔

نہیں دادو۔۔۔کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ یہاں میرا انتظار کسی کو بھی نہیں ہو گا اس لئے چھٹیاں لے لیں تھیں۔۔۔

عبداللہ نے یہ بات ماہا کو دیکھ کر کہی جو سر جھکا کر

ناشتہ کرنے میں مصروف تھی۔۔۔۔

مطلب اب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔۔۔

عابی نے دل میں سوچا۔۔

لیکن عابی ما۔۔۔۔

ماما پلیز نہ۔۔۔۔ میرا کریئر ہے وہاں اس لئے مجھے مجبور مت کیجئیے گا اور ہو سکتا ہے کہ جلد ہی چکر لگالوں ۔۔۔۔

عبداللہ زیبا کی بات بیچ میں سے ہی کاٹ کر بولا۔۔۔۔

ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی۔۔۔۔

زیبا مسکرا کر بولی۔۔۔

ماما۔۔۔ مجھے ایک کال کرنی ہے میں آتا ہوں۔۔۔۔

عبداللہ یہ بول کر وہاں سے چلا گیا۔۔۔

زرلال بچے تم اتنے خاموش کیوں ہو؟؟؟

احمر ملک نے پوچھا۔۔۔

کچھ نہیں دادو۔۔۔ بس ایسے ہی۔۔۔ میں چلتا ہوں۔۔۔

زرلال یہ بول کر اپنی جگہ سے اٹھا اور باہر کی جانب چلا گیا۔۔ جبکہ ساشا کچھ یاد آنے پر اس کے پیچھے بھاگی۔۔۔۔

زرلال۔۔۔۔۔

زرلال جیسے ہی ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولنے لگا تھا ساشا نے آواز دی۔۔۔۔

ہاں بولو۔۔۔ کوئی کام تھا؟؟؟

زرلال نے پلٹ کر سنجیدگی سے پوچھا۔۔

نہیں کام نہیں تھا۔ بس ایک بات کہنی تھی ؟؟؟

کیا؟؟؟؟

یہی کہ دانین تم سے بہت محبت کرتی ہے۔اس کی آنکھوں سے صاف چھلک رہا تھا۔اتنی محبت کہ جتنی شاید میں بھی تم سے نہیں کر سکتی۔۔ میں کبھی تمہیں چھوڑنے کا نہ سوچتی لیکن کل اس کے جذبوں کے آگے میں واقعی حیران رہ گئی تھی۔۔۔اس لئے میں نے مووآن کا فیصلہ کیا۔۔اور ایک وعدہ کرو کہ کبھی اسے چھوڑو گے نہیں۔۔۔۔

ساشا کے چہرے پر کرب ہی کرب تھا۔۔ جو زرلال کو واقعی سوچنے پر مجبور کر رہا تھا۔۔آخر میں اس نے زرلال کے آگے اپنی ہتھیلی پھیلائی۔۔۔۔

اتنا سوچ کیا رہے ہو ؟ کیا اپنی دوست سے اتنا چھوٹا سا وعدہ نہیں کر سکتے ؟؟؟

ساشا اس کو خاموش دیکھ کر شرارت سے بولی۔۔۔

ساشا میں یہ پرامس نہیں کر سکتا۔۔۔۔

کیوں زرلال کیوں نہیں کر سکتے ؟؟ کیا مجھے اپنا دوست سمجھنا بھی چھوڑ چکے ہو ؟؟؟؟

نہیں ایسی بات نہیں ہے ساشا۔۔۔ تم میری بہت اچھی دوست ہو اس لئے میں تمہیں سب کچھ سچ سچ بتا دینا چاہتا ہوں۔۔۔۔

زرلال کچھ سوچتے ہوئے شرمندہ سا بولا۔

یہی کہ تم اور دانین مجھے کل بیوقوف بنا رہے تھے اور میں بن بھی گئی۔۔ ہے نہ؟؟؟

ساشا وہ بات دراصل یہ ہے کہ۔۔۔۔۔

زرلال نے اسے سب کچھ سچ سچ بتا دیا۔۔۔

اور آخر میں شرمندگی کے باعث سر جھکا گیا۔۔۔

ڈونٹ فیل سوری زرلال کیونکہ میں کل ہی سب کچھ جان چکی تھی۔۔ بس تمہارے منہ سے سننا باقی تھا۔

تمہاری طرف سے چاہے وہ سب ایکٹنگ تھی لیکن دانین کی طرف سے ایکٹنگ نہیں تھی۔۔۔۔۔

ویٹ۔۔۔۔ ویٹ۔۔۔۔ ساشا کیا بولے جا رہی ہو یار۔ ایسا کچھ نہیں ہے۔۔۔۔۔

زرلال نے اس کی بات درمیان میں ہی کاٹتے ہوئے کہا۔

زرلال ایک محبت کرنے والا دوسرے محبت کرنے والے کو آسانی سے پہچان لیتا ہے لیکن یہ بات تم نہیں سمجھو گے کیونکہ تم کسی سے محبت جو نہیں کرتے۔۔۔۔۔ اور میں بھی جانتی ہوں کہ تمہارے دل میں اس کے لئے سافٹ کارنر ہے۔۔۔ اس لئے ہو سکے تو اسے اس کی محبت ضرور دے دینا ورنہ ایسا نہ ہو کہ تم اسے بھی کھونے کے بعد ساری زندگی محبت کے لئے ترستے رہو۔۔۔۔۔۔۔۔

ساشا اپنی بات مکمل کر کے وہاں سے جا چکی تھی جبکہ زرلال ابھی اس کی باتوں میں الجھا ہوا تھا۔۔۔

زرلال ایسا کچھ نہیں ہے۔۔۔ یہ بس اس ساشا کی بے تکی باتوں کا اثر ہے کہ میں دانین کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔۔۔۔۔۔

زرلال سر جھٹک کر گاڑی میں بیٹھ گیا اور آفس کی طرف روانہ ہو گیا۔۔۔۔۔۔

ماہا عابی کے کمرے میں جیسے ہی داخل ہوئی سامنے عابی کو سامان پیک کرتے دیکھ کر شاکڈ رہ گئی۔۔۔

مطلب آپ سچ میں جا رہے ہیں۔۔۔۔

ماہا نے دل میں سوچا۔۔۔

عبداللہ اس کی موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے بولا۔

کوئی کام تھا ماہا؟؟؟؟

نہیں وہ۔۔۔ میں تو بس ایسے ہی آئی تھی۔۔۔

ماہا گڑبڑا کر بولی۔

صحیح۔۔۔۔۔۔۔

عبداللہ کا لہجہ اس کے ساتھ بالکل نارمل تھا اور یہ بات ماہا کو زیادہ پریشان کر رہی تھی۔۔۔

کچھ کہنا ہے کیا؟؟؟؟

عبداللہ اپنی پر فیومز ڈریسنگ ٹیبل سے پکڑتے ہوئے بولا۔

ہاں وہ آپ سے ایک بات پوچھنی تھی۔۔۔۔۔

ہاں پوچھو؟؟؟

عبداللہ نے سنجیدہ انداز میں اسے اجازت دے کر اس کی طرف دیکھا جو انگلیاں چٹخا رہی تھی۔۔۔

وہ۔۔۔۔۔۔

ماہا بولو کیا بات ہے؟؟؟؟

اتنا تو عبداللہ سمجھ گیا تھا کہ ماہا اپنی رات والی بات پر شرمندہ ہے لیکن وہ اس کے منہ سے سننا چاہتا تھا۔۔

کیونکہ اب وہ چاہتا تھا ماہا اپنی محبت کا واضع اظہار کرے۔۔۔۔

آپ مجھ سے جان چھڑانے کے لئے لندن جا رہے ہیں نہ؟؟؟

ماہا بولنا کچھ اور چاہتی تھی پر بول کچھ اور گئی۔ لیکن تیر کمان سے نکل چکا تھا اور ادھر عابی جو کچھ اور سوچے بیٹھا تھا کی پیشانی پر لکیریں ابھریں۔۔۔

اور خود کو نارمل ظاہر کرتے ہوئے بولا۔

اگر جان ہی چھڑانی ہوتی تو یوں تمہارے لئے خود کو نہ مٹا رہا ہوتا۔۔۔۔۔

تو پھر کیوں جا رہے ہیں لندن اپنی ماہا کو چھوڑ کر؟؟؟؟

ماہا عابی کا ہاتھ پکڑتے ہوئے نرمی سے بولی۔۔۔

کیونکہ میں جان گیا ہوں کہ میری ماہا اب عقلمند ہو گئی ہے اور زندگی میں سب کچھ سنبھال لے گی۔۔اور اسے

میری ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔

عبداللہ نے ماہا کو سنجیدگی سے جواب دیا اور اس کا ہاتھ ہٹا کر پھر سے پیکنگ میں مصروف ہو گیا۔۔۔۔

اچھا ہو گئی نہ غلطی اب پلیز ایسے تو نہ بولیں کہ مجھے آپکی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔۔۔

ماہا نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔۔۔

ماہا۔۔۔ پلیز یار مجھے پیکنگ کرنے دو۔۔۔۔

ماہا نے اس کی ایک نہ سنی اور پیچھے سے اسے ہگ کر لیا۔۔۔۔اور آنکھیں بند کرتے ہوئے بولی۔۔۔

نام آپ کا ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

عبادتیں ہماری ہوں۔۔۔۔۔۔

باتیں آپ کی ہوں۔۔۔۔۔۔

سماعتیں ہماری ہوں۔۔۔۔۔

دیدار آپ کا ہو۔۔۔۔۔۔۔۔

عیدیں ہماری ہوں۔۔۔۔۔۔

معرفت آپ کی ہو۔۔۔۔۔

محفلیں ہماری ہوں۔۔۔۔۔۔

لب آپ کے ہوں۔۔۔۔۔

مسکراہٹیں ہماری ہوں۔۔۔۔۔

آنسو آپ کے ہوں۔۔۔۔۔۔

آنکھیں ہماری ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔

ذات آپ کی ہو۔۔۔۔۔۔

چاہتیں ہماری ہوں۔۔۔۔۔۔۔

وصل کے دن آپ کے ہوں۔۔۔۔۔

ہجر کی راتیں ہماری ہوں۔۔۔۔۔۔

محبت آپ کو ہو۔۔۔۔۔۔

لیکن شدتیں ہماری ہوں۔۔۔۔۔

زندگی آپکو ہماری بھی لگ جائے۔۔۔۔۔

صرف یہی دعائیں ہماری ہوں۔۔۔۔۔

۔(کرن رفیق)۔

عبداللہ اس کے الفاظ سن کر مسکرایااور اسے بازو سے پکڑ کر اپنے سامنے کرتے ہوئے محبت بھرے لہجے میں بولا۔۔۔

ویسے مجھے تو معلوم ہی نہیں تھا کہ ماہا کو منانا بھی آتا ہے۔۔۔

جواب میں ماہا سر جھکا کر بولی۔۔۔

اب آپ مجھے چھوڑ کر تو نہیں جائیں گے نہ؟؟؟؟

تمہیں کس نے کہہ دیا کہ عبداللہ اپنی ماہا کو چھوڑ کر جا سکتا ہے۔۔۔

عبداللہ اسے اپنے حصار میں لے کر بولا۔

تو پھر یہ سب کیا ہے؟؟؟

ماہا اس کی پیکنگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔۔۔

یہ سب کپڑے ہیں جو میں لندن میں ساتھ لے کر جا رہا ہوں۔۔۔۔

عبداللہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا۔

چھوڑیں مجھے اور جائیں لندن۔۔۔ یہاں تو میرے منانے کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہوا۔۔۔۔

ماہا اس کے حصار سے نکلتے ہوئے ناراضگی سے بولی۔۔

ہاہاہا۔۔۔۔۔اچھا بات سنو۔۔۔۔

مجھے نہیں سننی۔۔۔۔

ماہا کی ناراضگی ہنوز برقرار تھی۔

ٹھیک ہے اگر ناراض ہی رہنا ہے تو میں تمہاری لندن کی ٹکٹ کینسل کروادیتا ہوں۔۔۔۔۔

عبداللہ اپنی پیکنگ میں دوبارہ مصروف ہوتے ہوئے اطمینان سے بولا۔

کیا مطلب ہے آپ کا؟؟؟

ماہا نے ناسمجھی سے پوچھا۔۔

یااللہ ایک تو بیوی دی ہے اور اوپر سے وہ بھی عقل سے پیدل۔۔ کیا بنے گا میرا؟؟؟

عبداللہ مصنوعی تاسف سے بولا۔

ہاں ہوں عقل سے پیدل۔۔اب بات مت بدلیں اور مجھے بتائیں کیا بول رہے تھے آپ کہ میری ٹکٹ کینسل کروادیں گے ؟؟؟

اچھا ادھر بیٹھو اور میری بات سنو۔۔۔۔

عبداللہ نے اسے اپنے سامنے بیڈ پر بیٹھایا اور خود گھٹنوں کے بل نیچے اس کے پاس بیٹھ گیا۔۔اور بولا۔

اس دن گاڑی میں جب تم نے مجھے شادی سے منع کیا تھا نہ ؟ تو میں بہت اپ سیٹ ہو گیا تھا مجھے لگ رہا تھا کہ میں کبھی اپنی ماہا کو واپس نہیں پا سکوں گا۔۔۔

رات کو میں کافی لیٹ آیا تو وجی بھائی جاگ رہے تھے انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا ہوا ہے ؟ جواب میں، میں نے سب کچھ انہیں بتا دیا۔۔ پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں تمہیں اپنے ساتھ لندن لے جائوں تاکہ تمہارا اعتبار اور محبت جیت سکوں۔۔ بس پھر کیا تھا اسی دن

سے کوشش کر رہا تھا تمہارے لندن جانے کی۔۔

آپ بہت اچھے ہیں عابی۔۔ میں اللہ سے دعا کرتی ہوں کہ ہر لڑکی کو آپ جیسا شوہر ملے۔۔۔۔۔

ماہا جذباتی پن سے بولی۔۔

چلو شکر ہے یہ نہیں بول دیا کہ ہر لڑکی کو آپ ہی ملیں۔۔۔۔

عبداللہ شرارت سے بولا تاکہ ماہا پھر سے رونا شروع نہ کر دے۔

آنکھیں پھوڑ دوں گی میں آپ کی اگر کسی اور لڑکی کی طرف دیکھا بھی تو۔۔۔۔۔

ماہا نے اسے وارننگ دینے والے انداز میں جواب دیا۔

اچھا جی اتنی محبت کرتی ہو مجھ سے؟؟؟

ہاں جی۔۔۔۔۔

ماہا اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولی۔

عبداللہ نے اس کی پیشانی چومی اور بولا۔

عشق ہو تم میرا۔۔۔۔

جانتی ہوں جناب۔۔۔۔ پچھلے نو سال سے آپ اسی عشق کے سہارے تو جی رہے ہیں۔۔۔

ماہا مسکراتے ہوئے بولی۔

اچھا تو کیا تم اسی عشق کے سہارے نہیں جی رہی تھی؟؟؟

عبداللہ نے پوچھا۔

عابی سات سال صرف آپ کی محبت میں ہی تو گزارے تھے لیکن پچھلے دو سال میں نے صرف اس ذات کی بندگی میں گزارے ہیں۔۔۔۔۔

مطلب یہ کہ تیرا عشق، میری بندگی۔۔۔۔

آپ کے پاس آپ کا عشق اور میرے پاس اس کی بندگی۔۔۔۔

ماہا نے کے چہرے پر اطمینان ہی اطمینان تھا جسے دیکھ کر عابی کو اپنی روح میں سکون اترتا ہوا محسوس ہوا اور چہرے پر دلفریب مسکراہٹ دوڑ گئی۔۔۔

اچھا ایک اور بات بھی بتانی تھی۔۔۔

عبداللہ بولا۔

کیا؟؟؟

یہی کے وہاں کی یونیورسٹی میں تمہارا ایڈمیشن بھی ہو گیا ہے۔۔۔

لیکن عابی۔۔۔۔

لیکن ویکن کو چھوڑو بس اللہ کی ذات پر بھروسہ رکھو۔۔۔

عبداللہ اس کی بات درمیان میں ہی کاٹ کر بولا۔

جواب میں ماہا نے اپنا سر ہلا دیا۔۔۔

ویسے تم نے وہ شاعری کہاں سے لی؟؟؟

عبداللہ یاد آنے پر بولا۔

وہ۔۔۔وہ تو آپ کی ڈائری سے جوان فار چونیٹلی میرے ہاتھ لگ گئی تھی۔۔۔۔

ماہا بیڈ سے اٹھتے ہوئے بولی۔

لیکن ماہا وہ تم نے پڑھ کیسے لی۔؟؟؟ میرا مطلب ہے کسی کی چیز بغیر اجازت کے استعمال نہیں کرنی چاہیے۔۔۔

عبداللہ اس کو شرمندہ کرنے کے لئے بولا۔

آپ کسی تھوڑی ہیں۔۔۔آپ تو میرے ہیں اس لئے آپ پر اور آپکی چیزوں پر سب سے زیادہ اور پہلا حق میرا ہی ہے۔۔۔۔اب میں چلتی ہوں مجھے پیکنگ کرنی ہے۔۔۔۔

ماہا کی بات سن کر عبداللہ مسکرایا اور جان بوجھ کر بولا۔

اور میرا حق؟؟؟

مجھے نہیں معلوم۔۔۔۔مجھے دیر ہو رہی ہے۔۔۔

ماہا اس کی ذو معنی بات سمجھ گئی تھی اس لئے اس نے وہاں سے جانے میں عافیت جانی۔۔

ارے سنتی تو جاؤ کہ کس حق کی بات کر رہا ہوں۔۔۔۔

عبداللہ نے اس کے پیچھے سے مسکراتے ہوئے ہانک لگائی۔۔۔۔

ڈاکٹر عبداللہ عزیر بیوی کے سامنے واقعی بے بس ہے۔۔۔۔

عبداللہ خود سے بڑبڑایا اور سر جھٹک کر پیکنگ میں مصروف ہو گیا۔۔۔۔

سرپرائز۔۔۔۔۔۔

ساشا زرلال کے آفس کا دروازہ کھولتے ہوئے خوشی سے بولی۔۔۔

ارے ساشا تم یہاں؟؟؟

زرلال چہرے پر مصنوعی حیرانگی سجاتے ہوئے بولا۔

ہاں میں یہاں۔۔۔ تم سے ملنے آئی ہوں۔۔۔ساشا اسکے سامنے کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولی۔

کیسی ہو؟؟؟

تمہارے بغیر کیسی ہو سکتی ہوں؟؟؟

ساشا جذباتی پن سے بولی۔

چائے پیو گی؟؟؟

زرلال نے بات بدلنے میں ہی عافیت جانی۔۔۔

نہیں۔۔ایک کپ بلیک کافی۔۔۔

اوکے۔۔۔

زرلال نے سامنے پڑے ٹیلی فون کا ریسیور اٹھایا اور دو کپ کافی کا آرڈر دے کر ساشا کی طرف متوجہ ہوا۔۔۔

تم یہاں کیسے آئی؟ میرا مطلب ہے تمہیں میرے آفس کے بارے میں کس نے بتایا۔۔۔

عابی چھوڑ کر گیا ہے۔۔۔۔

ساشا نے اطمینان سے جواب دیا۔۔

یہ عابی مرے گا کسی دن میرے ہاتھوں۔۔۔۔

زرلال منہ میں بڑبڑایا۔۔۔

کچھ کہا تم نے؟؟؟

نہیں تو۔۔۔اچھا یہ سب باتیں چھوڑو اور یہ بتاؤ پاکستان کیسے آنا ہوا؟؟؟

زرلال نے مسکرا کر پوچھا۔

موم اور ڈیڈ میری شادی کرنا چاہتے ہیں اور تم جانتے ہو کہ میں تمہارے علاوہ کسی اور کا سوچ بھی نہیں سکتی۔۔۔انہوں نے زبردستی کرنے کی کوشش کی تو میں پہلی فلائٹ پکڑ کر سیدھے پاکستان آگئی۔۔۔۔

ساشا زرلال کو بغور دیکھتے ہوئے بولی۔۔۔

ساشا یہ کیا بچپنا ہے یار؟؟ وہ تمہارے ماں باپ ہیں اور تمہارے لئے اچھا ہی فیصلہ کریں گے۔۔۔۔۔۔ اور ویسے بھی میں تمہیں تب ہی بتا چکا تھا کہ میں نے تم سے دوستی کی صرف بیٹ لگائی تھی۔۔۔۔۔

زرلال نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

تمہارے لئے وہ بیٹ تھی لیکن میرے لئے وہ محبت تھی زرلال پلیز ٹرائے ٹو انڈرسٹینڈ۔۔۔۔۔۔

ساشا پاگلوں جیسی باتیں مت کرو۔۔ تم ایک بہت اچھی لڑکی ہو اور میں نہیں چاہتا تمہاری زندگی خراب ہو۔اور ویسے بھی میں جس رشتے میں محبت نہیں ہوتی نہ وہ زیادہ دیر تک چلتا نہیں ہے۔۔۔۔۔

زرلال شاید آج اس سے دوٹوک بات کرنے کے موڈ میں تھا۔

تو میں کرتی تو ہوں تم سے محبت۔۔۔۔

ساشا بے بسی سے بولی۔

یہ محبت نہیں ہے ساشا یہ صرف تمہاری ضد ہے۔۔۔۔

زرلال بمشکل خود کو نارمل ظاہر کرتے ہوئے بولا۔

زرلال کیا تم کسی اور میں انوالو ہو؟؟؟؟

ساشا نے جانچتی نظروں سے پوچھا۔

زرلال بیٹا یہی تھا تیرے لیکچر کا انجام اب وہ جھوٹ بول جو تجھ جیسا فلرٹی کبھی نہیں بول سکتا۔۔۔

زرلال نے اپنے دل میں سوچا۔۔۔۔

ہاں۔۔۔۔

زرلال تم جھوٹ بول رہے ہو نہ؟؟؟

ساشا کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے جب اس نے بے یقینی سے پوچھا۔

نہیں یہ سچ ہے۔۔اگر تمہیں یقین نہیں ہے تو میں ابھی ملواتا ہوں۔۔۔۔۔

یہ بول کر زرلال نے ایک نمبر ملایا اور بولا۔۔۔

یور جان مسنگ یو پلیز کم ان مائے کیبن۔۔۔

تھوڑی دیر بعد آفس کا دروازہ کھلا تو دانین گرین اور پرپل کمبینیشن کی فراک پہنے اور سر پر ڈوپٹہ اوڑھے

اندر داخل ہوئی اور بولی۔۔

آپ نے بلایا؟؟؟

ہاں وہ تمہارے بغیر دل نہیں لگ رہا تھا تو سوچا ایک نظر تمہیں دیکھ لوں۔۔۔

زرلال اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے مقابل کھڑا ہوتے ہوئے بولا۔

جواب میں دانین مسکرا کر نظریں جھکا گئی۔۔۔۔

یار اس طرح شرمایا مت کرو۔۔ورنہ واقعی کسی دن ہارٹ اٹیک سے مر جائوں گا میں۔۔۔۔

زرلال کمال کی ایکٹنگ کر رہا تھا۔

اللہ نہ کرے آپکو کچھ ہو۔۔میں تو دعا کرتی ہوں کہ آپ سے پہلے میری جان چلی جائے۔

دانین نے اس کے لبوں پر اپنا ہاتھ رکھا اور بے ساختہ بولی۔۔۔

اتنی محبت کرتی ہو مجھ سے؟؟؟

زرلال نے جذباتی پن سے پوچھا۔۔۔

جواب میں دانین نے اپنا سر ہلا دیا۔۔

اچھا یہ باتیں چھوڑو اور اس سے ملو یہ ہے ساشا میری بہت ہی اچھی دوست اور کلاس فیلو۔۔۔۔

اور ساشا یہ ہے دانین یوسف۔۔۔ زرلال زبیر ملک کی جان

اور ملک فیملی کی ہونے والی چھوٹی بہو۔۔۔

زرلال نے دونوں کا تعارف بہت ہی بڑھا چڑھا کر کروایا۔۔۔

ساشا نے ایک نظر زرلال کو دیکھا جو دانین کو دیکھنے میں مصروف تھا۔۔ پھر خود کو کمپوز کرتے ہوئے بولی۔۔۔

ہیلو دانین۔۔ کیسی ہو؟؟؟

میں ٹھیک ہوں آپ کیسی ہیں؟؟؟

دانین نے مسکرا کر جواب دیا۔

میں بھی ٹھیک ہوں۔۔۔۔ اچھا لگا تم سے مل کر۔۔ تم واقعی خوش نصیب ہو کہ تمہیں تمہاری محبت مل گئی۔۔ خیر اب میں چلتی ہوں مجھے کچھ کام ہے۔۔۔۔

ساشا یہ بول کر وہاں سے چلی گئی جبکہ زرلال اور دانین دونوں جلدی سے ایک دوسرے سے دور ہٹے۔۔۔

تھینکیو دانین۔۔۔آج تمہاری ہیلپ کی وجہ سے دو دو زندگیاں خراب ہونے سے بچ گئیں۔۔۔

سر شکریہ کس بات کا۔۔اور ویسے بھی آپ نے میری اماں کی سرجری کے لئے پیسے دے کر میری مدد کی اور بدلے میں یہ تو کچھ بھی نہیں ہے۔۔۔

دانین سنجیدگی سے بولی۔۔

تمہاری اماں سے یاد آیا اب ان کی طبعیت کیسی ہے؟؟

ابھی بے ہوش ہیں انجیکشنز کی وجہ سے۔انشاءاللہ شام تک ہوش میں آجائیں گی۔۔۔

انشاءاللہ۔۔۔

زرلال مسکرا کر بولا۔

سر آپ سے ایک بات پوچھوں؟؟؟

ہاں پوچھو؟؟؟

زرلال نے اسے اجازت دیتے ہوئے کہا۔

سر ساشا آپ سے بہت محبت کرتی ہے۔میں نے اس کی آنکھوں میں آپکے لئے وہ جذبات دیکھے ہیں جو شاید آپ نہیں دیکھ سکے۔۔اور جہاں تک مجھے معلوم ہے آپ کسی میں انوالو بھی نہیں ہیں۔پھر آپ اس سے دور کیوں بھاگ رہے ہیں؟؟؟

دانین نے سنجیدگی سے پوچھا۔۔

ویسے تو یہ میرا پرسنل معاملہ ہے لیکن چونکہ تم نے میری مدد کی ہے اس لئے میں بتا دیتا ہوں۔۔ میری اور ساشا کی ملاقات ہماری کلاس میں ہوئی۔ ساشا سب سے الگ الگ رہتی تھی کسی کو بھی اپنا دوست نہیں بناتی تھی۔۔ مجھے ایک دن میرے کلاس فیلو نے چیلنج کیا کہ ساشا سے دوستی کرنی ہے اور میں نے ایک ایڈونچر سمجھ کر اس چیلنج کو ایکسپٹ کر لیا۔۔ پھر ہر روز

میں اس کے آگے پیچھے گھومتا یہاں تک کے جہاں وہ ہوتی وہاں میں پہلے سے موجود ہوتا۔۔۔آہستہ آہستہ وہ میری طرف مائل ہونا شروع ہو گئی۔ پھر ہماری دوستی ہو گئی۔۔ لیکن مجھے نہیں پتہ تھا کہ وہ اس دوستی کو کچھ اور ہی سمجھ رہی ہے۔۔ جیسے ہی ہماری سٹڈی کمپلیٹ ہوئی۔اس نے مجھے اپنی فیلنگز کے بارے میں بتایا۔۔اور او نیسٹلی بتاؤں تو محبت وحبت سے کوئی دلچسپی نہیں ہے۔۔۔

اور رہی بات اس کو اپنی زندگی میں شامل کرنے کی تو اگر میں یہ کر بھی لیتا نہ وہ خوش رہتی نہ ہی میں کیونکہ ہم دونوں میں ایک بات بھی کامن نہیں ہے۔۔۔۔۔

زرلال نے اطمینان سے جواب دیا۔۔۔

سر محبت بہت خود غرض ہوتی ہے یہ انسان سے وہ کچھ کروا لیتی ہے جو وہ سوچ بھی نہیں سکتا۔ لیکن یہی محبت جب بے غرض ہوتی ہے تو انسان خودی کو بھول جاتا ہے۔ جہاں تک میرا خیال ہے آپکو اسے ایک موقع دینا چاہیے تھا باقی آپکی مرضی ہے۔۔۔۔۔

میں چلتی ہوں سر۔۔۔۔۔

دانین اپنی بات مکمل کر کہ وہاں سے چلی گئی تھی جبکہ زرلال پیچھے دانین کی باتوں میں الجھ کر رہ گیا تھا۔۔۔۔

۔۔۔۔مجھے وفائوں کا سبق دیتے اسے زمانہ ہو گیا۔۔۔

!!! پھر یوں ہوا

۔۔۔۔۔مجھے عشق ہوا وہ بیگانہ ہو گیا۔۔۔۔۔

۔(کرن رفیق)۔

ماہا میری جان کیا ہوا ہے؟ کیوں اتنا رو رہی ہو؟ میں جب سے آئی ہوں تم بس روئے جا رہی ہو۔۔ کچھ تو بتائو پلیز۔۔۔۔۔۔

یشفعہ اور ماہ روش اس وقت ماہا کے کمرے میں بیٹھیں تھیں۔جہاں ماہا مسلسل رو رہی تھی وہیں یشفعہ اس کے رونے سے پریشان تھی۔وہ کب سے اس سے پوچھ رہی تھی لیکن ماہا بس رونے میں مصروف تھی۔۔

ماہا اگر مجھے کچھ بتانا ہی نہیں تھا تو یوں کال کر کے بلانے کی کیا ضرورت تھی؟؟؟

یشفعہ جھنجھلا کر بولی۔۔۔

عاشو میں ہی پاگل ہوں جو سب پر آنکھ بند کر کے یقین کر لیتی ہوں۔ تمہیں پتہ ہے زرلال بھائی کی کوئی کلاس فیلو آئی ہے لندن سے۔۔۔۔۔

ہاں مجھے بتایا تھا ماما نے۔۔تو کیا ہوا؟؟؟

یشفعہ نے نا سمجھی سے پوچھا۔

مجھے لگتا ہے کے عابی اس سے محبت کرتے ہیں۔۔

ماہا روتے ہوئے بولی۔۔۔

پاگل ہو کیا؟؟ تمہیں ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہو گی۔۔۔۔

مجھے کوئی غلط فہمی نہیں ہوئی بلکہ اب تو میری آنکھیں کھلی ہیں۔۔ تمہیں پتہ ہے کل رات اس کے سامنے عابی نے مجھے ڈانٹ دیا اور اب اس چڑیل کو زرلال بھائی کے آفس لے کر گئے ہیں۔۔۔۔

ماہا نے اسے اپنی پریشانی بتائی۔۔۔

مطلب تو ماہا جیلس ہو رہی ہے؟؟؟

یشفعہ نے مسکراہٹ دباتے ہوئے پوچھا۔

میں کوئی جیلس ویلس نہیں ہو رہی میں تو بس یہ بول رہی ہوں کہ عابی جب اس سے محبت کرتے ہیں تو انہوں نے مجھے کیوں چیٹ کیا؟ میرے جذبات سے کیوں کھیلا۔؟؟؟

ماہا غلط فہمی کی انتہا پر تھی۔۔

دیکھو ماہا ایسا کچھ۔۔۔۔۔۔۔

بھابھی آپ پلیز مجھے ماہا کے ساتھ دس منٹ کے لئے اکیلا چھوڑ سکتی ہیں۔۔۔۔

یشفعہ کی بات منہ میں تھی جب عبداللہ ماہا کے کمرے میں آیا اور بمشکل اپنا غصہ کنٹرول کر کے یشفعہ سے بولا۔یشفعہ نے ایک نظر ماہا کو دیکھا اور پھر وہاں سے واک آئوٹ کر گئی۔۔۔۔

عبداللہ نے دروازہ بند کیا اور ماہا کی طرف بڑھا اور اس کے دونوں بازئوں کا کافی ذور سے پکڑا۔یہاں تک کہ

ماہا کو اس کی انگلیاں اپنے بازئوں میں دھنستی ہوئی محسوس ہو رہی تھیں۔۔۔۔

کیا بول رہی تھی تم۔؟ میرے سامنے بولو۔۔۔۔

عبداللہ سرخ آنکھوں سے اسے گھورتے ہوئے بولا۔

عابی مجھے درد ہو رہا ہے۔۔۔۔

ماہا کے درد کی شدت اس کے چہرے پر سے صاف نظر آ رہی تھی لیکن عبداللہ اسے رعایت دینے کے موڈ میں بالکل نہیں تھا۔۔۔۔

مجھے بھی درد ہو رہا ہے ماہا تمہارے الفاظ سے۔۔۔

عبداللہ اسے کو چھوڑتے ہوئے بولا۔

تم نے سوچ بھی کیسے لیا کہ تمہارا عابی تمہیں چیٹ کر سکتا ہے؟؟ میں پاگل ابھی تک سمجھ رہا تھا کہ ماہا جیلس ہو رہی ہے کیونکہ وہ بھی مجھ سے بہت محبت کرتی ہے لیکن میں غلط تھا ماہا۔۔ تم مجھ سے محبت نہیں کرتی کیونکہ محبت کی پہلی شرط اعتبار کرنا ہوتا ہے جو تم مجھ پر نہیں کرتی۔۔۔۔۔

عبداللہ بول رہا تھا اور ماہا سر جھکا کر سن رہی تھی۔۔۔

ماہا جس رشتے میں اعتبار نہیں ہوتا وہ رشتہ صرف سزا کے علاوہ اور کچھ نہیں ہوتا۔ اور ہمارے رشتے کا بھی یہی حال ہے۔ اس لئے اگر تم چاہو تو اس رشتے سے اور مجھ سے آزادی حاصل کر سکتی ہو۔۔۔۔

عبداللہ نے آخری بات ماہا کی طرف دیکھے بغیر کہی۔۔۔

عابی مجھے آپ سے اور رشتے سے آزادی نہیں چاہیے۔ لیکن اگر آپ اس کو نبھا نہیں سکتے تو میں آپکو مجبور نہیں کروں گی۔۔۔ لیکن آپ اپنا نام مت چھینیں مجھ سے کیونکہ اس کے بغیر ماہا واقعی جی نہیں سکے گی۔۔۔۔۔

ماہا اس کی بات کا الٹا مطلب نکال کر بولی۔

تو کیا میرے بغیر زندہ رہ لو گی۔؟؟؟

عبداللہ نے اس کا چہرہ پڑھنے کی کوشش کی۔۔

پچھلے دو سالوں سے رہ رہی تھی تو آگے بھی رہ لوں گی۔۔۔۔۔

ماہا سرد لہجے میں بولی۔

ماہا کتنا آسان ہے نہ تمہارے لئے کہنا کہ میں آپکے بغیر زندہ رہ سکتی ہوں لیکن یہ الفاظ سننا میرے لئے موت کے برابر تھا۔ خیر مجھے نہیں لگتا اب کچھ سننے اور کہنے کو باقی بچا ہے اس لئے میں جا رہا ہوں اور یاد رکھنا ماہا عابی نے صرف ایک لڑکی سے محبت کی ہے اور وہ صرف تم تھی۔ میں کوشش کروں گا کہ تمہیں اپنی شکل دوبارہ نہ دکھاؤں۔۔۔۔۔۔

عبداللہ یہ بول کر وہاں سے چلا گیا۔۔۔۔

جبکہ ماہا اسکے الفاظ سن کر ہی دہل گئی تھی۔۔۔۔

ماہا یہ کیا کر دیا تم نے۔۔۔۔۔

ماہا خود سے بولی۔۔۔۔

یہ ماہا بھی نہ فالتو میں مجھے اتنی دیر روکے رکھا۔ جب خود ہی صلح کرنی تھی تو مجھے بلانے کی کیا ضرورت تھی۔۔۔۔۔

یشفعہ خود سے بول کر جیسے ہی اپنے کمرے میں داخل ہوئی کسی نے زور سے اسے اپنی طرف کھینچا۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ اور کوئی نہیں وھاج ہی ہو گا۔۔۔

اس لئے خاموش رہی۔۔۔۔

کیسی ہو مسز؟؟؟

الحمداللہ بالکل ٹھیک ہوں۔۔۔۔

یشفعہ اس کے حصار سے نکلتے ہوئے بولی۔۔۔

ناراض ہو کیا جو اس طرح دور دور جا رہی ہو؟؟؟؟

وھاج اس کے خود سے دور ہٹنے پر بولا۔

اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟؟؟

وھاج نے اس کا چہرہ اپنی طرف کیا اور دونوں ہاتھوں سے تھام کر بولا۔۔۔

ابھی تمہاری ناراضگی دور کرنے کا وقت نہیں ہے میرے پاس۔۔۔ میں بس تم سے ملنے آیا ہوں کیونکہ کل ایک بہت ہی اہم مشن کا اختتام ہونا ہے۔۔۔ اور مجھے نہیں معلوم کہ میں تم سے دوبارہ مل سکوں گا یا نہیں اس لئے ہو سکے تو اپنا خیال رکھنا۔۔۔۔۔

آپ کہاں جا رہے ہیں احمد؟؟؟

یشفعہ نے خود کو اس کے قریب کرتے ہوئے پوچھا۔

وھاج نے اس کی پیشانی پر اپنے لب رکھے تو یشفعہ نے آنکھیں بند کر لیں۔ کیونکہ اس وقت وھاج چاہتا تھا کہ یشفعہ صرف اسے محسوس کرے۔۔۔۔

بتا دیا نہ ایک مشن کو مکمل کرنے جا رہا ہوں اس لئے اب دعا کرنا۔۔ کہ اللہ مجھے اس مشن میں کامیاب کرے۔۔۔۔

آمین۔۔۔۔

یشفعہ بے ساختہ بولی۔۔۔

اچھا اب میں چلتا ہوں کیونکہ باہر میرے ٹیم ممبرز میرا ویٹ کر رہے ہیں۔۔۔۔۔

یہ بول کر وھاج نے اسے اپنے حصار میں لیا۔۔۔

اللہ حافظ۔۔۔۔۔

وھاج یہ بول کر کھڑکی سے باہر کی جانب چلا گیا۔۔۔

جبکہ یشفعہ کی آنکھ سے ایک آنسو نکلا جیسے یشفعہ نے مسکرا کر صاف کیا اور خود سے بولی۔

اب تو ہر دن اسی ڈر کے ساتھ جینا ہے اس لئے بی بریو عاشو۔۔۔۔

دل بھرتا نہیں۔۔۔۔۔

آنکھیں رجتی نہیں۔۔۔۔۔

چاہے جتنا بھی دیکھتی جاؤں۔۔۔۔۔

وقت جائے میں روک نہ پاؤں۔۔۔۔۔

تو تھوڑی دیر اور ٹھہر جا سونیا۔۔۔۔۔

تو تھوڑی دیر اور ٹھہر جا۔۔۔۔۔

ماما۔۔۔ میں اور ساشا آج رات کی فلائٹ سے لندن واپس جا رہے ہیں۔۔۔

عبداللہ نے گویا ناشتے کی میز پر دھماکہ کیا تھا۔۔

لیکن بیٹا ساشا کو تو ابھی رکنا تھا نہ؟؟؟

عزیر نے پوچھا۔

جی انکل میں ضرور رکتی لیکن ڈیڈ کی طبعیت کچھ

ٹھیک نہیں ہے اس لئے مجھے جانا ہے۔۔۔

ساشا مصنوعی مسکراہٹ لبوں پر سجا کر بولی۔۔

بیٹا کیا ہوا ہے آپکے ڈیڈ کو؟؟؟

احمر ملک نے فکر مندی سے پوچھا۔۔۔

دادوان کا نروس بریک ڈائون ہوا ہے اور چونکہ وہ میرے پیشنٹ رہ چکے ہیں اس لئے ساشا کی ماما چاہتی ہیں کہ میں ان کا علاج کروں۔۔۔۔۔اسی لئے میں بھی ساتھ جا رہا ہوں ساشا کے۔۔۔۔

جواب ساشا کی بجائے عابی نے دیا۔۔

عابی تمہارا وہاں کتنی دیر رکنے کا ارادہ ہے؟؟؟

زیبا نے ماہا کو ایک نظر دیکھ کر عابی سے پوچھا۔

ماما۔۔ارادہ کیا مطلب؟؟؟ وہاں جاب ہے میری۔۔اور ویسے بھی میری چھٹی ختم ہونے والی ہے اس لئے زیادہ دن یہاں نہیں رک سکتا۔۔۔۔

عبداللہ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔۔

کیا تم ریزائن کر کے نہیں آئے تھے؟؟؟

احمر ملک نے شاکڈ لہجے میں پوچھا۔

نہیں دادو۔۔۔کیونکہ مجھے معلوم تھا کہ یہاں میرا انتظار کسی کو بھی نہیں ہوگا اس لئے چھٹیاں لے لیں تھیں۔۔۔

عبداللہ نے یہ بات ماہا کو دیکھ کر کہی جو سر جھکا کر

ناشتہ کرنے میں مصروف تھی۔۔۔۔

مطلب اب بھی کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔۔۔

عابی نے دل میں سوچا۔۔

لیکن عابی ما۔۔۔۔

ماما پلیز نہ۔۔۔۔ میرا کریئر ہے وہاں اس لئے مجھے مجبور مت کیجئیے گا اور ہو سکتا ہے کہ جلد ہی چکر لگالوں

۔۔۔۔

عبداللہ زیبا کی بات بیچ میں سے ہی کاٹ کر بولا۔۔۔۔

ٹھیک ہے جیسے تمہاری مرضی۔۔۔۔

زیبا مسکرا کر بولی۔۔۔

ماما۔۔۔ مجھے ایک کال کرنی ہے میں آتا ہوں۔۔۔۔

عبداللہ یہ بول کر وہاں سے چلا گیا۔۔۔

زرلال بچے تم اتنے خاموش کیوں ہو؟؟؟

احمر ملک نے پوچھا۔۔۔

کچھ نہیں دادو۔۔۔ بس ایسے ہی۔۔۔ میں چلتا ہوں۔۔۔

زرلال یہ بول کر اپنی جگہ سے اٹھا اور باہر کی جانب چلا گیا۔۔ جبکہ ساشا کچھ یاد آنے پر اس کے پیچھے بھاگی۔۔۔۔

زرلال۔۔۔۔۔

زرلال جیسے ہی ڈرائیونگ سیٹ کا دروازہ کھولنے لگا تھا ساشا نے آواز دی۔۔۔۔

ہاں بولو۔۔۔ کوئی کام تھا؟؟؟

زرلال نے پلٹ کر سنجیدگی سے پوچھا۔۔

نہیں کام نہیں تھا۔ بس ایک بات کہنی تھی؟؟؟

کیا؟؟؟؟

یہی کہ دانین تم سے بہت محبت کرتی ہے۔اس کی آنکھوں سے صاف چھلک رہا تھا۔اتنی محبت کہ جتنی شاید میں بھی تم سے نہیں کر سکتی۔۔میں کبھی تمہیں چھوڑنے کا نہ سوچتی لیکن کل اس کے جذبوں کے آگے میں واقعی حیران رہ گئی تھی۔۔۔اس لئے میں نے مووآن کا فیصلہ کیا۔۔اور ایک وعدہ کرو کہ کبھی اسے چھوڑو گے نہیں۔۔۔۔

ساشا کے چہرے پر کرب ہی کرب تھا۔۔جو زرلال کو واقعی سوچنے پر مجبور کر رہا تھا۔۔آخر میں اس نے زرلال کے آگے اپنی ہتھیلی پھیلائی۔۔۔

اتنا سوچ کیا رہے ہو؟ کیا اپنی دوست سے اتنا چھوٹا سا وعدہ نہیں کر سکتے؟؟؟

ساشا اس کو خاموش دیکھ کر شرارت سے بولی۔۔۔

ساشا میں یہ پرامس نہیں کر سکتا۔۔۔

کیوں زرلال کیوں نہیں کر سکتے؟؟ کیا مجھے اپنا دوست سمجھنا بھی چھوڑ چکے ہو؟؟؟؟

نہیں ایسی بات نہیں ہے ساشا۔۔تم میری بہت اچھی دوست ہو اس لئے میں تمہیں سب کچھ سچ سچ بتا دینا چاہتا ہوں۔۔۔

زرلال کچھ سوچتے ہوئے شرمندہ سا بولا۔

یہی کہ تم اور دانین مجھے کل بیوقوف بنا رہے تھے اور میں بن بھی گئی۔۔ہے نہ؟؟؟

ساشا وہ بات دراصل یہ ہے کہ۔۔۔۔

زرلال نے اسے سب کچھ سچ سچ بتا دیا۔۔۔

اور آخر میں شرمندگی کے باعث سر جھکا گیا۔۔۔

ڈونٹ فیل سوری زرلال کیونکہ میں کل ہی سب کچھ جان چکی تھی۔۔ بس تمہارے منہ سے سننا باقی تھا۔

تمہاری طرف سے چاہے وہ سب ایکٹنگ تھی لیکن دانین کی طرف سے ایکٹنگ نہیں تھی۔۔۔۔۔

ویٹ۔۔۔۔ ویٹ۔۔۔۔ ساشا کیا بولے جا رہی ہو یار۔ ایسا کچھ نہیں ہے۔۔۔۔۔

زرلال نے اس کی بات درمیان میں ہی کاٹتے ہوئے کہا۔

زرلال ایک محبت کرنے والا دوسرے محبت کرنے والے کو آسانی سے پہچان لیتا ہے لیکن یہ بات تم نہیں سمجھو گے کیونکہ تم کسی سے محبت جو نہیں کرتے۔۔۔۔۔ اور میں بھی جانتی ہوں کہ تمہارے دل میں اس کے لئے سافٹ کارنر ہے۔۔۔ اس لئے ہو سکے تو اسے اس کی محبت ضرور دے دینا ورنہ ایسا نہ ہو کہ تم اسے بھی کھونے کے بعد ساری زندگی محبت کے لئے ترستے رہو۔۔۔۔۔۔۔۔

ساشا اپنی بات مکمل کر کے وہاں سے جا چکی تھی جبکہ زرلال ابھی اس کی باتوں میں الجھا ہوا تھا۔۔۔

زرلال ایسا کچھ نہیں ہے۔۔۔ یہ بس اس ساشا کی بے تکی باتوں کا اثر ہے کہ میں دانین کے بارے میں سوچ رہا ہوں۔۔۔۔۔۔۔

زرلال سر جھٹک کر گاڑی میں بیٹھ گیا اور آفس کی طرف روانہ ہو گیا۔۔۔۔۔۔۔

ماہا عابی کے کمرے میں جیسے ہی داخل ہوئی سامنے عابی کو سامان پیک کرتے دیکھ کر شاکڈ رہ گئی۔۔۔

مطلب آپ سچ میں جا رہے ہیں۔۔۔۔۔

ماہا نے دل میں سوچا۔۔۔۔

عبداللہ اس کی موجودگی کو محسوس کرتے ہوئے بولا۔

کوئی کام تھا ماہا؟؟؟؟

نہیں وہ۔۔۔ میں تو بس ایسے ہی آئی تھی۔۔۔۔

ماہا گڑبڑا کر بولی۔

صحیح۔۔۔۔۔۔۔۔

عبداللہ کا لہجہ اس کے ساتھ بالکل نارمل تھا اور یہ بات ماہا کو زیادہ پریشان کر رہی تھی۔۔۔۔

کچھ کہنا ہے کیا؟؟؟؟

عبداللہ اپنی پرفیومز ڈریسنگ ٹیبل سے پکڑتے ہوئے بولا۔

ہاں وہ آپ سے ایک بات پوچھنی تھی۔۔۔۔۔

ہاں پوچھو؟؟؟

عبداللہ نے سنجیدہ انداز میں اسے اجازت دے کر اس کی طرف دیکھا جو انگلیاں چٹخا رہی تھی۔۔۔

وہ۔۔۔۔۔۔

ماہا بولو کیا بات ہے؟؟؟؟

اتنا تو عبداللہ سمجھ گیا تھا کہ ماہا اپنی رات والی بات پر شرمندہ ہے لیکن وہ اس کے منہ سے سننا چاہتا تھا۔۔

کیونکہ اب وہ چاہتا تھا ماہا اپنی محبت کا واضع اظہار کرے۔۔۔۔

آپ مجھ سے جان چھڑانے کے لئے لندن جا رہے ہیں نہ؟؟؟

ماہا بولنا کچھ اور چاہتی تھی پر بول کچھ اور گئی۔ لیکن تیر کمان سے نکل چکا تھا اور ادھر عابی جو کچھ اور سوچے بیٹھا تھا کی پیشانی پر لکیریں ابھریں۔۔۔

اور خود کو نارمل ظاہر کرتے ہوئے بولا۔

اگر جان ہی چھڑانی ہوتی تو یوں تمہارے لئے خود کو نہ مٹا رہا ہوتا۔۔۔۔۔

تو پھر کیوں جا رہے ہیں لندن اپنی ماہا کو چھوڑ کر؟؟؟؟

ماہا عابی کا ہاتھ پکڑتے ہوئے نرمی سے بولی۔۔۔

کیونکہ میں جان گیا ہوں کہ میری ماہا اب عقلمند ہو گئی ہے اور زندگی میں سب کچھ سنبھال لے گی۔۔ اور اسے

میری ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔

عبداللہ نے ماہا کو سنجیدگی سے جواب دیا اور اس کا ہاتھ ہٹا کر پھر سے پیکنگ میں مصروف ہو گیا۔۔۔۔

اچھا ہو گئی نہ غلطی اب پلیز ایسے تو نہ بولیں کہ مجھے آپکی ضرورت نہیں ہے۔۔۔۔۔۔

ماہا نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔۔۔

ماہا۔۔۔ پلیز یار مجھے پیکنگ کرنے دو۔۔۔۔۔

ماہا نے اس کی ایک نہ سنی اور پیچھے سے اسے ہگ کر لیا۔۔۔۔اور آنکھیں بند کرتے ہوئے بولی۔۔۔

نام آپ کا ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

عبادتیں ہماری ہوں۔۔۔۔۔۔۔

باتیں آپ کی ہوں۔۔۔۔۔۔۔

سماعتیں ہماری ہوں۔۔۔۔۔۔

دیدار آپ کا ہو۔۔۔۔۔۔۔۔۔

عیدیں ہماری ہوں۔۔۔۔۔۔۔

معرفت آپ کی ہو۔۔۔۔۔

محفلیں ہماری ہوں۔۔۔۔۔۔

لب آپ کے ہوں۔۔۔۔۔

مسکراہٹیں ہماری ہوں۔۔۔۔۔

آنسو آپ کے ہوں۔۔۔۔۔۔

آنکھیں ہماری ہوں۔۔۔۔۔۔۔۔

ذات آپ کی ہو۔۔۔۔۔۔

چاہتیں ہماری ہوں۔۔۔۔۔۔۔

وصل کے دن آپ کے ہوں۔۔۔۔۔

ہجر کی راتیں ہماری ہوں۔۔۔۔۔۔

محبت آپ کو ہو۔۔۔۔۔۔

لیکن شدتیں ہماری ہوں۔۔۔۔۔

زندگی آپکو ہماری بھی لگ جائے۔۔۔۔۔

صرف یہی دعائیں ہماری ہوں۔۔۔۔۔

۔(کرن رفیق)۔

عبداللہ اس کے الفاظ سن کر مسکرایااور اسے بازو سے پکڑ کر اپنے سامنے کرتے ہوئے محبت بھرے لہجے میں بولا۔۔۔۔

ویسے مجھے تو معلوم ہی نہیں تھا کہ ماہا کو منانا بھی آتا ہے۔۔۔۔

جواب میں ماہا سر جھکا کر بولی۔۔۔۔

اب آپ مجھے چھوڑ کر تو نہیں جائیں گے نہ؟؟؟؟

تمہیں کس نے کہہ دیا کہ عبداللہ اپنی ماہا کو چھوڑ کر جا سکتا ہے۔۔۔۔

عبداللہ اسے اپنے حصار میں لے کر بولا۔

تو پھر یہ سب کیا ہے؟؟؟

ماہا اس کی پیکنگ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بولی۔۔۔

یہ سب کپڑے ہیں جو میں لندن میں ساتھ لے کر جا رہا ہوں۔۔۔۔۔

عبداللہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا۔

چھوڑیں مجھے اور جائیں لندن۔۔۔ یہاں تو میرے منانے کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہوا۔۔۔۔۔

ماہا اس کے حصار سے نکلتے ہوئے ناراضگی سے بولی۔۔

ہاہاہا۔۔۔۔۔۔اچھا بات سنو۔۔۔۔

مجھے نہیں سننی۔۔۔۔

ماہا کی ناراضگی ہنوز برقرار تھی۔

ٹھیک ہے اگر ناراض ہی رہنا ہے تو میں تمہاری لندن کی ٹکٹ کینسل کروا دیتا ہوں۔۔۔۔۔

عبداللہ اپنی پیکنگ میں دوبارہ مصروف ہوتے ہوئے اطمینان سے بولا۔

کیا مطلب ہے آپ کا؟؟؟

ماہا نے ناسمجھی سے پوچھا۔۔

یا اللہ ایک تو بیوی دی ہے اور اوپر سے وہ بھی عقل سے پیدل۔۔ کیا بنے گا میرا؟؟؟

عبداللہ مصنوعی تاسف سے بولا۔

ہاں ہوں عقل سے پیدل۔۔اب بات مت بدلیں اور مجھے بتائیں کیا بول رہے تھے آپ کہ میری ٹکٹ کینسل کروادیں گے ؟؟؟

اچھا ادھر بیٹھو اور میری بات سنو۔۔۔۔

عبداللہ نے اسے اپنے سامنے بیڈ پر بیٹھایا اور خود گھٹنوں کے بل نیچے اس کے پاس بیٹھ گیا۔۔اور بولا۔

اس دن گاڑی میں جب تم نے مجھے شادی سے منع کیا تھا نہ ؟ تو میں بہت اپ سیٹ ہو گیا تھا مجھے لگ رہا تھا کہ میں کبھی اپنی ماہا کو واپس نہیں پا سکوں گا۔۔۔

رات کو میں کافی لیٹ آیا تو وجی بھائی جاگ رہے تھے انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کیا ہوا ہے ؟ جواب میں، میں نے سب کچھ انہیں بتا دیا۔۔ پھر انہوں نے مجھ سے کہا کہ میں تمہیں اپنے ساتھ لندن لے جاؤں تا کہ تمہارا اعتبار اور محبت جیت سکوں۔۔ بس پھر کیا تھا اسی دن

سے کوشش کر رہا تھا تمہارے لندن جانے کی۔۔

آپ بہت اچھے ہیں عابی۔۔میں اللہ سے دعا کرتی ہوں کہ ہر لڑکی کو آپ جیسا شوہر ملے۔۔۔۔۔

ماہا جذباتی پن سے بولی۔۔

چلو شکر ہے یہ نہیں بول دیا کہ ہر لڑکی کو آپ ہی ملیں۔۔۔۔

عبداللہ شرارت سے بولا تا کہ ماہا پھر سے رونا شروع نہ کر دے۔

آنکھیں پھوڑ دوں گی میں آپ کی اگر کسی اور لڑکی کی طرف دیکھا بھی تو۔۔۔۔۔

ماہا نے اسے وارننگ دینے والے انداز میں جواب دیا۔

اچھا جی اتنی محبت کرتی ہو مجھ سے ؟؟؟

ہاں جی۔۔۔۔۔

ماہا اس کی آنکھوں میں دیکھ کر بولی۔

عبداللہ نے اس کی پیشانی چومی اور بولا۔

عشق ہو تم میرا۔۔۔۔

جانتی ہوں جناب۔۔۔۔ پچھلے نو سال سے آپ اسی عشق کے سہارے تو جی رہے ہیں۔۔۔

ماہا مسکراتے ہوئے بولی۔

اچھا تو کیا تم اسی عشق کے سہارے نہیں جی رہی تھی ؟؟؟

عبداللہ نے پوچھا۔

عابی سات سال صرف آپ کی محبت میں ہی تو گزارے تھے لیکن پچھلے دو سال میں نے صرف اس ذات کی بندگی میں گزارے ہیں۔۔۔۔۔

مطلب یہ کہ تیرا عشق، میری بندگی۔۔۔۔

آپ کے پاس آپ کا عشق اور میرے پاس اس کی بندگی۔۔۔۔

ماہا نے کے چہرے پر اطمینان ہی اطمینان تھا جسے دیکھ کر عابی کو اپنی روح میں سکون اترتا ہوا محسوس ہوا اور چہرے پر دلفریب مسکراہٹ دوڑ گئی۔۔۔

اچھا ایک اور بات بھی بتانی تھی۔۔۔

عبداللہ بولا۔

کیا؟؟؟

یہی کے وہاں کی یونیورسٹی میں تمہارا ایڈمیشن بھی ہو گیا ہے۔۔۔

لیکن عابی۔۔۔۔

لیکن ویکن کو چھوڑو بس اللہ کی ذات پر بھروسہ رکھو۔۔۔

عبداللہ اس کی بات درمیان میں ہی کاٹ کر بولا۔

جواب میں ماہا نے اپنا سر ہلا دیا۔۔۔

ویسے تم نے وہ شاعری کہاں سے لی؟؟؟

عبداللہ یاد آنے پر بولا۔

وہ۔۔۔وہ تو آپ کی ڈائری سے جو ان فارچونیٹلی میرے ہاتھ لگ گئی تھی۔۔۔۔

ماہا بیڈ سے اٹھتے ہوئے بولی۔

لیکن ماہاوہ تم نے پڑھ کیسے لی۔؟؟؟ میرا مطلب ہے کسی کی چیز بغیر اجازت کے استعمال نہیں کرنی چاہیے۔۔۔

عبداللہ اس کو شرمندہ کرنے کے لئے بولا۔

آپ کسی تھوڑی ہیں۔۔۔آپ تو میرے ہیں اس لئے آپ پر اور آپکی چیزوں پر سب سے زیادہ اور پہلا حق میرا ہی ہے۔۔۔۔اب میں چلتی ہوں مجھے پیکنگ کرنی ہے۔۔۔۔

ماہا کی بات سن کر عبداللہ مسکرایا اور جان بوجھ کر بولا۔

اور میرا حق؟؟؟

مجھے نہیں معلوم۔۔۔۔مجھے دیر ہو رہی ہے۔۔۔

ماہا اس کی ذو معنی بات سمجھ گئی تھی اس لئے اس نے وہاں سے جانے میں عافیت جانی۔۔

ارے سنتی تو جاؤ کہ کس حق کی بات کر رہا ہوں۔۔۔۔

عبداللہ نے اس کے پیچھے سے مسکراتے ہوئے ہانک لگائی۔۔۔۔

ڈاکٹر عبداللہ عزیر بیوی کے سامنے واقعی بے بس ہے۔۔۔۔

عبداللہ خود سے بڑبڑایا اور سر جھٹک کر پیکنگ میں مصروف ہو گیا۔۔۔۔

حارث سب کچھ پلین کے مطابق ہونا چاہیے۔۔۔گاٹ اٹ؟؟۔

وھاج حارث سے بولا۔

جی سر۔۔۔

جو ثبوت رستم کے خلاف ملے ہیں ان کو میڈیا تک پہنچانا ہے اور اس کی ساری فیکٹریاں سیل کروانی ہیں۔

یہ کام شام پانچ بجے کے قریب کرنا ہے۔۔

گڈ جاب حارث۔۔آج اس رستم کا آخری دن ہوگا۔۔

انشاءاللہ سر۔۔۔

اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو۔۔۔۔

وھاج بولا۔

آمین۔۔۔۔

حارث نے جواب دیا اور وھاج کی کیبن سے نکل گیا۔

دانین تم زرلال سر سے بات کیوں نہیں کرتی؟ایسا نہ ہو کہ وہ شرابی تمہارا مقدر بن جائے۔۔

دانین اور اسکی کولیگ دانین کے کیبن میں تھیں جب اس نے دانین سے کہا۔

تم جانتی ہو انعم میں نے جب یہ آفس جوائن کیا تھا نہ تو عزیر سر نے مجھے بالکل اپنی بیٹی کی طرح سمجھا اور ٹریٹ کیا۔۔ وہ بہت ہے اچھے انسان ہیں۔ وہ زرلال سر سے بہت محبت کرتے ہیں۔۔جب کبھی وہ فری ہوتے تو زرلال سر کی باتیں کرنی شروع کر دیتے۔آہستہ آہستہ مجھے زرلال سر کی باتیں سننا اچھا لگنے لگا۔۔ پھر جب کبھی عزیر سر ان کی باتیں نہ کرتے تو میں خود ان کے بارے میں پوچھ لیتی۔۔۔۔پہلے پہل مجھے لگا یہ میری عادت ہے لیکن پھر اس محبت کا انکشاف ہوا مجھ پر۔۔۔ میں اسے صرف اپنے دل تک محدود رہنے

دینا چاہتی تھی کیونکہ مجھے لگتا تھا کہ ان کا میرا کوئی مقابلہ نہیں۔۔اور جب وہ واپس آئے تو ان کی پرسنیلٹی دیکھ کر مجھے واقعی احساس ہو گیا کہ وہ آسمان ہیں اور میں زمین۔۔اور رہی بات حامد کی تو وہ میرا ہونے والا منگیتر ہے اب شرابی ہو جواری ہو منگنی تو کرنی پڑے گی کیونکہ وہ میری اماں کے اکلوتے بھائی کا بیٹا ہے اور چاہے کچھ ہو جائے اماں اپنے بھائی کو کبھی ناراض نہیں کرے گی۔اور ایسے میں تم ہی بتاؤ کیا میں اپنی ماں کے فیصلے کے خلاف جا کر اس سراب کے پیچھے بھاگنا شروع کر دوں جس سے کچھ حاصل ہونے والا نہیں ؟؟؟؟

دانین دکھی لہجے میں بولی۔۔۔

دیکھو دانی تم اپنی یہ فلسفیانہ باتیں اپنے پاس رکھو اور مجھے یہ بتاؤ کہ زرلال سر سے اپنے دل کی بات کرو گی یا نہیں؟؟؟؟

انعم نے سنجیدگی سے پوچھا۔۔۔

انعم تم میری بات کیوں نہیں سمجھ رہی یار؟اب دیکھو کل کی ہی بات لے لو جب انہوں نے ساشا جیسی لڑکی کو انکار کر دیا حالانکہ وہ ان کی دوست تھی اور اس کا سٹیٹس بھی زرلال سر کے سٹیٹس سے میچ کرتا ہے۔۔

اور ویسے بھی میں ان سے اظہار کر کہ اپنے آپ کو رسوا نہیں کرنا چاہتی۔۔حامد ہی میرا مقدر ہے اور یہ چیز میں ایکسپٹ کر چکی ہوں۔۔۔

مطلب تو تم نہیں بتاؤ گی انہیں کچھ ؟؟؟

انعم نے پوچھا تو دانین نے اپنا سر نفی میں ہلا دیا۔۔۔

ٹھیک ہی پھر میں ہی ان کو بتا دیتی ہوں۔۔۔۔

یہ بول کر انعم اپنی جگہ سے اٹھ کر جانے لگی جب دانین غصے سے بولی۔۔۔۔

خبردار انعم۔۔تم ایسا کچھ نہیں کرو گی۔میں نے یہ سب تمہیں اس لئے نہیں بتایا تھا کہ تم سب کے سامنے مجھے بے عزت کرتی پھرو۔۔۔اور اگر پھر بھی تم نے ایسا کچھ کرنے کا سوچا تو یاد رکھنا وہ میری اور تمہاری دوستی کا آخری دن ہو گا۔۔۔

دانین یہ بول کر باہر کی جانب چلی گئی۔۔۔

زرلال جو دانین کو ساشا کی بات بتانے آیا تھا انعم اور دانین کی باتیں سن کر وہیں سے پلٹ گیا۔۔

زرلال تم نے کچھ نہیں سنا۔۔۔اور تمہیں کوئی فرق نہیں پڑتا اس کی منگنی کسی بھی ایکس وائے زیڈ سے ہو۔۔۔۔

زرلال اپنے آفس میں چکر کاٹتے ہوئے خود سے باتیں کر رہا تھا۔۔

یہ صرف ساشا کی باتوں کا اثر ہے ہے اور کچھ نہیں۔۔۔ہاں زرلال کسی لڑکی کے بارے سیریس نہیں ہو سکتا۔۔ہاں بالکل ایسا ہی ہے زرلال زبیر ملک کسی لڑکی کے لئے نہ سیریس ہوا ہے نہ ہو سکتا ہے۔۔۔۔۔

کاش میں نے ان دونوں کی باتیں نہ سنی ہوتیں۔۔یااللہ پلیز پلیز ان باتوں کو میرے دل سے نکال دے۔۔۔۔۔

زرلال آسمان کی طرف دیکھ کر بولا۔۔۔۔

چل زرلال اب کام کر لے۔۔۔ورنہ انہی باتوں کو سوچ سوچ کر تو پاگل ہو جائے گا۔۔۔۔۔۔۔

زرلال فائل پکڑ کر مصروف ہونے کی ناکام کوشش کرنے لگا جب دانین اندر آئی۔۔۔۔

گڈ مارننگ سر۔۔۔۔

گڈ مارننگ۔۔۔۔۔

زرلال اس کی طرف دیکھنے سے بھی اجتناب برت رہا تھا۔۔

سر جو فائل کل عزیر سر نے آپکو بھجوائی تھی وہ دے دیں سر مانگ رہے ہیں۔۔۔۔۔

دانین نے سنجیدگی سے کہا۔

زرلال نے اپنے سامنے پڑی ہوئی ییلو کلر کی فائل اٹھا کر دانین کو دی۔۔اور بولا۔

بڑے پاپا کو بول دینا کہ کچھ ایشوز ہیں اس میں۔۔ایک دفعہ خود بھی اس کو چیک کر لیں۔۔۔۔

جی سر۔۔۔۔

یہ بول کر وہ وہاں سے جانے لگی جب زرلال نے اسے روکا۔۔۔۔

دانین۔۔۔۔

جی سر؟؟؟

آپکی اماں کیسی ہیں؟؟؟

زرلال اپنی ہی بے اختیاری پر حیران بھی ہو رہا تھا اور اسے خود پر غصہ بھی آ رہا تھا۔۔۔

سر اللہ کا شکر ہے اب ٹھیک ہیں اور انشاء اللہ دو دن تک ڈسچارج بھی کر دیا جائے گا۔۔۔۔

دانین نے تحمل سے جواب دیا۔۔۔

اللہ کرم کرے۔۔۔۔

آمین۔۔۔۔

دانین بولی۔۔۔

سر میں جائوں؟؟؟

کافی دیر بعد بھی جب زرلال کچھ نہ بولا تو دانین نے پوچھا۔۔۔

ہاں۔۔ہاں۔۔جائو۔۔۔۔

زرلال تیزی سے بولا۔

دانین وہاں سے باہر نکلی اور خود سے بولی۔۔۔

سر کو کیا ہوا ہے آج؟؟؟؟

خیر مجھے کیا جو بھی ہو۔۔۔

دانین کندھے اچکا کر وہاں سے چلی گئی۔۔۔۔

چلو ہم یہ کہانی

ادھوری چھوڑتے ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

محبت انہیں نہیں ہو گی

اور نفرت ہم کر نہیں پائیں گے۔۔۔۔

۔(کرن رفیق)۔

ہاں شہریار کام ہو گیا نہ؟؟؟

وھاج رات کے آٹھ بجے رستم کی گھر کے باہر کھڑا تھا جب اس نے شہریار کو کال کر کے پوچھا۔

جی سر سب کچھ ریڈی ہے۔۔۔ بس ایک چیز دھیان میں رکھیے گا کہ رستم کے روم کو دو دروازے ہیں ایک جو لائونج میں کھلتا ہے اور دوسرا جو ڈرائنگ روم میں کھلتا ہے۔آپ دوسرے والا دروازہ استعمال

کریں گے اور اس گھر میں آنے کے لئے آپ کیچن سائیڈ مطلب مین گیٹ سے رائٹ والی دیوار پھلانگ کر کیچن میں آئیں گے پھر وہاں سے کوریڈور سے ہوتے ہوئے ڈرائنگ روم میں آئیں گے جہاں میں آپ کو رستم کے کمرے کے دروازے کی دوسری چابی دوں گا۔۔۔اور ایک بات یہ کام کرنے کے لئے ہمارے پاس صرف بیس منٹ ہوں گے۔۔۔۔

شہریار نے وھاج کو اپنے پلین کے بارے میں مطلع کیا۔۔۔۔

گڈ جاب شہریار۔۔۔۔ ٹھیک ہے میں آرہا ہوں۔۔ لیکن رستم کو میڈیا پر چلنے والی نیوز کا تو پتہ نہیں چلا؟؟؟

نہیں سر۔۔۔ نہیں پتہ چلا کیونکہ جب حارث نے مجھے

میسج کیا تھا میں نے تب ہی رستم کا موبائل فلائٹ موڈ پر لگا دیا تھا اور گھر کے تمام ٹی ویز کا کنکشن کاٹ دیا تھا۔۔۔۔

گڈ۔۔۔اچھا اب میں رکھتا ہوں۔اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو۔۔۔۔

وھاج متاثر ہونے والے انداز میں بول کر کال ڈراپ کر دی اور شہریار کے بتائے ہوئے پلین پر عمل کرنے لگا۔۔۔۔

ٹھیک سات منٹ بعد وہ رستم کے کمرے میں تھا۔۔۔جبکہ رستم اس سب سے بے خبر سو رہا تھا۔۔

شہریار اب تم جاؤ کیونکہ تھوڑی دیر تک یہاں پولیس آنے والی ہے۔۔۔

اوکے سر۔۔۔۔

شہریار نے وھاج کو سیلوٹ کیا اور وہاں سے چلا گیا۔۔۔۔

وھاج نے رستم کے کمرے کا دروازہ لاک کیا اور رستم کی طرف بڑھا۔۔۔۔۔

وھاج نے جیسے ہی رستم کا چہرہ دیکھا اسے ماہا کا ایک ایک لفظ یاد آ گیا۔۔اس نے طیش میں آ کر رستم کی دائیں ٹانگ پور گولی چلائی جس کے نتیجے میں رستم ایک دم نیند سے اٹھا اور درد سے چلا اٹھا۔۔ لیکن جیسے ہی اس کی نظر وھاج پر پڑی وہ نا سمجھی اور تکلیف کے ملے جلے تاثرات سے وھاج کو دیکھنے لگا۔۔۔

کیا ہوا پاشا صاحب درد ہو رہا ہے کیا؟؟؟؟

کک۔۔ کون ہو تم ؟ مجھ پر گولئ کیوں چلائی تم نے ؟؟اور میرے کمرے میں اس وقت کیا کر رہے ہو ؟

رستم چلاتے ہوئے بولا۔۔۔

اووو ہوو۔۔۔۔ رستم جب تمہیں پتہ ہے کہ تمہاری آواز اس کمرے سے باہر نہیں جائے گی تو چلا کیوں رہے ہو ؟؟

رستم کو واقعی اس وقت سائونڈ پروف کمرے سے وحشت محسوس ہو رہی تھی۔۔۔

کک۔۔ کون ہو تم ؟؟اور میرے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو ؟ میں نے کیا بگاڑا ہے تمہارا؟ میں تو تمہیں جانتا تک نہیں اور۔۔۔۔

شٹ اپ۔۔۔ جسے شٹ اپ۔۔۔۔ تم مجھے نہیں جانتے ؟؟؟

وھاج نے رستم کو سرخ آنکھوں سے گھورتے ہوئے اپنی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا۔۔

میں وہ ہوں جس کو تم نے یتیم کیا۔۔۔ میرے دوست جیسے باپ اور میری ماں جو تم جیسے سفاکوں کی بھینٹ چڑھ گئی۔ان دونوں کا سایہ میرے سر سے چھین لیا۔۔ میری جان سے عزیز بہن کو جس کی آنکھ میں ایک آنسو بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔آج صرف

صرف تمہاری وجہ سے وہ روتی رہتی ہے۔۔۔میں وہ بدنصیب بیٹا ہوں جس سے تم نے اس کے ماں باپ کے جنازے کو کندھا دینے کا حق چھین لیا۔۔میں وہ بدنصیب بیٹا ہوں جو اپنی ماں کو بے آبرو ہونے سے نہ بچا سکا۔۔ میں وہ بھائی ہوں جس کی بہن نے خون کے آنسو روئے صرف تمہاری وجہ سے

۔۔۔۔۔

ڈی ایس پی زبیر ملک کا بڑا بیٹا۔۔۔ میجر وھاج احمد۔۔۔

یاد آیا یا بھول گئے کہ ڈی ایس پی زبیر ملک کون تھا؟؟؟

وھاج اس کے چہرے پر خوف دیکھ کر بولا۔۔۔

ت۔۔۔ تم اس ڈی ایس پی کے بیٹے ہو؟؟ لیکن اس کی گاڑی تو بلاسٹ ہو گئی تھی نہ؟؟

تم نے مروانے کی کوشش تو پوری کی تھی لیکن وہ کہتے ہیں نہ جسے اللہ زندگی دے اس کا کوئی کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتا۔۔۔۔ شاید تمہاری موت میرے ہی ہاتھوں لکھی تھی اس لئے تو اس بلاسٹ سے میں بچ گیا۔۔ اور اللہ کی کرنی تو دیکھو آج تم بے بس ہو۔۔۔۔

وھاج بمشکل اپنا غصہ ضبط کئے ہوئے تھا۔۔

پلیز مجھے معاف کر دو۔۔۔۔۔ تم جو کہو گے میں کروں گا۔۔ لیکن پلیز مجھے معاف کر دو۔۔۔

اچھا کیا کر سکتے ہو اپنی جان بچانے کے لئے۔؟؟؟

وھاج اس ک سامنے صوفے پر بیٹھتے ہوئے ایک ٹانگ دوسری ٹانگ پر چڑھاتے ہوئے بولا۔

جو۔۔۔جو تم کہو گے۔۔۔۔

ٹھیک ہے تو تمہارے پاس صرف دو منٹ ہیں اور ان دو منٹس میں تم اپنے سارے گناہوں کا اعتراف کر لو ہو سکتا پھر میں تمہیں مارنے کا نہ سوچوں۔۔۔۔

رستم کو وھاج کی بات تھوڑی عجیب لگی لیکن اس وقت اس کے پاس اور کوئی راستہ بھی نہیں تھا اس لئے اس نے وھاج کی بات مانتے ہوئے اپنے سارے گناہوں کا اعتراف کر لیا جسے وھاج نے ویڈیو کی صورت میں محفوظ کر لیا۔۔۔۔

اب پلیز مجھے معاف کر دو۔۔۔۔۔

رستم درد اور بے بسی سے بولا۔۔۔

چلو میں نے تمہیں معاف کیا۔۔۔ لیکن ان مائوں بہنوں بیٹیوں کا کیا؟؟ جن کو تم نے کھلونا سمجھ کر استعمال کیا۔۔ان سب کے آنسوئوں کا کیا؟؟؟ جن سب سے تم نے ان کے باپوں کا سایہ چھین لیا۔۔۔ اور ان سینکڑوں بچوں کا کیا جن کو تم نے اور عثمان نے قتل کیا؟؟رستم بات میری ذات تک ہوتی تو شاید میں تمہیں اتنی بری موت نہ دیتا۔۔لیکن یہاں سوال میرے وطن کی مائوں بہنوں، بیٹیوں اور بچوں کا ہے جو میں کسی صورت معاف نہیں کر سکتا۔۔۔اس لئے تمہارے پاس صرف ایک منٹ ہے یہ چوز کرنے کے لئے تم تیزاب پی کر مرنا پسند کرو گے یا خود کو زندہ جلانا چاہو گے۔۔۔۔اور

ایک بات اگر ان دونوں میں سے ایک بھی چیز کا انتخاب نہ کیا تو یاد رکھنا۔۔۔ میجر وھاج تمہارے ٹکڑے ٹکڑے کرتے وقت بالکل بھی نہیں سوچے گا۔۔۔۔

اور ہاں ایک بات اور بتادوں تمہیں کہ جن بچوں کو عثمان نے اغوا کر کے بیچا تھا نہ وہ سب کے سب اپنے گھروں میں محفوظ ہیں کیونکہ ان بچوں کی ڈیل سیٹھ شیراز یعنی میجر علی نعمان بیگ نے کی تھی

وھاج نے سامنے پڑی دو بوتلز کی طرف اشارہ کیا اور اپنی بات مکمل کر کے صوفے سے اٹھا اور کمرے کے چکر کاٹنے لگا۔۔۔

پلیز مجھے۔۔۔۔

صرف تیس سیکنڈ رہ گئے ہیں تمہارے پاس۔۔

وھاج اپنی گھڑی کی طرف دیکھ کر اطمینان سے بولا۔

رستم کو اس وقت اپنے سارے گناہ یاد آرہے تھے اور اس کی آنکھوں سے آنسو نکل رہے تھے۔ یہ آنسو وہ شرمندگی پر نہیں بہا رہا تھا بلکہ اپنی موت کو اپنے سامنے دیکھ کر رو رہا تھا۔۔۔

دس۔۔ نو۔۔۔ آٹھ۔۔۔ سات۔۔۔ چھے۔۔ پانچ۔۔ چار۔۔ تین۔۔ دو

وھاج کہ ایک بولنے سے پہلے ہی رستم نے تیزاب کی بوتل منہ کو لگا لی۔۔۔ اور صرف چند سیکنڈ لگے تھے رستم کو تڑپ تڑپ کر جان دینے میں۔۔۔۔

الحمداللہ۔۔۔۔

وھاج آسمان کی طرف منہ کر کہ بولا اور پولیس کے آنے سے پہلے وہاں سے نکل گیا۔۔۔

اللہ نے تو خود فرمایا ہے کہ ہر گناہ کا حساب ہو گا اور ہر ظالم کو اس کے کئے کی سزا بھگتنی پڑے گی۔۔۔

:قرآن پاک میں ارشاد خداوندی ہے

۔"ایمان والے اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور کافر شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں تو شیطان کے دوستوں سے لڑو۔بے شک شیطان کی چال کمزور ہے"

۔(النساء۔76)۔

۔"اور جو مسلمان کو جان بوجھ کر قتل کرے تو اس کا بدلہ دوزخ ہے اس میں ہمیشہ رہے گا اور اللہ نے اس پر ناراضگی کی اور لعنت کی اور تیار کیا اس کے لئے بڑا عذاب"

(النساء۔93)۔

۔"اس (تورات) میں کہ جان کے بدلے جان اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان اور دانت کے بدلے دانت اور زخم کا بدلہ ہے تو جو خود بدلہ معاف کر دے تو وہ اس کی طرف سے کفارہ ہے اور جو اللہ کے نازل کردہ حکم کے مطابق فیصلہ نہ کرے تو وہ سب ظالم ہیں "

(المائدہ۔45۔)

۔"جس دن ان پر گواہی دیں گی ان کی زبانیں اور ان کے ہاتھ اور ان کے پائوں جو کچھ کرتے تھے

(النور۔24)۔

انسان کو کبھی بھی اپنی اوقات نہیں بھولنی چاہیے مٹی سے بنا اور مٹی میں جانا ہے تو پھر غرور کس بات کا؟؟

حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا۔۔

اگر انسان اپنی حقیقت اور اصلیت پر غور کرے تو تکبر کا خیال تک بھی اس کے دل میں نہیں آ سکتا۔اس کی پیدائش پانی کے ایک ناپاک قطرے سے ہوتی ہے پھر جب تک وہ زندہ رہتا ہے غلاظت اور گندگی اس کے پیٹ میں رہتی ہے۔ تیسری حالت مرنے کے بعد جب وہ مٹی میں دفن ہو کر مٹی بن جاتا ہے یا جلائے جانے کے بعد راکھ کی شکل اختیار کر لیتا ہے جب اس کی تینوں حالتیں ہی انتہائی ادنی اور پست درجہ کی ہیں تو پھر اس کا اکڑنا اور تکبر کرنا اگر حماقت نہیں تو کیا ہے؟؟؟

جو شخص تکبر کو اپنی عادت بنالیتا ہے اور غرور دھوکہ اپنالیتا ہے وہ باآخر مایوسی کا منہ دیکھتا ہے اور اپنے لئے جہنم کی آگ میں جلتا ہے کیونکہ آدمی ہر وقت یکساں نہیں رہتا۔ دنیا کی اس جہنم کے بعد آخرت کی جہنم بھی تکبر کرنے والے کے لئے تیار ہے۔۔۔۔

رستم شاید یہ بھول گیا تھا کہ موت برحق ہے اور ہر حال میں آنی ہے۔۔اس لئے وہ اپنی دولت کے غرور اور نشے میں ظالم بنتا گیا۔۔ لیکن وہ یہ بھول گیا تھا کہ ہر ظالم کی پکڑ ہونی ہے۔ہر مغرور کا غرور ٹوٹتا ہے۔ یہ دنیا کی زندگی صرف کھیل اور تماشا ہے۔۔۔اللہ تعالی ہی ہر چیز کا حاکم ہے اور ہمیں لوٹ کر اسی کی طرف جانا ہے اس لئے اس دنیا کی لذت میں کھو کر خود کو نعوذ باللہ خدا مت سمجھو۔۔۔اللہ کی ذات جب آپ کے ظلم پر آپکی پکڑ کرتی ہے تو وہ گرفت بہت سخت ہوتی ہے۔۔اور رستم جیسے لوگ تو اپنے کئے کی سزا نہ صرف دنیا میں بھگتتے ہیں بلکہ آخرت میں بھی ان جیسے ظالموں کا ٹھکانہ صرف دوزخ ہے۔۔۔۔۔۔

میں کیوں سوچ رہا ہوں اس کے بارے میں۔؟؟ نہیں مجھے کوئی حق نہیں اسے سوچنے کا۔۔۔

لیکن مجھے اس کو کسی دوسرے انسان کے ساتھ سوچ کر ہی اتنا غصہ کیوں آ رہا ہے؟؟؟؟

کیونکہ تم اسے پسند کرتے ہو۔۔

زرلال شام کو اپنے کمرے میں چکر کاٹ کاٹ کر خود سے باتیں کر رہا تھا جب عبداللہ اس کی آخری بات سن کر بولا۔۔

زرلال تو عابی کا جواب سن کر ہی گڑبڑا گیا۔۔۔اور بولا۔

تت۔۔ تم کب آئے؟؟؟

تب ہی جب تم خود سے باتیں کر رہے تھے۔۔۔

عبداللہ مسکراتے ہوئے بولا۔

نہیں میں تو بس ایسے ہی۔۔۔

دیکھ زرلال تو جانتا ہے کہ تو مجھ سے کچھ نہیں چھپا سکتا اس لئے صاف صاف بتا کہ معاملہ کیا ہے؟؟؟

کک۔۔ کوئی معاملہ نہیں ہے۔۔۔۔

زرلال نظریں چراتے ہوئے بولا۔

مطلب کسی لڑکی کا معاملہ ہے۔۔۔۔

عبداللہ اس کے چہرے سے کچھ بھانپتے ہوئے بولا۔

نہیں عابی۔۔۔۔

دیکھ زرلال جھوٹ تو مجھ سے بولنامت کیونکہ تیری آنکھیں صاف صاف بتارہی ہیں کہ معاملہ دل کا ہی ہے۔

اوراب یہ بھی مت کہنا کہ مجھے غلط فہمی ہوئی ہے۔۔اور سیدھی طرح بتاکہ لڑکی کون ہے؟؟؟

عابی یار مجھے نہیں پتہ کہ میرے ساتھ کیا ہو رہا ہے لیکن صبح سے ایک عجیب بے چینی لگی ہوئی ہے۔ جب سے میں نے دانین کی باتیں سنی ہیں مجھے لگ رہا ہے کہ میرا سکون کہیں کھو گیا ہے۔۔۔

ویٹ ویٹ۔۔۔۔دانین۔۔۔بابا جان کی سیکرٹری۔۔۔۔

عبداللہ نے اس کی بات درمیان میں ہی کاٹ کر پوچھا۔

ہاں یار وہی۔۔

زرلال نے اترے ہوئے چہرے سے جواب دیا۔

اوراس کی کونسی باتیں سن کر تمہارا سکون برباد ہو گیا ہے؟؟؟

جواب میں زرلال نے اسے صبح والی ساری باتیں عابی کو بتادیں۔۔۔

اووو تو یہ بات ہے۔۔۔۔۔

عبداللہ مسکراہٹ دباتے ہوئے بولا۔

ہاں یار۔۔۔اور مجھے لگ رہا ہے کہ اس کی شادی ایک شرابی سے نہیں ہونی چاہیے کیونکہ وہ بہت ہی اچھی لڑکی ہے اور وہ ایک اچھا لڑکا ڈیزرو کرتی ہے۔۔۔

زرلال خود اپنی کیفیت سمجھنے سے قاصر تھا۔۔

مجھے ایک بات تو بتا؟ تمہیں اس بات کا زیادہ برا لگ رہا ہے کہ اس کی شادی کسی شرابی سے ہو رہی ہے یا اس بات کا کہ اس کی شادی کسی اور سے ہو رہی ہے؟؟؟

عبداللہ نے مسکرا کر پوچھا۔۔

اس سے کیا فرق پڑتا ہے؟

فرق تو پڑتا ہے کیونکہ اگر تمہیں اس بات کا برا لگ رہا ہے کہ دانین کی شادی ایک شرابی سے ہو رہی ہے تو مطلب یہ صرف تمہاری اس سے ہمدردی ہے اور اگر۔۔۔۔

اور اگر کیا؟؟؟

زرلال نے بے چینی سے پوچھا۔

اور اگر تمہیں اس بات کا برا لگ رہا ہے کہ دانین کی شادی کسی اور سے ہو رہی ہے تو مطلب جناب آپ اس سے محبت کرنے لگے ہیں۔۔۔۔

عبداللہ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔۔۔

ایسا کچھ نہیں ہے عابی؟؟؟

اچھا یہی بات ذرا میری آنکھوں میں دیکھ کر بول کہ تجھے اس کے کسی اور کے ساتھ ہونے کے تصور سے ہی تکلیف نہیں ہو رہی۔۔۔اور یہ بھی کہ اس کے ہونے نہ ہونے سے تجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔۔۔۔

عبداللہ نے اس کی نظریں چرانے کو دیکھ کر بولا۔

یار عابی میں اس سے محبت نہیں کرتا۔۔۔اور تو جانتا ہے مجھ جیسا فلرٹی کسی بھی لڑکی کے لئے سیریس نہیں ہو سکتا اور رہی بات دانین کی تو یہ مجھے بس وقتی کشش لگ رہی ہے اور کچھ نہیں۔۔۔۔

زرلال اب بھی اپنی احساس کو محبت کا نام دینے سے انکاری تھا۔۔

اچھا چلو مان لیتے ہیں کہ یہ صرف ایک وقتی جذبہ ہے اور تمہیں اس کے ہونے نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔ لیکن ایک بات یہ بھی ماننی پڑے گی کہ اس نے تم سے خالص محبت کی ہے اور یہ اس کی محبت ہی ہے جو تم آج اس کے لئے اس طرح پریشان ہو رہے ہو۔۔اور رہی بات تمہاری محبت کی تو وہ تو تمہیں بھی ہے بس ماننے سے انکاری ہو۔۔۔۔۔

عبداللہ نے سنجیدگی سے اسے سمجھایا۔۔۔

جواب میں زرلال خاموش رہا۔۔۔۔

عبداللہ اس کو خاموش دیکھ کر نرمی سے بولا۔

دیکھو زرلال سائیکالوجی کے مطابق محبت ہونے میں صرف چار سیکنڈ لگتے ہیں۔۔ لیکن میرا ماننا ہے کہ یہ میٹر نہیں کرتا کہ محبت کتنے وقت میں ہوتی ہے بلکہ یہ میٹر کرتا ہے کہ انسان اسے پہچانتا کب ہے۔اب

یہ تم پر ہے کہ تم اسے کب پہچانتے ہو کیونکہ محبت تو تم اس سے کرتے ہو۔۔۔اور جاتے جاتے ایک آخری بات بتادوں تمہیں ضروری نہیں ہر دفعہ انسان جب خوش ہو اسے تب ہی معلوم ہو کہ وہ محبت میں ہے بلکہ کبھی کبھی دوسرے انسان سے جدائی کی تکلیف بھی انسان کو محبت کا احساس شدت سے دلاتی ہے۔اور جب جدائی احساس دلاتی ہے نہ تو انسان کے پاس پچھتانے کے سوا کوئی راستہ نہیں ہوتا۔۔۔۔۔

عبداللہ اسے سمجھانے کی آخری کوشش کر کے وہاں سے چلا گیا۔۔

تکلیف تو واقعی اس کے دور جانے سے ہو رہی ہے اور میں اس کا نام کسی اور کے ساتھ برداشت بھی نہیں کر سکتا۔۔۔ مطلب واقعی یہ محبت۔۔۔۔

اووومائے گاڈ۔۔۔ مطلب زرلال زبیر ملک بھی کسی کی محبت میں گرفتار ہو سکتا ہے۔۔۔ سوری ہو چکا ہے۔۔۔

آئی لو یو دانین۔۔۔۔

زرلال خود سے خوشی سے بولا۔۔۔

مجھے بڑے پاپا سے بات کرنی پڑے گی ورنہ ایسا نہ ہو کہ میں لیٹ ہو جاؤں اور وہ شرابی میری دانی کو مجھ سے دور کر دے۔۔۔۔۔

زرلال یہ بول کر اندر کی جانب بھاگا۔۔۔۔۔۔

درمیان میں کچھ نہیں ہوتا۔۔۔

عشق ہوتا ہے یا نہیں ہوتا۔۔۔۔

:سات سال بعد

تم نے پھر سے ٹیسٹ میں کم نمبر لئے ؟آج تو میں لازمی بڑے پاپا سے تمہاری شکایت کروں گا۔۔۔

چھے سالہ عمر نے اپنے سے دو سال چھوٹے

عبیر سے کہا۔۔

بھائی پلیز بڑے پاپا کو کچھ مت بتانا۔آپ جانتے ہیں نہ وہ کتنا غصہ کرتے ہیں۔۔۔اور جب ڈانٹتے ہیں تو لگتا ہے کہ سارا پاکستان ان کی آواز سن رہا ہے۔۔۔۔

عبیر آنکھیں ٹمٹماتے ہوئے بولا۔

نہیں اس بار تو بابا سے لازمی تمہاری شکایت ہو گی۔۔اگر عمر بھائی نے نہ بتایا تو میں بتا دوں گی۔۔۔۔

پانچ سالہ نور عبیر کو اپنی چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے گھورتے ہوئے بولی۔

موٹی اگر تم نے شکایت کی تو میں بڑی ماما کو بتاؤں گا کے کل تم نے کلاس میں ایک لڑکی کی پٹائی کی تھی اور تمہاری ٹیچر نے انہیں بلایا ہے۔۔۔۔

عبیر بھی اس کو جواب میں گھورتے ہوئے بولا۔

تم ماما سے میری شکایت لگاؤ گے ؟؟؟

نور نے دانت پیستے ہوئے پوچھا۔۔۔

ہاں لگائوں گا۔۔۔۔۔

عبیر نے بھی اسی کے انداز میں جواب دیا۔۔۔

اچھا ابھی بتاتی ہوں۔۔۔

یہ بول کر نور نے عبیر کے بالوں کو دونوں ہاتھوں سے پکڑا اور زور سے کھینچ کر اسے ایک جھٹکا دے کر چھوڑ دیا اور بولی۔۔۔

اب بھی بتائو گے؟؟؟

نہیں بتائو گا پکا۔۔۔۔

عبیر اس سے ڈرتے ہوئے بولا۔

عمر اس ساری گفتگو کے درمیان خاموش تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یہ ان دونوں کو روز کا معمول ہے۔۔۔ گڈ۔۔۔

یہ بول کر نور وہاں سے جانے کے لئے مڑی تو عبیر نے اس کی پونی زور سے کھینچی اور وہاں سے بھاگ گیا۔۔۔۔۔

جبکہ نور بھی روتے روتے اس کے پیچھے بھاگی۔۔۔ابھی وہ بھاگ رہا تھا جب سامنے سے آتے عزیر ملک اور زرلال سے ٹکرا گیا۔۔۔

ارے ارے۔۔۔ کہاں بھاگ رہے ہو؟؟؟

عزیر نے اس کو اٹھاتے ہوئے پوچھا۔

دادو اس نے مجھے مارا اور میرے بال بھی کھینچے۔۔

نور اپنے نظر نہ آنے والے آنسو صاف کرتے ہوئے بولی۔۔

عبیر۔۔۔۔۔

زرلال نے اسے گھورا۔۔۔۔

بابا اس طرح مت گھوریں۔۔اس نے مجھے پہلے مارا تھا۔۔اور ویسے بھی بابا ہیں تو بابا بنیں فالتو میں کیوں ڈریگن بن رہے ہیں۔۔۔

عبیر اپنے باپ سے اسی کے انداز میں بولا۔

بڑے پاپا اس کو نیچے اتاریں ذرا پھر اس کو بتاتا ہوں میں کہ میں کون ہوں۔۔۔۔۔

زرلال نے مصنوعی غصے سے بول کر نور کو اٹھایا اور اندر کی جانب قدم بڑھا دیئے۔

اسلام و علیکم دادو۔۔۔اسلام و علیکم چھوٹے پاپا۔۔۔

جیسے ہی وہ لائونج میں داخل ہوئے تین سالہ ہادی بولا۔

و علیکم اسلام۔۔۔۔ میرا شہزادہ۔۔۔ کیسا ہے؟؟؟

زرلال نے نور کو گود سے اتار کر ہادی کو اٹھاتے ہوئے پوچھا۔۔

میں ٹھیک ہوں۔۔۔۔

یہ لیں چائے۔۔۔

دانین نے صوفے پر بیٹھے زرلال اور عزیر کو چائے دی۔۔۔۔

تھینکیو۔۔ ویسے آپس کی بات ہے یہ چائے اگر کمرے میں ملتی تو ساری تھکن اتر جاتی۔۔۔۔

زرلال نے اس کے کان میں سرگوشی کی تو جواب میں دانین نے اسے گھورا اور دھیمی آواز میں بولی۔۔۔

پڑ گیا رومینس کا دورہ آپکو۔۔ چپ کر کے چائے پئیں ایسا نہ ہو کہ آج کھانے اور کمرے سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں۔۔۔۔

مطلب۔۔۔۔۔

زرلال اس کے چہرے پر غصہ دیکھ کر بولا۔

مطلب کمرے میں چلیں پھر بتاتی ہوں۔۔۔۔۔

دانین یہ بول کر کمرے میں چلی گئی۔۔۔ جبکہ زرلال بھی کمرے میں اس کے پیچھے پیچھے چلا آیا۔۔۔

جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوا دانین نے ہاتھ میں پکڑا گلدان اس کی طرف پھینکا۔۔ زرلال جلدی سی دوسری سائیڈ پر ہو گیا اور بولا

دانین ہوا کیا ہے یار؟ آج یہ بمباری کیوں ہو رہی ہے؟؟؟

آپ پچھلے تین دن سے کس کے ساتھ ڈنر کرنے جاتے ہیں؟؟ کون ہے وہ لڑکی؟؟ مجھے پہلے ہی معلوم تھا کہ آپ مجھے دھوکہ دے دیں گے اسی لئے جب آپ رشتہ لے کر آئے تھے میں نے تب ہی منع کر دیا تھا۔ لیکن میری اماں کا دماغ ہی خراب تھا جو آپ کی چکنی چپڑی باتوں میں آ گئی اور آپ کو ہاں بول دی۔۔۔۔۔

دانین روتے ہوئے بولی جبکہ زرلال تو اس کی باتیں سن کر ہی حیران رہ گیا۔۔۔ آہستہ سے قدم اٹھاتے وہ دانین کے پاس آیا اور اس کا ہاتھ پکڑنے لگا جسے دانین نے جھٹک دیا اور بولی۔۔۔

جائیں اسی کے پاس۔۔۔

اچھا پکا جائوں۔۔۔۔۔

زرلال نے مسکراہٹ دبا کر پوچھا۔۔۔

میں آپ کو جان سے مار دوں گی اگر آپ اس کے پاس گئے تو۔۔۔۔۔

دانین آنسو صاف کرتے ہوئے غصے سے بولی۔۔۔

اچھا جان سے مار دو گی؟؟؟

زرلال نے اس کا بازو پکڑ کر اسے خود سے قریب کر کہ پوچھا۔

ہاں۔۔۔۔

دانین نے یہ اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

یہ بات میری طرف دیکھ کر بولو۔۔۔۔

زرلال اس کا چہرہ اپنے دائیں ہاتھ سے اوپر کرتے ہوئے بولا۔

جواب میں دانین زرلال کے گلے لگ گئی اور بولی۔۔۔

آپ جانتے ہیں نہ کہ میں آپکی آنکھوں سے ہار جاتی ہوں اس لئے یہ کرتے ہیں آپ۔۔۔۔۔

میری جان، میری زندگی تم اور میرے بچے ہو یار۔۔۔ تم جانتی ہو ان سات سالوں میں پاگلوں کی طرح چاہا ہے تمہیں پھر مت خود کو ہلکان کیا کرو۔۔۔ اور رہی اس لڑکی کی بات تو میرے دوست کی بہن ہے ۔بزنس کرنا چاہتی ہے اور میرے پاس پچھلے تین دنوں سے بزنس ہی سیکھ رہی ہے۔۔ اور ہمارے آفس کی کینٹین میں کنسٹرکشن کا کام ہو رہا ہے بس اسی لئے ہم باہر کھانا کھانے چلے گئے۔۔۔۔

زرلال اسے اپنے حصار میں لیتے ہوئے نرمی سے بولا۔

آپ سچ بول رہے ہیں نہ؟؟؟

دانین نے اس کے سینے سے سر اٹھا کر پوچھا۔۔۔

اپنی محبت پر یقین نہیں ہے کیا؟

زرلال نے الٹا سوال کیا۔

خود سے زیادہ یقین ہے اپنی محبت پر۔۔۔۔۔

اچھا جی۔۔۔۔

زرلال نے یہ بول کر دانین کی پیشانی سے بوسہ لیا۔

ویسے آپ کے چھوٹے صاحبزادے کی بھی کوئی خبر لی آپ نے ؟؟؟

دانین اس سے علیحدہ ہوتے ہوئے بولی۔۔۔

یار اسی کی خبر لینے لگا تھا لیکن تم نے آتے ہی میری اچھی خاصی کلاس لے ڈالی۔۔۔۔

زرلال مصنوعی خفگی سے بولا۔

آپ جانتے ہیں نہ کہ آپ کے معاملے میں اپنے جذبات پر قابو کھو دیتی ہوں تو سب کچھ پہلے ہی بتا دیا کریں۔۔ویسے اچھا ہوا بڑے پاپا نے بتا دیا ورنہ آپ تو نہیں بتاتے۔۔۔۔

دانین نے مسکراہٹ دبا کر کہا۔

اچھا جی تو یہ سب بڑے پاپا نے بتایا تھا۔۔ویسے یہ جذبات والی بات واقعی سچ ہے نہ ؟؟؟؟

زرلال اسے خود سے قریب کر کے بولا۔

زرلال وہ۔۔۔۔۔

ششش۔۔۔۔۔۔

زرلال نے اس کے لبوں پر انگلی رکھ کر اسے چپ کروایا اور اسے خود سے مزید قریب کر لیا۔۔اس سے پہلے کہ وہ کوئی جسارت کرتا عبیر کمرے میں آ گیا اور اونچی آواز میں بولا۔۔۔

ماما۔۔۔۔

زرلال نے جلدی سے دانین کو چھوڑا اور اس سے چار قدم دور ہو گیا۔۔۔

تمہیں اتنا نہیں معلوم کہ کسی کے کمرے میں دروازہ ناک کر کے آتے ہیں۔۔۔۔۔

زرلال عبیر کو گھورتے ہوئے بولا۔۔۔ جبکہ دانین اپنی مسکراہٹ دبانے کی ناکام کوشش کر رہی تھی۔۔۔

میری ماما کا کمرہ ہے تو دروازہ کیوں ناک کرتا؟؟؟

تمہاری ماما کے ساتھ ساتھ تمہارے بابا کا بھی کمرہ ہے۔۔۔۔

یہی تو پرابلم ہے کہ یہ آپ کا بھی کمرہ ہے۔۔۔

عبیر منہ میں بڑبڑایا۔۔۔

کیا بولا؟؟؟

زرلال نے پوچھا۔۔

کچھ نہیں۔۔۔۔ میں تو یہ پتہ کرنے آیا تھا کہ عابی چاچو اور ماہا پھپھو پاکستان واپس آ رہے ہیں رات کو تو دادی پوچھ رہی ہیں کہ ان کو لینے کس نے جانا ہے؟؟آپ نے یا بڑے پاپا نے؟؟؟

تمہارا باپ ہی جائے گا کیونکہ تمہارے بڑے پاپا تو

تمہاری بڑی ماما کو لینے گئے ہیں۔۔۔۔

زرلال نے اسے نرمی سے جواب دیا۔۔

اوکے میں چلتا ہوں۔۔۔۔۔

یہ بول کر وہ مڑا اور دروازے پر جا کر اونچی آواز میں بولا۔۔

بابا۔۔فریش ہو کر جلدی آ جائیں کیونکہ باہر دادی ویٹ کر رہی ہیں اور اگر آپ دس منٹ میں باہر نہ آئے تو میں ان کو وہ سب کچھ بتا دوں گا جو پانچ منٹ پہلے میں نے یہاں دیکھا۔۔۔۔

تیری تو۔۔۔۔

عبیر جلدی سے وہاں سے بھاگا جبکہ دانین نے بے ساختہ قہقہ لگایا۔۔۔۔

پتہ نہیں کس پر چلا گیا ہے۔۔دشمن ہے میرے رومینس کا۔۔۔اور تم جو قہقہ لگا رہی ہو اسے بند کرو اور میرے کپڑے نکال دو۔۔۔۔

زرلال دانین کو مصنوعی غصہ دکھاتے ہوئے واش روم میں گھس گیا۔۔۔۔۔

عمر، عبیر زرلال اور دانین جبکہ نور اور ہادی وھاج اور یشفعہ کے بچے تھے۔۔احمر ملک پانچ سال پہلے ہی کینسر کی وجہ سے انتقال کر گئے تھے۔زرلال اپنے بڑے پاپا یعنی عزیر کے ساتھ بزنس سنبھال رہا تھا جبکہ وھاج کرنل کی پوسٹ پر آرمی میں اپنی خدمات سر انجام دے رہا تھا۔اس کی اور علی کی پوسٹنگ کراچی میں ہو گئی تھی۔۔۔ علی بھی کرنل کے عہدے پر اپنے فرائض انجام دے رہا تھا اس کی اور مومنہ کی ایک ہی بیٹی تھی جس کا نام یشفعہ نے اریب رکھا تھا۔۔۔جبکہ عبداللہ اور ماہا لندن میں تھے۔عبداللہ ایک ڈاکٹر کی حثیت سے لندن کے ایک مشہور ہوسپٹل میں کام کر رہا تھا جبکہ ماہا کارڈیالوجسٹ کی سٹڈی کمپلیٹ کر کے واپس پاکستان آ رہی تھی کیونکہ یہاں وہ ایمان کے نام پر ایک ہوسپٹل کھولنے والے تھے۔۔۔۔۔

انکل آپ کیسے ہیں اور شاذر انکل کیسے ؟؟

وھاج نے لائونج میں داخل ہوتے ہی اسد سے پوچھا۔

اللہ کا شکر ہے بیٹا سب ٹھیک ہیں اور تم کیسے ہو؟؟

الحمداللہ۔۔ میں بھی ٹھیک ہوں۔۔۔یشفعہ کہاں ہے؟؟

وہ اپنے کمرے میں ہے تمہارا ہی انتظار کر رہی تھی صبح سے۔۔۔۔

اسد نے مسکرا کر جواب دیا۔۔

جواب میں وھاج مسکرا دیا۔۔

اور بیٹا چائے یا کافی؟؟

انکل کچھ بھی نہیں میں بس یشفعہ کو لینے آیا تھا وہ آج ماہا آ رہی ہے نہ اسی لئے۔۔۔۔۔

وھاج نے اسد کو مطلع کیا۔۔۔

اووو مطلب آج ہماری دوسری بیٹی بھی آ رہی ہے۔۔۔۔

جی انکل۔۔۔آپ بھی ہمارے ساتھ چل رہے ہیں اور یہ آپکی بیٹی کا آرڈر ہے۔۔۔۔

وھاج بولا۔

میں لیکن بیٹا۔۔۔۔۔

لیکن ویکن کو چھوڑیں انکل ماہا سے ملنے کے لئے تو آپ بھی بے چین ہو رہے ہیں۔۔۔

وھاج نے اسد کی بات درمیان میں ہی کاٹ کر کہا۔

یہ تو ہے۔۔۔۔

اسد نے بھی وھاج کی تائید کی۔۔

چلیں پھر آپ بھی ریڈی ہو جائیں تب تک میں ذرا یشفعہ کو دیکھ لوں۔۔۔۔

وھاج یہ بول کر یشفعہ کے کمرے کی طرف چلا گیا۔۔۔

جیسے ہی وہ کمرے میں داخل ہوا کمرہ خالی تھا واش روم سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔۔۔

اوو تو میڈم نہا رہی ہیں۔۔۔۔۔

وھاج بیڈ کے پاس پڑے صوفے پر بیٹھ گیا اور یشفعہ کے نکلنے کا انتظار کرنے لگا۔۔۔۔

یشفعہ جیسے ہی نہا کر نکلی سامنے وھاج کو دیکھ کر جھجک گئی کیونکہ وہ ڈوپٹے کے بغیر تھی۔۔۔یشفعہ نے جلدی سے بیڈ سے اپنا ڈوپٹہ اٹھایا اور اپنے گرد چادر کی شکل میں لپیٹ لیا۔۔۔۔

وھاج کو ہنسی تو بہت آئی لیکن وہ دبا گیا۔۔اور بولا

کیا حال ہے مسز؟؟

میں بالکل ٹھیک ہوں۔۔۔۔

یشفعہ ڈرائیر سے بال خشک کرتے ہوئے بولی۔۔۔

مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ میری جان مجھ سے ناراض ہے۔۔۔۔

وھاج اسے پیچھے سے ہگ کرتے ہوئے بولا۔

آج آپ نے پورے تین ماہ بعد اپنی شکل دکھائی ہے تو کیا ناراض بھی نہ ہوں؟؟

یار تمہیں پتہ تو ہے کہ مجھے پشاور والی سائیڈ پر ایک ٹاسک ملا تھا اسے ہی کمپلیٹ کرنے میں تین ماہ لگ گئے۔۔۔۔

وھاج نے اس کا رخ اپنی طرف کرتے ہوئے وضاحت کی۔

احمد کبھی کبھی مجھے واقعی ڈر لگتا ہے کہ اللہ نہ کرے آپ کو کچھ ہو گیا تو ہمارے بچوں کا اور میرا کیا ہو گا؟ لیکن پھر آپ کی بات یاد آ جاتی ہے کہ ہماری زندگی اس وطن کی امانت ہے اور وہ اپنی امانت کبھی بھی لے سکتا ہے۔۔۔۔

عاشو میری جان مت ٹینشن لیا کرو کسی چیز کیونکہ جو اللہ سوچتا ہے اپنے بندے کے لئے ہم انسان اس تک پہنچ ہی نہیں سکتے۔۔۔۔اور ویسے بھی اس حال میں تمہارے لئے ٹینشن نقصان دہ ثابت ہو سکتی ہے ۔اور میں نہیں چاہتا کہ تمہیں یا ہمارے ہونے والے بچے کو کوئی نقصان پہنچے۔۔۔۔۔۔

وھاج اس کی پیشانی کو چومتے ہوئے بولا۔

احمد ایک بات بولوں۔۔۔۔۔

ہاں بولو۔۔۔اور ویسے بھی تمہیں کب سے اجازت کی ضرورت محسوس ہونے لگی؟؟؟

وھاج نے مسکرا کر پوچھا۔

میں سوچ رہی تھی کہ ماہا اور عابی آ رہے ہیں اور ان کو بھی تو اولاد کی کمی محسوس ہوتی ہو گی نہ؟ تو کیوں نہ میرا مطلب اگر آپ کو مناسب لگے تو ہم اپنے اس آنے والے بچے کو انہیں سونپ دیں۔۔۔۔

یشفعہ ہچکچاتے ہوئے بولی۔۔۔

میں جانتا تھا کہ تم ماہا سے بہت محبت کرتی ہو لیکن اس کا مظاہرہ اس قربانی کی صورت میں کرو گی یہ بات نہیں جانتا تھا۔۔اور اگر تمہیں کوئی اعتراض نہیں ہے اس فیصلے پر تو مجھے بھی نہیں ہے کیونکہ تم جانتی ہو کہ میں ماہا سے کس حد تک محبت کرتا ہوں۔۔۔۔۔

وھاج نے مسکرا کر اس کے فیصلے کی تائید کی۔

تھینکیو۔احمد۔۔۔۔

آ ہاں۔۔۔ تمہارا شکریہ یشفعہ۔۔تم نہ صرف ایک اچھی بیوی ہو بلکہ ایک اچھی بہن بھی ہو۔۔۔۔

وھاج نے کہا۔

اچھا جناب اب باتوں میں مت لگائیں اور یہ بتائیں کہ ماہا لوگوں کی فلائٹ کتنے بجے کی ہے؟؟؟

یشفعہ نے اپنے اوپر چادر لپیٹتے ہوئے پوچھا۔

سات بجے کی تھی اور اب تک تو وہ پاکستان لینڈ کر چکے ہوں گے۔۔۔۔۔

وھاج گھڑی دیکھتے ہوئے بولا۔

پھر میرا منہ کیا دیکھ رہے ہیں جلدی چلیں نہ؟؟؟

یشفعہ باہر کی جانب بڑھتے ہوئے بولی۔۔۔

اچھا جناب۔۔۔ابھی وہ باہر کی جانب بڑھنے لگا تھا جب علی کی کال آ گئی۔۔۔

وھاج کو اس سے بات کرتے ہوئے تقریبا پندرہ منٹ ہو چکے تھے جب یشفعہ دوبارہ کمرے میں آئی اور وھاج کو غصے سے گھورنے لگی۔۔ وھاج نے جلدی سے کال بند کی۔۔ اور بولا۔

ایم سوری وہ۔۔۔

کبھی کبھی تو مجھے واقعی علی بھائی سے سوتن والی فیلینگ آنی شروع ہو جاتی ہے۔ اب سوری ووری بعد میں کر لیجیئے گا پہلے گھر چلیں بابا بھی ریڈی ہو چکے ہیں۔۔۔۔

یشفعہ اس کا ہاتھ پکڑ کر باہر کی جانب بڑھ گئی۔۔۔۔

ماما مجھے آپ سب سے کچھ کہنا ہے۔۔۔

وھاج نے زیبا کو مخاطب کر کے کہا۔۔

سب لوگ رات کو چائے پی رہے تھے اور بچے سارے سو چکے تھے جب وھاج نے سب کو متوجہ کیا۔۔۔

ماما مجھے بھی آپ کو کچھ بتانا ہے۔۔۔

عبداللہ بھی مسکرا کر بولا۔

اچھا تو پہلے تم بتا دو۔۔۔۔

زرلال بولا۔

نہیں وجی بھائی پہلے آپ بتادیں پھر میں بتاتا ہوں۔۔۔

عبداللہ نے وھاج سے کہا۔

ماما میں نے یشفعہ نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم اپنا ہونے والا بچہ ماہااور عابی کو سونپ دیں گے۔۔۔۔

وجی بھائی آپ یہ کیا بول۔۔۔۔۔۔

عبداللہ بولا ہی تھا جب وھاج نے اسے چپ کروادیا۔۔۔

عابی یار منع مت کرنا۔۔۔۔

وجی بھائی میں جانتی ہوں آپ اور عاشو مجھ سے بہت محبت کرتے ہیں لیکن اس محبت کا مطلب یہ نہیں کہ میں خود غرض ہو جائوں اور آپ سے آپ کی اولاد ہی چھین لوں۔۔اور رہی بات سونپنے کی تو بچہ آپ کے پاس رہے یا میرے پاس فرق نہیں پڑتا کیونکہ رہے گا تو وہ اسی گھر میں۔۔۔۔۔۔اور ویسے بھی میں بچے کی پرورش صحیح سے نہیں کروں سکوں گی۔۔۔۔

ماہا نے وھاج کو سمجھایا۔

لیکن ماہا۔۔۔۔

یشفعہ نے کچھ کہنے کے لئے منہ کھولا ہی تھا جب ماہا نے اسے روکا اور بولی۔۔۔

پلیز عاشو اور ویسے بھی اگر میں تمہارے بچوں کی پرورش کروں گی تو میرے بچوں کو کون سنبھالے گا؟؟؟

مطلب؟؟؟

زیبا نے نا سمجھی سے پوچھا۔۔

مطلب یہ ماما کہ ماہا امید سے ہے اور آپ دادو اور میں پاپا بننے والا ہوں۔۔۔۔۔

عبداللہ خوشی سے بولا۔

کیا؟؟ تم سچ بول رہے ہو؟؟؟

زیبا نے بے یقینی سے پوچھا۔۔ جبکہ ماہا شرم کے باعث سر جھکا گئی۔۔۔

ماما بالکل سچ بول رہا ہوں۔۔۔ ڈاکٹر نے پرسوں ہی رپورٹس دیکھ کر کنفرم کیا ہے۔ اسی لئے میں اسے لے کر سیدھا پاکستان آ گیا کیونکہ یہاں آپ سب اس کی صحیح سے دیکھ بھال کر سکیں گے جو میں اکیلا وہاں نہیں کر سکتا تھا۔۔۔۔۔

عبداللہ نے مسکرا کر جواب دیا۔

زیبا اپنی جگہ سے اٹھی اور ماہا کے پاس جا کر اسے گلے لگایا اور اس کی پیشانی چومتے ہوئے بولی۔۔۔

یا اللہ تیرا شکر ہے۔۔۔۔

پھر سب نے باری باری عابی اور ماہا دونوں کو مبارکباد دی۔۔۔

سچ کہتے ہیں کہ زندگی خوشیوں اور غموں کا مجموعہ ہے۔ جب انسان خوش ہوتا ہے اسے غم کے دنوں کی امید بھی رکھنی چاہیے اور جب غموں کو فیس کرتا ہے تو اسے خوشیوں کی امید بھی رکھنی چاہیے۔۔۔ ماہا کی زندگی بھی ایسی ہی تھی اگر اس نے غموں کو جھیلا تھا تو اللہ نے اس کے صبر میں اسے خوشیاں بھی دی تھیں۔۔ اس نے اپنی امید اللہ سے لگائی تھی اسی لئے تو آج وہ خوش تھی اپنی زندگی میں۔۔۔۔ جب

بھی مانگنے لگو تو انسانوں کی بجائے اللہ سے مانگو کیونکہ وہ ہر چیز پر قادر ہے اور وہی دیتا ہے انسان صرف ذریعہ ہوتے ہیں۔۔اللہ سے دعا ہے کہ ہر لڑکی اور ہر بچے کی عزت محفوظ رہے (آمین)۔

۔۔(ختم شد)